

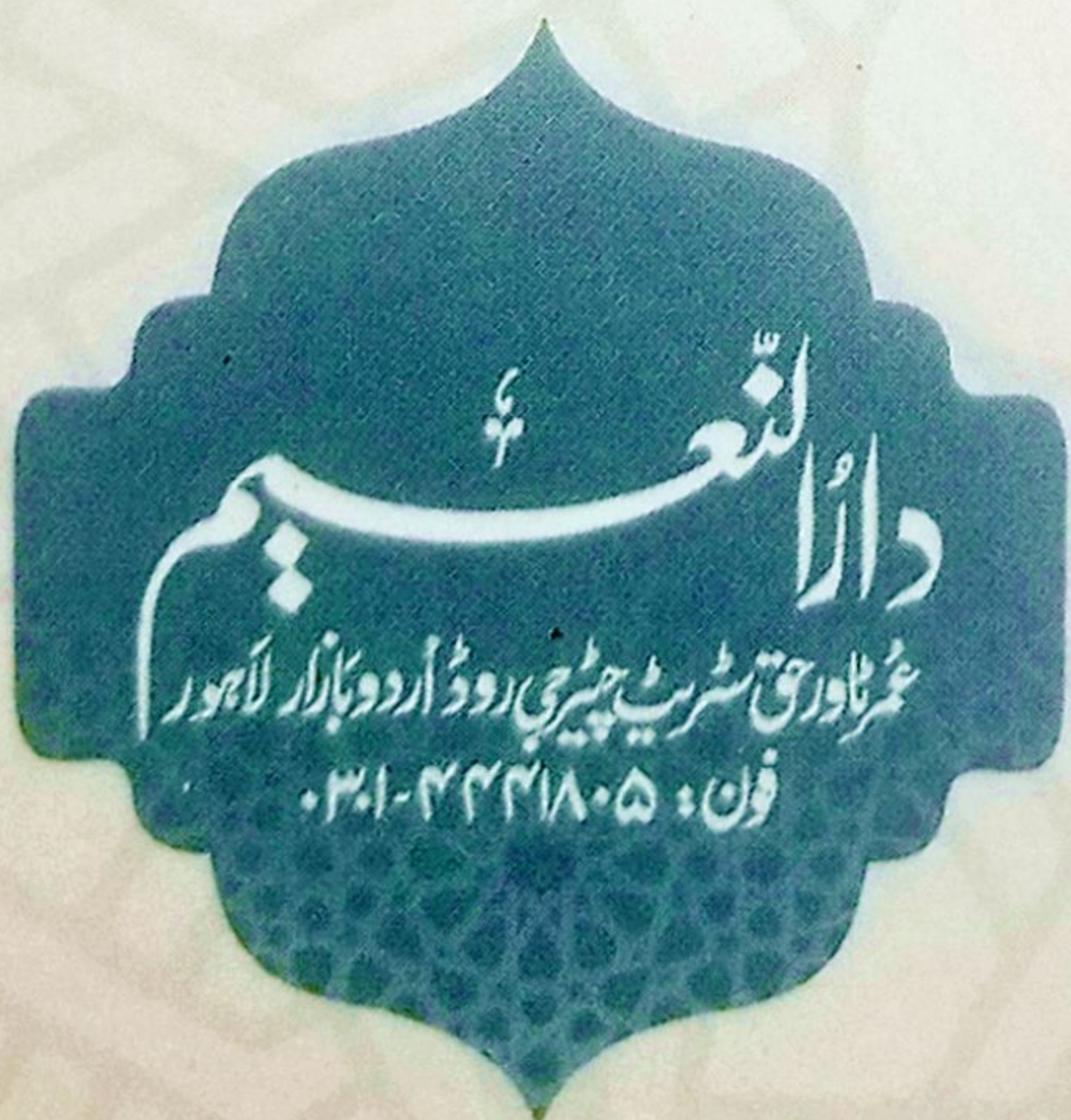
رَامَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ

تَرْكِ رَفْعِ يَدَيْنِ

(یہ کتاب تحریر کے بعد رفع یدین نہ کرنا سنتِ مستمرہ اور دُائِمہ ہے)



نَالِيف
حَضْرَتُ مَوْلَانَا أَبُو حَفِصَہٗ عَجَّازُ أَحْمَدُ اَشْرَفِي عَفَلَهٗ



ترک رفع یدین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

نام کتاب..... رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ
وصفی نام..... اِتِّبَاعُ سَيِّدِ الْكُونَيْنِ ﷺ فِي نَسْخِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ
مصنف..... مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہ
صفحات..... 536

طبع اول..... رجب ۱۴۳۳ھ بمطابق جون ۲۰۱۲ء
طبع ثانی..... ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۳ء
طبع ثالث..... شوال ۱۴۳۵ھ بمطابق جون ۲۰۲۰ء
ناشر..... دارالنعم، عمرٹاور، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نوٹ

کتاب ”رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ لکھتے وقت مختلف مطابع کی کتب پیش نظر رہیں۔ ان میں سے کچھ تو بالکل طبع جدید تھیں اور کچھ طبع قدیم کی تھیں۔ بعض جگہ جلد اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے جبکہ بعض جگہ حدیث نمبر دیا گیا ہے۔ اس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

ترکِ رفعِ یدین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحِی السُّنَّةِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

مولانا

محمد سرفراز خان صفدرؒ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندی درجات کا باعث بنائے۔ آمین!
اعجاز احمد اشرفی

اجمالی فہرست: ایک نظر میں

4	اجمالی فہرست
5	تفصیلی فہرست
23	خلاصہ: مسئلہ ترکِ رفعِ یدین
30	پیش لفظ
35	باب 1 مقدمہ
47	باب 2 معیارِ حق
74	باب 3 ترکِ رفعِ یدین قرآن کریم کی روشنی میں
85	باب 4 ترکِ رفعِ یدین احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں
236	باب 5 ترکِ رفعِ یدین آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں
259	باب 6 ترکِ رفعِ یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں
278	باب 7 رفعِ یدین کا منسوخ ہونا
391	باب 8 قائلینِ رفعِ یدین کے دلائل اور ان کا جائزہ
457	باب 9 بعض اہم شبہات کا ازالہ
478	باب 10 بعض احادیث کی تحقیق
524	تقریظات

تفصیلی فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	اجمالی فہرست	4
	خلاصہ: مسئلہ ترکِ رفعِ یدین	23
	پیش لفظ	30
باب 1	مقدمہ	35
1	دینی احکام کے مآخذ اور دلائل کی ترتیب	36
2	مسئلہ رفعِ یدین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک	38
3	مسئلہ رفعِ یدین میں غیر مقلدین کا مسلک و عمل	39
4	غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ کیا ہے؟	39
5	غیر مقلدین کی اختیار کردہ رفعِ یدین کا شاذ ہونا	40
6	غیر مقلدین کے دو دلائل کا جائزہ	40
7	غیر مقلدین کا طرزِ عمل	43
8	ترکِ رفعِ یدین کی احادیث زیادہ ہیں	43
9	ترکِ رفعِ یدین اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی	44
10	کیا ترکِ رفعِ یدین کی روایات کم ہیں؟	45
باب 2	معیارِ حق	47
1	کتاب اللہ	48
2	سنتِ رسول اللہ ﷺ	48

50	اجماع	3
50	حضراتِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا اجماع	4
53	حضراتِ صحابہ بھی معیارِ حق ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے	5
54	خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے	6
55	خیر القرون کی فضیلت	7
56	خیر القرون کا زمانہ	8
56	خیر القرون میں دین کی تدوین	9
57	خیر القرون کے علم کا مستند ہونا	10
60	حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ	11
60	سند و تعامل اور ترکِ رفعِ یدین	12
63	خیر القرون سے حدیث کے معنی کا تعین کرنا	13
71	حدیث کی مشہور و متداول کتابوں کی ترتیب	14
71	اسلامی فقہ اور قیاس بھی ایک دلیلِ شرعی ہے	15
73	معیارِ حق	16

باب 3 ترکِ رفعِ یدین قرآنِ کریم کی روشنی میں

74	دلیل ①:- وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: ۱۴)	1
75	دلیل ②:- وَأَقِمْ الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِينَ-	2
77	دلیل ③:- وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ- (البقرة: ۲۳۸)	3
78	دلیل ④:- قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ-	4
80	سنن بیہقی: باب الخشوع فی الصلوة والاقبال علیہا	5

باب 4 ترکِ رفعِ یدین احادیثِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں

85	منفرد کے لیے نماز سکھانے والی قولی احادیث	1

86	حدیث (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	2
88	حدیث (2-5) حضرت رفاعہ بن رافع بدری رضی اللہ عنہ	3
92	حدیث (6) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	4
93	حدیث (7-10) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	5
95	حدیث (11) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	6
95	حدیث (12-13) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	7
97	حدیث (14) حضرت حکیم بن عمیر ثمالی رضی اللہ عنہ	8
97	حدیث (15) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	9
98	غیر مقلدین سے رفع یدین کے متعلق قولی حدیث کا مطالبہ	10
98	نماز باجماعت کا طریقہ سکھانے والی قولی حدیث	11
98	4.2.1 حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	
101	نماز باجماعت کا طریقہ سکھانے والی فعلی احادیث	12
105	حدیث (17-18) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ	13
104	حدیث (19-21) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	14
105	حدیث (22-23) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	15
106	جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرنے والی احادیث	16
106	حدیث (24) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	17
108	حدیث (25) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ	18
110	حدیث (26-32) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	19
114	حدیث (33) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	20
116	حدیث (34) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ	21
117	حدیث (35) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ	22
118	حدیث حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ پر سندی بحث	23

118	حدیث (36) حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ	24
119	حدیث (37-40) حضرت انس بن مالکؓ	25
121	حدیث (41) حضرت ابوسعید خدریؓ	26
121	نماز کے درمیان رفعِ یدین سے منع کرنے کی قولی حدیث	27
121	حدیث (42-51) حضرت جابر بن سمرہؓ	28
125	حدیث حضرت جابر بن سمرہؓ پر فنی بحث	29
131	تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین والی قولی احادیث	30
131	حدیث (52-53) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ	31
131	حدیث (54-58) حضرت عبداللہ بن عباسؓ	32
134	حدیث عبداللہ بن عباسؓ پر فنی بحث	33
140	جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا طریقہ نماز	34
140	حدیث (59-62) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	35
140	حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر فنی بحث	36
141	تعدیل و توثیق محمد بن جابر یمامیؒ اور تصحیح حدیث	37
145	یہ حدیث موضوع نہیں ہے	38
149	حدیث (65-68) حضرت انس بن مالکؓ	39
152	رسول اللہ ﷺ کی نماز میں ترک رفعِ یدین کی صریح روایات	40
152	حدیث (69) خلیفہ راشد حضرت علی بن ابی طالبؓ	41
152	حدیث حضرت علیؓ پر فنی بحث	42
154	حدیث (70-83) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	43
158	حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر سندی و فنی بحث	44
158	حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح	45
161	حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں ”ثم لا يعود“ مدرج نہیں ہے	46

162	سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و عدالت	47
165	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ	48
168	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ	49
172	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ	50
172	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب عبارت	51
175	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ	52
177	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر غیر مقلدین 7 مزید شبہات	53
178	حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام بیہقیؒ کے اعتراض کا جواب	54
181	حدیث (84-85) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	55
183	حدیث (86-111) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	56
191	حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر سندی و فنی بحث	57
191	یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ ضعیف نہیں ہے	58
194	”ثم لا يعود“ کی زیادت صحیح ہے	59
197	محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ حسن الحدیث ہے	60
198	یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت موجود ہے	61
202	علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ افادات	62
203	حدیث (112-115) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	63
205	حدیث (116-121) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	64
207	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور تعامل خیر القرون	65
208	حدیث (122-128) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	66
215	حدیث (129-131) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	67
216	حدیث (132) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	68
217	وہ احادیث جن میں تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا نہیں	69

217	حدیث (133-134) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	70
218	حدیث (135-136) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	71
219	حدیث (137) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	72
219	نبی کریم ﷺ کی آخری باجماعت نماز میں تکبیرات کا ذکر	73
220	حدیث (138-140) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ	74
222	مرسل احادیث	74
222	حدیث (141) مرسل حضرت علی رضی اللہ عنہ بن حسین رضی اللہ عنہ	76
222	حدیث (142-143) مرسل حضرت عباد رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	77
224	حدیث (144) مرسل حضرت امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ	78
224	حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مناظرہ کی روئداد	79
224	حدیث (145) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	80
226	حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں اکیس (21) قابل غور امور	81
233	حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ کا طرزِ استدلال	82
236	باب 5 ترکِ رفعِ یدین آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی روشنی میں	
236	1 حضرات خلفاء راشدین کے آثار	
236	2 (1) حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی نماز	
237	3 (2-3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار	
239	4 (4-9) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آثار	
243	5 (10) عشرہ مبشرہ کے آثار	
243	6 اصحاب بدر کے آثار	
244	7 (11-15) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آثار	
245	8 حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کا جواب	

246	9	دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار
246	10	(16-19) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آثار
248	11	حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر فنی بحث
248	12	ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہ، عادل اور صحیحین کے راوی ہیں
252	13	(20-21) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر
253	14	(22-24) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر
255	15	(25) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اثر
255	16	(26) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اثر
256	17	(27) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر
256	18	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کی اہمیت
259	باب 6	ترک رفع یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں
259	1	خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے
260	2	تعامل اہل مدینہ
261	3	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی ترک رفع یدین ہے
261	4	حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مسلک ترک رفع یدین ہے
263	5	مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا اصل ماخذ
264	6	تعامل اہل مکہ
264	7	مشہور تابعی حضرت میمون بن زید رضی اللہ عنہ کا رفع یدین دیکھ کر حیران ہونا
265	8	عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا رفع یدین نہ کرنا
266	9	مشہور تابعی حضرت وہیب بن خالد رضی اللہ عنہ کا رفع یدین پر اعتراض کرنا
266	10	حدیث عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کا منسوخ ہونا
266	11	تعامل اہل کوفہ
268	12	اہل کوفہ کی نماز

270	حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ	13
271	حضرات اصحاب علی رضی اللہ عنہ اور اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	14
271	حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ	15
272	حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ	16
275	حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ	17
275	حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ	18
275	حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالحق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ	19
276	حضرت خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ	20
276	حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	21
276	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	22
277	تعال اہل شام	23
278	رفع یدین کا منسوخ ہونا	باب 7
278	دوامِ رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں ہے	1
279	رفع یدین کے آخری عمل ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے	2
279	متّبع حدیث کون ہے؟	3
280	نماز میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کی واضح دلیل	4
284	نماز میں بتدریج رفع یدین کا ختم ہونا	5
285	رفع یدین کے مقامات کا ذکر	6
286	سجدوں کے وقت رفع الیدین کی کچھ مزید احادیث	7
289	سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد سجدہ کی تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین ہے	8
289	دوسجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی دو مرتبہ رفع یدین ہے	9
291	دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین	10

293	مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاہ رحمہ اللہ کی تحقیق	11
294	چار رکعت نماز میں 26 یا 28 مرتبہ رفع یدین	12
295	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول: ولا يفعل ذلك في السجود	13
295	نسخ رفع یدین کی بحث	14
296	نسخ رفع یدین کی دوسری بحث	15
297	نسخ رفع یدین کے واضح دلائل	16
300	نواب صدیق حسن رحمہ اللہ کا نسخ رفع یدین کا اقرار	17
301	حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ کا نسخ رفع یدین کے بارے میں طرز استدلال	18
302	نسخ رفع یدین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال	19
303	نسخ رفع یدین پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال	20
304	نسخ رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال	21
304	نسخ رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال	22
306	مشکل الآثار میں حضرت امام طحاوی کا استدلال	23
305	نسخ رفع یدین پر نظری استدلال	24
305	نسخ رفع یدین پر اجماع فقہاء سے استدلال	25
308	محدثین کے ترجمۃ الباب سے استدلال	26
308	ناسخ منسوخ کا قاعدہ	27
309	نسخ رفع یدین پر سنن نسائی کے ابواب کی ترتیب سے استدلال	28
314	نسخ رفع یدین پر سنن ابوداؤد کے ابواب کی ترتیب سے استدلال	29
315	نسخ رفع یدین پر سنن ترمذی کے ابواب کی ترتیب سے استدلال	30
316	نسخ رفع یدین پر مصنف ابن ابی شیبہ کے ابواب کی ترتیب سے استدلال	31
317	نسخ رفع یدین پر مصنف عبدالرزاق کے ابواب کی ترتیب سے استدلال	32
317	نسخ رفع یدین پر مؤطا امام محمد کے ابواب کی ترتیب سے استدلال	33

318	قولی اور فعلی سنت میں فرق	34
321	ترکِ رفعِ یدین کا متواتر ہونا	35
321	ترکِ رفعِ یدین کی روایات کا کثیر ہونا	35
322	ترکِ رفعِ یدین کی احادیث کا متواتر ہونا	36
324	تواترِ اسنادی	37
325	تواترِ عملی	38
326	رفعِ یدین متواتر نہیں	39
327	روایات رفعِ یدین کی تعداد	40
331	غیر مقلدین کے دعوے کی حقیقت	41
331	شیخ مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ	42
333	عبدالرشید انصاری اور زبیر علی زئی کے دعوے	43
334	حکیم محمود بن مولانا محمد اسماعیل سلفی کا دعویٰ	44
339	محمود بن اسحاق اور امام بیہقی کے دعوے	45
341	زبیر علی زئی کے دعویٰ کی حقیقت	46
342	اختلافی رفعِ یدین کے دوام کا رد	47
343	تکبیر تحریمہ کا رفعِ یدین اور پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات	48
346	نسخ رفعِ یدین اور جناب زبیر علی زئی کے شبہات	49
346	شبہ 1 کا جواب: رفعِ یدین کے صریح نسخ موجود ہیں	50
349	شبہ 2 کا جواب: ترک رفعِ یدین خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے	51
350	شبہ 3 کا جواب: ترک رفعِ یدین باسانید صحیحہ ثابت ہے	52
353	شبہ 4 کا جواب: رفعِ یدین کا منسوخ ہونا احادیث کی کتابوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے عمل سے ثابت ہے	53
353	شبہ 5 کا جواب: آخر عمر میں حضور ﷺ نے رفعِ یدین ترک کر دیا تھا	54

- 55 شبہ 6 کا جواب :- صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین کے ترک یا 354
منع کی کوئی صریح اور صحیح روایت نہیں ہے
- 56 شبہ 7 کا جواب :- حضور ﷺ سے ترکِ رفع یدین قولاً، عملاً، تقریراً ثابت ہے 355
- 57 شبہ 8 کا جواب :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اختلافی رفع یدین پر کنکریاں مارنا ثابت نہیں ہے 355
- 58 شبہ 9 کا جواب :- احادیث میں ”کان“ کا لفظ دوام کو مقتضی نہیں ہے 359
- 59 شبہ 10 کا جواب :- ترکِ رفع یدین کی روایات خصوصاً حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ثابت ہیں 359
- 60 تکمیلِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا شرعی حکم 362
- 61 رفع یدین کہاں تک؟ 363
- 62 مسئلہ رفع یدین کا حکم 365
- 63 غیر مقلدین کے ہاں رفع یدین کرنے، نہ کرنے کا حکم 367
- 64 غیر مقلدین کی بے بسی 368
- 65 ترکِ رفع یدین کے بانیس (22) وجوہ ترجیح 369
- 66 دوامِ رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں 375
- 67 خلافیاتِ بیہقی والی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موضوع ہے 375
- 68 خلافیاتِ بیہقی والی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شواہد کا حال 376
- 69 غیر مقلدین کا اقرار کہ رفع یدین کے دوام کا مدار حدیث پر نہیں 379
- 70 غیر مقلد زبیر علی زئی کے دعوے کی حقیقت 379
- 71 حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور جناب زبیر علی زئی کی تحریفات 381
- 72 غیر مقلد زبیر علی زئی کا دوسرا دعویٰ اور اس کا جواب 383
- 73 غیر مقلد زبیر علی زئی کا دعویٰ نسخ اور اس کا جواب 386
- 74 رفع یدین ہمیشہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں 387
- 75 ترکِ رفع یدین پر امام بخاری کی بیان کردہ دو احادیث 389

391	باب 8	قائلین رفع یدین کے دلائل اور ان کا جائزہ
391	1	مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کا مسلک اور عمل
391	2	غیر مقلدین کے دعوے کا پہلا حصہ
393	3	دعویٰ کا دوسرا حصہ
393	4	دعویٰ کا تیسرا حصہ
394	5	غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ کیا ہے؟
395	6	غیر مقلدین کی اختیار کردہ رفع یدین کا شاذ ہونا
395	7	غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق کوئی بھی دلیل نہیں ہے
395	8	حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اس کا جواب
395	9	متن حدیث
400	10	سند کا حال: حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف
402	11	حدیث کا معنی
403	12	التعامل خیر القرون اور حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
404	13	بیان رفع یدین کا ایک خاص داعیہ
405	14	یہ روایت متواتر نہیں
408	15	تعامل اہل مدینہ اور حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
408	16	حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طرق
410	17	حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متن میں اضطراب
411	18	حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ترک رفع یدین کی دلیل
411	19	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل
413	20	یہ روایت مرجوح ہے۔
413	21	مجتہدین کی طرف رجوع

414	حضرت عبداللہ بن عمر کی قولی حدیث کی طرف رجوع	22
414	حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	23
415	حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی تعلیم صلوٰۃ والی حدیث میں رفع یدین نہیں	24
416	مکمل روایت نسائی اور مسند احمد میں ہے	25
419	حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے طرق	26
420	زبیر علی زئی کی حدیث میں تحریف	27
420	زبیر علی زئی کا اجماع امت کے خلاف موقف	28
421	زبیر علی زئی کا انکار حدیث	29
423	حدیث کا ضعف	30
425	غیر مقلدین کا عوام کو دھوکہ	31
426	حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اختلاف	32
426	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	33
426	یہ روایت ضعیف ہے اور غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے	34
427	حضرت وائل کی دوسری روایت رفع یدین کے منسوخ ہونے میں صریح ہے	35
428	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور تعامل خیر القرون	36
429	حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث	37
429	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ	38
430	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے طرق	39
431	حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	40
431	بخاری میں حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں رفع یدین کا ذکر نہیں	41
432	حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث ضعیف ہے	42
433	یہ روایت موقوف ہے	43
433	یہ روایت منقطع ہے	44

434	دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی اور حدیث کا منقطع اور ضعیف ہونا	45
438	یہ روایت معلول و مضطرب ہے	46
439	حدیث میں انا أعلمکم والی بات درست نظر نہیں آتی	47
439	حدیث میں انا أعلمکم فرمایا۔ انا أعلمکم نہیں فرمایا	48
440	لفظ یرفع ید یہ شاذ ہے	49
440	حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	50
440	یہ روایت ضعیف ہے	51
441	اصل حدیث میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں	52
442	ابن جریج کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں	53
443	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باقی روایات میں رفع یدین کا ذکر نہیں	54
443	امام بخاری نے اس کو صحیح بخاری میں روایت نہیں کیا	55
444	مثلیت صرف تکبیر میں ہے	56
444	اس روایت میں دوام کا ذکر نہیں	57
444	یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل کے خلاف ہے	58
445	امام طحاوی رحمہ اللہ کا طرز استدلال	59
445	یہ حدیث غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے	60
445	حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	61
446	مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف	62
446	یہ روایت ضعیف ہے	63
447	صحیح حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں	64
448	یہ روایت مرجوح ہے	65
448	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	66
449	ابن ماجہ کی حدیث ضعیف ہے	67

449	ابن خزیمہ کی روایت کے معنیٰ میں حافظ زبیر علی زئی کی تحریف	68
449	مثلیت تکبیر کہنے میں ہے نہ کہ رفعِ یدین میں	69
450	ابوداؤد اور ابن خزیمہ کی روایات ضعیف ہیں	70
451	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایات میں رفعِ یدین کا ذکر نہیں ہے	71
451	حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب	72
452	یہ حدیث منقطع ہے۔	73
452	یہ حدیث ضعیف ہے۔	74
456	یہ حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل کے خلاف ہے	75
457	بعض اہم شبہات کا ازالہ	باب 9
457	بعض اہم ملحوظات	1
460	بعض اہم شبہات کا ازالہ	2
460	شبہ 1: صحاح ستہ اور مسئلہ رفعِ یدین	2
463	شبہ 2: علامہ انور شاہ اور مسئلہ رفعِ یدین	4
465	شبہ 3: کیا رفعِ یدین کی احادیث متواتر ہیں؟	5
465	شبہ 4: کیا رفعِ یدین کی روایات ترکِ رفعِ یدین کی احادیث متعارض ہیں؟	6
466	شبہ 5: کیا ترکِ رفعِ یدین کا معنیٰ عدمِ رفع ہے؟	7
466	شبہ 6: کیا اثبات نفی پر مقدم ہے؟	8
467	شبہ 7: کیا صحیحین کی روایات کو ترجیح ہے؟	9
469	شبہ 8: احناف و تراور عمیدین میں رفعِ یدین کیوں کرتے ہیں؟	10
470	شبہ 9: کیا رفعِ یدین زینتِ صلوٰۃ ہے؟	11
470	شبہ 10: کیا احناف عامل بالحدیث نہیں ہیں؟	12
470	شبہ 11: کیا حسن بصری کا قول اختلافی رفعِ یدین کے متعلق ہے؟	13

- 14 شبہ 12:- غیر مقلدین سے اختلاف اثبات رفع یدین میں نہیں بلکہ بقائے رفع یدین میں ہے 473
- 15 شبہ 13:- غیر مقلدین کا اپنے فیصلہ کو ”محمدی فیصلہ“ کہنا درست نہیں 474
- 16 شبہ 14:- اختلافی رفع یدین سے اختلاف حدیث نبوی سے اختلاف نہیں 476
- باب 10 بعض احادیث کی تحقیق 478
- 1 مسند ابو عوانہ میں ترک رفع یدین کی روایات پر شبہات مع جوابات 478
- 2 شبہ 1 کا جواب:- باب اور حدیث میں مطابقت 479
- 3 شبہ 2 کا جواب:- حدیث کے متن کا اثبات 480
- 4 شبہ 3 کا جواب:- یہ روایت جعلی نہیں ہے 481
- 5 شبہ 4 کا جواب:- ”لایرفعہما“ کا تعلق پچھلی عبارت سے ہی ہے 482
- 6 شبہ 5 کا جواب:- ”بنحوہ“ اور ”بمثلہ“ کا مطلب 484
- 7 مسند حمیدی کی حدیث پر شبہات مع جوابات 485
- 8 شبہ 1 کا جواب:- مسند حمیدی کا مطبوعہ نسخہ محرف اور مصحف نہیں ہے۔ 486
- 9 شبہ 2 کا جواب:- سفیان بن عیینہ کبھی رفع یدین کرتے تھے، کبھی نہ کرتے تھے 487
- 10 شبہ 3 کا جواب:- مسند حمیدی کی یہ روایت گھڑی ہوئی نہیں ہے 487
- 11 شبہ 4 کا جواب:- المستخرج لابن نعیم الاصبہانی کی روایت ابن عیینہ سے نہیں 487
- 12 شبہ 5 کا جواب:- محدثین کرام رحمہم اللہ موافق و مخالف ہر قسم کی حدیث بیان کرتے ہیں 488
- 13 المدونۃ الکبریٰ کی روایت پر شبہ اور اس کا جواب 488
- 14 المدونۃ الکبریٰ کی روایت امام ابن القاسم رحمہ اللہ نے پیش کی ہے۔ 488
- 15 خلائیاتِ بیہقی کی روایت پر شبہات اور ان کے جوابات 489
- 16 شبہ 1 کا جواب:- یہ روایت صحیح ہے۔ باطل موضوع نہیں ہے 490
- 17 شبہ 2 کا جواب:- یہ حدیث محدثین و اصولیین کے قواعد کے مطابق صحیح ہے 490
- 18 شبہ 3 کا جواب:- اس حدیث کے راوی محمد بن غالب تمام ثقہ اور حافظ ہیں 495

- 19 شبہ 4 کا جواب:- سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین پر اعتراض کر دیا تھا 496
- 20 شبہ 5 کا جواب:- امام مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیعین کا مسلک بھی ترکِ رفع یدین ہے 496
- 21 رفع یدین کے منسوخ ہونے کے متعلق حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر شبہات کے جوابات 497
- 22 اخبار الفقہاء والمحدثین والی روایت کی سند کی تحقیق 498
- 23 اس حدیث پر زبیر علی زئی کے شبہات کے جوابات 499
- 24 شبہ 1 کا جواب:- مشہور امام کی کتاب کی نسبت مشہور اس کتاب کی سند دیکھنے 499
سے بے نیاز کر دیتی ہے
- 25 شبہ 2 کا جواب:- اس کتاب کو محمد بن حارث قیر والی رضی اللہ عنہ نے وفات سے ۱۳ 500
سال پہلے ۳۸۲ھ میں تصنیف کیا تھا
- 26 شبہ 3 کا جواب:- عثمان بن محمد سے مراد امام عثمان بن احمد بن مدرک ہی ہے 500
- 27 شبہ 4 کا جواب:- راوی امام عثمان بن احمد بن مدرک ہی ہے 502
- 28 شبہ 5 کا جواب:- امام عثمان بن احمد بن مدرک ثقہ راوی ہیں 502
- 29 شبہ 6 کا جواب:- عثمان بن سوادۃ بن عباد ثقہ اور صدوق راوی ہے 503
- 30 شبہ 7 کا جواب:- یہ حدیث متصل ہے۔ 504
- 31 شبہ 8 کا جواب:- قدیم علماء نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے 504
- 32 شبہ 9 کا جواب:- ثقات رواۃ سے مروی حدیث پر غریب کا حکم صحت حدیث کے منافی نہیں 505
- 33 شبہ 10 کا جواب:- اخبار الفقہاء کی حدیث ان حضرات کی روایت کے بعد کا عمل ہے 507
- 34 شبہ 11 کا جواب:- اس ضعیف حدیث میں سجدوں کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے 509
- 35 شبہ 12 کا جواب:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ہی ثابت ہے 510
- 36 شبہ 13 کا جواب:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ترکِ رفع یدین ہی ثابت ہے 510
- 37 شبہ 14 کا جواب:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کنکریاں مارنے والی روایت ضعیف ہے 511
- 38 شبہ 15 کا جواب:- اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفع یدین ہی ثابت ہے 511
- 39 خلافتِ نبویؐ والی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موضوع ہے 512

512	غیر مقلدین کا اس موضوع روایت کو وثوق سے بیان کرنا	40
514	یہ حدیث موضوع ہے جس کا بیان کرنا جائز نہیں۔	41
516	غیر مقلدین کی اس حدیث کی تخریج کے بارے میں مختلف دعوے	42
517	اس حدیث میں غیر مقلدین کا دعویٰ مکمل موجود نہیں	43
517	سند کا حال	44
519	حدیث کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو بخاری اور مؤطا مالک میں ہیں	45
519	زبیر علی زئی کا تیار کردہ شاہد بھی ضعیف ہے	46
520	کتاب المعجم والی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باطل ہے	47
520	یہ حدیث مولانا زبیر علی زئی کی نئی دریافت ہے	48
520	یہ روایت زبیر علی زئی کے دعویٰ اور عمل دونوں کے خلاف ہے	49
521	یہ روایت ایک صوفی بزرگ کی کتاب سے لی گئی ہے	50
522	یہ حدیث ضعیف ہے	51
523	اس روایت کا متن منکر ہے	52

524

تقریفات

524	تقریظ حضرت مولانا شیخ الحدیث ابوعمار زاهد الراشدی مدظلہ العالی	1
525	تقریظ حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ العالی	2
529	تقریظ حضرت مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ العالی	3
530	تقریظ حضرت مولانا پرویسر غلام رسول عدیم مدظلہ العالی	4
533	تقریظ حضرت مولانا صاحبزادہ زاهد محمود قاسمی مدظلہ العالی	5
534	تقریظ حضرت مولانا مفتی واجد حسین مدظلہ العالی	6
535	تقریظ حضرت مولانا محمد سیف الرحمن قاسم مدظلہ العالی	7

خلاصہ: مسئلہ ترک رفع یدین

۱:- تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا (رفع یدین کرنا) بالاتفاق مسنون ہے۔

۲:- جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ہے۔ ترک رفع یدین قرآن پاک کی چار آیات، جناب رسول اللہ ﷺ کی ۱۱۴۵ احادیث مبارکہ جو ۲۲ حابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور ۳ تابعین سے مرسلأ مروی ہیں۔ نیز ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقوفاً عمل ۲۷ احادیث مبارکہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں قولی احادیث (بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ)، فعلی احادیث (بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہ) اور تقریری حدیث (رفع یدین کرنے والوں پر آپ ﷺ کا ناراض ہونا، بروایت حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ) ثابت ہے۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ وہ عظیم صحابی ہیں جنہوں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا تھا: ”مجھے حضور ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے۔“ انہوں نے حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی۔ اس میں انہوں نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا (بخاری رقم ۸۲۸)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھایا۔ اس میں آپ نے صرف پہلی رفع یدین کی تعلیم فرمائی کسی اور جگہ بالکل نہیں (الکامل لابن عدی)۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری باجماعت نماز جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشاہدہ فرمایا، میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے، رفع یدین کا بالکل کوئی ذکر نہیں (بخاری رقم ۷۱۲)۔

۳:- ترک رفع یدین کی چند احادیث

۱:- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہیں کیا“ (نسائی رقم ۱۰۲۶)۔

۲:- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“ (مسلم رقم ۹۶۸)۔

۳:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت“ (مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۵؛ طحاوی رقم ۳۷۴۰)۔

۴:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کرتے“ (ابوداؤد رقم ۷۵۳؛ ترمذی رقم ۲۴۰)۔

۵:- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے۔ اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے

(ابوداؤد رقم ۷۵۰؛ مصنف عبدالرازق رقم ۲۵۳۰)۔

۶:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے (مسند ابوعوانہ رقم ۱۲۵۱؛ مسند حمیدی رقم ۶۱۴)۔

۷:- حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۹)۔

۸:- حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد (کلیب بن شہاب کوفی رضی اللہ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰)۔

۹:- حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں شروع کے علاوہ کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی رقم ۱۳۲۸)۔

۱۰:- حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ میں نے دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے (طحاوی رقم ۱۳۲۳)۔

۴:- جو رفع یدین تکبیر سے خالی اور معارض (ترک رفع یدین کی روایات کے خلاف) ہے اس پر

حضور ﷺ کی مواظبت اور ہمیشگی ہر گز ہر گز نہیں، کیونکہ معارضت (یعنی دونوں طرف کی متضاد دلیل) آئی تو مواظبت اور ہمیشگی ختم ہو گئی۔ ثبوتِ سنت کے لیے آپ ﷺ کا آخری عمل ہونا ضروری ہے۔

۵:- خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ترکِ رفعِ یدین امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (طحاوی رقم ۱۳۲۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹) اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ (طحاوی رقم ۱۳۲۰؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷) سے بسندِ صحیح ثابت ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفعِ یدین نہیں کرتے تھے

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۹، ۸۰؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابویعلیٰ فی مسند رقم ۵۰۱۷)۔ پس تین خلفاء سے ترکِ رفعِ یدین تو بسندِ صحیح ثابت ہیں اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نہ رفعِ یدین کا اثر ثابت ہے اور نہ ترکِ رفعِ یدین کا، مگر وہ بھی دونوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کے طریقے پر گامزن ہی رہے۔ حضور ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی غیر مقلدین والی رفعِ یدین ثابت ہی نہیں چہ جائیکہ مواظبت اور دوام ثابت ہو۔

۶:- بقیہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی غیر مقلدین والی رفعِ یدین ہر گز ثابت نہیں، مواظبت اور ہمیشگی کا ذکر ہی کیا؟

۷:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترکِ رفعِ یدین پر اس درجہ عامل ہونا کہ کسی روایت میں ان سے رفعِ یدین ثابت ہی نہیں۔ حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی غیر مقلدین والی رفعِ یدین ثابت نہیں، ہمیشگی کا تو ذکر ہی کیا؟

۸:- ان کے علاوہ ان کے بعد میں ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی غیر مقلدین والی رفعِ یدین کا ثبوت نہیں۔

۹:- کوفہ میں اصحاب علی رضی اللہ عنہ اور اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل ترکِ یدین کا ثابت ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)، اور ان اصحاب میں سے کسی کا استثناء بھی ثابت نہیں ہے حالانکہ یہ اصحاب یا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے یا بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے یعنی تابعین کرام رضی اللہ عنہ تھے۔ ان حضرات کا یہ عمل اس بات کی راہنمائی کرتا ہے کہ رفعِ یدین نہ کرنا ہی اللہ کے رسول ﷺ کی دائمی سنت ہے۔

۱۰:- افضل التابعین قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ جو حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف رکھتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۴)، امام عامر الشیبی رضی اللہ عنہ جنہوں نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی

زیارت کی ہے اور دو سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہے ہیں، علقمہ بن قیس جو علم و فقہ کے اس مقام پر تھے کہ خود حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)، اسود بن یزید رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ جیسی ممتاز شخصیات سے اکتسابِ علم و فضل کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)۔ امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ جو عہدِ صحابہ میں افتاء کی عظیم خدمت دیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۰)۔ یہ سب حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ ان حضرات کے رفعِ یدین نہ کرنے کی وجہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔

۱۱:- امام شعبیؒ، امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ اور امام ابوالحسن سبعیؒ (جو بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے تھے) سے ترکِ رفعِ یدین ہی ثابت ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)۔ یہاں تک کہ ان میں امام شعبیؒ تو پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے تھے۔ تو ان کے نزدیک یقیناً عملِ صحابہ ترکِ رفعِ یدین تھا۔

۱۲:- حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو طبقہ ثالثہ کے تابعی ہیں، جو مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں، انہوں نے اپنے والد گرامی (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو رفعِ یدین کرتے دیکھ کر پوچھا: ”ما ہذا؟“ یہ کیا ہے؟ (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں رفعِ یدین ایک غیر معروف فعل تھا۔

۱۳:- طبقہ رابعہ کے تابعی میمون مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی رفعِ یدین والی نماز دیکھی ہی نہیں (ابو داؤد رقم ۷۳۹؛ مسند احمد رقم ۲۶۲۲)۔ اور اسی طبقہ رابعہ کے قاضی محارب بن دثارؒ بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رفعِ یدین دیکھ کر حیران ہیں اور پوچھتے ہیں: ”ما ہذا؟“ یہ کیا ہے؟ (مسند احمد رقم ۶۹۹۲)۔ معلوم ہوا کہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعینؒ میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ میں رفعِ یدین والی نماز بالکل اوپری نماز معلوم ہوتی تھی۔

۱۴:- طبقہ خامسہ کے حکم بن عتیبہ رضی اللہ عنہ بھی طاؤس رضی اللہ عنہ کے رفعِ یدین کا عمل دیکھ کر اس کے ایک ساتھی سے پوچھ رہے ہیں (مسند احمد رقم ۵۰۱۳) اور اسی طبقہ کے امام حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں: ”تکبیر تحریمہ کے بعد رفعِ یدین کی حدیث کونہ کبھی سنا، اور نہ اس پر عمل دیکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفعِ یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں، وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت رفعِ یدین کرتے تھے“ (موطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔

۱۵:- حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام اوزاعیؒ سے فرما رہے ہیں: ”رفعِ یدین کے باب میں

- ایک حدیث بھی (بغیر معارضہ کے) صحیح نہیں“ (مسند امام اعظم رقم ۹۷)۔
- ۱۶:- طبقہ سابعہ کے جلیل القدر تبع تابعی امام ابو بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں: ”کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی بھی تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا“ (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔
- ۱۷:- اسی ساتویں طبقے کے جلیل القدر مدنی تبع تابعی حضرت امام مالکؒ بھی فرماتے ہیں: ”تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا عمل ضعیف ہے اور میں کسی بھی رفع یدین کرنے والے کو نہیں پہچانتا“ (المَدَوْنَةُ الْكُبْرَى ج ۱ ص ۱۶۵)۔ امام مالکؒ کا رفع یدین کی روایت کو بیان کرنا (وہ بھی اصح الاسانید سے)، پھر امام مالکؒ کا اپنا عمل اس کے خلاف ہونا اور ترک رفع یدین کو ترجیح دینا بلکہ رفع یدین کو ضعیف کہنا، صرف اسی لیے ہے کہ عمل اہل مدینہ یہی ترک رفع یدین ہے۔
- ۱۸:- اسی طبقہ کے مکہ مکرمہ کے جلیل القدر تبع تابعی وہیبؒ بن خالدؒ تکبیر تحریمہ کے بعد والی رفع یدین کے بارے میں فرماتے ہیں: ”میں نے کسی کو بھی یہ عمل کرتے نہیں دیکھا“ (ابوداؤد رقم ۷۴۰؛ نسائی رقم ۱۱۴)۔

- ۱۹:- اسی طبقہ کے حضرت امام محمد بن الحسن شیبانیؒ فرماتے ہیں:
- ”حضرت علی المرتضیٰؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت یقین سے ثابت ہے کہ یہ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے
- (کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۴، ۹۵ طبع دار المعارف النعمانیہ، لاہور ان ۱۴۱۷ھ)۔
- ۲۰:- شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ”رفع یدین اسلام کے شروع کے زمانہ میں مشروع تھا۔ پھر آہستہ آہستہ منسوخ ہوتا گیا یہاں تک کہ صرف تکبیر تحریمہ والا رفع یدین باقی رہ گیا
- (تقریر ترمذی ص ۳۹)۔

- ۲۱:- ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے، لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اس کی بہت سی دلیلیں ہیں:

- ۱:- حضور ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا (حدیث حضرت جابر بن سمرہؓ)۔ نیز آپ ﷺ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں (حدیث ابن

عباسؓ (ابن عمرؓ)۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ ﷺ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا بھی ذکر فرماتے۔ آپ ﷺ کا اس رفع یدین پر اظہارِ ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۲:- کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے، اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے وفات تک رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا ہے۔ اگر یہ رفع یدین کیا ہوتا تو کوئی ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۳:- حضور ﷺ کے افعال و اعمال کو سب سے زیادہ جانے والے، ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفائے راشدینؓ کا اس پر عمل ہوتا۔ لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضراتِ خلفائے راشدینؓ کا رفع یدین ثابت نہیں، جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔ یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اگر باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفائے راشدینؓ اس پر عمل نہ کرتے۔

۴:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جو رفع یدین کی حدیث کے مرکزی راوی ہیں) سے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا، ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو نہایت متبع سنت صحابی ہیں، وہ حضور ﷺ سے تو رفع یدین روایت کریں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

۵:- اگر رکوع والا رفع یدین باقی نہ ہوتا تو ناممکن تھا کہ مراکزِ اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؓ (البتونی ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: ”میں نے ہرگز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو“۔ مراکزِ اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور خیر القرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۲۲:- حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے بعد انتقالات میں رفع یدین کئی حدیثوں میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ نے اسے ترک فرمایا۔ اس کے بعد بھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو

اسے منسوخ کیا اور اس سے منع فرمایا۔ اس پر تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: رقم ۹۶۸) کی حدیث دلالت کرتی ہے“ (بذل النہود ج ۴ ص ۲۸۵)

۲۳:- امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ”یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؐ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہو گئی“ (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)۔

۲۴:- ہم ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ ترک کہتے ہیں: ایک چیز تسلسل سے چل رہی ہو۔ پھر اسے موقوف کر دیا جائے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ بھی ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ ”ترک“ کے عنوانات نسخ پر دلالت کرتے ہیں۔ محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں“

(نودی صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)۔

امام بخاریؒ کے اساتذہ اور تلامذہ بھی اس قاعدہ پر عمل کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ رفع یدین کرنے کی احادیث پہلے زمانہ کی ہیں اور منسوخ ہیں اور ترکِ رفع یدین کی احادیث آخری زمانہ کی ہیں اور ناسخ ہیں۔ امام عبدالرزاقؒ اپنی کتاب مصنف میں پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور بعد میں ترکِ رفع یدین کی۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ بھی پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور پھر ترکِ رفع یدین کی۔ امام نسائیؒ اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی رفع یدین والی احادیث پہلے لائے ہیں اور بعد میں ترك ذلك کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے دونوں احادیث کو متروک قرار دیا ہے۔ پھر دوبارہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی احادیث لائے ہیں۔ ان کے بعد الرخصۃ فی ترک ذلک کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے بھی رفع یدین کے باب میں پہلے حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی پیش کی ہے۔ اس کے بعد ترکِ رفع یدین والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث روایت کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ بھی رفع یدین کی احادیث ذکر کر کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی ترکِ رفع یدین کی احادیث لائے ہیں۔

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِیْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِیْهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ یُّضِلِلْ فَلَا هَادِیَّ
لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُوْلُهُ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اقم
الصلوة لذكری (سورة طه) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ . الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ .
(سورة المؤمنون) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم "واذا کبر و رکع فکبروا و اراکعوا".
(مسلم) سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَیْ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی
امت ہونے کا لازوال شرف عطا فرمایا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں کا شکر بجالانا چاہیں۔ تو
یہ ایک ناممکن امر ہے، ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَ اِنْ تَعْدُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ الّٰتِیْ تَخْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ . (النحل: ۱۸).

ترجمہ:- ”اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ

اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے دین اسلام کو کامل
فرمادیا۔ اور قرآن پاک میں دین کے کامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس لئے عقائد قطعہ میں اختلاف
کی قطعاً گنجائش نہیں ہے ایسے اختلافات بہر حال مذموم اور زہر قاتل ہیں اگرچہ علم و دیانت کے
ساتھ ہوں یا لاعلمی اور نیک نیتی کے ساتھ۔ زہر کو اگر کوئی شخص زہر سمجھ کر کھائے، تب بھی اس کا اثر اتنا
ہی ہوگا جتنا بے خبری میں اگر شہد سمجھ کر کھائے۔ اس لیے کہ علم و دیانت اور اجتہاد و قیاس کوئی چیز اس
کی قباحت و شاعت میں کمی پیدا نہیں کرتی۔ ایسے اختلافات جن میں ضروریات دین میں کسی امر کا
انکار یا تاویل ہو یقیناً کفر اور باعث ملامت و گرفت ہے۔

دوسری قسم کے اختلافات یعنی فروعی اختلافات، اگر وہ شرعی دلائل کے ساتھ ہوں اور اختلاف کرنے والا مجتہد ہو اور اس کی دیانت و عدالت اور تقویٰ و ورع مسلم ہو اور اختلاف میں بھی حظ نفس اور اپنی خواہش کی پیروی نہ ہو اور نہ تن آسانی کے لیے اپنے نفس کے لیے سہولت مطلوب ہو تو ایسا مجتہد خطا کی صورت میں بھی صرف معذور ہی نہیں بلکہ صحیح احادیث کی روشنی میں ماجر بھی ہو گا۔ اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے موقع پر (جب کہ یہود بنی قریظہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی ریشہ دوانی کرنے کے بعد مدینہ طیبہ سے چند میل دور قلعہ بند ہو گئے تھے) یہ ارشاد فرمایا کہ: فوراً بنو قریظہ کے پاس پہنچو اور فرمایا:

لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قَرِيظَةَ. فَادْرِكْ بَعْضَهُم الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نَصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مَتْنًا ذَلِكَ. فَذَكَرَ ذَلِكَ

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَعْنِفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ“ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۱)

تم میں سے کوئی ایک شخص بھی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔ چنانچہ راستہ میں ان میں سے بعض پر عصر کا وقت آ گیا۔ ان میں سے کچھ حضرات نے کہا کہ: ہم تو بنی قریظہ ہی میں جا کر نماز پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ: ہم تو نماز یہاں ہی پڑھیں گے کیونکہ ہم سے تو ایسا طلب نہیں کیا گیا کہ ہم نماز نہ پڑھیں۔ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ جب آپ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی کو ملامت نہ کی۔“

ان میں سے ایک گروہ نے معنی مراد کو ملحوظ رکھ کر عصر کے وقت نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے ظاہری الفاظ کو دیکھا اور نماز عصر عشاء کے بعد بنو قریظہ پہنچ کر پڑھی۔ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ پہلا گروہ فقیہ تھا اور دوسرے اجر کا مستحق ہوا۔ اور دوسرا گروہ معذور بلکہ مأجور تھا مگر ایک اجر کا وہ بھی مستحق ہوا۔ (زاد المعاد ص ۱۷۱ طبع مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون)۔

حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے اس کو ایک نشانی قرار دیا ہے کہ ”اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے“ (ترمذی رقم ۲۲۱۰، ۲۲۱۱)۔ اس دورِ پُرفتن میں جہاں حضور ﷺ کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے۔ مادر پدر آزاد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے نا آشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھل کر تنقید، اور طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور اس میں کسی کے مرتبہ و مقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفائے

راشدینؑ ہوں یا اہل بیت عظامؑ، تابعینؑ و تبع تابعینؑ ہوں یا ائمہ مجتہدینؑ، ادلیائے کرام ہوں یا علمائے دین۔ اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو صرف اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر عامل اور خود کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کے اہل سمجھتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ ان کی تقریر و تحریر میں بے دھڑک اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل و تضحیک ہوتی ہے، حتیٰ کہ اس تنقید سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دامن بھی محفوظ نہیں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار ہاتھ آگے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کی سوانح حیات میں تحریر ہے: ”اہل حدیث حضرات عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سے تھوڑی چیز پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر۔“

(مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابو بکر غزنوی ص ۱۸)۔

انہی فروغی مسائل میں سے فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، تراویح وغیرہ ہیں۔ جس پر بحث کرتے ہوئے ان کے قلم کار اور مقررین احناف کو بے نقط سناتے ہیں۔ غیر مقلدین رفع یدین کو وجوب و فرضیت کا درجہ دیتے ہیں۔ رفع یدین کے مسئلہ پر غیر مقلدین کی بے شمار کتابیں اردو زبان میں طبع ہو چکی ہیں۔ بعض میں تو بڑی ہی بیہودہ زبان استعمال کی گئی ہے۔ عوام جو حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں وہ ان کتب کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ دیگر مسائل کی طرح مسئلہ ترک رفع یدین پر بھی حضرات احناف نے بڑی ٹھوس اور علمی کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کتابوں میں خالص علمی اور تحقیقی انداز ہے۔

علامہ زیلیعیؒ کی نصب الراية (ج ۱ ص ۴۶۹ تا ۴۹۱ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)، تنسيق النظام في مسند الامام (۱۵۵ تا ۱۷۳ طبع مکتبہ البشرى، کراچی)، اوجز المسالك (ج ۱ ص ۲۰۵ تا ۲۰۸)، اعلاء السنن (ج ۳ ص ۵۶ تا ۹۱ طبع ادارة القرآن، کراچی)، بذل المجهود (ج ۴ ص ۲۶۶ تا ۲۸۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)، فتح الملہم (ج ۳ ص ۳۰۸ تا ۳۲۶ طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی) اور معارف السنن (ج ۲ ص ۴۵۱ تا ۴۶۸ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی)، انوار الباری شرح صحیح البخاری (ج ۱۵ ص ۳۱۱ تا ۳۳۳ طبع ادارة تالیفات اشرفیہ، ملتان)، تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے فرزند حضرت مولانا محمد یوسفؒ المعروف حضرت جی کی کتاب ”امانی الاحبار شرح معانی الآثار“ اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی خزائن السنن (ص ۳۴۰ تا ۳۶۱) کا مطالعہ فنی اور فقہی حیثیت سے بہت مفید ہے۔ اس سلسلے کی ایک قابل قدر کتاب ”نیل الفرقدين مع حاشيته بسط الیدین فی مسئلة رفع الیدین“

تالیف امام العصر محدث الکبیر شیخ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ (طبع مجلس علمی، کراچی) ہے۔ اردو زبان میں نور الصباح تالیف حضرت مولانا محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ، نماز میں بتدریج ترکِ رفعِ یدین تالیف حضرت مولانا فقیر اللہ اور تجلیاتِ صفدر (تحقیق مسئلہ رفعِ یدین، اسوہ سرور کوئین فی ترکِ رفعِ یدین) تالیف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ قابلِ قدر کتابیں ہیں۔

مسئلہ رفعِ یدین سے متعلق یہ کتاب کسی کی تردید و تغلیط اور بحث و مناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے کہ عام مسلمان جو علم یا فرصت کی کمی کے باعث براہِ راست فقہ اور حدیث کی بڑی کتابوں کی مراجعت نہیں کر پاتے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ رفعِ یدین سے متعلق ان کا طریقہ عمل قرآن کریم، احادیثِ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و عمل کے بالکل مطابق ہے۔ خیر القرون میں اسی پر تعامل رہا ہے۔ لہذا بلاشبہ یہ افضل اور بہتر ہے۔ اس کتاب کا نام رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (ترکِ رفعِ یدین) تجویز کیا گیا ہے جبکہ اس کتاب کا وصفی نام اِتِّبَاعُ سَيِّدِ الْكُونَيْنِ فِي نَسْخِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ ہے۔ راہِ حق کو تلاش کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ”مینارہ نور“ ثابت ہوگی۔ ہر مسلمان کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔

باب ۱: مقدمہ میں حدیث معاذ بن جبلؓ کے بعد مسئلہ رفعِ یدین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک اور غیر مقلدین کا مسلک و عمل بیان کیا گیا ہے۔

باب ۲: میں تحقیق کے معیار جو حدیث معاذ بن جبلؓ میں پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ ادلہ شرعیہ: کتاب اللہ یا آیت محکمہ، سنت قائمہ، اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت کو اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ان چاروں دلائل پر اہل سنت والجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں ترکِ رفعِ یدین کے لیے قیاس کا الگ باب تو نہیں باندھا مگر ضمناً کئی ابحاث میں اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

باب ۳: میں تحقیق مسئلہ رفعِ یدین قرآن کریم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں چار آیات اور امام بیہقی سے ”نماز میں خشوع کی حقیقت ترکِ رفعِ یدین ہی ہے“ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب ۴: میں ترکِ رفعِ یدین ۱۱۴۵ احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں بائیس (۲۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرفوع احادیث اور تین تابعین کرام رضی اللہ عنہم کی مرسل احادیث سے آپ ﷺ کا ترکِ رفعِ یدین ثابت کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آخری باجماعت نماز میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے رفعِ یدین کا مطلقاً ذکر نہیں۔

باب ۵: میں ترکِ رفعِ یدین ۲۷ آثارِ صحابہ کرامؓ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے اس امت کے افضل ترین خلفائے راشدین کا عمل بیان کیا ہے۔ پھر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کا آخری عمل ترکِ رفعِ یدین ہی تھا۔

باب ۶: میں ترکِ رفعِ یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ خیر القرون میں تین بڑے علمی مراکز مکہ، مدینہ اور کوفہ میں ترکِ رفعِ یدین ہی مروج تھا۔ کوفہ میں تو بالا جماع ترکِ رفعِ یدین ہی تھا۔

باب ۷: میں ترکِ رفعِ یدین کا دوام اور رفعِ یدین کا منسوخ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں ترکِ رفعِ یدین کے بقاء اور رفعِ یدین کے منسوخ ہونے کو محدثین کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً امام نسائیؒ اور امام طحاویؒ کے طرز استدلال سے ثابت کیا ہے۔ رفعِ یدین کو تو سبھی منسوخ مانتے ہیں کیونکہ احادیث میں چار رکعت نماز میں ۲۶ یا ۲۸ (جلسہ استراحت کے قائلین کے ہاں) مرتبہ رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ مگر قائلین رفعِ یدین تو صرف چند مواضع ہی میں رفعِ یدین کرتے ہیں اور باقی کو منسوخ مانتے ہیں۔ غیر مقلدین کے رفعِ یدین کے متعلق دعوؤں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب میں ترکِ رفعِ یدین کے نمیس (۲۳) وجوہ ترجیح کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ نسخِ رفعِ یدین پر کئے گئے اعتراضات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب ۸: میں غیر مقلدین کے ان آٹھ دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے جو ان کے نزدیک نہایت اعلیٰ سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر نہ تو صحیح ہیں اور نہ ہی ان کے دعویٰ کے مطابق ہیں۔ ان دلائل میں سے کسی میں بھی رفعِ یدین کے دوام کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

باب ۹: میں غیر مقلدین کی طرف سے پیش کیے جانے والے بعض شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

باب ۱۰: میں بعض احادیث کی تحقیق اور غیر مقلدین کی طرف سے ان پر کیے گئے شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

قارئین کرام! اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کو نہ صرف یہ کہ عام تعلیم یافتہ حضرات ہی نے پسند کیا بلکہ علمائے کرام نے بھی اس کی تعریف کی اور اپنی زرین اور قیمتی آراء اور تصدیقات سے راقم کی عزت افزائی کی۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس ایڈیشن میں بعض جگہ حکت و اضافہ اور مطبعی اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعہ نجات اخروی بنائے۔ آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

بدھ، ۲۰ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۱۳ء

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلِداً وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ
الذُّلِّ وَكِبَرُهُ تَكْبِيرًا. اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا. وَسُبْحَنَ اللَّهُ بُكْرَةً وَ
أَصِيلًا. فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا. وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
حَنِيفًا مُسْلِمًا. وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ. لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ.

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ. ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَعْتَرَفْتُ
بِذَنْبِيْ. فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيعًا. لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. وَاَهْدِنِيْ لِحَسَنِ الْاَخْلَاقِ. لَا
يَهْدِيْ لِحَسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ. وَاَصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا. لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ. لِبَيْكَ وَ
سَعْدِيكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ. وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ. اَنْتَ اَبْكُ وَالْيَكُ. تَبَارَكَ وَتَعَالَيْتَ.
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ. الَّذِيْ يَرَاكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقْلِبُكَ فِي السَّاجِدِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَخَيْرَتِهِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ. وَسَلَّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا
كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نجات
پانے والی جماعت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی مرفوع حدیث
ہے: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل
پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر
ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں
گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو
میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں
میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت بہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی
ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔“ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کون سا

ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)۔“ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت معاویہؓ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ”جماعت“ ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑا اس سے محفوظ نہیں رہتا

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۱، ۱۷۲؛ ترمذی رقم ۲۶۴۲؛ مسند احمد رقم ۱۷۰۶۱؛ ابوداؤد رقم ۴۵۹۷)۔

دینی احکام کے مآخذ اور دلائل کی ترتیب

دینی احکام کے مآخذ اور دلائل کی ترتیب یہ ہے:

- ۱۔ کتاب اللہ، ۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ، ۳۔ اجماع امت، ۴۔ خلفائے راشدین کے آثار (اقوال، افعال، احوال)، ۵۔ خیر القرون (صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین) کے آثار، ۶۔ ارباب علم و فقہ و اصحاب علم و تقویٰ کا شرعی قیاس و اجتہاد۔ اس کی تفصیل باب نمبر ۲ میں بیان کی جائے گی۔ صرف ایک حدیث جو حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے یہاں بیان کی جاتی ہے۔

حدیث معاذ بن جبلؓ

عن معاذ بن جبل: أن رسول الله ﷺ لما بعثه الى اليمن قال: "كيف تقضي اذا عَرَضَ لك قضاء؟" قال: أقضي بكتاب الله. قال: "فان لم تجد في كتاب الله؟" قال: فبسنة رسول الله. قال: "فان لم تجد في سنة رسول الله؟" قال: أجتهد رأيي ولا آلو. قال: فضرب رسول الله ﷺ على صدره. وقال: "الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله ﷺ".

(ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۳۵۹۲؛ ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹؛ دارمی ص ۲۴؛ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۰؛ مشکوٰۃ ص ۳۲۲ باب العمل فی القضاء والخوف منه رقم ۳۷۳؛ اس روایت کی سند عمدہ اور کھری ہے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴)۔

ترجمہ:- حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا: ”وہاں جب تمہارے

سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے؟“۔ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے؟“۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: سنت رسول اللہ ﷺ سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اگر سنت میں بھی (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟“۔ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا: پھر میں اپنی ہمت کے مطابق پورا پورا اجتہاد کروں گا (اور اس کے مطابق فیصلہ دوں گا)۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے (خوشی سے) حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ”اس مالک کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو رہا ہے۔“

اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

- ۱۔ اسلامی احکام کا اوّلین مآخذ قرآن مجید ہے۔
- ۲۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔
- ۳۔ جو مسئلہ کتاب و سنت میں منصوص اور صراحتاً موجود نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

- ۴۔ کتاب و سنت میں منصوص احکام میں اجتہاد اور رائے زنی کا جواز نہیں ہے۔
 - ۵۔ مجتہد کے لیے کتاب و سنت کا ماہر ہونا اور ان کے علوم و احکام پر حاوی ہونا ضروری ہے۔
- جناب رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں فروعی مسائل کے حل کے تین طریقے تھے: جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر باش تھے۔ وہ براہ راست آپ ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے دور ہوتے اور مجتہد ہوتے وہ اجتہاد کر لیتے تھے۔ جیسے حضرت معاذؓ یمن میں کرتے تھے یا بنو قریظہ کے راستے میں نماز ادا کرنے کے بارہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا (بخاری ج ۲ ص ۵۹۱)۔ یادو صحابہ رضی اللہ عنہم نے تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد پانی ملنے پر وضو کر کے ایک نے نماز پڑھی اور دوسرے نے نہ پڑھی۔ حضور ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔

(نسائی رقم ۴۳۳؛ مشکوٰۃ رقم ۵۳۳؛ ابوداؤد رقم ۳۳۸)۔

جو لوگ احکام حوادث میں خود اجتہاد نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے شہر اور علاقے کے مجتہد کی تقلید کر لیتے تھے۔ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ، کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور پھر حضرت علی المرتضیٰؓ کا فتویٰ چلتا تھا (تجلیات صفحہ ج ۱ ص ۶۲۱)۔

مسئلہ رفعِ یدین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک

”رفعِ یدین ابتداء نماز میں سنت ہے۔ اس کے بعد رکوع کو جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے، سجدتین کے درمیان اور پہلے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کے وقت ترکِ رفعِ یدین سنت ہے۔“ قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا ہے۔ لہذا یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

اہل سنت والجماعت حنفی تکبیر تحریمہ کے وقت صرف ایک اجماعی رفعِ یدین کرتے ہیں اور پوری نماز میں کسی بھی جگہ اختلافی رفعِ یدین نہیں کرتے۔ ان کی رفعِ یدین ایسی ہی ہے جیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ (کوئی لائق عبادت نہیں مگر ایک اللہ)۔ اسی طرح یہ ایک اجماعی رفعِ یدین کا اثبات اور باقی سب جگہ کی نفی کرتے ہیں اور یہ جو دلائل بیان کرتے ہیں ان میں بھی نفی اور اثبات کے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی دلیل دعویٰ کے عین مطابق ہوتی ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ صرف تکبیر تحریمہ کی رفعِ یدین کے قائل ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ تکبیر تحریمہ کی رفعِ یدین کے علاوہ آٹھ جگہ یعنی رکوع سے پہلے اور بعد رفعِ یدین کو مستحب مانتے ہیں (نودی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

تکبیر تحریمہ کے رفعِ یدین کا مقصد تحرّم (جو چیزیں پہلے حلال تھیں اب حرام ہو گئیں مثلاً کلام وغیرہ) ہے۔ جیسے سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنے کا مقصد تَحَلُّل (جو چیزیں پہلے حرام تھیں اب حلال ہو گئیں مثلاً کلام وغیرہ) ہے۔ چنانچہ نماز کے شروع میں تحرّم قوی یعنی تکبیر تحریمہ اور تحرّم فعلی یعنی رفعِ یدین کو جمع کیا گیا ہے، تاکہ قول و عمل میں مطابقت ہو جائے۔ اس موقع کے علاوہ نماز کے درمیان تحرّم فعلی کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ محض ایک حرکت ہے اور حرکت نماز کے منافی ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں نماز کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے:

عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: الصَّلَاةُ مَشْلَى مَشْلَى، تَشْهَدُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَتَخْشَعُ وَتَضَرُّعٌ وَتَمْسُكُنَّ وَتُقْنِعُ يَدَيْكَ. يَقُولُ تَرَفَعُهُمَا إِلَى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبِطُونِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُولُ: يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَهُوَ كَذَّابٌ كَذَّابٌ.

(ترمذی رقم الحدیث ۳۸۵)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباسؓ روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز دو دو رکعتیں ہیں یعنی ہر دو رکعت پر تشہد یعنی قعدہ ہے۔ فروتنی ہے، گڑ گڑانا ہے اور مسکین بننا

ہے۔ اور آپ اپنے دونوں ہاتھ اپنے پروردگار کے سامنے اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں اور آپ کہیں: اے میرے رب! اے میرے رب! اور جس نے ایسا نہیں کیا وہ ایسا اور ایسا ہے (یعنی ناپسندیدہ بندہ ہے اور اس کی نماز ناقص ہے)۔“
اس روایت میں نماز کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ اس بات کی مستثنیٰ ہے کہ نماز میں زیادہ سے زیادہ سکون ہونا چاہیے۔ نماز میں بار بار ہاتھ اٹھانا ظاہر ہے کہ اس مقصد کو فوت کرتا ہے۔

مسئلہ رفعِ یدین میں غیر مقلدین کا مسلک و عمل

غیر مقلدین کا اصل مسلک جس پر یہ لوگ آج کل عمل پیرا ہیں، یہ ہے:
۱۔ یہ لوگ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ہیں۔ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ہاتھ نہیں اٹھاتے۔
۲۔ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین نہیں کرتے (ملاحظہ ہو نماز نبوی ص ۲۰۵)۔
۳۔ مسبوق جب اپنی بقایا نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ رفعِ یدین کرتا ہے۔

غیر مقلدین سے مطالبہ کیا ہے؟

غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اٹھارہ جگہ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری نماز تک آپ ﷺ کا عمل یہی رہا۔ جو اس طرح رفعِ یدین نہ کرے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے غیر مقلدین کی دلیل ایسی آیت یا حدیث ہوگی جن میں مندرجہ ذیل پانچ باتیں صراحتاً ثابت ہوں:

۱۔ اٹھارہ (۱۸) جگہ کا منع یا ترک، کیونکہ کلمہ شریف میں نفی پہلے ہے اثبات بعد میں۔

۲۔ دس جگہ کندھوں تک تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا اور ان کا حکم۔

۳۔ ہمیشہ یا آخر عمر کی صراحت ہو۔

۴۔ اختلافی رفعِ یدین کے تارک کی نماز نہیں ہوتی۔

۵۔ اس حدیث کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو کیونکہ غیر مقلدین کے ہاں دلیل شرعی

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا نبی ﷺ کا ارشاد ہے (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۴۴۳)۔

غیر مقلدین کی اختیار کردہ رفعِ یدین کا شاذ ہونا

جس طرح قرآن پاک دس قاریوں کی قراءت (سات متواتر اور تین مشہور) سے امت کو ملا ہے۔ جو قراءت دس قاریوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہو وہ شاذ اور مردود ہے۔ قرآن ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس روایت پر ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی عمل نہ کیا ہو۔ وہ قطعاً اور یقیناً شاذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: ”یہ یاد رہے کہ جتنی جگہ رفعِ یدین غیر مقلدین کرتے ہیں یہ نفیاً و اثباتاً و سنداً بھی بالکل شاذ ہے اور عملاً بھی بالکل شاذ ہے۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ سے۔ ان کے جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ غیر مقلدین والی رفعِ یدین خلفائے راشدینؓ اور عشرہ مبشرہؓ کرتے تھے۔ یہ بالکل بے ثبوت ہے۔ کبھی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ سنداً اور عملاً متواتر ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ یہ سنداً اور عملاً دونوں طرح شاذ ہے“ (تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۱۶۶)۔

غیر مقلدین کے دو دلائل کا جائزہ

پورے ذخیرہ حدیث میں غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ وہ دو حدیثوں پر بڑے نازاں ہیں (نماز نبوی ص ۱۷۸؛ نور العینین ۹۲، ۱۰۳) حالانکہ وہ بھی ان کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی دلیل بن سکتی ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوئے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر رفعِ یدین کیا۔ اور جب رکوع کیا تو رفعِ یدین کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو رفعِ یدین کیا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے تو رفعِ یدین کیا“۔ اس کو جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مرفوع کیا (بخاری رقم ۷۳۹)۔

اس حدیث میں نہ تو اٹھارہ (۱۸) جگہ رفعِ یدین کی نفی ہے، نہ ہی یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ کہاں تک اٹھائے، نہ ہی ہمیشہ رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ جیسے ”بَالٍ قَائِمًا“ کا ترجمہ ہے: ”آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا“۔ اس کا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث میں ”دَفَعَ“ ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی ہے: ”آپ ﷺ نے رفعِ یدین کیا“۔ اس کا ترجمہ ماضی استمراری میں کرنا یعنی ”آپ ﷺ نے ہمیشہ رفعِ یدین کیا ہے“ غلط ہے۔

بخاری میں اگرچہ اس روایت کو مرفوع روایت کیا گیا ہے مگر ساتھ ہی موقوف ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہے (رواہ ابن طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عقیبة مختصراً بخاری رقم ۷۳۹)۔ یہ روایت موقوف ہی ہے اور اس روایت میں رفع یدین صرف پانچ جگہ ہی ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک (رقم ۲۰۵)، مؤطا امام محمد (رقم ۱۰۰) اور جزء رفع یدین (رقم ۷۳) میں ہے۔ حضرت امام ابوداؤد نے بھی اس کو موقوف ہی تسلیم کیا ہے: ”قال ابوداؤد: الصحيح قول ابن عمر ليس بمرفوع“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱) یعنی صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے نبی پاک ﷺ کی طرف مرفوع نہیں۔ خود امام بخاری نے بھی اس کا موقوف ہونا ہی تسلیم کیا ہے: ”والمحفوظ ما روى عبید اللہ وأیوب و مالک وابن جریج واللیث وعدة من اهل الحجاز وأهل العراق عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما“ (جزء رفع یدین رقم ۸۱)۔ یعنی امام بخاری فرماتے ہیں: ”اور محفوظ وہ ہے جو عبید اللہ، ایوب، مالک، ابن جریج، لیث اور چند اہل حجاز اور اہل عراق نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔“

حضرت امام بخاری نے جو بخاری (رقم ۷۳۹) میں ”رواہ حماد بن سلمة عن أيوب الخ“، تعلیق بیان کی ہے۔ یہ جزء رفع یدین (رقم ۵۳، ۵۴) میں مکمل موجود ہے۔ اس میں ”واذا قام من الركعتين“ کی رفع یدین نہیں ہے۔ تو گویا امام بخاری نے اس دسویں رفع یدین کے غیر محفوظ ہونے کا اشارہ فرمادیا۔ اس کی وضاحت بھی امام ابوداؤد نے فرمادی: ”وأسندہ حماد بن سلمة وحده عن أيوب. لم يذکر أيوب ومالك الرفع اذا قام من السجدة“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ ”اے صرف حماد بن سلمہ نے ایوب سے مسند (مرفوع) بیان کیا ہے۔ اور ایوب اور مالک نے دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔“ آخری عبارت ابن طہمان اور موسیٰ بن عقبہ والی تعلیق جو آخر میں بخاری لائے ہیں۔ وہ سنن بیہقی (ج ۲ ص ۷۱) میں ہے۔ اس میں نہ اذا قام من الركعتين ہے اور نہ مرفوع ہے۔ یہ تھا آخری اشارہ حضرت امام بخاری کا کہ یہ نہ مرفوع ہے نہ دسویں رفع یدین ثابت۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ امام بخاری نے جزء رفع یدین (رقم ۸۱) میں سجدوں والی رفع یدین کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ زیادت مقبول ہے۔ اب تو رفع یدین کی تعداد دس کی بجائے چھبیس ہو گئیں۔ اسی بات کو علامہ البانی نے بھی حاشیہ مشکوٰۃ میں تسلیم کیا ہے (مشکوٰۃ بتحقیق البانی رقم ۷۹۴)۔ یہ ہے اس حدیث کا حال جس کو بغیر تقلیدین حضرات سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سب تابعین اور سب ائمہ کے خلاف اپنا معمول بہا بنالیا۔

تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے۔

عن ابن عمر قال: كان رسول الله ﷺ اذا دخل في الصلوة رفع يديه نحو صدره واذا رفع رأسه من الركوع ولا يفعل بعد ذلك

(الناخ والمنسوخ لابن شاپين ص ۵۳ باب رفع اليدين في الصلوة)۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

آج کل کے غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مختلف سندوں سے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگردوں کی تعداد ۲۳۲ سے متجاوز ہے۔ جن میں ان کے بیٹے (۱) بلال بن عبداللہ بن عمرؓ (۲) حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ (۳) زید بن عبداللہ بن عمرؓ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ (۵) عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ (۶) عبید اللہ بن عبداللہ بن عمرؓ اور پوتوں میں عبداللہ بن واقد بن عبداللہ بن عمرؓ اور بھتیجے حفص بن عاصم بن عمر بن خطابؓ بھی ہیں۔ مگر ان متعلقین میں سے یا تو آپؐ کے غلام حضرت نافعؓ اس رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارہ میں امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: ”موقوف ہے“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)، یا بیٹے سالمؓ جن کی روایات میں انتہائی اضطراب ہے۔ کیونکہ کہیں وہ اپنے باپ پر اعتراض کرتے ہیں (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)، کہیں ترک رفع یدین نقل کرتے ہیں (مسند ابوعوانہ رقم ۱۵۷۲؛ مسند حمیدی رقم ۲۷۷)، کہیں صرف رکوع سے سر اٹھانے کی رفع یدین نقل کرتے ہیں (موطا مالک ۲۰۰، ۲۰۵)۔ اس لیے اس روایت سے استدلال انتہائی کمزور ہے۔

دوسری حدیث بسند ضعیف حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے۔ ابوداؤد کی سند میں عبد الحمید بن جعفر بدعتی، تقدیر کا منکر اور ضعیف راوی ہے اس نے رفع یدین کا اضافہ کیا ہے۔ اور حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے بسند صحیح تو صرف تکبیر تحریمہ ہی میں رفع یدین ثابت ہے (بخاری رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲)۔ اس روایت میں رکوع اور تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔ غیر مقلدین بخاری کی حدیث چھوڑ کر اس جھوٹی روایت پر فریفتہ ہیں۔ اس میں بھی صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔ اور اسی ضعیف روایت سے غیر مقلدین یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین منسوخ نہیں ہوا (حاشیہ نماز نبوی ص ۱۷۸)۔ مگر یہ استدلال نہایت ضعیف اور کمزور ہے۔ باب نمبر ۷ میں بیان کیا جائے گا کہ رفع

یدین کا دوام ہرگز ثابت نہیں بلکہ ترکِ رفعِ یدین ہی سنتِ مستمرہ ہے۔

غیر مقلدین کا طرزِ عمل

زمانہ حال کے غیر مقلدین حضرات میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو دیگر اختلافی مسائل کی طرح رفعِ یدین کے مسئلہ کو بھی حق و باطل کا معیار بنائے بیٹھے ہیں۔ اور چند احادیث کے ظاہری الفاظ ہی کو بنیاد بنا کر یہ اٹل فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ نماز صرف ہماری ہی ہے۔ اور جو لوگ ان کی ترتیب پر نماز ادا نہیں کرتے ان کی نماز کوئی نماز نہیں۔ غیر مقلدین کے یہاں رفعِ یدین واجب، سنتِ مؤکدہ اور سنتِ غیر مؤکدہ، تینوں قول ہیں۔ ان کے یہاں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ احناف کی نماز سنت کے خلاف ہے۔ اور غیر مقلدین یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ ترکِ رفعِ یدین پر کوئی حدیث صحیح موجود نہیں ہے۔ جبکہ یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ پر ہے۔

ترکِ رفعِ یدین کی احادیث زیادہ ہیں

جن احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ رفعِ یدین کو نقل کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ حدیثیں جن میں تصریح ہے کہ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفعِ یدین کیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثیں۔

۲۔ وہ حدیثیں جن میں ترکِ رفعِ یدین کی تصریح ہے یعنی صراحۃً یہ ذکر کیا گیا ہے کہ صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفعِ یدین ہوتا تھا پھر کہیں نہیں ہوتا تھا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ترمذی، نسائی وغیرہ میں موجود ہے۔

۳۔ نماز کا بیان کرنے والی کچھ حدیثیں ایسی ہیں جن میں نہ رفعِ یدین کا ذکر ہے نہ ترکِ رفعِ یدین کا۔ دونوں سے ساکت یعنی راوی باقی آداب تو نقل کرتا ہے لیکن ان موقعوں پر رفعِ یدین ذکر نہیں کرتا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تیسری قسم بھی ترکِ رفعِ یدین کی دلیل بنتی ہے۔ اس لیے کہ ”السُّكُوتُ فِي مَعْرِضِ الْبَيَانِ بَيَانٌ“۔ اگر اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے رفعِ یدین کیا ہوتا تو جیسے راوی نے دوسرے اعمال بیان کئے اس کو بھی ضرور بیان کرتا۔ بیان نہ کرنا اور سکوت کرنا بظاہر دلیل ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے سکوت اختیار کیا۔

اگر صرف پہلی دونوں قسموں کا تقابل کیا جائے تو قسم اول کی گنتی قسم ثانی کی گنتی سے زیادہ ہے۔

س لیے رفعِ یدین کرنے والے حضرات کہہ دیتے ہیں کہ رفعِ یدین کی حدیثیں ترکِ رفعِ یدین سے زیادہ ہیں۔ لیکن قسمِ ثالث کی احادیث بھی درحقیقت ترکِ رفعِ یدین ہی کی دلیل ہیں۔ تو جب ان کو قسمِ ثانی کے ساتھ ملایا جائے گا تو ان کی تعداد رفعِ یدین کی حدیثوں سے بڑھ جائے گی۔

ظاہر ہے کہ جن احادیث میں صفتِ صلوٰۃ میں سارے افعال کا ذکر ہے۔ ارکان، واجبات، سنن و آداب سب ذکر ہوئے اور صرف رفعِ یدین کا ذکر ان میں نہیں ہوا۔ اور ہوا تو صرف تکبیر تحریمہ والے رفعِ یدین کا۔ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفعِ یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ تو ایسی صورت میں وہ احادیث ہمارے موافق شمار ہو سکتی ہیں۔ اور اس طرح یہ تصریح ترک والی احادیث کے ساتھ مل کر رفعِ یدین والی احادیث سے کہیں زیادہ ہو جائیں گی۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ویذنبی أن یعدم دلائلنا رواية کل من استقصی صفة الصلاة. ولم یذکر رفع الیدین۔ (دیکھئے حاشیہ نیل الفرقین ص ۷۱) ”اور مناسب ہے کہ ہمارے دلائل سے ہر اس صحابی کی روایت کو شمار کیا جائے جس نے نماز کی کیفیت کو بتایا اور رفعِ یدین کا ذکر نہیں کیا۔“

رفعِ یدین ترک کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ

ترکِ رفعِ یدین پر کثیر تعداد میں صحیح روایات موجود ہیں جو کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں جیسا کہ اس کتاب میں ۲۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور تین تابعین سے مرسلۃً ۱۴۵ احادیث بیان کی گئی ہیں۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً و مسنداً ترکِ رفعِ یدین کی احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت رفاعہ بن رافعؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت حکیم بن عمیر ثمالیؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو مالک اشعریؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو حمید ساعدیؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ، حضرت ابومسعود بدریؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ۔ جن تابعین سے مرسلۃً روایات مروی ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت علی بن حسینؓ، حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوجعفر محمد باقر بن علی بن حسینؓ۔ نیز ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقوفاً عمل ۱۲۷ احادیث مبارکہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن

عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ۔
 شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد یوسف بنوریؒ نے ترکِ رفعِ یدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، (اوجز المسالک ج ۱ ص ۲۰۳)، حضرت کعب بن عجرہؓ (معارف السنن ج ۲ ص ۶۴۲) اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے۔ اور کثیر تعداد میں حضرات تابعین عظامؒ سے بھی مثلاً حضرت قیس بن ابی حازمؒ، حضرت علقمہ بن قیسؒ، حضرت اسود بن یزیدؒ، حضرت مغیرہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ، حضرت عامر شعبیؒ، حضرت ابوالحق سبیعیؒ، حضرت خثیمہؒ، حضرت وکیعؒ، حضرت عاصم بن کلیبؒ، حضرت امام زفرؒ وغیرہ۔ حضرات ائمہ کرام میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ، حضرت امام سفیان ثوریؒ، حضرت امام وکیعؒ، حضرت امام قاضی ابو یوسفؒ، حضرت امام حسن بن زیادؒ، حضرت امام عبدالرحمن بن قاسمؒ (تلمیذ امام مالکؒ) اور تمام اہل کوفہ ترکِ رفعِ یدین کے قائل ہیں۔ ان تمام حضرات کے نزدیک نماز شروع کرتے وقت رفعِ یدین کرنا چاہیے اور رکوع جاتے وقت یا رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کی ابتداء میں رفعِ یدین نہیں کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ پر کافی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں سے کچھ اس کتاب میں بیان کی جا رہی ہیں۔

کیا ترکِ رفعِ یدین کی روایات کم ہیں؟

اگر رفعِ یدین کی حدیثیں زیادہ بھی ہوں تو یہ ترکِ رفعِ یدین کے پہلو کی کمزوری کی دلیل نہیں۔ بات یہ ہے کہ رفعِ یدین ایک وجودی چیز ہے اور ترکِ رفعِ یدین عدمی چیز ہے۔ وجودی چیز کو لوگ زیادہ بیان کرتے ہیں۔ عدمی کے نقل کی طرف کم ہی دھیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے ایک کام ایک مرتبہ کیا اور دس مرتبہ چھوڑا۔ تو کرنا چونکہ وجودی چیز ہے۔ اس لیے اس ایک مرتبہ کرنے کے ناقل بیسیوں اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور دس دفعہ کا ترک چونکہ عدمی چیز ہے۔ اس لیے اس کے نقل کرنے کی طرف شاید ہی کسی ایک آدھ آدمی کا دھیان ہو۔ اس مثال میں کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ کرنے کے ناقل زیادہ ہیں اور نہ کرنے کے ناقل ایک دو ہیں۔ اس لیے کرنے کی تعداد زیادہ ہے اور نہ کرنے کی تعداد کم ہے۔ یقیناً آپ یہ سطنی بات اختیار نہیں کریں گے، بلکہ یہی کہیں گے کہ کرنا چونکہ وجودی تھا۔ اس لیے ایک مرتبہ کو ہی کئی افراد نے نقل کر دیا اور نہ کرنا ایک سلبی چیز ہے اگر

چہ یہ دس گنا ہوا، لیکن اس کے نقل کی طرف اس کی سلبیت اور عدمیت کی وجہ سے توجہ نہ ہوئی۔ بالکل یہی حال اس مسئلہ میں ہے کہ رفعِ یدین اگر ترک سے کم بھی کیا گیا ہو تب بھی رفع ہی کے ناقل زیادہ ہوں گے۔ لہذا ناقلین کی قلت اور کثرت کو دیکھ کر رفعِ یدین کو ترجیح دے دینا حقیقت شناسی کے خلاف ہے۔

تاہم کثرت تعداد ہی معیارِ حق نہیں ہوا کرتی۔ معیارِ اصل میں حدیث کی سنداً و متناً صحت میں مضمر ہے۔ ایک طرف اسناد کو اصولِ حدیث کی کسوٹی پر رکھ کر جانچ لیا جائے۔ دوسری طرف رواۃ (راویوں) احادیث کی ثقاہت یا عدم ضبط و عدالت کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ محض تعدد رواۃ یا کثرت احادیث ہی پر اکتفاء نہ کر لیا جائے۔ اگر راویوں کی سماعت، ضبط و عدالت پوری طرح وثاقت کے درجے کو پہنچ جائے اور حدیثِ روایت و درایت ہر طرح کی عللِ قاذحہ اور شذوذ وغیرہ سے پاک ہو تو کثرتِ روایات اور تعدد رواۃ بے حد نافع ہو سکتا ہے۔

علامہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

”ترکِ رفعِ یدین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت کعب بن عجرہؓ سے عملاً یا تصدیقاً ثابت ہے۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی ہیں جن کے نام سامنے نہیں آئے۔ اسی طرح بعض کی تعیین بھی نہ ہو سکی۔ تابعینؓ میں سے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کے ممتاز شاگرد، اہلِ کوفہ سب کے سب اور امام مالکؒ کے عہد میں اکثر اہلِ مدینہ یا قریب قریب سب کا عمل ترکِ رفعِ یدین تھا جیسا کہ مالکیہ نقل کرتے ہیں۔ علامہ ابنِ قیمؒ بھی اس کے معترف ہیں۔ اسی طرح تمام شہروں میں تارکینِ رفعِ یدین کے اسماء ضبط نہ کیے جاسکے۔ تو اتر تعامل و توارث میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ سند وغیرہ نہیں ہوتی کیونکہ متقدمین کے ہاں تو اتر تعامل نہ تھا اور نہ ہی اس کا اتنا اہتمام کیا گیا (معارف السنن ج ۲ ص ۶۴)۔“



باب ۲

معیارِ حق

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى
 اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دینِ حق دے کر بھیجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: ۵۹)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں، ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔“

اس آیت میں تین چیزوں کا حکم ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت

۲۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

۳۔ اولوالامر کی اطاعت

اولوالامر سے مراد علماء اور اصحابِ فقہ ہیں جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں (متدرکِ حاکم رقم ۴۳۰، ۴۳۱)۔

اس آیت کے ذیل میں امام رازیؒ لکھتے ہیں: ”دین کی سمجھ رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شریعت کی چار بنیادیں ہیں۔ قرآن مجید، سنتِ مطہرہ، اجماع اور قیاس۔ أَطِيعُوا اللَّهَ سے مراد قرآن مجید ہے۔ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ سے مراد سنتِ مطہرہ ہے۔ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے معلوم ہوا کہ اجماعِ حجت ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ سے معلوم ہوا کہ قیاسِ حجت شرعیہ ہے“ (تفسیر کبیر: رازی ج ۱۰ ص ۱۴۳ تا ۱۴۷)۔

گو حسب تصریح علماء اصول دلائل اور براہین کی چار قسمیں ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس۔ مگر اجماع اور قیاس درحقیقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف راجع ہے۔

کتاب اللہ

قرآن مجید وہ ضابطہ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے۔ فرمان الہی ہے:

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ: ۲)

”یہ کتاب کہ جس میں کوئی شبہ نہیں۔ متقین کے لیے ہدایت ہے۔“ مسلمان کی زندگی کے تمام معاملات میں قرآن مجید کو اولین حیثیت حاصل ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّيَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ (الشوری: ۱۰)۔

ترجمہ:- اور تم جس بات میں بھی اختلاف کرتے ہو، اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ ہے جو میرا پروردگار ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا: ”ہم ایک ذلیل و خوار قوم تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ جب بھی ہم کسی ایسے طریقے سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی وہ اسلام کے خلاف ہو)، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل اور رسوا کرے گا۔“

(مستدرک حاکم رقم ۲۱۴، سند صحیح؛ وقال الحاكم والذہبی صحیح)۔

سنت رسول اللہ ﷺ

ہدایت کا دوسرا سرچشمہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ حدیث سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کے معمولات ہیں۔ نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اعمال جو آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوئے ہوں اور آپ ﷺ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہ کیا ہو۔ اس مکمل مفہوم میں حدیث کا تعلق وحی الہی سے ہے۔ ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ (النجم: ۳، ۴)

ترجمہ:- اور رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولنے۔ یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں حدیث شریف کے دلیل و حجت ہونے کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ (الحشر: ۷)۔

”اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک
جاؤ، اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسی کتاب اللہ کی۔ اس لیے
دونوں کی پیروی حکیم الہی کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دو
مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ تو جس طرح قرآن مجید کی اطاعت خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح
جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰)۔

ترجمہ: اور جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے سنت پر عمل پیرا ہونے اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے کی اشد تاکید
فرمائی ہے۔ اور اس کی پیروی نہ کرنے پر انتہائی ناراضگی فرمائی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جناب
رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر
تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑو تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنتِ
رسول اللہ ﷺ ہے۔“

(صحیح لغیرہ: مستدرک حاکم رقم ۳۲۳؛ سنن الکبریٰ بیہقی رقم ۲۰۳۳۶؛ مؤطا امام مالک رقم ۲۸۲۹)۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چھ قسم کے لوگ ہیں
جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت نازل کرے۔ ان میں سے ایک وہ شخص
ہے جو میری سنت کو چھوڑ دے۔“

(مستدرک حاکم رقم ۱۰۹، قال الحاکم والذہبی صحیح: ترمذی رقم ۲۱۵۳؛ ابن حبان رقم ۵۷۴۹)

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں: ایک خاص موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: ”جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں ہے۔“ (بخاری رقم ۵۰۶۳)
اس سے بڑھ کر تارکِ سنت کی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ

میرا امتی نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنے مقام پر محب بننا ہے۔

اجماع

علماء و فقہاء امت کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کا مرتبہ قرآن و سنت کے بعد ہے۔ اجماع کی حجیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَىٰ رَسِيلِ الْمُؤْمِنِينَ تُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ:- اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود بنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت سے علمائے کرام، بالخصوص امام شافعیؒ نے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے، یعنی جس مسئلے پر پوری امت مسلمہ متفق رہی ہو، وہ یقینی طور پر برحق ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں۔ اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول و قواعد قرآن و سنت میں ذکر ہوں، لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو یا پھر ایک ہی مسئلہ کی کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں اور نسخ منسوخ کا تعین نہ ہو، تو شواہد و قرائن کی روشنی میں علماء امت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں۔ حضرات خلفاء راشدینؓ کا اجماع، عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور امت محمدیہ کا اجماع۔

حضرات خلفاء راشدینؓ کا اجماع

ارشاد خداوندی ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور: ۵۵)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اور ان کے لیے اُس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے

پسند کیا ہے۔ اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔
(بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے، تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

اس آیت استخلاف سے حضرات خلفاء اربعہ کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو معیارِ حق بنا کر ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

۱. عن حذیفہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "انی لا احدى ما بقائی فیکم؛ فاقْتَدُوا بِالَّذِینَ مِنْ بَعْدِی: اَبِی بَکْرٍ وَعُمَرُ"

(ترمذی رقم ۳۶۶۲، ۳۶۶۳ و قال: هذا حدیث حسن؛ ابن ماجہ رقم ۹؛ مستدرک حاکم؛ مشکوٰۃ رقم ۶۰۶۱، قال الالبانی: قال الترمذی: حدیث حسن۔ وهو كما قال اوائل)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں زندہ رہوں گا لہذا تم میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا۔"

۲. عن جبیر بن مطعم، قال: اتت النبی ﷺ امرأةٌ فکلّمتہ فی شئ، فأمرها أن ترجع الیه، قالت: یا رسول اللہ! أرايت إن جئت ولم أجِدک؛ کأنها تريد الموت۔ قال: "فإن لکم تجدینی فأتی أبا بکر۔"

(بخاری رقم ۳۶۵۸، ۴۲۲۰، ۵۳۶۰؛ مسلم رقم ۶۱۷۹، ۶۱۸۰؛ متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم ۶۰۲۲)

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "پھر کسی وقت آنا۔" (آپ ﷺ اس وقت بیمار تھے)۔ اس عورت نے عرض کیا: اگر میں پھر کسی وقت آؤں، جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں، یعنی اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے تو پھر کیا کروں؟ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔"

۳. عن العرباض بن ساریة قال: وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةٌ مُوَدِّعٌ فِيمَاذَا تَعَهَّدَ الْبَيْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّجْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبِشِيٌّ فَإِنَّهُ مِنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَأَيَاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بَسْنَتِي وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ"

الْمُهْدِيَيْنِ عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ“.

(ترمذی رقم ۲۶۷۶؛ ابوداؤد رقم ۴۶۰۷؛ ابن ماجہ رقم ۴۳، ۴۴؛ مسند احمد رقم ۱۶۶۹۲، ۱۶۶۹۳؛ مشکوٰۃ رقم ۱۶۵؛ وقال الابانی: دسندہ صحیح، وقال الترمذی: ”حدیث حسن صحیح“، وصحیحہ جماعۃ، منہم اخیاء المقدسی فی ”اتباع السنن واجتناب البدع“ التعلیقات الابانی علی مشکوٰۃ ۱/۵۸؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱؛ شرح السنۃ للبغوی رقم ۱۰۲؛ صحیح ابن حبان رقم ۵) حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ایک موثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی۔ جس سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ تقریر آپ ﷺ کی، رخصت ہونے والے کی (آخری) تقریر ہے۔ اس لیے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کو بجالانا، اگرچہ ایک جھٹی غلام ہی تمہارا امیر ہو۔ کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔“ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ”میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اس حدیث سے درج ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ یہ صحیح روایت صراحت سے اس امر کو بیان کرتی ہے کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اور حضرات خلفائے راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

۲۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی وصیت میں جہاں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وہاں امیر کی اطاعت کی تاکید فرمائی، اگرچہ وہ امیر جھٹی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ آپ ﷺ نے جہاں اپنی سنت کی پیروی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کو تاکید بلیغ ارشاد فرمائی ہے، وہاں اپنے حضرات خلفائے راشدینؓ کی سنت کو بھی مضبوط پکڑنے کا تاکید حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور ان کی سنت کو ایک حسی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح ڈاڑھوں میں مضبوط پکڑی ہوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ اسی طرح فرمایا: میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور بالکل جنبش بھی نہ آنے دو۔

۴۔ آپ ﷺ نے اپنے خلفاء راشدینؓ کی غیر معمولی توصیف کی ہے کہ وہ راشد (راہِ راست پر چلنے والے) اور مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں۔ اس لیے ان کی جو بھی سنت ہوگی وہ اسلام میں رشد اور ہدایت ہی ہوگی۔

۵۔ تمام اہل السنۃ والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی شیر خداؓ خلفاء راشدین ہیں جن کا راشد اور مہدی ہونا حضرت محمد ﷺ کے ارشاد اور جمہور اہل اسلام کے مشاہدہ اور شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔

۶۔ ان حضرات خلفاء راشدینؓ کے قول و فعل کے خلاف اور بعد کو جو چیز بھی ظاہر اور پیدا ہوگی اس کو دین اور مذہب سمجھنا زری بدعت ہوگی۔ ہر بدعت ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق گمراہی ہی ہوگی۔ حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”اس لیے کہ حضرات خلفاء راشدینؓ نے درحقیقت آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے۔ اور ان کی طرف سنت کی نسبت یا تو اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یا اس لیے کہ انہوں نے خود قیاس اور استنباط کر کے اس کو اختیار کیا۔“

(مرقات علی مشکوٰۃ شرح رقم الحدیث ۱۶۵)

اس لیے معلوم ہوا کہ حضرات خلفاء راشدینؓ نے جو کام اپنے تفقہ و قیاس اور اجتہاد و استنباط سے سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ وہ بھی سنت ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت امت کو اس کے تسلیم کیے بغیر ہرگز چارہ نہیں اور وہ اس سنت کو تسلیم کرنے کی پابند ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی معیار حق ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبة: ۱۰۰)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا
سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سَيِّئَاتِهِمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى
عَلَى سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں
کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم و دل ہیں۔ تم انہیں
دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی
تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں
ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے
کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونیل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر
اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں، تاکہ اللہ ان
(کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے
نیک عمل کئے ہیں۔ اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔
حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہارے لیے اس چیز پر راضی اور خوش ہوں،
جس چیز کو تمہارے لیے عبد اللہ بن مسعودؓ پسند کریں۔“ (مسند رک حاکم ج ۳ ص ۱۹)۔

خیر القسرون کا تعامل بھی حجت ہے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی اکثریت کا کسی کام کو بلا تکلیف کرنا یا
چھوڑنا بھی ایک حجت شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی چیز کے ثبوت کے
لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا تعامل سب سے بڑی دلیل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ کا معاشرہ
وہ معاشرہ ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے خود تشکیل دیا ہے۔ اس معاشرہ میں صرف وہی چیز رواج
پاسکتی ہے جس پر دربار رسالت سے مہر تصدیق لگ چکی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل درحقیقت ترجمان
السنۃ ہوتا ہے۔ محدثین کی طرز پر کسی چیز کو سند متصل سے ثابت کرنا یہ بھی ثبوت کا ایک اہم اور متبرک
طریقہ ہے لیکن تعامل کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ اس لیے کہ سندوں سے جو بات ثابت ہوتی
ہے وہ زیادہ تر خبر واحد کے درجہ میں ہوتی ہے۔ اور تعامل و توارث، تواتر کی ایک قسم ہے۔ خبر واحد کا

درجہ تعامل کے سامنے وہی ہے جو ایک چراغ کا نصف النہار میں۔ چنانچہ ایک بات اگر صحیح سند سے ثابت ہو لیکن اہل مدینہ کا تعامل اس کے خلاف ہو تو امام مالکؒ اہل مدینہ کے عمل کو اپنا مذہب بناتے ہیں اور اس حدیث صحیح میں تاویل کر لیتے یا ترک کر دیتے ہیں۔ سندوں کی جانچ پڑتال اور اس میں تنقیح و تحقیق نہایت ضروری عمل ہے لیکن اپنی نظر کو اسی حد تک مقصود رکھنا اور تعامل سلف سے صرف نظر کر لینا بھی انتہائی نقصان دہ ہے۔

خیر القرون کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں۔ پھر ان کے بعد والے اور پھر ان کے بعد والے۔ پھر ایسی قومیں آئیں گی، جن کی شہادت قسم سے، اور قسم شہادت اور گواہی سے سبقت کرے گی“

(بخاری رقم الحدیث ۲۶۵۲، ۳۶۵۱، ۶۴۲۹، ۶۶۵۸؛ مسلم رقم الحدیث ۶۴۶۹)

۲۔ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں (کہ ان کے نقش قدم پر چلنا)۔ پھر ان کے بارے میں جو ان سے قریب ہوں۔ پھر ان کے بارے میں جو ان سے قریب ہوں۔ پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ آدمی بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے۔ اور بغیر گواہی طلب کیے بھی گواہی دیں گے۔ سو جو شخص جنت کے وسط میں داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ اس جماعت (صحابہ کرامؓ) کا ساتھ نہ چھوڑے۔“ الحدیث

(صحیح۔ مستدرک حاکم رقم الحدیث ۳۹۵؛ ترمذی رقم الحدیث ۲۱۶۵؛ احمد ج ۱ ص ۱۸ رقم ۱۱۵؛ ابن ماجہ رقم

الحدیث ۲۳۶۳؛ سنن الکبریٰ یحقی ج ۷ ص ۹۱؛ ابن حبان رقم الحدیث ۴۵۷۶؛ مشکوٰۃ رقم الحدیث ۶۰۱۲، قال الالبانی: قال القاری: رواہ النسائی، واسنادہ صحیح، ورجالہ رجال الصحیح؛ قلت ہو صحیح لا شک فیہ۔ مشکوٰۃ بتحقیق الالبانی ج ۳ ص ۱۶۹۵)

۳۔ حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”سب لوگوں سے بہتر میرا قرن ہے۔ پھر ان کا جو ان سے قریب ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے قریب ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی جو گواہی دیں گی حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے) اور (خیر القرون کے بعد آنے والے) لوگ خیانت کریں گے، اور امانت میں ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹا پا خوب ظاہر ہوگا (یعنی فکرِ آخرت سے غافل اور حلال و حرام سے بے نیاز ہو کر خوب کھائیں گے)

(متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم الحدیث ۶۰۱۰)

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ قرن بہتر ہے جس میں میں (محمد ﷺ) ہوں۔ پھر دوسرا قرن بہتر ہے پھر تیسرا“ (مسلم رقم ۶۳۷۸)

۵۔ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جس میں لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی۔ کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی صحابی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ سوان کی وجہ سے ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک گروہ جہاد کرے گا۔ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی تابعی ہے؟ وہ جواب دیں گے: ہاں۔ سوان کی برکت سے کامیابی حاصل ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک طائفہ جہاد کرے گا۔ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی تبع تابعی ہے؟ وہ بولیں گے: ہاں۔ سوان کی بدولت فتح و کامرانی ہوگی“ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۵؛ مسلم ج ۲ ص ۳۰۸)۔

خیر القرون کا زمانہ

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قرن سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرن، دوسرے قرن سے تابعین کا قرن اور تیسرے قرن سے تبع تابعین کا قرن مراد ہے“ (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۰۹ طبع قدیمی کراچی)۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کی اکثریت کا کسی کام کو بلا تکثیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجت شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ طبقات رجال کی کتابوں میں اس کی تصریح ملتی ہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ (عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۱۰ھ تک، عہد تابعین ۱۷۰ھ تک اور عہد تبع تابعین ۲۲۰ھ تک)۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے نقش قدم پر چل کر ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ اور وہی امت مسلمہ کا بہترین گروہ ہے۔

خیر القرون میں دین کی تدوین

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو قرآن مجید کی صورت میں نازل کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ دین کو لانے والے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کے پھیلانے والے، ائمہ اربعہ دین کی اشاعت کرنے والے ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہ کے پیروکار ہر دور میں اکثریت کے ساتھ رہے ہیں۔ آج بھی اکثریت حضرات ائمہ اربعہ کی پیروی کا رہے۔ یہ سب ائمہ اربعہ خیر القرون کے دور میں ہی ہوئے ہیں۔ جناب

رسول اللہ ﷺ کی پاک سنت کے اجماعی اور اختلافی سب پہلوؤں کو ائمہ اربعہ نے محفوظ فرمایا ہے۔ اور پوری امت کے لیے سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا طریقہ آسان فرمادیا ہے۔ پوری امت ان ائمہ اربعہ کی احسان مند ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے محفوظ رہنے کا جو وعدہ الہی تھا۔ وہ ائمہ اربعہ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ ان ائمہ اربعہ میں اولیت کا شرف حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو حاصل ہوا۔ بعد میں آنے والے تینوں امام (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) ان کی فقہ کی خوشہ چینی فرماتے رہے۔ ان ائمہ اربعہ میں سے تابعیت کا شرف بھی صرف امام اعظمؒ کو نصیب تھا۔

خیر القرون کے علم کا مستند ہونا

یہ بات بھی اچھی طرح ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے معانی و مطالب جس طرح حضرات سلف صالحینؒ نے سمجھے اور بیان کیے ہیں، وہی صحیح اور درست ہیں کیونکہ ان میں علم اور علم کا عمق، خدا خونی اور ورع جس طرح موجود تھا۔ وہ بعد کے آنے والوں کو نصیب نہیں ہو سکا۔ زمانہ رسالت کے قرب کی برکت اور خیر القرون کی سعادت سے جس انداز سے وہ بہرہ ور ہوئے، وہ انہی حضرات کا حصہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک موقع پر منکر بن تقدیر کو نصیحت کرتے ہوئے ایسی بہترین باتیں ارشاد فرمائی ہیں جو حرز جان بنانے کے لائق ہیں۔ انہوں نے طویل مضمون میں ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور پوری ہمدردی اور دلسوزی سے ان کی خیر خواہی کی۔ ان لوگوں کا شبہ یہ تھا کہ اگر تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ قرآن (و حدیث) سے ثابت ہے تو قرآن مجید میں ایسی آیات کیوں موجود ہیں جن سے تقدیر کی نفی ہوتی ہے۔ ان کے اس شبہ کو رد کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: ”اور اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل فرمائی ہے (جس سے تقدیر کا انکار ثابت ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں فرمایا ہے؟ (تو اس کا جواب یہ ہے) کہ بلاشبہ قرآن مجید کی یہ آیتیں اور مضمون حضرات سلف صالحین نے بھی پڑھا ہے، جیسا کہ تم پڑھتے ہو، مگر وہ اس کا مطلب سمجھ گئے اور تم نہ سمجھ سکے اور باوجود اس کے انہوں نے (پہلے ہی سے اعمال کے) لکھنے کا اور تقدیر کا اقرار کیا۔ سو جو چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مقدر ہوتی ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے اور جس کو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ ہم اپنے لیے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں۔ پھر وہ راغب الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہے“

(ابوداؤد رقم الحدیث ۴۶۱۲؛ صحیح سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۸۵۶۔ ۴۶۱۲)۔

مراد واضح ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات سے اگر تمہیں تقدیر کا انکار معلوم ہوتا ہے تو یہی قرآن مجید اور اس کی آیات حضراتِ سلفِ صالحین کے سامنے بھی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو ان آیات سے نفی معلوم نہ ہوئی اور تمہیں معلوم ہو گئی ہے۔ کیسے باور کیا جائے کہ تم ان آیات کی تہہ تک رسائی حاصل کر گئے اور ان پر یہ راز منکشف نہ ہو سکا۔ اگرچہ تم قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہو لیکن ان کا مطلب نہیں سمجھتے اور ٹھوکر کھا جاتے ہو۔ حضراتِ سلفِ صالحین ان کی تہ تک پہنچ گئے تو انہی کے دامن سے وابستہ رہنا ضروری اور کامیابی کی چابی ہے۔ ان سے اعراضِ ہلاکت خیز ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی ہر آیت اور ہر حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے حضراتِ سلفِ صالحین کا دامن تھا مناسبت ضروری ہے اور یہی ہے نجات کا راستہ۔

تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے زمانے میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعینؓ کا تعامل کسی مسئلے میں حجتِ قاطعہ شمار ہوتا تھا۔ اور احادیث کی صحت و سقم کے لیے معیار کی حیثیت رکھتا تھا۔ جو احادیث اکابر صحابہ جن رضی اللہ عنہم اور تابعینؓ کے تعامل کے خلاف ہوتیں، انہیں شاذ، منسوخ یا مؤول سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ مؤطا امام مالکؒ میں جگہ جگہ تعاملِ اہلِ مدینہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور جو احادیث اہلِ مدینہ کے تعامل کے خلاف ہوں انہیں غیر معمول بہا قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری صدی میں احادیث کے جتنے مجموعے مرتب کیے گئے۔ ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے ساتھ حضراتِ صحابہ جن رضی اللہ عنہم اور تابعینؓ کا تعامل بھی ذکر کیا جاتا تھا۔ لیکن خیر القرون کے بعد چونکہ یہ معیاری تعامل آنکھوں کے سامنے نہیں رہا تھا۔ اس لیے احادیث کی صحت و سقم اور ان کے معمول بہا ہونے یا نہ ہونے کا مدار صرف سند کی صحت و ضعف اور راویوں کی جرح و تعدیل پر رہ گیا۔ اور روایات کے مقابلے میں تعاملِ سلف کی اہمیت نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کو خیال ہونے لگا کہ ایک ایسی روایت جس کے راوی ثقہ ہوں، اس کے مقابلے میں حضراتِ خلفائے راشدینؓ کا تعامل بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کسی روایت کے راویوں کی ثقاہت و عدالت اور فہم و دیانت کو حضراتِ خلفائے راشدینؓ کے تعامل پر ترجیح دے ڈالنا، نہ صرف یہ کہ صحت مندانہ طرزِ فکر نہیں ہو سکتا، بلکہ اگر اسے شیعیت اور رفض کا خفی شعبہ کہا جائے، تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ شیعیت اور رفض کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ بعد کے راویوں کے بھروسے حضراتِ صحابہ کرام جن رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدینؓ کو نصِ نبوی کی مخالفت سے مطعون کیا جائے۔

اول تو صحابہ کرام جن رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے (اپنی استعداد کے مطابق) جناب رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال اور احوال کو اپنے اندر ایسا جذب کر لیا تھا کہ ان کی

سیرت جمال نبوی کا آئینہ بن گئی تھی۔ پھر وہ سنت کے ایسے عاشق تھے کہ ان کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک سنت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی تھی۔

ثانیاً قرآن کریم میں ان کے راستے کو ”سبیل المؤمنین“ کہہ کر ان کی اقتداء کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ:- ”اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔ اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“

ثالثاً جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خصوصاً حضرات خلفائے راشدینؓ کی اقتداء کے بارے میں جو وصیتیں اور تاکیدیں فرمائی ہیں۔ جیسا کہ اوپر کچھ نصوص بیان کر دی گئی ہیں۔

ان وجوہ کے پیش نظر سنت ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؓ کا تعامل رہا۔ اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ ایسی روایات جو تعامل سلف کے خلاف ہوں، صدرِ اول میں ”شاذ“ شمار کی جاتی تھیں۔ اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی ”شاذ“ روایت حجت نہیں۔ اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔

اگر بظنِ تعمق دیکھا جائے تو تعامل ہی کی برکت سے ہمارے دین کا نصف حصہ عملاً متواتر ہے۔ اور تعامل ہی تعلیم و تعلم کا قوی ترین ذریعہ ہے۔ اگر تعامل کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو محض روایات کو سامنے رکھ کر کوئی شخص نماز کا مکمل نقشہ بھی مرتب نہیں کر سکتا، جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ کہ پورے دین کا نظام مرتب کر دیا جائے۔ اس لیے صحیح طرزِ فکر یہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؓ کے تعامل اور روایت کو بیک وقت پیش نظر رکھ کر دونوں کے درمیان تطبیق دی جائے۔ یہی وہ کارنامہ ہے جو ائمہٴ احنافؒ نے انجام دیا۔ انہوں نے کسی مسئلے میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؓ کے تعامل سے صرف نظر نہیں کیا۔ لیکن بعد کے فقہاء و محدثین کو اس معیار کا قائم رکھنا مشکل تھا۔ اس لیے انہوں نے روایات کی صحت و ضعف کو اصل معیار قرار دیا۔

حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ

خیر القرون میں حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ اور تھا۔ خیر القرون کے بعد ضابطہ اور بنا۔ خیر القرون میں ضابطہ تعامل تھا کہ جس حدیث پر صحابہ اور لوگ عمل کر رہے ہیں۔ وہ حدیث صحیح ہے اور جس پر عمل نہیں تھا وہ شاذ اور متروک کہلاتی تھی۔ اس لیے امام مالکؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین تعامل کو لیتے ہیں۔ جو حدیث تعامل کے موافق ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو حدیث تعامل کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

امام زہری تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

وَأَتَمَّ يَتُّ خَدَمَنَ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْآخِرِ فَلَا خَيْرَ - (مسلم رقم ۲۶۰۴ ترقیم مکتبۃ البشری، کراچی)

امام زہریؒ مزید فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْأَخَذْتُ فَلَا حَدَّثَ مِنْ أَمْرِهِ وَوَدَّ وَنَهَ النَّاسِخَ الْمُحْكَمَ (مسلم رقم ۲۶۰۵)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ آپ ﷺ کے آخری امر اور عمل پر عمل کیا کرتے تھے۔ اور اسی کو دلیل سمجھتے تھے۔ اس کے خلاف حدیث کو منسوخ۔

حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: ”روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے۔ جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب و سنت کے موافق ہوں“ (الرد علی سیر الاوزاعی ص ۳۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو، فقہاء اس کو جانتے نہ ہوں، وہ شاذ ہے، اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

سند و تعامل اور ترک رفع یدین

دور صحابہ کرامؒ اور تابعین عظامؒ میں حدیث کے صحت اور ضعف کا مدار سند پر بالکل نہ تھا۔ امام

ابن سیرینؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ. فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا: سَمَوْا لَنَا رِجَالَكُمْ

فَيَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ السَّنَةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدْعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱)

”لوگ سند کا حال پوچھا نہیں کرتے تھے۔ جب اہل بدعت کا فتنہ کھڑا ہوا تو اب پوچھنے

لگے کہ سند کے راوی بتاؤ تا کہ اہل سنت راویوں کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت کی حدیث رد کی جائے۔“

ظاہر ہے کہ خیر القرون میں مدارِ صحت فقہاء کرام کا فتویٰ اور لوگوں کا تعامل تھا۔ مؤطا امام مالک پڑھ کر دیکھیے۔ ان کے ہاں مدارِ اہل مدینہ کا تعامل ہی ہے۔ مؤطا امام محمد کا مطالعہ فرمائیے۔ وہ فقہاء عراق کا تعامل بیان فرماتے ہیں۔ سند کی حیثیت ثانوی تھی بلکہ حدیث کی صحت اور ضعف کا مدار ہی مجتہد کا عمل تھا۔ اگر مجتہد نے اس پر عمل کر لیا تو حدیث کی صحت کی دلیل تھی۔ اگر عمل ترک کر دیا تو ضعف کی دلیل۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے۔

قال عبد الله بن مسعود رضي الله عنه: "أَلَا أَصِلُّ بِكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟

فَصَلُّ، فَلَمْ يَزَفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ. (ترمذی: ما جاء في رفع اليدين رقم ۲۵۷)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا

طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپؐ نے نماز پڑھی۔ اور صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کیا۔“

خیر القرون میں کسی حدیث کے صحیح اور قبول ہونے کا ایک ہی معیار تھا کہ اس پر صحابہ اور تابعین میں عمل جاری ہو۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بعد فرمایا:

وبه يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين، وهو قول

سفيان وأهل الكوفة. (ترمذی: ما جاء في رفع اليدين رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اسی کے (صرف تکبیر

تحریم کے وقت رفع یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سنداً بھی متواتر قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

”مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے

تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

اسلامی شرائع اور حدود کے پورے عالم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے احوال کی جستجو فرمانے والے

تھے۔ آپؐ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے تھے۔ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھی

تھے۔ آپؐ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں۔“ (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)

اور عملاً بھی متواتر قرار دیا۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے ان میں سے کسی ایک شخص

سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔“

(مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷)

ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ امام تابعین امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اس چیلنج کے خلاف کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین سنداً اور عملاً متواتر ہے کوئی زبان حرکت میں نہ آئی۔ تو اہل خیر القرون صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کا اس حدیث کو متفقہ طور پر قبول فرمانا اس کی صحت کی یقینی دلیل ہے۔

ترجیح ترک رفع یدین کے سلسلہ میں دوسرے دلائل کے علاوہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا تعامل اور اصحاب عبداللہ بن مسعود اور اصحاب علی کا ترک رفع بھی حنفیہ و مالکیہ کے پاس بہت بڑی حجت ہے۔

شہبہ:- امام شافعیؒ رفع یدین کیوں کرتے تھے؟

جواب:- حضرت امام شافعیؒ مجتہد تھے۔ رفع یدین کے مسلک کو اختیار کرنا ان کا اجتہاد تھا۔ ائمہ مجتہدین کے ہاں تعامل اصل تھا۔ جو امام ایسے علاقہ میں تھے جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رفع یدین کرتے تھے۔ ان کے سامنے یہی تعامل آیا۔ اس لیے انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ جو ائمہ ایسے علاقہ میں تھے جہاں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے جو رفع یدین نہیں کرتے تھے جیسے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے اس عمل کو لے لیا۔ اس کے خلاف احادیث کو منسوخ یا ضعیف مانا۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اختلافی احادیث میں عموماً ایسا ہوتا ہی ہے۔ اکثر کتابوں میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے اور قول جدید یہ ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ کے سامنے پہلے مکہ کا تعامل تھا۔ پھر جب آپ مصر تشریف لے گئے تو ان کے سامنے مصر کا تعامل تھا۔ امام شافعیؒ کے آخری قول عموماً مذہب حنفی کے مطابق ہوتے چلے گئے۔ امام شافعیؒ کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوئی ورنہ یقیناً ان کا مذہب امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق ہو جانا تھا۔ ان کے دو اقوال کی بنیاد تعامل ہی کا بدلنا تھا۔ جس جگہ جو تعامل ہوگا، وہی مراد ہوگا۔ کیونکہ تعامل متواتر ہوتا ہے اور سند اس کے سامنے خبر واحد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب جو بات سند سے ثابت ہوگی۔ اس کو تعامل کے خلاف شاذ مانا جائیگا۔

ہمارے ملک پاکستان میں قاری عاصم کوفیؒ کی قراءت اور امام حفصؒ کی روایت متواتر ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر کوئی شاذ قراءت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مل جائے تو بھی ہم قاری عاصمؒ کی قراءت کو دیکھیں گے۔ یہ نہیں دیکھیں گے کہ ایک طرف صحابی ہے اور دوسری طرف غیر صحابی ہے۔ بلکہ ہم دیکھیں گے کہ متواتر کون سی قراءت ہے اور شاذ قراءت کو کبھی اپنے قرآن میں شائع نہیں کریں گے۔ بخاری (ج ۲ ص ۷۴۳) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی: "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمْ الْمَخْلَصِينَ"۔

اب کوئی بیوقوف شخص یہ شور مچائے کہ بخاری میں یہ آیت صحیح سند سے ثابت ہے اور جو آیت قرآن مجید میں درج ہے وہ بے سند ہے۔ اس لیے اب قرآن پاک یوں چھاپا جائے۔ لیکن یہاں

سند کو نہیں دیکھا جائے گا۔ کیونکہ سند ایک گواہی ہے جو پہلی رات کے چاند کے لیے ہوتی ہے۔ سورج کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے متواتر قرآن کو ہی مانا جائے گا۔ ائمہ مجتہدینؒ کے اختلاف میں یہی اصل مدار ہے۔ ہم ان کو ان کے علاقے میں بالکل صحیح مانتے ہیں اور وہ ہم کو ہمارے علاقہ میں بالکل صحیح مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سامنے جو تعامل تھا اس کے موافق حدیث کو وہ ناسخ اور اس کے خلاف حدیث کو وہ منسوخ سمجھتے تھے۔ اور ہمارے سامنے چونکہ ترکِ رفعِ یدین کا تعامل تھا۔ اس لیے ہمارے ائمہ کرام رحمہ اللہ نے ترکِ رفعِ یدین کی روایات کو ناسخ اور رفعِ یدین کی روایات کو منسوخ مانا۔ امام ترمذیؒ نے اسی تعامل کی وجہ سے ترکِ رفعِ یدین کی روایت پر تو یہ لکھا ہے۔

وبہ يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ والتابعين، وهو قول

سفيان وأهل الكوفة۔ (ترمذی: ما جاء في رفع اليدين رقم ۲۵۴)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

اس کے بالمقابل رفعِ یدین کی روایت کی سند مدنی ہے۔ زہریؒ، سالمؒ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سب مدنی ہیں۔ لیکن وہاں نہیں لکھا: ”وہو قول اہل مدینہ“۔ کیونکہ اس پر اہل مدینہ کا تعامل نہیں تھا۔ امام ترمذیؒ کے ”فی الباب“ کے ناموں سے تو غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن باقی تمام باتوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں۔

امام ترمذیؒ رفعِ یدین کی حدیث کے بعد ترکِ رفعِ یدین کی حدیث لائے ہیں۔ امام نوویؒ محدثین کرام رحمہ اللہ کا اصول بیان کرتے ہیں کہ محدثین کرامؒ پہلے منسوخ احادیث لاتے ہیں۔ پھر ناسخ حدیث لاتے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)۔ اس کی صحت پر بھی انہوں نے اہل کوفہ کا تعامل بیان کیا کیونکہ اس کی ساری سند بھی اہل کوفہ کی ہے۔ اہل کوفہ کی سند کے بارے میں کوفہ کے رہنے والے کی شہادت مانی جائے گی نہ کہ کسی اور شہر والے کی۔

خير القرون سے حدیث کے معنی کا تعین کرنا

بلکہ محدثین نے تو عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے معنی متعین کرنے کا ایک معیار قرار دیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث مختلف معنی رکھتی ہوں، تو دیکھا یہ جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے کس پر عمل کیا۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے فرمایا ہے:

فلما تضادت الآثار في ذلك، وجب ان ننظر الى ما عليه عمل المسلمين، الذي قد

جرت علیہ عاداتہم، فیعمل علی ذلک، ویكون ناسخاً لہا خالفہ۔
(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۵ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان، ج ۲ ص ۳۹، باب الغفل یموت، أصلی علیہ آم لا؟ تحت

حدیث ۲۸۲۹ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ:- جب آثار و روایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔

اسی طرح امام ابوداؤد صاحب السنن فرماتے ہیں: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَظَرْنَا إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ (ابوداؤد تحت رقم الحدیث ۷۲۰)۔

ترجمہ:- جب جناب رسول اللہ ﷺ سے دو مختلف خبریں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے کس پر عمل کیا ہے۔ (یعنی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہوگا، وہ سنت باقیہ ہوگی اور دوسری یا تو منسوخ ہوگی یا پھر مخصوص حالات کے تحت ہوگی)۔

حضرت امام ابوداؤد نے ابوداؤد شریف میں بہت ساری روایات جمع کر دی ہیں لیکن اس سے پہلے امام ابوداؤد نے ایک قاعدہ لکھ دیا ہے۔ ”اگر دو حدیثیں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ تعامل کس حدیث پر جا رہا ہے۔“ ہم بھی یہی فرق کرتے ہیں کہ جس حدیث پر تعامل نہیں ہے اس کو ہم صرف حدیث کہتے ہیں۔ جس حدیث پر تعامل جاری رہا ہو، اس کو ہم سنت کہتے ہیں۔

حضرت امام ابوداؤد پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی لائے ہیں۔ امام بخاریؒ حضرت مالکؒ کے طریق سے لائے تھے۔ امام ابوداؤد سفیانؒ کے طریق سے لائے ہیں۔ سفیان بن عیینہؒ مکہ مکرمہ کے محدث ہیں۔ اب اس پر عمل جاری رہا یا نہیں۔ خود ابوداؤد میں اس کا فیصلہ موجود ہے۔

حضرت میمون مکیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتداء نماز، رکوع کو جاتے ہوئے، سجدہ کو جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی افتاء کرو

(ابوداؤد رقم الحدیث ۷۳۹)۔

حضرت میمون مکیؒ مکہ میں ہی پیدا ہوئے۔ وہیں پلے، بڑے ہوئے۔ مکہ ایسا شہر ہے کہ

وہاں دنیا کے ہر ملک والے لوگ آکر نمازیں پڑھتے ہیں۔ حضرت میمون مکیؓ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ آپؐ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا مگر سوائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی کو رفعِ یدین کرتے نہ دیکھا۔ ”صَلَّى صَلَوةً لَمْ أَرْ أَحَدًا يُصَلِّيْهَا“۔ صَلَوةً کو نکرہ لائے ہیں کہ اوپری نماز پڑھی۔ ہم نے ایسی نماز پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ لَمْ أَرْ أَحَدًا يُصَلِّيْهَا یہ وضاحت ہے۔ ہم نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کسی ایک کو بھی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرت ابن زبیرؓ صحابی ہیں اور حضرت میمون مکیؓ طبقہ ثالثہ کے تابعی ہیں جن کی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی ہے۔ آپؐ نے بہت سے تابعین عظامؓ کو دیکھا مگر کسی ایک تابعی کو بھی رفعِ یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپؐ نے بہت سے تبع تابعینؓ کو دیکھا مگر کسی ایک تبع تابعیؓ کو بھی رفعِ یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپؐ نے پوری دنیائے اسلام سے آنے والے حاجیوں کو نمازیں پڑھتے دیکھا مگر کسی علاقے کے کسی ایک حاجی کو بھی رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ ہے پورے خیر القرون میں ترکِ رفعِ یدین پر عملی تواتر۔ لاکھوں میں ایک آدمی رفعِ یدین کرنے والا ملا۔ معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ترکِ رفعِ یدین عملاً متواتر تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمانا: ”اگر تم کو پسند ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو“۔ تو وہ اس کو سنت نہیں کہہ رہے بلکہ جواز کی بات کی ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خود بھی رفعِ یدین نہیں کرتے تھے، حالانکہ یہ مکہ میں ہی رہتے تھے۔ حضرت میمون مکیؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کسی کو رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ رفعِ یدین کیا کرو۔ اس طرح کی ایک مثال بخاری شریف (ج ۱ ص ۳۶) میں ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پیشاب کے بارے میں بہت شدت اختیار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اس کو کاٹنا پڑتا تھا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: ”کاش وہ اتنی شدت سے باز آجائیں۔“ (تو حضرت حذیفہؓ نے حدیث سنائی) کہ جناب رسول اللہ ﷺ قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر آئے تو کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ یہ حدیث سنانے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اب کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرو، کیونکہ یہ سنت ہے۔ اور نہ ہی حضرت حذیفہؓ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ترکِ رفعِ یدین متواتر معمول بہ تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بتایا کہ یہ بھی ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت امام ابوداؤد و سفیان بن عیینہ کے طریق سے لائے ہیں اور سفیان مکی ہیں۔ اب اس روایت پر عمل جاری رہا یا نہیں رہا۔ لیکن ابوداؤد کی اس روایت سے پتہ چل رہا ہے کہ نہ صرف مکہ میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں کوئی رفعِ یدین کرنے والا نہیں تھا۔ کیونکہ مکہ

مکرمہ میں ہر جگہ کے لوگ آتے تھے۔ حضرت میمونؓ مکیؓ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا۔ خود سفیان بھی وہیں کے رہنے والے ہیں۔ ان کے ہم عصر ہیں۔ یہ بھی میمونؓ مکیؓ کی تردید نہیں کر رہے۔

غیر مقلدین ابوداؤد شریف کی یہ روایت تو پیش کرتے ہیں لیکن جو ان کی وضاحت ہے کہ جب روایات متعارض ہوں تو تعامل کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کو بیان نہیں کرتے کہ انہوں نے مکہ کا ترکِ رفعِ یدین کا تعامل بیان کیا ہے۔

ابوداؤد شریف کی اگلی روایت میں ہے۔ حضرت نصر بن کثیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے پہلو میں مسجد خیف (منیٰ کے میدان) میں عبد اللہ بن طاؤس یمنی نے سجدہ کے بعد رفعِ یدین کی تو میں نے اس امر کو منکر سمجھا۔ حضرت وہیب بن خالدؓ نے اسے کہا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ جو میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ تو اس نے بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے حدیث سنادی (ابوداؤد رقم الحدیث ۷۴۰؛ نسائی رقم الحدیث ۱۱۴۷)۔ رفعِ یدین کی نماز مکہ میں اوپری نماز ہوا کرتی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم حدیث کا انکار نہیں کرتے، حدیث موجود ہے۔ انکار اس کا ہے کہ اس پر تعامل نہیں رہا (دیکھیے باب ۶، ترکِ رفعِ یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں)۔ خود حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی اولاد رفعِ یدین پر عامل نہیں رہی۔ حضرت محمد بن سکیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں ہر اونچ نیچ میں رفعِ یدین کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تم ہر جھکنے اور اٹھنے میں رفعِ یدین کر رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفعِ یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے“

(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۱۴۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

غیر مقلدین تواتر کا بہت شور مچایا کرتے ہیں کہ ہماری روایات متواتر ہیں۔ تواتر کی دو قسمیں ہیں: تواتر اسنادی اور تواتر عملی۔ تواتر اسنادی کی ایک حد متعین ہے۔ مثلاً ہر زمانہ میں تیس روایت کریں تو وہ روایت متواتر ہوتی ہے۔ یہ غیر مقلدین کا مغالطہ ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی حدیث سنداً متواتر ہے۔ لیکن جوتے اتار کر نماز پڑھنا عملاً متواتر ہے۔ دیکھیے! امام ابوداؤدؒ نے یہ مکہ کی روایت بیان کی ہے اور ساتھ یہ بھی نقل کر دیا کہ اس پر عملی تواتر نہیں تھا حتیٰ کہ تابعین رفعِ یدین کرنے والے کو جانتے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ یہ باتیں صحاح ستہ کی کتاب ابوداؤد شریف سے پیش کی ہیں۔ کسی فقہ کی کتاب سے پیش نہیں کیں۔

حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

وكان الثوري وو كيع وبعض الكوفيين لا يرفعون أيديهم وقد رووا في ذلك احاديث كثيرة. ولم يعنفوا على من رفع ولو لا أنها حق ما رووا ذلك الأحاديث. لأنه ليس لأحد أن يقول على رسول الله ﷺ ما لم يقل وما لم يفعل، (جزء رفع الیدین رقم ۷۵)۔

ترجمہ:- اور امام سفیان ثوری، امام وکیع اور بعض اہل کوفہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور انہوں نے ترکِ رفع یدین میں بہت ساری احادیث روایت کی ہیں۔ انہوں نے رفع یدین کرنے والوں کی سرزنش نہیں کی۔ اگر یہ (ترکِ رفع یدین) حق نہ ہوتا تو وہ (ثوری اور وکیع) ان احادیث کو نقل نہ کرتے۔ اس لیے کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو حضور ﷺ نے فرمائی نہ ہو۔

حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں: ”وقد رووا في ذلك احاديث كثيرة“۔ ”انہوں نے ترکِ رفع یدین میں بہت ساری احادیث روایت کی ہیں“۔ امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام محمدؒ فرماتے ہیں: ”وفي ذلك آثار كثيرة“۔ (موطا امام محمد ص ۱۳۳، طبع مکتبۃ البشری، کراچی)۔ ”اس میں بہت سارے آثار موجود ہیں“۔ امام بخاریؒ تو آثار کی بجائے احادیث کا لفظ لکھ رہے ہیں۔

پھر امام بخاریؒ آگے فرماتے ہیں: ”ولیس أسانیده أصح من رفع الأیدی“۔ (جزء رفع الیدین رقم ۷۵)۔ ”اور اس کی اسانید (ترکِ رفع یدین کی مرفوعاً و موقوفاً) رفع یدین کی اسانید سے زیادہ صحیح نہیں“۔ گویا سند میں دونوں کو برابر مان لیا۔ یہ بھی فرمایا کہ ترکِ رفع یدین کی احادیث کثیرہ ہیں۔ آج کل غیر مقلدین جو کہا کرتے ہیں کہ ایک بھی روایت ترکِ رفع یدین کی نہیں ہے۔ گویا وہ امام بخاریؒ جیسے محدث کو جھٹلا رہے ہیں جب کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ترکِ رفع یدین کی احادیث کثیرہ بھی ہیں اور حق اور سچ بھی ہیں اور ان کی سندیں رفع یدین کی سندوں جیسی ہیں۔ ان سے کم نہیں، نہ ان سے بڑھ کر ہیں۔ جب دونوں طرف احادیث صحیح ہیں تو اب اجتہاد کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”علیکم بسنتی“ تم میری سنت کو لازم پکڑو۔ اب سنت کیا ہے رفع یدین یا ترکِ رفع یدین۔ یہ فیصلہ اس حدیث میں موجود نہیں ہے۔

ایک قاعدہ

البتہ حضرت امام بخاریؒ ایک قاعدہ بخاری (ص ۹۶، ۴۱۵) میں بیان فرماتے ہیں۔ ”انما یؤخذ

بِالْآخِرِ فَاَلْآخِرِ مِنْ فَعَلِ النَّبِيِّ ﷺ“ (بخاری ص ۹۶) اور دوسری جگہ ہے۔ ”انما يؤخذ بالآخر من فعل رسول الله ﷺ“۔ (بخاری ص ۴۱۵)۔ ”جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو لیا جائے گا“۔
ان میں آخری عمل رفع یدین ہے یا ترکِ رفع یدین ہے۔ صحیح بخاری اس سے خاموش ہے۔
لیکن جزء رفع یدین میں حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسى قال: يا ابا عمرو ما تقول في رفع الایدی مع كل تكبيرة وهو قائم في الصلوة قال: ذلك الامر الاول. (جزء رفع الیدین رقم ۱۰۶)۔
ترجمہ:- حضرت فدیك بن سلیمان ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا:
”اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ ”یہ پہلے دور کی بات ہے“۔

اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو امرِ اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ یاد رہے کہ تکبیر تحریمہ تو شرط نماز ہے اور نماز سے خارج ہے۔ رکوع سے پہلے قیام میں رفع یدین کرنا، رکوع کے بعد قومہ میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا اور تیسری رکعت کے شروع میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، یہ سب نماز کے اندر حالتِ قیام کی رفع یدین نہیں ہے؟ امام بخاری نے امام اوزاعیؒ سے نقل فرمادیا: ”ذلك الامر الاول“۔ جب رفع یدین دورِ اول کی بات ثابت ہو گئی تو ترکِ رفع یدین کی احادیث یقیناً آخری دور سے متعلق ہیں۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بخاری، مسلم یا باقی صحاح ستہ میں جس قدر احادیث رفع یدین کی ہیں۔ وہ دورِ اول سے متعلق اور منسوخ ہیں۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ رفع یدین پر عمل جاری نہیں رہا بلکہ ترکِ رفع یدین پر عمل جاری رہا۔

اسی طرح مسلم شریف (ج ۱ ص ۱۸۱) کی روایت اور دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نماز میں صرف تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ سلام کے وقت بھی رفع یدین کیا جاتا تھا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے نکیر فرمائی اور امت اس پر متفق ہے کہ سلام کے وقت رفع یدین منسوخ ہو گیا ہے۔ اور مسلم شریف میں ہی ہے:

عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ: ”مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔

(صحیح مسلم: الأمر بالسكون في الصلاة رقم ۹۶۸؛ سنن نسائی رقم ۱۱۶۵؛ ابوداؤد رقم ۱۰۰۰؛ طحاوی رقم ۲۵۶۹؛ مسند احمد رقم ۲۰۴۵۶)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر

تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا بات ہے! میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔“

اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے: ”اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ جو کہ نماز میں سکون کو واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نماز میں رفع یدین سکون کے منافی ہے۔ مسلم شریف میں دو احادیث ہیں۔ ایک یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے لوگ سنتیں یا نفل پڑھ رہے تھے۔ ان میں رفع یدین کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے نماز میں رفع یدین کرنے پر ان کی سرزنش کی۔ عربی میں ”مَالِي“ کا لفظ ناراضگی کے لیے آتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ ”مَالِي لَا أُرَاهُ يَدُ“ (کیا بات ہے، مجھے ہدہ نظر نہیں آ رہا؟) حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہ پر ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ نماز کے اندر رفع یدین کرنے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: ”ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو۔“

اس حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب سلام پھیرا۔ سلام میں چونکہ ہر ایک اپنے دائیں اور بائیں والے کی نیت کرتا ہے۔ جس طرح نماز سے باہر سلام کہتے ہوئے آدمی ہاتھ بڑھاتا ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سلام پھیرتے ہوئے ہاتھ بڑھائے۔ اس کو ہاتھ پھیلاتا تو کہتے ہیں، ہاتھ اٹھانا نہیں کہتے۔ ہم دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں کہ جس طرح نماز کے سلام کے ساتھ ہاتھ پھیلاتا مکروہ ہے۔ اسی طرح نماز میں ہاتھ اٹھانا بھی مکروہ ہے۔

جناب رسول اللہ فرماتے ہیں: ”تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ“ (ترمذی) یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کا اندرون ہے۔ اس کو ”فِي الصَّلَاةِ“ کہتے ہیں۔ نماز کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔ اس رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو خلاف سکون بھی فرمایا۔ اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔ مسلم شریف کی

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ رفع یدین چھوڑ چکے تھے اور جناب رسول اللہ کے حاضر باش صحابہ کرام بھی چھوڑ چکے تھے۔ ہاں بعض صحابہ لاعلمی کی وجہ سے کر رہے تھے۔ آپ نے ان کو سختی سے ڈانٹ کر روک دیا۔ چنانچہ سب صحابہ رک گئے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں آیا ہے کہ جب دوبارہ تشریف لائے تو بلا استثناء سب صحابہ کو پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پایا اور جیسا کہ میمونؓ کی روایت سے پتہ چلا کہ صحابہ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ رفع یدین کے تارک تھے۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: ”میں نے نہ کسی صحابیؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا، نہ سنا“، بلکہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے تو اس حدیث کے موافق ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

شبہ:۔ اس کو تو سب مانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کچھ عرصہ رفع یدین کیا ہے۔ پھر اتنی بری تشبیہ کیوں دی ہے؟

جواب:۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے کچھ عرصہ اقواء (یہ بیٹھنے کا ایک طریقہ ہے) کیا۔ پھر بعد میں اس طرح بیٹھنے کو کتے سے تشبیہ دی ہے۔ غور فرمائیے جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک عمل اپنا ہو لیکن اس پر دوام نہ ہو کوئی اس پر دوام کرے تو اس کو سمجھانے کے لیے تو شیطان تک سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرے وہ اس طرح کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام کے لیے صرف دائیں طرف ہی مزنا ضروری ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ اکثر دائیں طرف مڑا کرتے تھے۔ اس قسم کے الفاظ احادیث میں ملتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

حضرت امام بخاریؒ حضرت معمرؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”وقد قال معمر: اهل العلم كان الاول فالاول أعلم، وهؤلاء الآخر، فالآخر عندهم أعلم“ (جزء رفع الیدین رقم ۴۶)۔ اور تحقیق حضرت معمرؒ (بن راشد) نے کہا: ”اہل علم تو پہلے والے لوگ تھے اور ان لوگوں کے نزدیک ہر بعد میں آنے والا بڑا عالم ہے“۔ یعنی اہل سنت پہلوں کو اہل علم (زیادہ علم والے) مانتے ہیں اور اہل بدعت پچھلوں کو۔ اس رفع یدین کے مسئلہ میں اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم عشرہ مبشرہ، اہل بدر، مہاجرین اور انصار کو بعد والوں سے اہل علم مانتے ہیں۔ اور قائلین رفع یدین بعد والوں کو اہل بدر مہاجرین و انصار سے اہل علم مانتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی کتابوں میں سے اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے مسئلہ رفع یدین کو دیکھنا چاہیے۔

حدیث کی مشہور و مستداول کتابوں کی ترتیب

حدیث کی مشہور و مستداول کتابیں اس ترتیب سے لکھی گئیں:

- (۱) مسند امام اعظمؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) (۲) مؤطا امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) (۳) کتاب الآثار ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ) (۴) کتاب الآثار امام محمدؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) (۵) مؤطا امام محمدؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) (۶) کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ امام محمدؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) (۷) مسند امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) (۸) مصنف عبد الرزاقؒ (المتوفی ۲۱۱ھ) (۹) مسند امام الحمیدیؒ (المتوفی ۲۱۹ھ)۔ یہ کتابیں خیر القرون میں لکھی گئیں کیونکہ خیر القرون کا دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ (۱۰) مسند امام ابو داؤد طیالسیؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) (۱۱) مصنف ابوبکر بن ابی شیبہؒ (المتوفی ۲۳۵ھ) (۱۲) مسند امام احمدؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) (۱۳) مسند دارمیؒ (المتوفی ۲۵۵ھ)۔ یہ کتابیں صحاح ستہ سے پہلے لکھی گئیں۔ (۱۴) صحیح بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) (۱۵) صحیح مسلمؒ (المتوفی ۲۶۱ھ) (۱۶) سنن ابن ماجہؒ (المتوفی ۲۶۳ھ) (۱۷) سنن ابو داؤدؒ (المتوفی ۲۷۵ھ) (۱۸) سنن ترمذیؒ (المتوفی ۲۷۹ھ) (۱۹) سنن نسائیؒ (المتوفی ۳۰۳ھ)۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ (۲۰) صحیح ابوعوانہؒ (المتوفی ۳۱۶ھ) (۲۱) شرح معانی الآثار طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) (۲۲) ابن حبانؒ (المتوفی ۳۵۴ھ) (۲۳) سنن دارقطنیؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) (۲۴) سنن بیہقیؒ (المتوفی ۳۵۸ھ)

اسلامی فقہ اور قیاس بھی ایک شرعی دلیل ہے

دو چیزوں میں ظاہری یا معنوی برابری کرنے کو قیاس کہتے ہیں۔ وہ یوں کہ ایک نیا مسئلہ یا اس کی کوئی صورت اور کیفیت پیدا ہو جائے، جس کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں ہے۔ البتہ اس کے مشابہ ایک اور مسئلہ مذکور ہے، تو اس نئے مسئلہ کو اس سابقہ مسئلہ پر قیاس کر کے اس پر وہی حکم لگائیں گے۔ حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ خیریت کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے اور مسلمانوں میں ایک جماعت تا قیامت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑائی اور جہاد کرے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی“ (مسلم ج ۲ ص ۱۴۴)

حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے

متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی اور کوئی مخالف اس کو ضرر نہ پہنچا سکے گا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) نہ آجائے“ (بخاری رقم ۷۱)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں صاف طور پر علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی سب علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے“ (فتح الباری شرح حدیث ۷۱)۔ اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم اور آشکارا ہوا کہ جو گروہ اور طائفہ تا قیامت حق پر قائم اور دائم رہے گا۔ وہ فقہت فی الدین کی دولتِ عظیمہ اور رضائے الہی کی نعمتِ جسیمہ سے وافر حصہ رکھتا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور اجتہاد کرتے ہوئے درست فیصلہ کرے تو اس کو دو ہر اجر ملے گا، اور اگر اس سے خطا سرزد ہو تو اس کو ایک ہی اجر ملے گا“

(متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم ۳۷۳۲)۔

حضرت معاذؓ بن جبلؓ کی مرفوع حدیث ہے: ”نبی کریم ﷺ معاذؓ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے لگے تو پوچھا کہ تو فیصلہ کیسے کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے پوچھا اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو پھر حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے پوچھا اگر سنت میں نہ ہو تو پھر فرمایا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ“ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ خوش ہیں“

(ابوداؤد رقم ۳۵۹۲؛ مشکوٰۃ رقم ۳۷۳۷؛ اس روایت کی سند عمدہ اور کھری ہے تفسیر ابن کثیر ۱/۴)۔

اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کے جواب پر (کہ میں قیاس اور رائے سے کام لوں گا) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا اور اظہارِ مسرت کیا۔

اس حدیث سے چند امور معلوم ہوئے:

۱۔ اسلامی احکام کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے۔

۲۔ اس کے بعد سنتِ نبویہ ہے۔

۳۔ جو مسئلہ کتاب و سنت میں منصوص اور صراحۃً موجود نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۴۔ کتاب و سنت کے منصوص احکام میں اجتہاد اور رائے زنی کا جواز نہیں ہے۔

۵۔ مجتہد کے لیے کتاب وسنت کا ماہر ہونا اور ان کے علوم واحکام پر حاوی ہونا ضروری ہے۔

معیاریت

کسی مسئلے کو جانچنے کے لیے سب سے پہلے قرآن کریم کی آیات کو دیکھنا چاہیے۔ پھر احادیث پر نظر فرمائیے۔ جو حدیث قرآن کریم کے مطابق ہو اس کو لے لیا جائے۔ جو حدیث بظاہر قرآن سے متعارض نظر آئے اس کا کوئی ایسا مفہوم تلاش کر لیجئے جو قرآن کے خلاف نہ ہو۔ پھر عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور اہل بدو رکود دیکھنا چاہیے۔ پھر تعامل خیر القرون یعنی تابعین اور تبع تابعین کو اپنانا چاہیے۔ اس کتاب میں مسئلہ رفع یدین کی تحقیق میں یہی معیار سامنے رکھا ہے۔



باب ۳

ترکِ رفعِ یدین قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید وہ ضابطہ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے۔ دلائل منصوصہ میں پہلا نمبر قرآن مجید کا ہے۔ ذیل میں اس مسئلہ رفعِ یدین کے متعلق چند آیات پیش خدمت ہیں۔

پہلی قرآنی دلیل

۱:- {وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} (طہ: ۱۴)۔

”اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔“

طریق استدلال

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نماز کا مقصد اللہ کا ذکر ہے نماز کے ہر عمل میں اللہ کی حمد و ثنا ہے ہر اونچ نیچ کے وقت اللہ کو یاد کیا جاتا ہے رکوع سے آگے، پیچھے اور تیسری رکعت کے شروع میں جو رفعِ یدین ہے وہ بغیر ذکر کے ہے۔ اس لئے اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔

اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں نماز میں تکبیروں کی تعداد اور ان کے اوقات بتائے جاتے ہیں۔ ایک تو ان روایات میں اس اختلافی رفعِ یدین کا ذکر نہیں۔ دوسرے اگر اس رفعِ یدین کیلئے الگ تکبیر مانی جائے۔ تو ان روایات میں بتائی ہوئی تعداد کم رہ جاتی ہے۔

ایک شخص سے اس موضوع پر بات ہوئی۔ جب اس آیت سے استدلال کیا تو کہنے لگا: ”ہم تکبیر کہتے ہوئے رفعِ یدین بھی کرتے ہیں اور رکوع بھی کرتے ہیں“۔ میں نے اُسے کہا: ”چل! کر کے دکھا“۔ پورے مجمع میں اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی مگر نہ کر سکا پھر جب وہ کوشش کرنے لگا تو اسے کہا سن اللہ کے نبی ﷺ تو فرماتے ہیں: واذا کبر و رکع فکبر و اوارکعوا (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)۔ ”جب امام اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تو تم اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو“۔ نبی ﷺ نے دو کاموں کے کرنے کا حکم دیا۔

پھر اس سے جلد استراحت کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کیونکہ اس کیلئے بھی شریعت مقدسہ میں کوئی ذکر ثابت نہیں ہے۔ لہذا اس سے بھی بچنا چاہئے۔ رہا قنوت و تر یا تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع یدین تو وہ اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں کیونکہ اس وقت ہم اللہ اکبر کہتے ہیں۔

دوسری قرآنی دلیل

وَأَقِمْوَا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (البقرة: ۴۳)
ترجمہ: اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کر نیوالوں کے ساتھ رکوع کرو۔

طریق استدلال

اس آیت میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ نماز باجماعت میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بالخصوص رکوع کا ذکر فرمایا۔ ”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“۔ اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جانے سے رکعت مل جاتی ہے جبکہ امام کے ساتھ سجدے میں شامل ہوں تو رکعت شمار نہیں ہوتی۔ امام کے ساتھ رکعت کو حاصل کرنے کیلئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا فتویٰ بھی یہ تھا اور اجماعی عمل بھی یہ تھا کہ جب امام رکوع میں ہوتا تو امام کے ساتھ رکوع میں ملنے کے لیے صرف تکبیر تحریمہ کہتے تھے اور رکوع کے لیے تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے تھے۔ جب رکوع کی تکبیر نہ کہی تو اس سے قبل محض رفع یدین تو بدرجہ اولیٰ نہ کرتے ہوں گے۔

قرآن پاک سے صحابہ کرام ؓ کے اس عمل کی تائید ملتی ہے کیونکہ امام اور مقتدی رکوع کی حالت میں راکعین ہوئے۔ بعد میں آنے والوں کو اس آیت کریمہ میں حکم ہے کہ ان کے ساتھ رکوع میں جا ملو۔ اس لیے فرمایا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، یہ نہ فرمایا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رفع یدین کرو اور نہ یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ سورت فاتحہ پڑھو۔

اس موضوع کی چند روایات

۱: أن زيد بن ثابت وابن عمر كانا يفتيان الرجل إذا انتهى إلى القوم وهم ركوع أن يكبر تكبيرةً وقد أدركت الركعة قالوا وإن وجدهم سجوداً سجد معهم ولم يعتد بذيهم (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۸۰ رقم ۱۳۳۳ دار الكتب العلمیہ)۔

ترجمہ: ”حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوع کر لے تو اس نے اس رکعت کو پایا، البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔“
۲۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

”عن ابن شہاب قال: کان ابن عمر وزید بن ثابت اذا اتیا الامام وهو را کع کبرا تکبیرۃ ویر کعان بہا (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۹۱)“

”حضرت ابن شہابؒ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ جب امام کے پاس اس وقت پہنچتے، جب امام رکوع میں ہوتا، تو ایک مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور اسی کے ساتھ رکوع کرتے“ امام بیہقیؒ اس موضوع پر حضرت ابن مسعودؓ اور عروہ بن زبیرؓ کی روایات بھی لائے ہیں۔

شمس الدین ابن قدامہؒ اور موفق الدین ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

جس نے امام کو رکوع میں پایا، اس کو ایک مرتبہ تکبیر کہنا کافی ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے۔ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ رکن ہے جو کسی حالت میں ساقط نہیں۔ اور یہاں تکبیر رکوع ساقط ہو جاتی ہے۔ اس پر امام احمدؒ نے ابوداؤد اور صالح کی روایت میں تصریح کی ہے۔ یہ زید بن ثابتؓ، سعید بن مسیبؓ، عطاء، حسن، ثوری، شافعی، مالک اور اصحاب الراۃ سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ اس پر دو تکبیریں ہوں گی۔ اور یہی قول حماد بن ابی سلیمان کا ہے۔ ہمارے شیخؒ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ دو تکبیریں کہے۔ لہذا یہ بھی جماعت کے قول کے موافق ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تام نہیں کرتے تھے۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں۔ لہذا یہ اجماع ہو گیا

(شرح مقنع ج ۲ ص ۹؛ المغنی ج ۱ ص ۵۴۴)۔

صحابہ کرامؓ جب امام کو رکوع میں پاتے تو صرف ایک مرتبہ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جاتے۔ دوسری مرتبہ تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے تھے۔ جب رکوع کے لیے تکبیر نہ کہتے جو اللہ کا ذکر ہے تو رکوع کے لیے رفع یدین یقیناً نہ کرتے ہوں گے۔ قرآن پاک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کی تائید ملتی ہے کیونکہ امام اور مقتدی رکوع کی حالت میں راکعین ہوئے۔ بعد میں آنے والوں کو حکم ہے کہ ان کے ساتھ رکوع میں جا ملو۔ اس لیے فرمایا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

، نہ کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رفع یدین کرو یا سورت فاتحہ پڑھو۔
(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ایضاح المرام فی ترک القراءة خلف الامام: باب سوم)

تیسری قرآنی دلیل

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ. (البقرة: ۲۳۸)
ترجمہ:- تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کا۔ اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔
علامہ وحید الزمان نے وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ کا ترجمہ یوں کیا ہے ”اور اللہ کے سامنے چپکے ادب سے کھڑے رہو“

طریق استدلال

- ۱ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ اس کے تحت لکھتے ہیں:
”اور ادب سے کھڑے رہو“ یعنی نماز میں کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو نماز کی حالت کے منافی ہو جیسے کھانا پینا اور کلام وغیرہ عربی زبان میں قنوت کے کئی معنی آتے ہیں مگر یہاں سکوت کے معنی میں ہے صحیحین میں زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں گفتگو کر لیتے تھے پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو کلام کرنا منسوخ ہو گیا اور ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا (ابن کثیر) (فوائد سلفیہ المعروف بہ اشرف الحواشی ص ۷۷)
اوپر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نماز کا مقصد اللہ کا ذکر ہے لہذا جو حرکت اللہ کے ذکر کے بغیر ہو وہ نماز کی حالت کے منافی ہوئی اس سے بھی ثابت ہوا کہ رکوع کے ساتھ رفع یدین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ کا ذکر نہیں ہوتا
- ۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور جناب نبی کریم ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: خرج علينا رسول الله ﷺ، فقال: ”مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس. اسكنوا في الصلاة“ (سنن بکری ج ۲ ص ۲۸۰ بحوالہ مسلم: باب الأمر بالسكون في الصلاة)۔
ترجمہ:- جناب رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا ہوا میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی ذمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔

یاد رہے کہ مسلم شریف میں رفع یدین سے منع کرنے کی ایک ہی جگہ دو حدیثیں ہیں حدیث نمبر ۴۳۰ اور حدیث نمبر ۴۳۱۔ حدیث نمبر ۴۳۰ میں نبی کریم ﷺ نے نماز کے درمیان میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث امام بیہقی سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰ میں لائے ہیں اور اس پر عنوان باندھا: باب الخشوع فی الصلوٰۃ جبکہ حدیث ۴۳۱ میں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کی دو روایتیں ہیں ان کو امام بیہقی ج ۲ ص ۱۸۰، ۱۸۱ میں لائے ہیں۔ ایک پر عنوان یوں رکھا: باب من ینوی بالسلام التحلیل۔ دوسری پر عنوان یوں ہے: باب کراہیۃ الایماء بالید عند التسلیم من الصلوٰۃ۔ الغرض امام بیہقیؒ اس روایت کو باب الخشوع میں لائے ہیں اور خشوع تو نماز میں شروع سے آخر تک ہونا چاہیے۔ معلوم ہوا یہ روایت صرف سلام کے بارے میں نہیں ہے اور ہمارا استدلال اسی روایت سے ہے۔ غیر مقلدین بات کو الجھانے کیلئے حدیث نمبر ۴۳۱ پیش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے یاد رکھیں ہمارا استدلال اس روایت سے ہے جس کو امام بیہقیؒ باب الخشوع میں لائے ہیں۔

اس صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق نماز کے درمیان بغیر ذکر والا رفع یدین ترک کر کے سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔

ان دونوں آیتوں کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے: یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران) ”اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر“۔ اس میں حضرت مریم کو ایک قنوت کا حکم ہے جیسا کہ دوسری دلیل میں گزرا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم ہے جیسا کہ تیسری دلیل میں گزرا ہے اور یہ احکامات امم سابقہ کے ہیں لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی شریعت میں بھی رکوع میں ہی معیت ضروری تھی۔

چوتھی قرآنی دلیل

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (سورۃ المؤمنون: ۲، ۱)

ترجمہ: ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں باب الخشوع فی الصلوٰۃ کو اس آیت کریمہ سے شروع کیا پھر سکون

اختیار کرنے کی مرفوع اور موقوف روایات کو لکھ کر بتا دیا کہ یہ آیت نماز کے دوران رفع یدین نہ کرنے والوں کی تائید کرتی ہے یا درہے کہ امام بیہقی نے اس باب میں کوئی ایک روایت بھی رفع یدین کرنے کی درج نہ کی اور چونکہ اس باب کو رفع یدین کے باب کے کہیں بعد لکھا ہے (کیونکہ رفع یدین کرنے کی روایات سنن کبریٰ ج ۲ ص ۷۶ سے پہلے پہلے ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کی روایات سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰ پر ہیں)۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ امام بیہقی ”کے نزدیک رائج درمیان نماز میں رفع یدین نہ کرنا ہی ہے سنن کبریٰ کی روایات آگے آرہی ہیں۔ پہلے کچھ اور حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن مسعود، قال: قاروا الصلوة، يقول: اسكنوا اطمئنوا۔
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰، رقم ۲۸۱، وقال الحیثمی رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ رجال الصحیح: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۴۲)
ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں نماز میں سکون سکون اختیار کرو۔

عن عطاء، قال: کان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اذا صلّی کأنه کعب۔
(وقال الحیثمی رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰، رقم ۲۸۱۸)۔
ترجمہ:- حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسے ہوتے جیسے لکڑی ہو۔

عن أبي عبدة أن ابن مسعود، کان اذا قام الى الصلوة خفض فيها صوته ويده وبصره۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰، رقم ۲۸۱۵، وقال الحیثمی و أبو عبدة لم يسمع من أبيه: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۸۹۸۱)
ترجمہ:- حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنی آواز، اپنے ہاتھوں، اور اپنی نگاہوں کو جھکا دیتے تھے۔

عن الأعمش، قال: کان عبد اللہ اذا صلّی کأنه ثوب ملقى۔
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰، رقم ۲۸۱۶، وقال الحیثمی رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ رجال موثقون والأعمش لم يدرک ابن مسعود: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۴۲)
ترجمہ:- حضرت اعمشؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسے ہوتے جیسے کپڑا ڈال دیا گیا ہو۔

۵:- حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ”خشوع نماز میں مطلوب ہے۔ اس سے مراد وہ سکون ہے جس کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ”اسكنوا فی الصلاة“۔ نماز میں سکون اختیار کرو (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۸، ۳۱۹)۔

۶:- حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: خشوع کا کبھی تو دل کے فعل سے تعلق ہوتا ہے جیسے خشیت۔ اور کبھی بدن کے فعل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے سکون۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بارے میں دونوں کا اعتبار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۲ طبع دار السلام، ریاض)

۷:- حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ”خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے“ (بیان القرآن تفسیر سورۃ مؤمنون آیت ۲)۔

سنن بیہقی: باب الخشوع فی الصلوۃ والاقبال علیہا

امام المحدثین ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ (المتوفی ۵۸۸ھ) نے اپنی عظیم کتاب السنن الکبریٰ (جلد دوم ص ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱ طبع ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان) میں خشوع کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے جس میں اس رفع یدین کا بھی رد کیا ہے۔ ذیل میں اس باب کو ترجمہ کے ساتھ لائیں گے مگر اختصار کے پیش نظر سند کا ذکر نہ کریں گے حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

باب الخشوع فی الصلوۃ والاقبال علیہا (نماز میں خشوع اور نماز میں دھیان رکھنے کا بیان)

قال البیہقی: قال اللہ جل ثناؤہ:

قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تحقیق کامیاب ہوئے وہ ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔

۱:- عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ سئل عن قول اللہ عزوجل: الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون قال: الخشوع فی القلب وان تلین کتفک للہرء المسلم وان لا تلتفت فی صلوٰتک۔

ترجمہ:- حضرت علیؓ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون۔ آپؓ نے فرمایا خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ تو اپنا کندھا مسلمان کیلئے نرم رکھے اور نماز کے علاوہ اور کسی طرف دھیان نہ کرے۔

۲:- عن عقبہ بن عامر قال کانت علینا رعاۃ الاہل فحانت نوبتی فروحتہا بعشی فادرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائماً یحدث الناس فادرکت من قوله: ما من مسلم یتوضأ

فیحسن الوضوء ثم يقوم فیصلی رکعتین یقبل علیہما بقلبه ووجهه الا وجهه الا وجہہ۔
 فقلت ما اجود هذه ، فاذا قائل بین یدی یقول : التي قبلها اجود ، فنظرت فاذا عمر بن
 الخطاب رضی اللہ عنہ قال انی قدر أیتک جئت أنفا قال : ما منکم من احد یتوضأ ثم یقول
 اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله الا فتحت له ابواب الجنة الثمانية
 یدخل من ایها شاء رواه مسلم فی الصحيح۔

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: ہمارے ذمہ اونٹوں کی خبر گیری تھی۔ جب
 میری باری آئی میں شام کے وقت چرا کر واپس آیا تو نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ
 کھڑے لوگوں میں بیان کر رہے تھے۔ تو مجھے آپ سے یہ حدیث ملی: ما من مسلم
 یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یقوم فیصلی رکعتین یقبل علیہما بقلبه ووجهه الا وجہہ
 له الجنة۔ ترجمہ: جو مسلمان بھی وضوء کرے تو اچھی طرح وضوء کرے۔ پھر کھڑا ہو کر دو
 رکعت ادا کرے اپنے دل اور چہرے کے ساتھ ان پر متوجہ رہے۔ تو اس کے لئے جنت
 واجب ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا یہ کتنی اچھی بات ہے اس پر ایک آدمی جو میرے سامنے تھا
 کہنے لگا جو اس سے پہلی حدیث تھی وہ اس سے بھی زیادہ اچھی تھی میں نے دیکھا تو وہ عمر
 بن خطابؓ تھے۔ کہنے لگے میں نے دیکھا کہ تو ابھی آیا تھا آپ نے فرمایا تھا: ”ما منکم
 من احد یتوضأ ثم یقول اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله
 الا فتحت له ابواب الجنة الثمانية یدخل من ایها شاء“۔ تم میں سے جو کوئی بھی وضوء
 کرے پھر یہ کہے اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله اس کیلئے جنت کے آٹھوں
 دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا۔

۴: عن عثمان بن عفان عن رسول الله ﷺ حین توضأ : من توضأ نحو وضوئى هذا ثم
 قام فرکع رکعتین لا یحدث فیہما نفسہ الا غفر له ما تقدم من ذنبه۔

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں: جناب نبی کریم ﷺ نے جب وضوء کیا تو فرمایا من
 توضأ نحو وضوئى هذا ثم قام فرکع رکعتین لا یحدث فیہما نفسہ غفر له ما تقدم من
 ذنبه۔ جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعت ایسی ادا کرے
 جن میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے تو اس سے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵: عن جابر بن سمرہ قال رآنا رسول الله ﷺ ونحن رافعی یدینا فی الصلوة فقال

اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ہم نماز میں سکون اختیار کرو۔

۵:- دوسری روایت میں ہے۔ قال دخل علينا رسول الله ﷺ ونحن رافعي ايدينا في الصلوة فقال

مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة۔ رواه مسلم في الصحيح۔

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: دخل علينا رسول الله ﷺ

ونحن رافعي ايدينا في الصلوة فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها اذناب خيل شمس

اسكنوا في الصلوة۔ نبی کرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز میں

رفع یدین کر رہے تھے فرمایا کیا ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم رفع یدین کر رہے ہو گویا

کہ وہ شرارتی گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو روایت کیا اس کو امام مسلم نے

۶:- عن مجاهد قال كان ابن الزبير رضى الله عنه اذا قام في الصلوة كأنه عود وحدث

ان ابا بكر كان كذلك قال ويقال ذاك الخشوع في الصلوة۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسے

ہوتے جیسے لکڑی ہو۔ اور بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ایسے ہوتے

تھے اور فرمایا کہ اسے خشوع فی الصلوٰۃ کہا جاتا ہے

۷:- عن عبد الله بن مسعود انه قال قاروا في الصلوة يعني اسكنوا فيها۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”نماز میں سکون اختیار کرو۔“

۸:- عن مسروق قال قال عبد الله بن مسعود قاروا في الصلوة۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

۹:- عن مجاهد الذين هم في صلواتهم خاشعون قال السكون فيها۔

ترجمہ:- حضرت مجاہد نے اللہ کے بندوں کی صلوات میں خاشعون کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ

خشوع کا مطلب ہے نماز میں سکون اختیار کرنا۔

۱۰:- عن الحسن قال الذين هم في صلواتهم خاشعون قال خائفون۔

ترجمہ:- حضرت حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ خاشعون کا معنی ہے ڈرنے والے۔

۱۱:- عن قتادة في قوله الذين هم في صلواتهم خاشعون قال الخشوع في القلب والباد البصر في الصلوة.

ترجمہ:- حضرت قتادہ سے اس آیت کی بابت مروی ہے دل میں عاجزی کا ہونا اور نماز میں نگاہ کو سجدے کی جگہ رکھنا۔

۱۲:- عن عبد الله بن عتبة ان عمار بن ياسر دخل المسجد فصرى صلوة فاحفها فقلت يا ابا اليقظان انك خفت فقال هل رأيتني انتقصت من حدودها شيئا اني بأدرك بها سهوة الشيطان اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الرجل ليصلي الصلوة ماله منها الا عشرها تسعها ثمنها سبعها سدسها خمسها ربعها ثلثها نصفها.

۱۳:- دوسری روایت میں ہے: ان عمار بن ياسر صلى ركعتين فقال له عبد الرحمن بن الحارث يا ابا اليقظان اراك قد خفعتها. الحديث

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہلکی نماز ادا کی میں نے عرض کیا آپ نے ہلکی نماز ادا کی فرمایا کیا تو نے دیکھا کہ میں نے اس کی حدود میں سے کسی چیز میں کمی کی ہو؟ میں نے اس لئے جلدی کی کہ شیطان مجھے بھول میں نہ ڈال دے میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے آدمی نماز پڑھتا ہے نہیں ہوتا اس کے لئے نماز سے مگر دسواں حصہ یا نوواں حصہ یا ساتواں حصہ یا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ یا چوتھا حصہ یا تہائی یا آدھا۔

۱۴:- عن ابي اليسر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال منكم من يصلي الصلوة كاملة ومنكم من يصلي النصف والثلث والرابع والخمس حتى بلغ العشر.

ترجمہ:- حضرت ابوالیسر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ تم میں سے پوری نماز پڑھتے ہیں اور کچھ آدھی یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ یہاں تک کہ کچھ صرف دسواں حصہ پڑھتے ہیں۔

۱۵:- عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال ان العبد ليصلي فما يكتب له الا عشر صلواته والتسع والثلثون والسبع حتى يكتب له صلواته تامة.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”بندہ نماز ادا کرتا ہے تو اس کیلئے نماز کا صرف دسواں یا نوواں یا آٹھواں یا ساتواں حصہ لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے لئے پوری نماز بھی لکھ دی جاتی ہے۔“

۱۶:- عن سمرة بن جندب قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يستر فز الرجل في صلواته.

ترجمہ:- حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی اپنی نماز میں بے سکونی اختیار کرے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا الحمد للہ اس موضوع پر ہمارے پاس کتنی آیات ہیں جن کو مرفوع و موقوف احادیث کی تائید حاصل ہے جن سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نماز کی روح اور خشوع کے خلاف ہے۔



ترک رفع یدین احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں

دلائل منصوصہ میں قرآن پاک کے بعد دوسرا درجہ اور مقام جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ہے۔ سنت سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کے معمولات ہیں۔ حدیث سے مراد نبی کریم ﷺ کا قول، عمل اور تقریر ہے۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی کام کرتا ہوا دیکھیں اور آپ ﷺ خاموش رہیں۔ آپ ﷺ کا خاموش رہنا اس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اس باب میں ترک رفع یدین کے مسئلے کو جناب رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال سے مبرہن کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”یہاں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ترک رفع یدین کا مسلک عدی ہے۔ اس لحاظ سے وہ روایات بھی ان کی دلیل ہیں جو صفتِ صلوٰۃ کو بیان کرتی ہیں، لیکن رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں سے ساکت ہیں۔ اس لیے کہ اگر رفع یدین ہوا ہوتا تو صفتِ صلوٰۃ کو بیان کرتے وقت احادیث ان کے ذکر سے ساکت نہ ہوتیں“
(نیل الفرقدین مع ماشیہ بسط النیدین ص ۷ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

منفرد کے لیے نماز سکھانے والی قولی احادیث حسب حضرت ابوہریرہؓ

حدیث مسی الصلوٰۃ کی اہمیت

یہ حدیث مسی الصلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے۔ مسی الصلوٰۃ کا معنی ہے ”نماز کو خراب کرنے والا“ جس صحابی کو آپؐ نے یہاں تعلیم دی ان کو نماز اچھی طرح پڑھنی نہیں آتی تھی اس لئے اس حدیث کا یہ نام پڑ گیا۔ اس صحابی کا نام حضرت خلد بن رافعؓ ہے چونکہ نماز کے مسائل کے بارے میں یہ مفصل قولی حدیث ہے اس لئے سب ائمہ نے اس سے نماز کے مسائل پر استدلال کیا

ہے۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں: یہ بات طے شدہ ہے کہ نماز کے واجبات کی معرفت کے لیے حدیث مسی الصلوٰۃ مرجع کی حیثیت رکھتی ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۷۹)۔

حدیث نمبر ۱۰۵۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: "أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّي وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي تَاجِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: "ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". فَرَجَعَ فَصَلَّى ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَالَ: "وَعَلَيْكَ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: فَأَعْلَمَنِي، فَقَالَ: "إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْبِغِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعَهُ ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمَهُ ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا."

(بخاری رقم الحدیث ۷۶۶۷، ۷۶۶۸، ۷۶۶۹؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷؛ ابوداؤد رقم الحدیث ۸۵۶؛ ترمذی رقم

الحدیث ۳۰۳؛ نسائی رقم الحدیث ۱۰۵۳؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۹۳۵۲)۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ”جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایک جانب تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی، اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ”پھر جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی“۔ وہ واپس گیا اور اس نے پھر سے نماز پڑھی۔ اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پھر فرمایا کہ: ”تم جا کے نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی“۔ اُس آدمی نے تیسری دفعہ عرض کیا: حضرت (ﷺ) مجھے بتا دیجئے اور سکھا دیجئے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں؟ (جیسی مجھے پڑھنی آتی ہے وہ تو میں کئی دفعہ پڑھ چکا)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو، تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ کی طرف اپنا رخ کرو، پھر تکبیر تحریمہ کہہ کے نماز شروع کرو، اس کے بعد (جب قراءت کا موقع آجائے تو) جو قرآن تمہیں یاد ہو اور تمہیں پڑھنا آسان ہو وہ پڑھو۔ پھر قراءت کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ، پھر رکوع سے اٹھو، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ، پھر

اٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر اپنی پوری نماز میں یہی کرو“ (یعنی ہر رکعت میں قراءت، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اور تمام اعمال اچھی طرح اطمینان و سکون سے اور ٹھہر ٹھہر کے ادا کرو)۔“

تشریح:-

اس میں آپ ﷺ نے حضرت خلد بن رافعؓ کو باقی چیزوں کی تعلیم دی ہے لیکن رفع یدین کی تعلیم نہیں دی۔ حالانکہ مقام تعلیم تھا۔ اگر رفع یدین کی کوئی خاص اہمیت ہوتی تو آپ ﷺ ضرور اس کو تعلیم دیتے۔ امام نوویؒ امام احمد بن حنبلؒ کے خلاف دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تسبیحات رکوع و سجود مستحب ہیں نہ کہ واجب جبکہ امام احمدؒ ان کو واجب کہتے ہیں: امام نوویؒ کہتے ہیں کہ جمہور اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ استحباب پر محمول ہیں۔ جمہور حدیث مسیء الصلوٰۃ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث مسیء الصلوٰۃ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان تسبیحات کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر یہ واجب ہوتیں تو آپ ﷺ ضرور اس کا حکم دیتے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۹۱)۔ اس سے پتہ چلا کہ جن امور کا ذکر حدیث مسیء الصلوٰۃ میں نہیں، وہ واجب نہیں۔

ابن دینارؒ لکھتے ہیں: فقہاء کرام رحمہ اللہ اس سے بارہا استدلال کرتے ہیں۔ جن امور کا اس حدیث مسیء الصلوٰۃ میں ذکر ہے وہ واجب ہیں اور جن کا ذکر نہیں وہ واجب نہیں (احکام الاحکام ج ۱ ص ۷۳)۔

امیر میمانیؒ لکھتے ہیں: یہ استدلال کہ جن امور کا اس حدیث مسیء الصلوٰۃ میں ذکر نہیں ہے۔ وہ واجب نہیں ہیں۔ درست ہے کیونکہ یہ موقع نماز کے واجبات کی تعلیم کا تھا اگر اس مقام پر واجبات کا ذکر چھوڑا جائے تو ضرورت کے وقت بیان کرنے میں تاخیر لازم ہوتی ہے حالانکہ یہ بالاجماع جائز نہیں ہے (سبل السلام ج ۱ ص ۲۳۸)۔

حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: ”ایک آدمی نماز شروع کرتا ہے اور رفع یدین نہیں کرتا تو کیا وہ نماز کا اعادہ کرے؟“ آپؒ نے فرمایا: اعادہ نہ کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اعرابی (مسیء الصلوٰۃ: نماز خراب کرنے والے) کو رفع یدین کی تعلیم نہیں دی (اگر رفع یدین واجب ہوتا تو آپ ﷺ ضرور تعلیم دیتے کیونکہ آپ ﷺ مقام تعلیم میں تھے) (بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۰ لابن القیم طبع مصر)

اس حدیث میں تمام اعمال کا ذکر نہیں ہے مگر جن کا ذکر ہے یقیناً انہی میں سے کسی ایک کا یا

ایک سے زائد میں کوتاہی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مسی الصلوٰۃ (نماز کو خراب کرنے والے) کو بار بار نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اگر ان کے علاوہ بھی نماز کا کوئی عمل ایسا ہوتا جس میں کوتاہی کرنے سے نماز کا لوٹنا ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس موقع پر اس کی بھی تعلیم ضرور دیتے۔ اس سے پتہ چلا کہ رفع یدین ایسا عمل نہیں ہے جس کے چھوڑنے سے نماز صحیح نہ ہو اور اس کا پڑھنا ضروری ہو۔ اسی لیے علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت رفاعہؓ کی وہ صحیح حدیث ہے جو اس آدمی کے بارے میں ہے جس کو آپ ﷺ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا: ”جا۔ دوبارہ نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی“۔ آپ ﷺ نے اس کو رفع یدین کا حکم نہ فرمایا اور نہ ہی پہلی تکبیر کے سوا کسی تکبیر کا حکم فرمایا (الاستدکار ج ۱ ص ۱۰۹)۔

حضرت مولانا محمد امین اودکاڑویؒ فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں آپ ﷺ نے اکیلے نمازی کو نماز کا طریقہ سکھایا۔ عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین اپنی نماز کے جو امتیازی ارکان بتلاتے ہیں اور ہر روز جن مسائل پر لڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ بھی اس (حدیث مسی الصلوٰۃ) میں نہیں آیا: نہ سینے پر ہاتھ باندھنا، نہ رکعت فاتحہ، نہ ہی آمین اور نہ رفع یدین۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جن مسائل کو مسلمانوں میں فرقہ بندی کا ذریعہ بنا رہے ہیں اور جن مسائل پر ان کے نزدیک جہاد کفار سے بھی زیادہ اہم جہاد ہے، وہ مسائل اتنے اہم نہیں۔ ان چاروں کو چھوڑ دینے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ یہ بے جا غلو عمل بالحدیث نہیں بلکہ واضح طور پر انکار حدیث ہے۔“

(جوزء القراءۃ ترجمہ و تشریح از حضرت مولانا امین اودکاڑویؒ ص ۱۱۴)

حدیث احمدیہ حضرت رفامہ بن رافعؓ

عن علی بن یحییٰ بن خلاد عن عمہ أن رجلاً دخل المسجد فذكر نحوه قال فيه: فقال النبي ﷺ: "أَنَّهُ لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتَّى يَتَوَضَّأَ فَيَضَعُ الْوُضُوءَ". يَعْنِي مَوَاضِعَهُ. ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ بِمَا شَاءَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَلَمًا. ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ. ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ

مَفَاصِلُهُ. ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ. فَاذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ

(ابوداؤد رقم ۸۵۷، ۸۶۱ واللفظ: ترمذی رقم ۳۰۲؛ نسائی رقم ۱۱۳۶، ۱۰۵۳؛ ابن ماجہ رقم ۴۶۰)

حضرت علی بن یحییٰ بن خلاؤد نے اپنے چچا (حضرت رفاعہ بن رافعؓ) سے روایت کی کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ پھر گزشتہ حدیث (ابوداؤد رقم ۸۵۶) کی طرح ذکر کیا۔ اس میں کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگوں میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ وہ وضو کرے اور تمام اعضاء وضو کو پاک کرے۔ پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور اس کی ثناء کرے اور قرآن میں سے جو چاہے پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر اطمینان پکڑ لیں۔ پھر سمیع اللہ لمن حمدہ کہے۔ حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔ پھر اللہ اکبر کہے۔ پھر سجدہ کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ مطمئن ہو جائیں۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اپنا سراٹھائے حتیٰ کہ سیدھا بیٹھ جائے۔ پھر اللہ اکبر کہے کہہ کر سجدہ کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ مطمئن ہو جائیں۔ پھر اپنا سراٹھا کر اللہ اکبر کہے۔ پس جب اس نے یہ کیا تو اس کی نماز تمام ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۰۰۔

عن رفاعہ بن رافع، بهذه القصة قال: "اذا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ وَمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَقْرَأَ، وَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَأْسَكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَامْلُؤْ ظَهْرَكَ"، وَقَالَ: "إِذَا سَجَدْتَ فَمُتَّكِئٌ لِسُجُودِكَ، فَاذَا رَفَعْتَ فَأَقْعُدْ عَلَى فُخْذِكَ الْيُسْرَى".

(ابوداؤد رقم ۸۵۹؛ صحیح ابوداؤد ۶۵۷، ۸۵۹)۔

ترجمہ:- حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے اسی قصہ کی روایت ہوئی ہے۔ جس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: "جب تو کھڑا ہو، اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو تو تکبیر کہے۔ پھر اتم القرآن (سورت فاتحہ) کو پڑھ اور جو اللہ چاہے اس کی قراءت کر۔ اور جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی پشت کو پھیلا دے۔ اور فرمایا: "جب تو سجدہ کرے تو اپنے اعضاء کو اچھی طرح ٹکا دے اور جب تو بیٹھے تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ"۔

حدیث نمبر ۴:-

عن رفاعہ بن رافع أن النبي ﷺ كان جالساً في المسجد فدخل رجلٌ فصلّى، ورسول الله ﷺ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: "إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ، إِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاحْمَدِ اللَّهَ، وَكَبِّرْ وَهَلِّلْ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَأْسَكَ، ثُمَّ قُمْ

حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئَنَ سَاجِدًا ثُمَّ اجْلِسْ حَتَّى تَطْمِئَنَ جَالِسًا، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَمَا انْقَصَتْ مِنْ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا تَنْقُصُ مِنْ صَلَاتِكَ.

(صحیح: طحاوی رقم ۳۵۸۱۳، اللؤلؤ: منذ احمد رقم ۱۸۵۱۶، ۱۸۵۱۸)

حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی مسجد میں آیا تو اس نے نماز پڑھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس (اعرابی) کو (نماز کی تعلیم دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ”جب تو اپنی نماز کے لیے کھڑا ہو، (تو قبلہ کی طرف رخ کر کے) تکبیر (تحریمہ) کہہ، پھر قرآن پڑھ اگر تیرے پاس قرآن ہے۔ اور اگر تجھے قرآن یاد نہیں ہے۔ تو پھر الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ لے۔ پھر تو رکوع کر یہاں تک کہ رکوع میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ پھر اٹھو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو کر بیٹھ جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ پھر اٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ۔ جب تو نے ایسا کر لیا تو یقیناً تو نے اپنی نماز کو پورا کر لیا۔ اور جو تو نے اس میں کمی کی تو یقیناً تو نے اپنی نماز میں کمی کر لی۔ (یعنی ہر رکعت میں قراءت، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اور تمام اعمال اچھی طرح اطمینان و سکون سے اور ٹھہر ٹھہر کے ادا کرو)۔

حدیث نمبر ۵:-

عن علي بن يحيى بن خلاد عن أبيه عن عمه رفاع بن رافع: أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَعَلَيْكَ. اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» وَذَكَرَ ذَلِكَ أَمَّا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا أُدْرِي. مَا عَبْتُ عَلَى فِي صَلَاتِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَنْهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدٍ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحُ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيُمَجِّدُهُ وَيَقْرَأُ بِمَا شَاءَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا أَدِنَ اللَّهُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَضَعُ كَفَّيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ حَتَّى تَطْمِئَنَ مَفَاصِلُهُ وَيَسْتَوِيَ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَيَسْتَوِيَ قَائِمًا حَتَّى يَأْخُذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخُذَةً ثُمَّ يَقِيمُ صَلَاتَهُ. ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْجُدُ فَيَمْكِنُ جَنْبَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ حَتَّى تَطْمِئَنَ مَفَاصِلُهُ، وَيَسْتَوِيَ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ

رَأْسُهُ وَيَسْتَوِي قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدَتِهِ وَيُقِيمُ صَلَاتَهُ. فوصف الصلاة هكذا حتى فرغ ثم قال: "لَا تَتِمَّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ". (مستدرک حاکم رقم ۹۱۱)

ترجمہ:- حضرت علی بن یحییٰ بن خالد نے اپنے باپ سے اور وہ اپنے چچا (حضرت رفاعہ بن رافعؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی۔ پھر جب اس نے اپنی نماز مکمل کر لی، تو (پاس آکر) حضور ﷺ اور قوم کو سلام کہا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم پر بھی سلام ہو۔ تم جا کے نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔" (اس شخص نے دو یا تین مرتبہ ایسا کیا اور) حضور ﷺ نے اس کو دو یا تین مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔ اس شخص نے عرض کیا: میں اس سے بہتر (نماز پڑھنا) نہیں جانتا۔ آپ ﷺ نے میری نماز کا کوئی نقص بھی نہیں بتایا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ وہ کامل وضو کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے، اپنے سر کا مسح کرے اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئے۔ پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی بزرگی بیان کرے اور قرآن میں سے جو اللہ اس کو توفیق دے، پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر اطمینان پکڑ لیں اور (کمر اور سر کو) برابر کر لے۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔ اور سیدھا برابر کھڑا ہو جائے، یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجائے۔ پھر اپنی پشت کو بالکل سیدھا کر لے۔ پھر اللہ اکبر کہے۔ پھر سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب اطمینان سے رکھ دے یہاں تک کہ اس کے جوڑ مطمئن ہو جائیں اور (بر) عضواً اپنی جگہ پر) برابر ہو جائے۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اپنا سر اٹھائے یہاں تک کہ سیدھا اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ اور اپنی کمر کو بالکل سیدھا کر لے۔ پھر اسی طرح آپ ﷺ نے نماز کی صفت بیان کی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس بیان سے فارغ ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ (بیان کردہ تمام احکام پر پورا) عمل نہ کر لے۔"

قال الشيخ انور الكشميري: ثم ان لفظ الحديث عن رفاعه في "الكنز" ص ۴۰۳ حتى يرجع كل عضو منك اداى الى موضعه. وحتى يأخذ كل عظم مأخذة. مبني على الترك عند الرفع. فليس موضع اليد الا عدم الرفع. لكن لم أجد بهذا اللفظ عند كل من عزاله. انما هو في المستدرک ۲۲۲. ومعناه متكرر في حديث المسني وحديث ابن عمر في ۴۱.

لہذا یہ تمام قولی احادیث (۹-۲) ترکِ رفعِ یدین پر صریح ہیں۔ اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی یہ تقریر ان سب پر منطبق ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حدیث نمبر ۶ :-

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نماز کے احکام کے متعلق سوال کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اپنے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کر“۔ یعنی کامل وضو کرنا۔ اور آپ ﷺ نے اس سے یہ فرمایا: ”جب تو رکوع کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو یہاں

تک کہ رکوع میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ اور جب تو سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب جمادے یہاں تک کہ تو زمین کے حجم کو پالے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حدیث نمبر ۷:۔ عبد الرزاق عن ابن مجاهد عن أبيه عن ابن عمر: أن رسول الله ﷺ قال لرجل: "إذا قمت إلى الصلوة فركعت، فضع يديك على ركبتيك، وافرج بين أصابعك، ثم ارفع رأسك حتى يرجع كل عضو إلى مفصله، وإذا سجدت فأمكن جبينك من الأرض ولا تنقر".

(مسند عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۵۱ رقم ۲۸۵۹ طبع کراچی؛ مسند عبد الرزاق ج ۲ ص ۹۸ رقم ۲۸۶۲ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا: ”جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو۔ پس (جب) تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر۔ پھر اپنے سر کو رکوع سے اٹھالے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے جوڑ پر لوٹ جائے۔ اور جب تو سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب جمادے اور (مرغ جیسی) ٹھونگ نہ مار (یعنی جلد بازی سے کام نہ لے)۔

حدیث نمبر ۸:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے۔

قال: "فإذا ركعت، فضع راحتيك على ركبتيك، ثم فرج بين أصابعك، ثم امكف حتى يأخذ كل عضو مأخذاً". (صحیح ابن حبان ص ۵۸۶ باب ذکر من بعض الجوداء رکوع، رقم الحدیث ۱۸۸۷) ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پس جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر۔ اتنی دیر ٹھہرا رہ کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آجائے۔

حدیث نمبر ۹:- یا أبا ثقیف! سل عن حاجتك، وإن شئت أن أخبرك عما جئت تسأل عنه؛ قال: ذاك أعجب إليّ، قال: فانك تسألني عن صلواتك وعن ركوعك وعن سجودك وعن صيامك. فصل أول الليل وآخره ونم وسطه. فإذا قمت إلى الصلوة فركعت، فضع يديك على ركبتيك، وافرغ بين أصابعك، ثم ارفع رأسك حتى يرجع كل عضو إلى مفصله، وإذا سجدت فمكن جبهتك من الأرض ولا تنقر. وضيم الليالي

البیض: ثلاث عشرة، وأربع عشرة، وخمس عشرة. (لب من ابن عمر بن الخطاب ر.م. ۱۹۶۳) ترجمہ:- جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ثقیف کے بھائی! اپنی حاجت کے بارے پوچھ لے۔ اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا دوں کہ تو کس چیز کے بارے میں سوال کرنے آیا ہے؟ وہ (صحابیؓ) کہنے لگے: میں اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو اپنی نماز، رکوع، سجدے اور روزوں کے متعلق سوال کرنے آیا ہے۔ پھر تورات کے پہلے اور آخری حصہ میں نماز پڑھا کر۔ اور رات کے درمیانی حصہ میں سو جایا کر۔ پھر جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو۔ پس جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر۔ پھر اپنے سر کو رکوع سے اٹھالے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے جوڑ پر لوٹ جائے۔ اور جب تو سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب جمادے اور (مرغ جیسی) ٹھونگ نہ مار۔ اور ایام بیض کے روزے رکھ یعنی ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھا کر۔

حدیث نمبر ۱۰: عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: إِذَا اسْتَلَمْتَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْفَعْ يَدَيْهِ وَلْيَسْتَقْبِلْ بِبَاطِنِهَا الْقِبْلَةَ. فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَامَهُ.

(المعجم الأوسط للطبرانی ج ۶ ص ۹ رقم الحدیث ۷۸۰۱: سنن بکری بتقی ج ۲ ص ۷۷ باب کیفیہ رفع الیدین: مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰ باب رفع

الیدین فی الصلوۃ رقم الحدیث ۲۵۸۹: مس من ابن عمر بن الخطاب ر.م. ۱۹۶۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اسے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے) اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ (کی رحمت) اس کے سامنے ہے۔

غور فرمائیے! اس حدیث میں حضور ﷺ نے بس رفع یدین کا حکم نماز شروع کرتے وقت ہی کا کیا ہے کہ جب تم نماز شروع کرو تو تمہیں رفع یدین کرنا چاہیے۔ اگر رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ہوتا تو حضور ﷺ اس کا بھی حکم فرماتے کیونکہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مسئلہ رفع یدین ہی تو بیان فرمایا ہے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت ہی کرنا چاہیے۔ پھر نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”من فائدة رفع الیدین ووقته“ اس حدیث میں رفع یدین کا فائدہ اور وقت بیان کیا گیا ہے (نیل الفرقدین ص ۱۰)۔

حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ

حدیث نمبر ۱۱:- عن أبي سعيد الخدري..... فقال رسول الله ﷺ: "إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَعَدِلُوا صُفُوفَكُمْ وَأَقِيمُوهَا، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي، فَإِذَا قَالَ الْإِمَامُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقُولُوا: اللَّهُ أَكْبَرُ. وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ". الحديث

(مجمع الزوائد رقم ۲۸۰۳، کو قال البیہقی: قلت: زوی ابن ماجہ طر فامنه۔ رواد البرادوفیہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل وفیہ لایم، ورواہ احمد ایضاً بتمامہ و ابو

یعلی باختصار: کشف الاستار رقم ۵۳۱)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ (ایک لمبی حدیث میں) فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنی صفوں کو اعتدال کے ساتھ سیدھا کرو اور درمیانی خلا کو پورا کرو۔ اس لیے کہ میں اپنی پچھلی جانب بھی دیکھتا ہوں۔ پھر جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ اور جب وہ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ کہے۔ تو تم اللہم! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔ الحدیث اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں رکوع میں جاتے وقت تکبیر اور اٹھتے وقت تسمیع و تحمید کا تذکر کیا ہے مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۱۲:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "يَا بُنَيَّ! إِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ وَارْفَعْ يَدَيْكَ عَنْ جَنْبَيْكَ (المعجم الأوسط للطبرانی ج ۳ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۵۹۹۱: المعجم الصغير للطبرانی ج ۲ ص ۳۲)۔

ترجمہ:- ”اے میرے پیارے بیٹے! جب تم رکوع میں جاؤ تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ لو، اور انگلیاں کشادہ رکھو اور اپنے بازوؤں کو پہلو سے جدا رکھو“۔

حدیث نمبر ۱۳:- حدثنا الحسين بن احمد بن منصور سجادة حدثنا بشر بن الوليد القاضي، حدثنا كثير بن عبد الله ابو هاشم قال: سمعتُ انس بن مالك يقول قال لي النبي ﷺ: "يَا بُنَيَّ! إِذَا تَقَدَّمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَارْفَعْ يَدَيْكَ وَكَبِّرْ، وَاقْرَأْ مَا بَدَا لَكَ، فَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ وَسَمِّحْ، فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَأَلِّمْ صَلْبَكَ حَتَّى يَقَعَ كُلُّ عَضْوٍ مَكَانَهُ، وَإِذَا سَجَدْتَ فَأَمْكِنْ جِهَتَكَ

من الارض، وسَبَّحْ، وَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَأَقِم رَأْسَكَ، فَاِذَا قَعَدْتَ فَضَعْ عَقْبِيكَ تَحْتَ
الْيَتِيكَ، وَاَقِم صُلْبَكَ، فَاِنَّهَا مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ اتَّبَعَ سُنَّتِي فَاِنَّهُ مِنِّي، وَمَنْ هُوَ مِنِّي فَهُوَ مَعِيَ
فِي الْجَنَّةِ» (المسل في معناه، اربال ابن مدي ج ۶ ص ۲۰۸۶)۔

ترجمہ: حضرت کثیر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ
فرماتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے میرے پیارے
بیٹے! جب تو نماز کے لیے بڑھے، تو تُو قبلہ رو ہو جا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا اور تکبیر تحریمہ
کہہ، قراءت کر جہاں سے کرنا چاہے۔ پھر جب تو رکوع میں جائے تو اپنی دونوں
ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ، اپنی انگلیاں کھلی رکھ اور (رکوع کی) تسبیح پڑھ۔ پھر جب رکوع سے
سراٹھائے تو اپنی کمر سیدھی کر لے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پہنچ جائے۔ پھر جب تو سجدہ
میں جائے، تو اپنی پیشانی زمین پر رکھ اور (سجدہ کی) تسبیح پڑھ۔ پھر جب تو سراٹھائے، تو
اپنا سر سیدھا کر لے۔ پھر جب تو قعدہ کرے، تو اپنی ایڑیوں کو سرین کے نیچے کر لے اور کمر
کو سیدھا کر لے۔ یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کی پیروی کی، وہ مجھ سے ہے
اور جو مجھ سے ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“

فَضَّعْ كَفِيكَ عَلَى رِكْبَتَيْكَ مِثْلَ "ف" تَعْقِيبِ بَلَا مَهْلَةٍ كَيْ لِيَةِ آتَا هِيَ۔ معلوم ہوا کہ
رکوع کی طرف جاتے ہوئے ہاتھ کسی اور طرف نہیں جائیں گے۔ پہلی رفع یدین کے ساتھ سنت کا
لفظ ہم نے حدیث پاک سے دکھا دیا۔ اب غیر مقلدین بھی رکوع کی رفع یدین کے لیے سنت کا لفظ
وہ حدیث سے دکھادیں۔

شبہ:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ایک راوی کثیر بن عبد اللہ ضعیف ہے۔
جواب:۔ ہمارا استدلال صرف اسی ایک روایت سے تو نہیں ہے جس کو ضعیف کہنے سے ساری امت
کی نمازیں خلاف سنت قرار پائیں۔ اصل دلائل تو ہمارے قرآن پاک کی آیات اور بخاری مسلم وغیرہ
کی صحیح احادیث ہیں۔ ایسی روایات پر جرح کرنے سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں اور ہمارا کچھ نقصان نہیں۔
علاوہ ازیں حکیم صادق سیالکوٹی نے کتاب صلوٰۃ الرسول (ص ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷،
۳۳۸) میں جو ابوداؤد کے حوالہ سے عید کا طریقہ لکھا ہے۔ اس میں یہی کثیر بن عبد اللہ راوی ہے۔ تم
لوگ ہر سال اپنی نماز عید اسی راوی کے روایت کردہ طریقہ کے مطابق پڑھتے ہو۔ اگر ہم اس راوی
کی حدیث بیان کریں تو کہہ دیتے ہو ضعیف ہے۔ یہ دو ہر اپنا نہ کیوں اپناتے ہو؟

حدیث حضرت حکیم بن عمیر ثمالیؓ

حدیث نمبر ۱۴:- اذا قمتہ الی الصلاۃ فارفعوا یدیکم ولا تخالف آذانکم ثم قولوا: "اللہ اکبر۔ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا إِلٰهَ غَیْرُکَ" وان لم تزدوا علی التکبیر أجزأتکم۔ (الباوردی، طب عن حکیم بن عمیر الثمالی کنز العمال رقم ۱۹۶۳۵)

ترجمہ:- حضرت حکیم بن عمیر ثمالیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو کر دو تورفع یدین کرو، کانوں سے مختلف نہ کرو۔ پھر اللہ اکبر کہو۔ اور "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا إِلٰهَ غَیْرُکَ" پڑھو۔ اور اگر تکبیر سے زائد نہ کہو تو یہ بھی تمہارے لیے کافی ہے۔

تو اس حدیث شریف میں بھی صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کا حکم فرمایا ہے۔

حدیث حضرت وائل بن حجرؓ

حدیث نمبر ۱۵:- عن وائل بن حجرٍ، قال: جئتُ النبی ﷺ... فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَا وَائِلُ بْنُ حَجْرٍ! إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ، وَالْمِرْأَةَ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ كَتِفَيْهَا" (المجم الكبير للطبرانی ج ۹ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۱۷۴۹۷: مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۲ رقم ۲۵۹۴: کنز العمال رقم ۱۹۶۳۶: جامع الامادیث لیبوطی ج ۲۳ ص ۴۳۹ رقم الحدیث ۲۶۳۷۷)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے وائل بن حجر! جب تُو نماز ادا کرے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے برابر کرے۔"

حضرت وائل بن حجرؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کا حکم فرمایا ہے۔

ان قولی احادیث سے معلوم ہوا کہ رفع یدین صرف نماز کی ابتداء میں کرنا چاہیے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ سات جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پندرہ (۱۵) احادیث میں حضور ﷺ نے اسی کا ہی ارشاد فرمایا ہے۔ تو رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین بالکل نہیں کرنا چاہیے۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ اس کا بھی ذکر فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان مقدس سے جب بھی رفع یدین کا ذکر فرمایا ہے تو ابتداء

نماز کی رفع یدین کا ذکر فرمایا ہے۔ پوری حیات طیبہ میں کسی ایک موقع پر بھی ایک بار بھی رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کا ذکر اپنی زبان مبارک سے نہیں فرمایا۔

غیر مقلدین سے رفع یدین کے متعلق قولی حدیث کا مطالبہ

اسی لیے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: ”آپ حیران ہوں گے یہ مسئلہ (رفع یدین) جناب رسول اللہ ﷺ کے پورے تیس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین نہ کرو۔

اگر کوئی غیر مقلد ہمت اور جرأت کر کے صرف ایک اور صرف ایک ہی قولی حدیث پیش کر دے جس میں ان کا مدعی بطور نص موجود ہو یعنی

۱۔ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم ہو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع ہو۔

۲۔ رکوع کے شروع اور آخر میں رفع یدین کا حکم ہو اور سجدہ کے شروع اور آخر میں رفع یدین سے منع فرمایا ہو۔

اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین کی قولی حدیث سے سنت ثابت نہ کر سکے اور قیامت تک نہ کر سکے گا تو کم از کم جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے زیر بحث رفع یدین کا اتنا ہی ثواب ثابت کر دے جتنا اشراق کی نماز، تحیۃ الوضو اور مسواک کا ثواب ہے۔“

(تحقیق مسئلہ رفع یدین، تجلیات صفحہ ۲ ص ۳۶۲، ۳۶۵)

نماز باجماعت کا طریقہ سکھانے والی قولی حدیث

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

حدیث نمبر ۱۶:-

عن حِطَّانِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ صَلَاةً. فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: مَا قَرَّبْتَ الصَّلَاةَ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ؛ قَالَ: فَلَمَّا قَضَى أَبُو مُوسَى الصَّلَاةَ وَسَلَّمَا انْصَرَفَ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ الْقَائِلُ كَلِمَةً كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَأَرَمَ

الْقَوْمُ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ الْقَائِلُ كَلِمَةً كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَأَرَمَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ يَاحِطَّانُ قُلْتُمَا؟ قَالَ: مَا قُلْتُمَا، وَلَقَدْ رَهَبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِي بِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَكَا قُلْتُمَا، وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَمَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي صَلَاتِكُمْ؟ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَوَاتَنَا، فَقَالَ: "إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقْبِسُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ لِيُؤَمِّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَالَ: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ، فَقُولُوا: آمِينَ، يُجِبْكُمْ اللَّهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ". فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "فَتِلْكَ بَتِلْكَ".

وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّ ﷺ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَزْفَعُ قَبْلَكُمْ"، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "فَتِلْكَ بَتِلْكَ". (صحيح مسلم رقم ۹۰۲).

حضرت حطان بن عبد اللہ رقاشی فرماتے ہیں: "میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب ہم لوگ قعدہ میں بیٹھے تھے۔ تو پیچھے سے کسی آدمی نے کہا: نماز نیکی اور زکوٰۃ کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے نماز ختم کرنے کے بعد پوچھا: "یہ بات تم میں سے کس نے کہی ہے؟" سب لوگ خاموش رہے۔ تو آپؓ نے پھر کہا: (تم لوگ سن رہے ہو؟ بتاؤ کہ) تم میں سے یہ بات کس نے کہی؟ جب سب لوگ چپ رہے، تو آپؓ نے مجھ سے کہا: اے حطان! شاید تم نے یہ کلمے کہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ میں نے نہیں کہے۔ مجھے تو خوف تھا کہ کہیں آپ خفا نہ ہو جائیں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا: یہ کلمات میں نے کہے ہیں اور اس میں میری نیت صرف بھلائی اور نیکی کی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: "تم لوگ نہیں جانتے کہ تم کو اپنی نماز میں کیا پڑھنا چاہیے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے

اٹھتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد رکوع کیا اتنی دیر بعد سر اٹھانا تا کہ جتنی دیر امام رکوع میں رہے تم بھی اتنی دیر رکوع میں رہو)۔ جب امام سمع اللہ لمن حمد کہے، تو تم ”اھم ربنا لک الحمد“ کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کرے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ اس لئے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد تم نے سجدہ کیا، اتنی دیر بعد سر اٹھاؤ تا کہ جتنی دیر امام سجدے میں رہے تم بھی اتنی دیر سجدے میں رہو)۔“

اس نماز باجماعت کے طریقہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے نماز کے طریقہ کی تعلیم دی۔ آپؓ نے تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپ ﷺ نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا، مگر رفع یدین کی تعلیم بالکل نہ فرمائی۔

اوپر والی صحیح احادیث میں آپ ﷺ نے منفرد کی نماز کا طریقہ سکھایا اور اس قولی صحیح حدیث میں آپ ﷺ نے نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا۔ اس میں آپ ﷺ نے رفع یدین کا حکم نہیں دیا۔ پھر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت قابل غور ہے فرمایا: واذا کبر و رکع فکبر و اوارکعوا: ترجمہ ”اور جب امام اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تو تم اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو“ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو کاموں کا حکم دیا تکبیر کا اور رکوع کا۔ اور یہ لوگ ساتھ رفع یدین کا بھی حکم دیتے ہیں۔ پھر عجیب بات یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دو کام نہیں ہو سکتے کہ انسان اس دوران رفع یدین بھی کرے اور رکوع کو بھی جائے۔ اگر اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرے، تو رکوع کو جانا بغیر ذکر کے رہے گا اور اگر رکوع کرتے ہوئے تکبیر کہے، تو رفع یدین بغیر ذکر کے رہے گا۔

ہمیں ذخیرہ احادیث سے کوئی قولی حدیث دکھائیں جس میں رفع یدین کا بھی حکم ہو ورنہ جو مسلمان اس حدیث پاک کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ ان کی نمازوں کو باطل یا خلاف سنت کہہ کر دوسرے گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔ ایک گناہ اس حدیث کی مخالفت کا اور دوسرا اس حدیث پر عمل کرنے والوں کو برا کہنے کا۔

نماز باجماعت کا طریقہ سکھانے والی فعلی احادیث

حدیث حضرت ابو مالک اشعریؓ

حدیث نمبر ۱:۔ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے درج ذیل حدیث میں نماز کی کیفیت کا تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن غنم فرماتے ہیں:

ان أبا مالک الأشعري جمع قومه، فقال: "يامعشر الأشعريين! اجتمعوا واجمعوا نساءكم وابناءكم أَعْلَبُكُمْ صلاة النبي ﷺ، صَلَّى لَنَا بِالْمَدِينَةِ". فاجتمعوا وجمعوا نساءهم وابناءهم، فتوضأ وأراهم كيف يتوضأ، فأحصى الوضوء إلى أماكنه، حتى لها أن فاء الفئ، وانكسر الظل، قام فأذن، فصَفَّ الرجال في ادنى الصف، وصف الولدان خلفهم، وصف النساء خلف الولدان. ثم أقام الصلاة، فتقدم فرفع يديه، فكبر، فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة يُسْرُ هُنا، ثم كبر فركع فقال: سبحان الله وبحمده ثلاث مرار، ثم قال: سَمِعَ الله لِمَنْ حَمَدَهُ. واستوى قائماً، ثم كَبَّرَ وخَرَّ ساجداً، ثم كبر فرفع رأسه، ثم كبر فسجد، ثم كبر فأنهَضَ قائماً، فكان تكبيرة في أول ركعة ست تكبيرات، وكَبَّرَ حين قام إلى الركعة الثانية، فلَمَّا قَضَى صلاته أقبل إلى قومه بوجهه، فقال: "احفظوا تكبيري، وتَعَلَّمُوا ركوعي وسجودي، فَإِنَّهَا صلاة رسول الله ﷺ التي كان يصلي لنا كذا الساعة من النهار" الحديث (مسند احمد رقم الحديث ۲۲۳۹۹)۔

وفي رواية عنده: فصلی الظهر فقرأ بفاتحة الكتاب وكبر اثنتين وعشرين تكبيرة۔ (مسند احمد رقم الحديث ۲۲۳۸۶) وفي رواية عنده ايضاً: عن رسول الله ﷺ "انه كان يسوي بين الاربع ركعات في القراءة والقيام، ويجعل الركعة الاولى هي اطولهن لكي يثوب الناس، ويكبر كلما سجد وكلما ركع، ويكبر كلما نهض بين الركعتين اذا كان جالساً۔ (مسند احمد رقم الحديث ۲۲۳۰۲) رواها كلها احمد وروى الطبراني بعضها في الكبير، وفي طرقها كلها: شهر بن حوشب، وفيه كلام وهو ثقة ان شاء الله۔ (مجمع الزوائد رقم الحديث ۲۴۸۸، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: "اے

اشعری قوم کے لوگو! تم سب لوگ خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تا کہ میں تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آنحضرت ﷺ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ پھر سب لوگ اپنی عورتوں اور بچوں سمیت جمع ہو گئے۔ تو حضرت ابومالک اشعریؓ نے وضو کر کے ان کو وضو کا طریقہ سمجھایا۔ تو آپؐ نے کامل طریقے سے تمام اعضاء وضو کو دھویا۔ پھر جب (زوال کے بعد) سایہ ڈھل گیا۔ آپؐ نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ پس مردوں نے امام کے قریب تر پہلی صف بنائی، پھر ان کے پیچھے بچوں نے، پھر بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔ پھر ایک شخص نے اقامت کہی۔ پس آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے ہو گئے۔ پھر تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا۔ پھر سورت فاتحہ اور دوسری سورت (دونوں) کو خاموشی سے پڑھا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا، رکوع میں تین مرتبہ آپؐ نے ”سبحان اللہ و بحمدہ“ پڑھا۔ پھر آپؐ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہتے ہوتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپؐ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں۔ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی۔ پھر جب آپؐ نے نماز پوری کر لی، تو آپ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپؐ ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔“

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو سورت فاتحہ پڑھی اور بائیس تکبیریں کہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نماز کی چاروں رکعات کو قراءت اور قیام میں برابر کرتے تھے۔ پہلی رکعت کو سب سے لمبی کرتے تھے تاکہ صحابہ کرامؓ اس رکعت کو حاصل کر سکیں۔ اور آپ ﷺ تکبیر کہتے جب بھی سجدہ کو جاتے، اور جب بھی رکوع کرتے، اور جب دو رکعتوں کے لیے بیٹھے ہوتے تو دو رکعتوں سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے۔“

اس حدیث میں نماز کے افعال کا تذکرہ ہے مگر رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ تو فرمایا: ”میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو“، مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابومالک اشعریؓ نے اپنی قوم کے مردوں اور عورتوں کو وہ نماز پڑھائی جو مدینہ والی نماز ہے۔ حضرت ابومالک اشعریؓ نے نماز شروع کی، تکبیر کہی، رفعِ یدین کیا۔ پھر سورت فاتحہ پڑھی۔ پھر ساتھ کوئی سورت ملائی۔ پھر رکوع کیا، رکوع کی تسبیحات پڑھیں۔ پھر رکوع سے سراٹھایا۔ ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہا۔ پھر سجدہ میں چلے گئے۔ غور فرمائیں! صحابی رسول حضرت ابومالک اشعریؓ نے نماز کی تعلیم دی مگر رفعِ یدین صرف پہلی تکبیر میں کیا۔ رکوع کا ذکر ہے۔ رکوع سے اٹھنے کا ذکر ہے مگر رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سراٹھاتے وقت رفعِ یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اگر حضور ﷺ کی نماز میں رفعِ یدین ہوتا تو حضرت ابومالک اشعریؓ ضرور رفعِ یدین کرتے۔ مگر آپؐ نے صرف تکبیر تحریمہ والی رفعِ یدین کی ہے، پھر نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ والی نماز میں رکوع کے وقت رفعِ یدین نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے خاص طور پر یہ فرمایا کہ میرے رکوع اور سجود کو یاد کر لو۔ آپؐ کے رکوع و سجود میں رفعِ یدین نہیں تھا۔

نماز میں ہر اونچ نیچ کے ساتھ چونکہ اللہ کا ذکر ہے۔ الحمد للہ! جس ترتیب سے ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیروں کی تعداد اتنی ہی بنتی ہے جتنی اس حدیث میں بتائی گئی ہے۔ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے وقت رفعِ یدین کریں ان کے ساتھ اللہ اکبر کہیں تو اس حدیث کے خلاف ہے اور اگر نہ کہیں تو قرآن کریم سورہ طہ کی آیت کے خلاف ہے نیز ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:-

حدثنا ابن فضیل، عن داؤد بن أبی ہند، عن شہر بن حوشب، عن عبد الرحمن بن غنم، عن أبی مالک الأشعری أنه قال لقومه: قوموا حتّیْ أصَلِّ بکم صلاة النبی ﷺ، قال: فصَفَّنَا خلفه، فکَبَّرْ ثم قرأ، ثم کبر، ثم رکع، ثم رفع رأسه فکبر، فصنع ذلك فی صلاته کلّھا (معنی: ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۰۵)۔

ترجمہ:- حضرت عبد الرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کو (جمع کر کے) فرمایا: ”تم لوگ کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاؤں“۔ حضرت عبد الرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ کے پیچھے صفیں بنائیں۔ تو آپؐ نے تکبیر (تحریمہ) کہی۔ پھر قراءت کی۔ پھر تکبیر کہی، پھر رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سراٹھایا۔ پھر تکبیر کہی (تو آپؐ سجدہ میں چلے گئے)۔ پھر ساری

اس حدیث میں حضرت ابو مالک اشعریؓ نے تکبیراتِ نماز تو ادا کی ہیں مگر رفعِ یدین بالکل نہیں کیا۔ رفعِ یدین کے بغیر والی نماز کو صلوٰۃ النبی ﷺ فرمایا ہے۔

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

حدیث نمبر ۱۹:-

عن الأسود قال: قال أبو موسى قال: "لقد دُكِّرنا على أبي طالب رضي الله عنه صلوٰۃ كُنا نصلِّيها مع رسول الله ﷺ، إمّا نسيناها إمّا تركناها عمداً، يكبر كلنا ركع وكلنا رفع وكلنا سجد." (مسند احمد رقم ۱۹۰۰۰)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ جب بھی رکوع کرتے، جب بھی سر اٹھاتے اور جب بھی سجدہ کرتے تو وہ تکبیر کہتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے تکبیرات کا تو ذکر کیا مگر رفعِ یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۰:-

عن أبي موسى الأشعري قال: "لقد صُلِّي بنا على أبي طالب رضي الله عنه صلوٰۃ ذكرنا بها صلوٰۃ كُنا نصلِّيها مع رسول الله ﷺ، فإمّا أن تكون نسيناها وإمّا أن نكون تركناها عمداً، يكبر في كل رفع ووضع وقيام وقعود." (مسند احمد رقم ۱۹۲۲۳)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے نماز پڑھائی۔ جس سے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ ہر اونچ نیچ، قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے تکبیر کا تو ذکر کیا مگر رفعِ یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۱:-

عن أبي موسى قال: "لقد أَدُّ كَرَّرنا على أبي طالب رضي الله عنه صلوٰۃ كُنا نصلِّيها مع رسول الله ﷺ، ما نسيناها، أو ما تركناها، قال: يكبر إذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع (مجمع الزوائد رقم ۵، وقال الهيثمي ورواه البزار، ورجاله ثقات، كشف الاستار رقم ۵۲)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے وہ نماز یاد دلادی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمدً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ تکبیر کہتے جب بھی رکوع کرتے، اور وہ تکبیر کہتے جب بھی رکوع سے سر اٹھاتے۔

حدیث حضرت عمران بن حصینؓ

حدیث نمبر ۲۲:-

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ: ذَكَّرَنَا هَذَا الرَّجُلُ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَذَكَّرَنَا أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا خَفَضَ (بخاری رقم ۷۸۳)۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی، تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروادی جو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۳:-

عن مطرف بن عبد الله قال: صليت خلف علي بن أبي طالب أنا و عمران بن حصين رضي الله عنه، فكان اذا سجد كبروا اذا رفع رأسه كبروا اذا نهض من الركعتين كبروا. فلما قضى الصلوة اخذ بيدي عمران بن حصين رضي الله عنه فقال: قد ذكرني هذا صلوة محمد ﷺ، اوقال لقد صلى بنا صلوة محمد ﷺ. (بخاری رقم ۷۸۶، مسلم رقم ۸۷۲، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸، ۴۲۹)۔

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی۔ جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ”انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ نے جو حضرت علیؓ کی نماز کو حضور ﷺ

کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس میں تکبیرات کا تو ذکر ہے مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرنے والی احادیث

حدیث حضرت علیؑ

حدیث نمبر ۲۴:- حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا پڑھتے:

”وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. اِن صَلَاتِي وَنَسْكَ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. لَا شَرِيكَ لَهُ. وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ. اَللّٰهُمَّ! اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ. اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ. ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاعْفُ رُفِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيعًا. اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. وَاَهْدِنِيْ لْاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ. لَا يَهْدِيْ لْاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ. وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا. لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ. لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ! وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ. وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ. اَنَا بِكَ وَابَيْكَ. تَبَارَكَتُ وَتَعَالَيْتَ. اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوبُ اِلَيْكَ“.

یعنی میں نے اپنا رخ ہر طرف سے یک سو ہو کر اس اللہ کی طرف کر دیا۔ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس کے تعلق میں کسی اور کو شریک کرتے ہیں۔ میری عبادت اور میرا ہر دینی عمل اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداری کرنے والوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو ہی باشاہ اور مالک ہے۔ تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔ تو میرا مالک و رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے آپ کو تباہ کیا ہے۔ مجھے اپنی خطاؤں کا اقرار ہے۔ پس اے میرے مالک! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔ اور برے اخلاق میری طرف سے ہٹا دے اور دور کر دے۔ ایسا کرنے والا بھی تیرے سوا کوئی نہیں۔

تیرے حضور میں اور تیری خدمت و نصرت کے لیے حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ مولا! ہر قسم کی خیر اور بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اور برائی کا تیری طرف گزر نہیں۔ مجھے تیرا ہی سہارا ہے اور تیری ہی طرف میرا رخ ہے۔ تو برکت والا اور رفعت والا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت اور بخشش کا سائل ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ (یہ دعا تو آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت شروع کرنے سے پہلے پڑھتے)۔ پھر جب (قراءت سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو کہتے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ رُكْعَتٌ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَلَكَ اَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِي، وَبَصَرِي، وَفُحِّي، وَعَظْمِي، وَعَصْبِي۔ یعنی اے اللہ! میں تیرے حضور میں جھکا ہوا ہوں اور تجھ پر ایمان لایا ہوں اور میں نے اپنے کو تیرے سپرد کر دیا ہے۔ میرے کان اور میری آنکھیں اور میرا مغز و استخوان اور میرے رگ پٹھے سب تیرے حضور میں جھکے ہوئے ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ رکوع سے سراٹھاتے تو (سیدھے کھڑے ہو کر) اللہ کے حضور میں عرض کرتے: ”اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مَلْءُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا، وَمَلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔“ یعنی اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے۔ ایسی وسیع اور بے انتہاء حمد جس سے آسمان و زمین کی ساری وسعتیں بھر جائیں اور ان کے درمیان کا سارا خلا پر ہو جائے۔ اور جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے تو (اللہ کے حضور میں زمین پر اپنی پیشانی رکھ کے) عرض کرتے: اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجْدَةٌ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَلَكَ اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّقَ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔“ یعنی اے اللہ! میں تیرے لیے اور تیرے حضور میں سجدہ کر رہا ہوں اور میں تجھ پر ایمان لایا ہوں اور میں نے اپنے کو تیرے حوالے کر دیا ہے۔ میرا چہرہ اپنے اس خالق کے سامنے سجدہ کر رہا ہے جس نے اس کی تخلیق کی اور اس کی یہ صورت بنائی اور اس کے کان اور اس کی آنکھیں بنائیں۔ مبارک ہے ہمارا بہترین خالق۔ پھر تشهد یعنی التحیات اور سلام کے درمیان (سب سے آخر میں) آپ ﷺ یہ دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اَنْتَ الْبَاقِيَّةُ وَأَنْتَ الْبَاقِيَّةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔“ یعنی اے اللہ! جو خطائیں میں نے پہلے کیں یا پیچھے کیں اور چھپا کر کیں یا علانیہ کیں اور جو بھی میں نے زیادتی کی اور جس کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے اس سب کو معاف فرما دے اور مجھے بخش دے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے ڈال دینے والا ہے۔ یعنی تو جسے چاہے آگے

بڑھائے اور جسے چاہے پیچھے ہٹائے۔ تیرے سوا کوئی معبود مالک نہیں۔

(مسلم رقم ۱۸۱۱، ج ۱ ص ۲۶۳؛ مشکوٰۃ رقم الحدیث ۸۱۳)

اس حدیث میں حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی تفصیل اور رکوع و سجود اور قومہ وغیرہ کی دعاؤں کو تو تفصیل سے بتایا مگر رفع یدین کا کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ترمذی کی حدیث (ج ۲ ص ۱۷۹) میں ذکر اور افعال نماز میں مطابقت بیان کی گئی ہے۔ پس قیام کے وقت ”وَجْهَتْ وَجْهً“، رکوع کے وقت ”اَللّٰهُمَّ لَكَ رُكْعَتٌ“، سجدہ کے وقت ”اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجْدَةٌ“، اور اسی طرح مجمع الزوائد اور کنز العمال میں ”سجد لک سوادى و خیالی“ کے اذکار بیان کیے گئے ہیں۔ اور قومہ کے فعل کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح رفع یدین کو بھی بیان نہیں کیا ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ رفع یدین فقط نماز کے شروع میں ہی ہے (نیل الفرقان ص ۸)۔

حدیث حضرت ابو حمید ساعدیؓ

حدیث نمبر ۲۵:-

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكَبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخِرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ (بخاری رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲)

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز (یعنی اس کی تفصیلات) آپ سب لوگوں سے زیادہ یاد ہے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) میں نے آپ کو دیکھا نماز شروع کرتے ہوئے جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کندھوں تک لے جاتے۔ اور جب رکوع میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے، پھر اپنی کمر کو پوری طرح موڑ دیتے (اور بالکل سیدھی برابر کر دیتے) پھر رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بالکل سیدھے اس طرح کھڑے ہو جاتے کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر منکا (یعنی ہر جوڑ

(ٹھیک اپنی جگہ پر آجاتا) جہاں سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں وہ رہتا ہے)۔ پھر جب آپ سجدہ میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھ دیتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بچھا دیتے اور نہ ان کو سکیر لیتے۔ (مطلب یہ ہے کہ آپ سجدہ کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو سکیر نہیں لیتے تھے بلکہ آگے بڑھا کر اپنے چہرے کے مقابلے میں دائیں بائیں رکھ لیتے تھے، لیکن کلائیوں اور کہنیاں زمین سے الگ اور اٹھی رہتی تھیں) اور پاؤں کی انگلیوں کا رخ سجدہ میں قبلہ کی جانب ہوتا تھا۔ پھر جب دو رکعت پڑھ کے آپ (التحیات کے لئے) بیٹھتے تو داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔ پھر جب آخری رکعت پڑھ کے آپ قعدہ اخیرہ کرتے تو اس طرح بیٹھتے کہ داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پاؤں کو (اس کے نیچے سے) آگے کی جانب نکال دیتے اور اپنی سرینوں پر بیٹھ جاتے (جس کو توڑک کہتے ہیں)۔

اس حدیث میں صحابی رسول سیدنا ابو حمید الساعدیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک ہی دفعہ رفع یدین بیان کیا ہے۔ رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث بخاری کی ہے۔ اس کی صحت میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں۔ راوی حدیث سیدنا ابو حمید الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ تکبیر تحریمہ والا رفع یدین دیکھا، وہ تو انہوں نے بیان کر دیا۔ رکوع والا نہیں دیکھا، لہذا بیان نہیں کیا۔ اور یہ اصول ہے کہ ”السکوت فی معرض البیان بیان“ یعنی وہ مقام جہاں ایک شئی کو بیان کرنا چاہیے، وہاں اس کے بیان کو چھوڑنے کا مطلب اس شئی کا عدم بیان کرنا ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہ کرنا بلکہ سکوت کرنے کا مطلب اس کا ترک ہی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ پھر تو اس حدیث میں ثناء، تعوذ، بسم اللہ، سورت فاتحہ وغیرہ کا بھی کوئی ذکر نہیں، تو پھر یہ سب کچھ بھی نہیں پڑھنا چاہیے؟ اس کا جواب اس حدیث میں ہی دیا گیا ہے۔ حضرت ابو حمید الساعدیؓ فرماتے ہیں: ”رَأَيْتُهُ“ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے یعنی جن چیزوں کا تعلق دیکھنے سے ہے، حضرت ابو حمید الساعدیؓ نے ان کو بیان کیا۔ جو چیزیں آپ ﷺ نے پڑھیں۔ ان کا تعلق دیکھنے سے نہیں بلکہ سننے سے ہے۔ اس وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا گیا۔ ہاں اگر رفع الیدین رکوع والا صحابی رسولؐ نے دیکھا ہوتا تو اس کو ضرور ذکر کرتے۔

یہاں حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے فرمایا ہے: اَنَا أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ۔ انہوں نے أَحْفَظُ کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی جو نماز محفوظ رہی ہے، وہ یہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین تو محفوظ رہی ہے اس کے علاوہ کوئی رفع یدین محفوظ

نہیں رہی۔ اس مجلس میں کتنے صحابہ جنہیںؓ اور تابعینؓ موجود تھے لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ آپؐ نے رکوع کی رفع یدین چھوڑ کر خلاف سنت نماز پڑھی ہے۔

حدیث حضرت ابوہریرہؓ

حدیث نمبر ۲۶:-

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جَرِيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رِيرَةَ ۖ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرُكِعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ، حِينَ يَرْفَعُ صَلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ مِثْلَ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيَكْبِرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْمِثْلِيِّ بَعْدَ الْجُلُوسِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِنِّي لَأُشَبِّهُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. (مسلم رقم ۸۶۸).

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع سے سرائٹھاتے وقت سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہتے اور پھر اس حال میں کہ آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سرائٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر پوری نماز میں فارغ ہونے تک آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ پھر جب دو رکعتوں میں تشہد کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ فرماتے: ”میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔“

اس صحیح حدیث میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۷:-

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزَّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ رِيرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرُكِعُ،

ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِداً، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ. وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبْهاً بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَوَتُهُ حَتَّى

فَارَقَ الدُّنْيَا (بخاری رقم ۸۰۳؛ مسند احمد رقم ۸۲، ۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے، خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں، رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ آپؐ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر (رکوع سے سر اٹھاتے وقت) سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے اور اس کے بعد سجدہ سے پہلے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ ہر رکعت میں نماز سے فارغ ہونے تک آپؐ کا یہی معمول تھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔ وصال مبارک تک آپ ﷺ کی نماز اسی طرح تھی۔“

اس صحیح حدیث میں تکبیر تحریمہ اور رکوع و سجود کے مواقع پر صرف تکبیرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ رفع یدین کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ ﷺ کی نماز کی ترتیب عملی طور پر بتائی۔ آپ ﷺ کی زندگی کی آخری نمازوں کا حوالہ بھی دیا ہے کہ دنیا سے جدا ہونے تک آپ ﷺ کی نماز یہی تھی۔ اس میں حضرت ابو ہریرہؓ سے رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے کہ رکوع سے اٹھتے یا رکوع میں جاتے وقت آپ ﷺ نے رفع یدین کیا ہو۔ یہ بات متفقہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری اعمال کو ہی سنت قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد منسوخ ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۲۸:-

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رِيَّةَ كَانَ يَصِلُ بِهِمْ، فَكَثُرَ كَلِمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، ثُمَّ إِذَا انْصَرَفَ قَالَ: وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَشْهَكُمُ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

(موطا محمد رقم ۱۰۳؛ موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۳؛ بخاری رقم الحدیث ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳؛ مسلم رقم الحدیث ۸۶۷؛ ابوداؤد رقم ۸۳۶؛ ترمذی رقم ۳۵۴ مختصراً؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ مسند احمد رقم الحدیث ۷۲۱۹؛ دارمی رقم ۱۲۴۸؛ مصنف عبدالرزاق رقم ۲۴۹۲، ۲۴۹۳)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب زہری نے بتایا۔ وہ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ”حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔“ اس صحیح حدیث میں ہر اونچ نیچ کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۹:-

حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، عن الزهري عن أبي سلمة بن عبد الرحمن قال: كان أبو هريرة رضي الله عنه يصلي بنا، فيكبر حين يقوم، وحين يركع، وإذا أراد أن يسجد بعد ما يرفع من الركوع، وإذا جلس، وإذا أراد أن يرفع في الركعتين كثر، ويكبر مثل ذلك في الركعتين الأخريتين، فإذا سلم قال: والذي نفسي بيده، إني لأقربكم شهاً برسول الله ﷺ، يعني صلاته، ما زالت هذه صلاته حتى فارق الدنيا. (مسند أحمد رقم ۷۶۵۰).

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہمیں نماز پڑھاتے تھے تو جب نماز کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہونے کے وقت تکبیر تحریمہ کہتے۔ پھر رکوع میں جانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع کے بعد اٹھ کر (سجدہ کے لیے) جھکتے تو تکبیر کہتے اور (سجدہ سے) سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدے کے بعد بیٹھتے تو تکبیر کہتے۔ (پھر نماز پوری کرنے تک ساری نماز میں یہی کرتے تھے)۔ اور جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھتے تھے تو تکبیر کہتے اور دوسری دونوں رکعتوں میں ایسا ہی کرتے۔ پھر جب سلام پھیرتے تو کہتے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب نماز پڑھ سکتا ہوں اور آپ ﷺ کی نماز دنیا سے جدا ہوتے وقت تک یہی تھی جو میں نے پڑھ کر دکھادی ہے۔

اس میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا نہیں اگر رفع یدین کی وہ اہمیت ہوتی جو ان لوگوں کے ہاں ہے تو ایسی کوئی روایت اس سے خالی نہ ہوتی۔

حدیث نمبر ۳۰:-

حدثنا عبد الله حدثني أبي، حدثنا عبد الرزاق، أخبرنا ابن جريج، أخبرني ابن شهاب، عن أبي بكر بن عبد الرحمن، أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول: كان رسول الله ﷺ إذا قام إلى الصلاة يكبر، فذكر نحوه. (مسند أحمد رقم ۶۶۷۷).

ترجمہ:- یہ حدیث اوپر والی حدیث کی ایک اور سند ہے۔ اس میں طریق بیان یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا فعل یعنی نماز پڑھ کر نہیں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ پھر آگے نماز کا پورا طریقہ ذکر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۱:-

أخبرنا مالك، أخبرني نعيم المجر وأبو جعفر القاري، أَنَّ أبا هريرة كان يصلي بهم، فكَبَّرَ كلما خفض ورفع. قال أبو جعفر: وكان يرفع يديه حين يكبِّرُ ويفتح الصلاة. (موطأ محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لابن يوسف رقم ۱۰۸؛ کتاب الحج علی اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۵، ۹۶ طبع دارالمعارف النعمانیہ)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے نعيم بن عبد اللہ الخمری اور ابو جعفر القاری نے بتایا کہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔“

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد ہیں۔ دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز دیکھ کر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ چونکہ رفع یدین اول تکبیر کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے ان میں ایک راوی حضرت ابو جعفر القاری فرماتے ہیں کہ رفع یدین تکبیر کی طرح ہر اونچ نیچ میں نہیں ہوتا بلکہ نماز میں افتتاح کے وقت ہی ہوتا تھا۔ یہ روایت بھی ترک رفع یدین میں صریح ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع بھی ہے۔

حدیث نمبر ۳۲:-

عن نعيم المجر وأبي جعفر القاري، عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة ويكَبِّرُ كلما خفض ورفع. ويقول أنا أشبهكم صلاة برسول الله ﷺ (التمهيد لمافي الموطأ من المعاني والآسانيد ج ۹ ص ۲۱۵)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے نعيم بن عبد اللہ الخمری اور ابو جعفر القاری نے بتایا

کہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین تو نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔ اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔“

حضرت علامۃ المتأخرین شیخ، محدث محمد حسن سنہلیؒ اپنی کتاب تنسیق النظام میں فرماتے ہیں: وأخرجه محمد بنی "كتاب الحجة" من طريق مالك عن نعيم بن عبد الله المجرى وأبي جعفر القاري أنهما أخبرا أن أبا هريرة كان يصلي بهم فيكبر كلما خفض ورفع. قالوا: وكان يرفع يديه حين يكبر لفتح الصلوة. فهذا سكوت في معرض بيان رفع اليدين، فيدل على عدم الرفع فيما عداه. قال محمد: فهذا حديثكم موافق لعلي بن مسعود، ولا حاجة بنا معهما إلى قول أبي هريرة قونحوه. ولكن احتجنا عليكم بحديثكم (تسنيق النظام في سنن الامام ص ۱۶۰، كتاب الجملی الی المدینہ ج ۱ ص ۹۵، طبع دار المعارف النعمانية، لاہور، ۱۴۱۳ھ)۔

حضرت امام محمدؒ اپنی کتاب ”كتاب الحجۃ“ میں حضرت امام مالکؒ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعيم بن عبد الله المجرى اور ابو جعفر القاري نے بتایا کہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین تو نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔ اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے، اور دونوں فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہؓ رفع یدین صرف نماز میں افتتاح کے وقت ہی کرتے تھے۔“ رفع یدین کے بیان کے موقع پر سکوت کرنا اس کی دلیل ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں ہے۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: پس (اے اہل مدینہ) تمہاری یہ حدیث حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے عمل کے مطابق ہے۔ اگرچہ ان دو حضرات کے عمل کے بعد ہمیں حضرت ابو ہریرہؓ کے قول اور دلیل کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے مگر ہم نے تمہاری روایت کردہ حدیث کے ساتھ ترکِ رفع یدین پر دلیل قائم کی ہے۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

حدیث نمبر ۳۳:-

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سوئے۔ پس (وقت آجانے پر تہجد کے لیے) جناب رسول اللہ ﷺ اٹھے۔ اور آپ ﷺ نے مسواک کی اور وضو

فرمایا اور آپ ﷺ اس وقت (سورہ آل عمران کے آخر کی) یہ دعائیہ آیتیں تلاوت فرماتے تھے۔ اِنْ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ۔۔۔۔ الخ ختم سورت تک۔ پھر آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام اور رکوع سجدہ بہت طویل کیا۔ پھر آپ ﷺ بستر کی طرف واپس آئے اور (ذرا دیر کے لیے) سو گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سانس آواز کے ساتھ چلنے لگا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تین دفعہ ایسا ہی کیا۔ (یعنی تین دفعہ ایسا کیا کہ ذرا دیر سونے کے بعد اٹھے، مسواک کی، وضو فرمایا اور طویل قیام اور طویل رکوع و سجود کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں)۔ اس طرح آپ ﷺ نے پہلی (دو رکعتوں کے علاوہ) چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر دفعہ اٹھ کر آپ ﷺ مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور سورت آل عمران کے آخر کی وہ آیتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی۔ پھر مؤذن نے فجر کی اذان دی تو آپ ﷺ نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُورًا، وَفِیْ لِسَانِیْ نُورًا، وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُورًا، وَاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُورًا، وَمِنْ اَمَامِیْ نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُورًا، وَمِنْ تَحْتِیْ نُورًا، اَللّٰهُمَّ! اَعْطِنِیْ نُورًا۔

”اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما، اور میری زبان میں نور پیدا فرما، اور میری سمع و بصر میں نور پیدا فرما اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور کر دے۔ اے اللہ! مجھے نور عطا فرما دے“

(مسلم رقم ۷۹۸۷۸۸۸۸؛ مشکوٰۃ رقم ۱۱۹۶)۔

حاصل اس دعا کا یہ ہے کہ اے اللہ! میرے قلب اور میرے قالب اور میری روح اور میرے جسم میں اور جسم کے ہر حصے میں اور میری رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں نور پیدا فرما دے اور مجھے ازسرتا پا نور بنادے اور میرے گرد و پیش اور اوپر نیچے ہر طرف نور ہی نور کر دے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی یہ روایت صحیحین (متفق علیہ مشکوٰۃ رقم ۱۱۹۵) میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔ بعض طرق میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ نیز بیان اور ترتیب میں بھی کچھ فرق ہے مگر کسی طریق میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اگر رفع یدین ضروری ہوتا تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس کا ذکر ضرور کرتے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”ولم أر فی مبیئ ابن عباسؓ عند میمونہؒ الا الاستفتاح ودعا النور“ (نیل الفرقین ص ۹)۔ یعنی ”حضور ﷺ کی اس رات کی نماز میں جس کا مشاہدہ حضرت

عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ کے ہاں کیا تھا۔ میں نے (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی) اس حدیث کے کسی بھی طریق میں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے کسی اور رفع یدین کو نہیں دیکھا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے دعائے نور پڑھی۔

حدیث حضرت مالک بن الحویرثؓ

حدیث نمبر ۳۴۔

عن أبي قلابَةَ: أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحَوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أَنْبِئُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: وَذَلِكَ فِي غَيْرِ حِجْنٍ صَلَاةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيْئَةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً، فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هَذَا، قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئاً لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ. قَالَ: فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقْنَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: «لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِيكُمْ، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِجْنٍ كَذَا، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِجْنٍ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيُؤَدِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ» (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸، ۸۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو قلابہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: ”کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتلاؤں؟“ ابو قلابہؓ کہتے ہیں: ”وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ پس انہوں نے ہمارے اس شیخ یعنی عمرو بن سلمہ جیسی نماز پڑھی۔“ حدیث کے راوی حضرت ایوبؓ کہتے ہیں کہ وہ ایک بات ایسی کرتے تھے کہ ہم نے اور لوگوں کو اسے کرتے نہیں دیکھا: تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے۔

حضرت مالک بن الحویرثؓ کہتے ہیں: ”ہم اسلام لانے کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں قیام کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنے اہل و عیال میں واپس جاؤ، تو اس طرح ان اوقات میں نماز ادا کیا کرنا۔ لہذا جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہہ دے، اور تم میں کا بڑا تمہاری امامت کرے۔“

اس حدیث میں حضرت مالک بن الحویرثؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر

دکھائی۔ مگر اس میں رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں نہ کرتے تھے۔

حدیث حضرت ابو مسعود بدریؓ

حدیث نمبر ۳۵:-

عن سَالِمِ الْبَرَّادِ قَالَ: أَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرِو الْأَنْصَارِيَّ أَبَا مَسْعُودٍ فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا عَنْ صَلَوةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ، فَكَثَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ وَجَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ. ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ فَقَامَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَضَعَ كَفَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ جَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ. ففَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ أَيْضاً. ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِثْلَ هَذِهِ الرُّكْعَةِ فَصَلَّى صَلَوتَهُ. ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي.

(ابوداؤد رقم ۸۶۳ واللفظ: نسائی رقم ۱۰۳۷، سنن احمد رقم ۱۶۶۲۸، ۱۶۶۳۳؛ طحاوی رقم ۱۲۸۹؛ مصنف ابن

ابی شیبہ رقم ۲۹۷۹؛ مستدرک ما تم ج ۱ ص ۲۲۴، وقال: "هذا حديث صحيح الإسناد" - وواقعه الذہبی علی تصحیحه)۔

ترجمہ: حضرت سالم البرادؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عقبہ بن عمرو الانصاریؓ ابو مسعود بدریؓ صحابی تشریف لائے۔ تو ہم نے ان سے عرض کیا: "جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بیان کر دیجیے"۔ تو وہ مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہوئے، تو تکبیر (تحریمہ) کہی۔ پھر جب رکوع کیا، تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے رکھا اور اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھا۔ یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ کہا۔ پھر آپؐ رکوع سے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر آپؐ نے تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھا۔ پھر اپنی دونوں کہنیوں کو پہلوؤں (اور زمین) سے دور رکھا۔ یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو آپؐ (اطمینان سے) بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر آپؐ نے ہر رکعت میں ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ نے اس پہلی رکعت جیسی چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے نماز مکمل کی۔ پھر فرمایا: "ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسی ہی نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔

اس حدیث میں حضرت ابو مسعود بدریؓ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا: ”یہ نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔“ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت کیا۔ پھر رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا، لیکن رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہوتا تو آپؐ ضرور کر کے دکھاتے۔ آپؐ نے رفع یدین کو بالکل بیان نہیں کیا حالانکہ موقع تعلیم کا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

حدیث حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بہ سندى بحث

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث کا دار و مدار عطاء بن السائب ہے۔ اور اس سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ جن میں یہ بھی ہیں:

- ۱۔ ابولأحوص: مصنف ابن أبي عمير رقم ۲۵۳۸؛ نسائی رقم ۱۰۳۶
- ۲۔ جریر: ابوداؤد رقم ۸۵۹؛ ابن خزيمة رقم ۵۹۸
- ۳۔ ابن علیہ: نسائی رقم ۱۰۳۸
- ۴۔ ہمام: احمد ج ۴ ص ۱۱۹؛ دارمی رقم ۱۳۰۴
- ۵۔ ابو عوانہ: احمد ج ۵ ص ۲۷۴
- ۶۔ زائدة: احمد ج ۴ ص ۱۲۰؛ نسائی رقم ۱۰۳۷

عطاء بن السائبؒ اگرچہ ان لوگوں میں ہیں جن کو اختلاط ہو گیا تھا۔ اوپر مذکور راویوں میں سے پہلے پانچ راویوں نے ان سے اختلاط سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں سنا ہے۔ چٹھے راوی زائدہ نے ان سے صرف اختلاط واقع ہونے سے پہلے ہی سنا تھا (الکاشف للذہبی: ۳۷۹۸ مع التعلیق علیہ)۔ لہذا اس حدیث کو روایت کرنے والے اختلاط سے پہلے کے ہیں۔

حدیث حضرت عبدالرحمن بن ابی ہریرہؓ

حدیث نمبر ۳۶ :-

حدثنا عبد الله، حدثني أبي، ثنا هارون بن معروف، ثنا ضمرة، عن ابن شوخر، عن عبد الله، عن القاسم قال: جَلَسْنَا إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَيْثٍ فَقَالَ: أَلَا أُرِيكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: فَقُلْنَا: بَلَى. قَالَ: فَقَامَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ، ثُمَّ رَفَعَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ، ثُمَّ سَجَدَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ، ثُمَّ رَفَعَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ، ثُمَّ سَجَدَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ، ثُمَّ رَفَعَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ.

مَأْخُذَهُ، ثُمَّ رَفَعَ فَصَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ كَمَا صَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا

صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. (مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷، رقم ۱۳۹۳۶؛ مجمع الزوائد رقم ۲۷۹۱، وقال البيهقي رَوَاهُ احمد ورجالہ ثقات)۔

ترجمہ:- حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں: ہم لوگ صحابی رسول حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ فرمانے لگے۔ ”کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟“ ہم نے عرض کیا: ”حضرت! ضرور دکھائیے!“۔ تو حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ کھڑے ہوئے۔ پس آپؐ نے تکبیر کہی۔ پھر قراءت کی۔ پھر رکوع کیا تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اسی طرح آپؐ نے دوسری رکعت میں بھی کیا جس طرح آپؐ نے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ”اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی۔“

اس حدیث میں صحابی رسول حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ نے جو نماز پڑھ کر دکھائی اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۳:-

حَدَّثَنَا شَيْبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ

قَالَ: وَصَفَ لَنَا أَنَسٌ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ،

فَاسْتَوَى قَائِمًا حَتَّى رَأَى بَعْضُنَا أَنَّهُ قَدْ نَسِيَ، قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ فَاسْتَوَى قَاعِدًا حَتَّى رَأَى

بَعْضُنَا أَنَّهُ قَدْ نَسِيَ. (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۹۷۸ واللفظ له؛ مسند احمد رقم ۱۲۹۱۳)

ترجمہ:- حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں: کہ حضرت انس بن مالکؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ

کی صفت نماز کو بیان کیا۔ (حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) جناب رسول اللہ ﷺ نماز ادا

کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے قیام کیا۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا۔

پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ تو آپ ﷺ قومہ کی حالت میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ ہم میں

سے بعض لوگ گمان کرنے لگے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ سجدہ کے بعد آپ ﷺ اتنی دیر بیٹھے رہے کہ ہم میں سے بعض لوگ گمان کرنے لگے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔

اس حدیث میں صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ نے حضور ﷺ کا نماز کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔
حدیث نمبر ۳۸:-

حدثنا سليمان بن حرب قال: حدثنا حماد بن زيد عن ثابت عن أنس بن مالك قال: إني لا ألوأن أصلي بكم كما رأيته النبي ﷺ يصلي بنا. قال ثابت: كان أنس بن مالك يصنع شيئاً لم أركم تصنعونه. كان إذا رفع رأسه من الركوع قائم حتى يقول القائل: قد نسي. وبدن السجدة حتى يقول القائل قد نسي.
(بخاری رقم ۸۲۱؛ مسلم رقم ۱۰۵۹؛ مسند احمد رقم ۱۲۹۵۶)۔

ترجمہ:- حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں اس بات میں کمی نہ کروں گا کہ تمہیں ویسی ہی نماز پڑھاؤں جیسی کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ ثابتؓ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ ایک بات ایسی کرتے تھے کہ میں نے تم لوگوں کو وہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ وہ جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنا کھڑا رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ (سجدہ کرنا) بھول گئے اور دونوں سجدوں کے درمیان میں (اتنی دیر تک بیٹھے رہتے تھے) کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ وہ (دوسرا سجدہ) کرنا بھول گئے۔
اس حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ نے جو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں رفع یدین نہ رکوع والا کیا اور نہ سجدوں والا۔
حدیث نمبر ۳۹:-

حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبه عن ثابت قال كان أنس ينعت لنا صلاة النبي ﷺ فكان يصلي، فإذا رفع رأسه من الركوع، قائم حتى يقول قد نسي.
(بخاری رقم ۸۰۰؛ مسند احمد رقم ۱۲۲۴۱، ۱۲۲۴۳)۔

ترجمہ:- حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالکؓ ہمارے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے تھے۔ تو وہ نماز پڑھ کر بتاتے تھے۔ پس جس وقت وہ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے، تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم کہتے کہ یقیناً آپ

(سجدے میں جانا) بھول گئے۔

حدیث نمبر ۴۰: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، وَحُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْ جَزَّ صَلَاةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي تَمَامٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» قَامَ، حَتَّى يَقُولَ: «قَدْ أَوْهَمَ»، ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَسْجُدُ، وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، حَتَّى يَقُولَ: «قَدْ أَوْهَمَ»۔ (ابوداؤد رقم ۸۵۳؛ مسند احمد رقم ۱۲۳۴۹، ۱۲۶۹۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے آپؐ فرماتے تھے: ”میں نے کسی آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مختصر مگر پوری اور مکمل پڑھتا ہو۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتے تو کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ شاید آپ ﷺ کو وہم ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنا بیٹھتے کہ ہم سمجھتے شاید آپ ﷺ کو وہم ہو گیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت انسؓ نے حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے۔ جس میں آپ ﷺ کا رکوع، قنومہ، سجدہ، اور دو سجدوں کے درمیان کا جلسے کی کیفیت بیان کی ہے۔ مگر اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ

حدیث نمبر ۴۱: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ۔ (بخاری رقم ۸۲۵)

حضرت سعید بن حارث کہتے ہیں کہ: ہمیں حضرت ابوسعید خدریؓ نے نماز پڑھائی تو جس وقت انہوں نے اپنا سر (پہلے) سجدہ سے اٹھایا اور جب سجدہ کیا۔ اور جب انہوں نے (دوسرے سجدہ سے) سر اٹھایا۔ اور جب دو رکعتوں سے (فراغت کر کے) اٹھے تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا: ”میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔“

حضرت ابوسعید خدریؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھائی تو اس میں صرف تکبیرات تو کہیں مگر رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں ہے۔

نماز کے درمیان رفع یدین سے منع کرنے والی قولی حدیث

حدیث حضرت حباب بن سمرہؓ

حدیث نمبر ۴۲: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب، قالا: حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن المسيب بن رافع، عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمرّة قال: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: "مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ"۔ الحديث۔

(صحیح مسلم: الأمر بالسكون في الصلاة ج ۲ ص ۲۹۴ رقم ۹۶۷ طبع مکتبۃ البشرى، کراچی) ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرّة فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔

حدیث نمبر ۴۳: حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبه، عن سليمان، قال: سمعتُ المسيب بن رافع، يُحَدِّثُ، عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمرّة عن النبي ﷺ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ فَقَالَ: "قَدْ رَفَعُوها كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ"۔ أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ"۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۴۹ رقم الحديث ۲۱۱۶ طبع بيت الافكار الدولية، بيروت ۲۰۱۰ء)۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرّة فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جو رفع یدین کر رہی تھی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ”رفع یدین کرتے ہیں جیسے شیر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں (کیونکہ وہ اوپر کواٹھی ہوئی ہوتی ہیں)۔ نماز میں سکون اختیار کرو“۔

حدیث نمبر ۴۴: حدثنا يحيى بن سعيد، عن الأعمش حدثني مسيب بن رافع، عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمرّة أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَهُمْ حُلَقٌ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عِزِينَ۔ وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسْجِدَ قَدْ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ فَقَالَ: "قَدْ رَفَعُوها كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ"۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۵۵ رقم الحديث ۲۱۲۶۵)۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرّة فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لائے تو ہم مختلف حلقوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو فرمایا: ”میں تمہیں گروہ درگروہ دیکھ رہا ہوں“۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لائے تو فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔

حدیث نمبر ۴۵:- حدثنا أبو معاوية، حدثنا الأعمش، عن مسيب بن رافع، عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمرّة قال: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: "مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي

أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُوسٍ؛ أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔ الحديث۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۵۵ رقم ۲۱۲۷۱)۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے شیر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں (کیونکہ وہ اوپر کو اٹھی ہوئی ہوتی ہیں)۔ نماز میں سکون اختیار کرو“

حدیث نمبر ۴۶: حدثنا وكيع، حدثنا الأعمش عن المسيب بن رافع، عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمره قال: دخل علينا رسول الله ﷺ ونحن رافعي أيدينا في الصلاة. فقال: ”مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُوسٍ؛ أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔ الحديث۔
(مسند احمد ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحديث ۲۱۳۴۰)۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔

حدیث نمبر ۴۷: أبو معاوية، عن الأعمش، عن المسيب بن رافع، عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمره قال: خرج علينا رسول الله ﷺ، فقال: ”مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُوسٍ؛ أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۸۶ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷۲ رقم ۸۵۳۴ طبع ادارة القرآن، کراچی ۱۴۲۸ھ)۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔

حدیث نمبر ۴۸: أخبرنا قتيبة بن سعيد، حدثنا عبد الله بن الأعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمره قال: خرج علينا رسول الله ﷺ ونحن رافعوا أيدينا في الصلوة فقال: ”مَا بِهِمْ رَافِعِينَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُوسِ؛ أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۳؛ علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے سنن نسائی رقم ۱۱۸۴ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ (حجرہ مبارکہ سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں کیا ہو گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے بد کے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں۔ نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔“

حدیث نمبر ۴۹: حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي حدثنا زهير حدثنا الأعمش عن المسيب بن رافع عن تميم الطائي عن جابر بن سمره رضي الله عنه قال: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ رَافِعُوا أَيْدِيَهُمْ قَالَ زُهَيْرُ أَرَأَاهُ قَالَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔ (ابوداؤد رقم ۱۰۰۰) ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔“

حدیث نمبر ۵۰: حدثنا فهد قال: حدثنا محمد بن سعيد قال: أخبرنا شريك، عن الأعمش عن المسيب بن رافع عن جابر بن سمره رضي الله عنه قال: دخل رسول الله ﷺ المسجد فرأى قوماً يصلون قدرفعوا أيديهم فقال: ”مَا لِي أَرَاكُمْ تَرَفَعُونَ أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔ (طحاوی رقم ۲۵۶۹)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جو رفع یدین کر رہی تھی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔“

حدیث نمبر ۵۱: عبد الرزاق عن الثوري، عن الأعمش، عن جابر بن سمره قال: دخل رسول الله ﷺ المسجد فرأهم رافعين أيديهم في الصلاة، فقال: ”مَا لَهُمْ رَافِعِينَ أَيْدِيَهُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسُ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۶۴ رقم ۳۲۵۸، ۳۲۵۹ طبع دار الكتب العلمية، بيروت سنة ۲۰۰۱؛ مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۵۲ رقم ۳۲۵۲، ۳۲۵۳ طبع کراچی۔ دنی سند، انقطاع)۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں۔ پس

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان لوگوں کو کیا ہے کہ وہ نماز میں رفعِ یدین کر رہے ہیں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“

حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ پر فنی بحث

حضرت جابر بن سمرہؓ سے منقول یہ مختلف روایتیں ہیں۔ ان تمام روایتوں میں ترکِ رفعِ یدین پر دلیل ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے رفعِ یدین کرنا منع ہے۔ رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدوں کو جاتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفعِ یدین کرنا منع ہے۔ جو حضرات نماز میں رفعِ یدین کر رہے تھے۔ ان کو حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ جو بعض روایات میں رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ وہ نسخ سے پہلے کا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ صحیح کے بعد مستقل طور پر کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ محدثین نے رفعِ یدین کے بارے میں ان کی دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کے اندر رفعِ یدین کرنے پر اظہارِ ناراضگی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی۔ دوسری حدیث میں نماز باجماعت والوں کو سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ پھیلانے والوں کو بھی شریر گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی ہے۔ ہم ان دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں کہ جس طرح سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ پھیلا نا ممنوع ہے۔ اسی طرح نماز کے اندر رفعِ یدین جو ذکر سے خالی ہو، وہ بھی ممنوع ہے۔ غیر مقلدین دوسری بات کو تو ممنوع مانتے ہیں لیکن رفعِ یدین کو نہیں مانتے، حالانکہ سلام جو من وجہ داخل نماز ہے اور من وجہ خارج نماز۔ اس وقت ایک ہاتھ سے اشارہ کرنا ممنوع ہے۔ تو عین نماز کے اندر دو ہاتھ سے رفعِ یدین بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ جیسے جس طرح والدین کے سامنے اُف کرنا ممنوع ہے۔ گالی دینا تو بڑا ممنوع ہے۔ اسی طرح السلام علیکم ایک دعا ہے۔ جب اس دعا کے ساتھ نماز میں ہاتھ سے اشارہ ممنوع ہے تو وہ رفعِ یدین جس کے ساتھ شریعت میں ذکر ثابت نہیں، وہ بدرجہ اولیٰ ممنوع اور لائق ترک ہے بلکہ یہاں یہ تشبیہ زیادہ موزوں ہے کیونکہ گھوڑے بغیر ذکرِ الہی کے دُمیں ہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ رفعِ یدین جو ذکر سے خالی ہو اس کو گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس روایت میں صراحت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفعِ یدین کرنے والوں پر ناراض ہوئے اور انہیں سکون کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ رفعِ یدین سکون کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے: ”اَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ جو کہ نماز میں سکون کو واجب ہونے پر دلالت کرتا

ہے۔ نماز میں رفع یدین سکون کے منافی ہے (اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۶)۔ اس کی تفسیر اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ عن ابن مسعود قال: قاروا الصلوة، يقول: اسكنوا، اطمئنوا۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰، رقم ۲۸۱۷، وقال الهیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ رجال الصحیح: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۴۲: سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰) ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم“ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کا اندرون ہے۔ اس کو ”فی الصلوٰۃ“ کہتے ہیں۔ نماز کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔ اس رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو خلاف سکون بھی فرمایا۔ اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔ مسلم شریف کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔

مکہ مکرمہ کے مشہور محدث شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ولیس فی غیر التحریمة رفع ید عند أبی حنیفة لخبیر مسلم عن جابر بن سمرة۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۵ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:- ”حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں ہے۔ مسلم شریف کی اس حدیث کے مطابق جو کہ جابر بن سمرةؓ سے مروی ہے۔“

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”رواہ مسلم ویفید النسخ“ (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۸)۔ ”اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ رفع یدین کے منسوخ ہونے میں مفید ہے۔“

علامہ بدرالدین عینیؒ اپنی کتاب البنایہ فی شرح الہدایہ میں مسلم شریف کی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: قلت: فی الحدیث الاول انکار لرفع الیدین فی الصلوة وأمر بالسکون فیہا۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۹۶ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان)۔

ترجمہ:- ”میں کہتا ہوں کہ اس مسلم شریف کی حدیث میں، نماز میں رفع یدین کرنے کی ممانعت ہے اور نماز میں پُرسکون رہنے کا حکم ہے۔“ اسی طرح علامہ جمال الدین زلیعیؒ بھی نصب الراہیہ (ج ۱ ص ۴۷۲) میں اس حدیث شریف سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین چھوڑ چکے تھے اور جناب رسول

اللہ ﷺ کے حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چھوڑ چکے تھے۔ ہاں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم لاعلمی کی وجہ سے کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو سختی سے ڈانٹ کر روک دیا۔ چنانچہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم رک گئے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں آیا ہے کہ جب دوبارہ تشریف لائے تو بلا استثناء سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پایا (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔ اور جیسا کہ میمون مکی کی روایت (ابوداؤد رقم ۷۳۹) سے پتہ چلا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ رفع یدین کے تارک تھے۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”میں نے نہ کسی صحابیؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا، نہ سنا“ (موطا محمد رقم ۱۰۷)، بلکہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے توناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری حدیث ہے: ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو“ (مسلم رقم ۹۶۹، ۹۷۰)۔

ان دونوں حدیثوں میں چونکہ ”كَأَنَّهُا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ“ فقرہ آگیا ہے۔ غالباً اس سے ان حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جو شخص ان دونوں حدیثوں کے سیاق پر غور کرے گا۔ اسے یہ سمجھنے میں قطعاً دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ ان دونوں کا مضمون ایک دوسری سے یکسر مختلف ہے۔

۱۔ رفع یدین سے منع کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

☆ خرج علينا رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۵۵ رقم ۲۱۲۷)

☆ دخل علينا رسول الله ﷺ (مسند احمد رقم ۲۱۳۴۰)

☆ أنه دخل المسجد فأبصر قوماً۔ (مسند احمد رقم ۲۱۱۶۷)

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کے بغیر سنتیں یا نوافل ادا کر رہے تھے۔ اشارہ سے منع کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

☆ صلينا وراء رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۵ ص ۸۶) (مسند احمد رقم ۲۱۰۹۱)

☆ كنا نقول خلف رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۲؛ رقم ۲۱۲۸۱)

☆ كنا اذا صلينا خلف رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۷؛ رقم ۲۱۳۴۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔

۲۔ رفع یدین سے منع کی احادیث میں رافعی أیدیکم یا قدرفعوا أیدیہم کے الفاظ ہیں جو رفع یدین میں واضح ہیں۔ اشارہ سے منع کی حدیث میں تشیرون بأیدیکم یا تؤمون بأیدیکم یا یدمون بأیدیہم کے الفاظ ہیں جو اشارہ میں واضح ہیں۔

رفع یدین کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی۔ اشارہ کی حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے پر نکیر فرمائی۔

۳۔ رفع یدین کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا (أسکنوا فی الصلوۃ)۔ اشارہ سے منع کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سلام کا ذکر کرتے اور پھر اس کے پھیرنے کا طریقہ بتایا ہے۔

۴۔ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی دوسرے واقعے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے۔ دوسری حدیث کے راوی پہلے واقعے سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔

۵۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے دونوں روایات میں الگ الگ احکام ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے راوی بھی مختلف ہیں۔ سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور اشارہ سے منع کرنے والی روایت کے راوی اس طرح ہیں۔ مسعر عن عبید اللہ بن القبطیۃ عن جابر بن سمرہؓ لیکن دوسری روایت کے راوی یہ ہیں۔ مسیب بن رافع عن تمیم بن طرفۃ عن جابر بن سمرہؓ۔

۶۔ امام مسلمؒ نے مسلم شریف میں رفع یدین سے منع کرنے کی ایک ہی جگہ دو الگ الگ حدیثیں بیان کی ہیں۔ علامہ محمد فواد عبدالباقی نے صحیح مسلم میں حدیث کے مضمون کے مطابق نمبر لگائے ہیں چاہے وہ قریب قریب ہوں یا دور دور۔ ان کی ترقیم کے مطابق پہلی حدیث کو نمبر ۴۳۰ دیا گیا اور دوسری حدیث کو نمبر ۴۳۱۔ کیونکہ ان حدیثوں کا مضمون اور مخرج الگ الگ تھا۔

۷۔ ان دو الگ الگ حدیثوں کو خلط ملط کر کے ایک بنانا درست نہیں ہے۔ اس حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے یوں باب باندھا ہے: باب النظر فی الصلوۃ (ابوداؤد ج ۱ ص ۸۳۸ رقم ۹۱۲)۔ امام عبد الرزاقؒ نے یوں باب باندھا ہے: باب رفع الیدین فی الدعاء (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۶۴ رقم ۳۲۵۸، ۳۲۵۹)۔ امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بھی اس

پر باب من کرہ رفع الیدین فی الدعاء کا باب باندھا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۷۴ رقم ۸۵۳۲)۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارہ بوقت سلام مراد لینا درست نہیں ہے۔ قاضی عیاض مالکیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ”وقد ذکر ابن القصار هذا الحديث حجة في النهي عن رفع الأيدي على راوية المنع من ذلك جملة“۔ ”بیشک ابن القصار المالکیؒ نے اس حدیث کو نماز میں رفع یدین منع کرنے پر حجت کے طور پر پیش کیا ہے“ (الاکمال للمعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۴۲)۔

۸۔ اسی طرح امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب سنن کبریٰ میں ان دونوں حدیثوں کو الگ الگ ابواب میں بیان کیا ہے۔ پہلی حدیث (حدیث نمبر ۴۳۰) کو، جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کے درمیان میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے، امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۲۸۰) میں باب الخشوع میں بیان کیا ہے۔ دوسری حدیث (حدیث نمبر ۴۳۱) میں جناب رسول اللہ ﷺ نے سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: انما يكفي أحدكم أن يضع يده على فخذه ثم يسلم على أخيه من على يمينه وشماله۔ (مسلم رقم ۹۶۹)۔ تم میں سے ہر ایک کو یہی کافی ہے کہ (قعدہ میں) اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے۔ پھر اپنے بھائیوں کو جو دائیں بائیں ہوں، سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کہا کرو۔ امام بیہقیؒ نے اس روایت کو مسلم کے حوالے سے سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۱۸۰) میں باب من قال ینوی بالسلام التحلیل من الصلوة میں لکھا ہے۔

دوسری حدیث کی دوسری روایت جس کے آخر میں الفاظ یہ ہیں: اذا سلم أحدكم فليلتفت الى صاحبه ولا يؤمى بیده۔ (مسلم رقم ۹۷۰)۔ تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کرے۔ (اور صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ امام بیہقیؒ نے اس روایت کو مسلم کے حوالے سے سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۱۸۱ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان) میں باب کراهية الایماء بالید عند التسليم من الصلوة (باب سلام کے وقت ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرنے کی کراہیت) میں لکھا ہے۔

حضرت امام مسلمؒ نے صحیح مسلم شریف کے ابواب خود قائم نہیں فرمائے۔ ان کے پیش نظر صرف احادیث کو یکجا پیش کرنا تھا۔ امام نوویؒ (المتوفی ۷۰۶ھ) نے مسلم شریف کی شرح لکھتے وقت ابواب قائم فرمائے ہیں۔ پھر مسلم شریف میں جو باب ہے۔ اس میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔ باب الأمر بالسکون فی الصلوة۔۔۔۔۔ الخ۔ (۱) نماز میں سکون اختیار کرنا، (۲) سلام کے وقت

ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کی ممانعت، (۳) پہلی صفوں کا مکمل کرنا، خلا کو پُر کرنا اور (۴) اجتماع کا حکم۔ امام نوویؒ کے قائم کردہ اس باب میں چار چیزوں کا حکم ہے نہ کہ ایک کا۔ ان چار چیزوں کو دیکھو تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز علیحدہ ہے۔

(۱) نماز میں رفعِ یدین کی ممانعت

(۲) سلام کے وقت ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کی ممانعت

(۳) پہلی صفوں کے مکمل کرنے کا حکم اور خلا کو پُر کرنا

(۴) اجتماع کا حکم۔

اس لیے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے، الگ الگ قصہ ہے، الگ الگ حکم ہے۔ ایک ہی واقعے سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دے لینا، کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

(دیکھیے مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۷۷)

اسی طرح علامہ جمال الدین زلیحیؒ فرماتے ہیں: ”یہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی تفسیر نہیں کر رہی ہیں جیسا کہ پہلی حدیث کے الفاظ ہیں: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ رَافِعِي أَيْدِيهِمْ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: «مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُوسٍ؛ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ»۔ ”جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ لوگ نماز میں رفعِ یدین کر رہے تھے تو فرمایا: ”کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفعِ یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شہیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔ وہ شخص جو سلام کے وقت ہاتھ اٹھاتا ہے اس کو نہیں کہا جاتا: ”تو نماز میں سکون اختیار کر“۔ یہ اس کو کہا جاتا ہے جو نماز کے دوران رفعِ یدین کرتا ہو اور وہ رکوع، سجدہ وغیرہ کی حالت ہی ہے۔ یہ بات بالکل عیاں ہے۔ راوی حدیث نے ایک وقت جو مشاہدہ کیا اس کو بیان کر دیا اور دوسرے وقت جو مشاہدہ کیا اس کو بیان کر دیا۔ اس میں کوئی بعد نہیں ہے“ (نصب الراية ج ۱ ص ۷۲۷)۔

اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں حدیثوں کی شانِ ورود ایک ہے تب بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص واقعے کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے رفعِ یدین پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے بجائے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے ہر صاحبِ فہم سمجھے گا کہ رفعِ یدین سکون کے منافی ہے اور آپ ﷺ نے اسے ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ جب بوقتِ سلام رفعِ یدین کو سکون کے منافی سمجھا گیا، حالانکہ وہ نماز سے خروج کی حالت ہے، تو نماز کے عین وسط میں سکون کی ضرورت اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین والی قولی احادیث

حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبد اللہ بن عمرؓ

حدیث نمبر ۵۲:- عن ابن عباس و ابن عمر عن النبی ﷺ قال: "ترفع الایدی فی سبع مواطن. افتتاح الصلوة، واستقبال البيت، والصفاء والمروة، والموقفین، وعند الحجر" (مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۵؛ طحاوی رقم ۳۷۴۰)۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

حدیث نمبر ۵۳:- حدثنا أبو کریب محمد بن العلاء، ثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربی، ثنا ابن أبي لیلی، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، وعن نافع، عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: "ترفع الایدی فی سبع مواطن: افتتاح الصلوة، واستقبال البيت، والصفاء والمروة، والموقفین، وعند الحجر"۔ (رواہ البرزانی "منہ"؛ کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۱؛ نصب الراية ج ۱ ص ۴۷۰)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

حدیث نمبر ۵۴:-

حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن عمران بن أبي لیلی، حدثني أبي، عن ابن أبي لیلی، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبی ﷺ قال: "لا تُرْفَعُ

الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ، وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

فَيَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الْمَرْوَةِ وَحِينَ يَقِفُ مَعَ

النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، وَبِمَجْمَعٍ وَالْمَقَامَيْنِ، حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ۔

(نصب الراية ج ۱ ص ۴۶۹؛ مجمع الزوائد رقم ۵۴۶۱، وقال الشيخ رداہ الطبرانی فی الکبیر والادسط إلا انه قال: "رفع

الایدی اذا رأیت البیت"، وفيه "عند رمی الجمار، واذا أقيمت الصلوة"۔ (رداہ الطبرانی فی الادسط رقم ۱۶۸۸)۔

وفی الاسناد الاول محمد بن أبی لیلی وهو سبئی الحفط، وحديثه حسن ان شاء الله، وفی

الثانی عطاء بن السائب وقد اختلط؛ طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۰۵)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رفع یدین نہیں کیا جاتا، مگر سات مقامات میں پر: (۱) جب نماز شروع کرے، (۲)

جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے، (۳) جب صفا پر کھڑا ہو، (۴) جب مروہ

پر کھڑا ہو، (۵) جب عرفہ کی شام کو لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف کرے اور (۶)

مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

اس حدیث پاک سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے

وقت رفع یدین کیا جائے گا۔ اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ اس لیے وتر، جنازہ،

عیدین، دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۵۵: حدثنا احمد بن شعيب ابو عبد الرحمن النسائي ثنا عمرو بن يزيد ابو

بريد الجرمي، ثنا سيف بن عبيد الله، ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبیر،

عن ابن عباس، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: السُّجُودُ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءَ: الْيَدَيْنِ، وَالْقَدَمَيْنِ

وَالرَّكْبَتَيْنِ، وَالْجَبْهَةَ، وَرَفَعَ الْإِيدِي إِذَا رَأَى الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِعَرَفَةَ، وَعِنْدَ

رَمَى الْجَمَارِ، وَإِذَا أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ۔

(رداہ الطبرانی کبیر ج ۱ ص ۴۵۲، ج ۱ ص ۳۵۸ طبع دوم؛ نصب الراية ج ۱ ص ۴۶۹؛ قال

الشيخ انور شاه کشمیری رحمہ اللہ: فی نیل الفرقدين: واذا أقيمت للصلاة۔ وفی

"الجامع الصغير" للسيوطي رحمہ اللہ: واذا أقيمت الصلاة؛ قال شارحه العزيزي رحمہ اللہ:

قال الشيخ: حديث صحيح۔ وقال الشيخ أيضاً: اسناد النسائي كلهم من رجال

"التهذيب" ثقات۔ وورقاء بن عمر من أقران شعبة، وشعبة سمع من عطاء قبل التغير۔

فالاِسناد قوي ومتابعاته أيضاً في "التخريج" كافية۔ ويكفي فيه وجود النسائي فيه، فانه

علی ما علم من عادته لا یروی ساقطاً، ولا عن ساقط، نیل الفرقدین ص ۱۳۷)۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے: دونوں ہاتھ، دونوں قدم، دو گھٹنوں اور پیشانی۔ اور رفع یدین کیا جاتا ہے: (۱) جب تم بیت اللہ کو دیکھو، (۲) صفا پر، (۳) مروہ پر، (۴) عرفات میں، (۵) رمی جمار کے وقت اور (۶) جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو۔“

اس حدیث شریف میں جو کہ صحیح اور مرفوع ہے، رفع یدین کا ذکر سات مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ ایک تو نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا، باقی چھ مقامات حج میں۔ تو اگر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ اس کا بھی ذکر فرماتے۔ لیکن آپ ﷺ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین بیان کی ہے۔ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کا نام تک نہیں لیا۔ معلوم ہوا کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا چاہیے۔ یہ تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کیا ہے جب کہ ان کا اپنا فتویٰ بھی یہی ہے۔

حضرت ورقاء بن عمر الیشکری أبو بشر الکوفی رحمہ اللہ امام شعبہ کے ہم عصر ہیں اور حضرات محدثین کے نزدیک شعبہ کا عطاء سے سماع قدیم و صحیح ہے۔ اس لیے بظاہر ورقاء بن عمر کا سماع بھی قدیم ہی ہوگا کیونکہ ابن حبانؒ نے صراحت کی ہے کہ عطاء بن السائبؒ آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔ ان میں اس درجہ کا اختلاط بھی نہیں تھا کہ وہ راہ اعتدال سے ہٹ جاتے۔ علاوہ ازیں امام طبرانیؒ نے یہ حدیث امام نسائی سے روایت کی ہے۔ امام نسائی کی یہ عادت معروف ہے کہ وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی ساقط و متروک سے روایت نہیں کرتے۔ اس لیے اس کی سند بلاشبہ صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۵۶: حدثنا أبو بکر بن الحسن القاضي، ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، أنبأ الربيع بن سليمان، أنبأ الشافعي، أنبأ سعيد بن سالم، عن ابن جريج، قال: حدثت عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبي ﷺ أنه قال: ”ترفع الأيدي في الصلوة، وإذا رأى البيت، وعلى الصفا والمروة، والموقفين، وعشية عرفة، وبجمع عند الحجرتين، وعلى البيت“۔

(سنن بکری بیہقی ج ۵ ص ۷۲؛ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”رفع یدین کیا جائے: (۱) نماز میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات (۶) رمی جمار کے وقت اور (۷) میت پر (نماز جنازہ کے وقت)۔“

حدیث نمبر ۵۷: عن ابن عباس، قال: ”تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ

واذا رأيت البيت، وعلى الصفا، والمروة، وفي عرفات، وفي جمعٍ وعند الجمار
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۵ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ”رفع یدین سات مقامات پر
کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴)
مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت۔“

حدیث نمبر ۵۸:- عن ابن عباس، قَالَ: لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى
الصَّلَاةِ وَإِذَا رَأَيْتَ الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّافَا وَالْمَرْوَةِ، وَفِي عَرَفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجَمَارِ
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷، ۲۶۸ طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان)۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”رفع یدین نہیں کیا جاتا، مگر سات
مقامات پر: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر،
(۴) مروہ پر، (۵) عرفات میں، (۶) مزدلفہ میں اور (۷) رمی جمار کے وقت۔“

نوٹ:- بعض محدثین اس حدیث کو موقوف مانتے ہیں ہے، تاہم اگر موقوف بھی ہو تو حکماً مرفوع ہے،
خصوصاً جبکہ مرفوعاً بھی ثابت ہے۔

ان احادیث مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رفع یدین سات مقامات پر بیان کیا
ہے۔ ایک نماز کے شروع میں اور باقی چھ جگہ حج میں۔ تو اگر رکوع والی رفع یدین ہوتی تو آپؐ اس کو
بھی بیان فرماتے مگر ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرنا چاہیے۔ پھر
نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث عبداللہ بن عباسؓ پر فنی بحث

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ”لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ“ (الحدیث)
ترکِ رفعِ یدین میں قولی اور صریح حدیث ہے۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۵۲،
۵۳) میں موقوفاً اور معجم طبرانی میں امام نسائی کے طریق سے مرفوعاً (حدیث نمبر ۴۹، ۵۰) نقل کی گئی
ہے۔ سند قوی ہے۔ نصب الراية میں حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے اور مجمع الزوائد اور طحاوی میں حضرت
عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے (حدیث نمبر ۴۷) بھی منقول ہے۔ گویا
متابعت بھی موجود ہے۔ مسند بزار (حدیث نمبر ۴۸) میں بھی دونوں حضرات سے موقوفاً و مرفوعاً نقل
کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی جزء رفع الیدین میں تعلیقاً دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اس

روایت کو نقل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں: ”من حدیث ابن عباس بسند جید۔۔۔۔۔ قال الهیثمی فی مجمع الزوائد فی الاسناد الاول محمد بن ابی لیلیٰ وهو سیء الحفظ وحديثه حسن ان شاء الله تعالى“ (نزل الا برار ص ۴۴)۔ ”حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث جید سند سے مروی ہے۔ علامہ ہیثمیؒ نے فرمایا کہ پہلی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہے جو خراب حافظہ والا ہے اور حدیث اس کی حسن ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔“

اس حدیث پر اعتراضات میں بعض تو محدثانہ انداز کے ہیں۔ جن کا تعلق رجال، سند یا الفاظ سے ہوتا ہے۔ بعض فقیہانہ انداز کے ہیں کہ اس سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

محدثانہ انداز کے اعتراضات

پہلا اعتراض:۔ حضرت ابن ابی لیلیٰ اس روایت میں متفرد ہے۔ اور روایت کے معاملہ میں ناقابلِ احتجاج ہے۔

جواب:۔ حضرت محمد بن ابی لیلیٰؒ اتنے کمزور نہیں ہیں کہ ان کی روایت کے ساقط الاعتبار ہونے پر سب کا اتفاق ہو۔ امام شعبہؒ، سفیانؒ اور کئی جیسے ائمہ کا ان سے روایت لینا ان کی توثیق کی واضح دلیل ہے۔ ان کے حافظہ میں گواہی میں تغیر ہو گیا تھا لیکن کئی کی روایات تغیر سے پہلے کی ہیں۔ امام عجلؒ نے ان کے بارے میں ”کان فقیہاً، صاحب سنة، صدوقاً، جائز الحدیث“ کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۰۲)۔ امام ترمذیؒ نے ان کی بعض روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ جیسے باب: متی یقطع التلبیة فی العمرة (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۵) میں ان کی سند سے مذکور روایت کے بارے میں ”قال ابو عیسیٰ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث صحیح“ کہا ہے۔ محدث منذریؒ فرماتے ہیں: ”الانصاری، الکوفی، صدوق، امام، ثقة، ردی الحفظ کثیراً کذا قال الجمهور فیہ الخ“ (الترغیب والترہیب ج ۵ ص ۵۳۵ طبع مصر بابی حلبی)۔ یہ انصاری، کوفی ہے۔ سچا ہے، امام ہے، ثقہ ہے، حافظہ بہت خراب ہے۔ جمہور اس محدثینؒ نے یہی فیصلہ دیا ہے۔

نیز یہ کہ وہ اس روایت میں متفرد بھی نہیں ہے۔ معجم طبرانی میں امام نسائی کے طریق سے بھی یہی روایت ہے (حدیث نمبر ۵۰)۔ بیہقی (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۷۲) نے امام شافعیؒ کے طریق (حدیث نمبر ۵۱) سے اس روایت کو ذکر کیا ہے (نصب الراية ج ۱ ص ۴۷۱)۔ ان دونوں میں ابن ابی لیلیٰ نہیں ہیں۔ گویا متابعات اور شواہد سب موجود ہیں۔ تو اس کی حدیث جید اور صحیح ہے۔ پھر تفرّد کا دعویٰ کیسے قبول ہو سکتا ہے؟

دوسرا اعتراض:- امام شعبہ نے کہا ہے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار احادیث سنی ہیں۔ یہ روایت ان چار میں نہیں ہے۔

جواب:- امام شعبہ کا یہ بیان ان کا استقراء ہے۔ امام احمد نے ان روایات کی تعداد پانچ بتائی ہے۔ جن کو یحییٰ القطان نے شمار بھی کر دیا ہے۔ پھر یہ کہ امام ترمذی نے حکم کی مقسم سے اس سے کہیں زیادہ تعداد میں روایات ذکر کی ہیں جن میں سماع یا تحدیث کی صراحت ہے۔ حافظ زلیعی نے نصب الراية (ج ۱ ص ۶۹، ۷۰، ۷۱) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم کا مقسم سے سماع صرف انہی روایات میں منحصر نہیں۔ لہذا محض استقراء کی بنا پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

پھر یہ کہ ابن عباسؓ کی یہ روایت صرف اسی حکم اور مقسم کے طریق سے ہی نہیں ہے۔ معجم طبرانی کی سند اس طرح ہے: حدثنا احمد بن شعيب ابو عبد الرحمن النسائي، ثنا عمرو بن يزيد ابو بريد الجرهمي، ثنا سيف بن عبيد الله، ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ - (حدیث نمبر ۵۰)۔ یہ بالکل دوسری سند ہے۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۵۲، ۵۳) میں بھی موقوفاً عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر کے طریق سے موجود ہے۔

تیسرا اعتراض:- حضرت امام وکیع نے اس روایت کو ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔ جواب:- حضرت امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں وکیع کی روایت کو حضور ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وکیع نے اس روایت کو ان دونوں سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح نقل کیا ہے۔ یہ روایت موقوف بھی ہو تو مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے جو احکام روایت میں مذکور ہیں۔ ان میں قیاس و اجتہاد کا دخل ہی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ روایت کا انحصار اس سند پر نہیں ہے۔ روایت متعدد جگہوں پر موقوفاً و مرفوعاً منقول ہے تو اس طرح کے اعتراضات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ چوتھا اعتراض:- حضرت حکم مدلس ہیں۔ اور عمران بن ابی لیلیٰ مجہول الحال ہے۔ صرف ابن حبانؒ نے ثقہ کہا ہے۔

جواب:- حضرت حکم کی تدلیس مضر نہیں کیونکہ حکم طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے۔ پھر اکیلا بھی نہیں۔ متابعات موجود ہیں۔ حضرت عمران بن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کو صرف ابن حبانؒ نے ہی ثقہ نہیں کہا ہے بلکہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "مقبول من الثامنة" (تقریب ص ۲۲۵)۔ "یہ آٹھویں طبقہ کا ہے اور مقبول ہے"۔

حصہ درست نہ ہونے کا اعتراض

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہ صیغہ حصر ”لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ“ بھی ہے اور بغیر صیغہ حصر ”تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ“ بھی ہے۔ اور ”رَفَعَ الْأَيْدِي إِذَا رَأَيْتَ الْبَيْتَ“ الخ جملیہ اسمیہ کے ساتھ بھی ہے۔ صیغہ حصر والی روایت کا قائلین رفع یدین کے نزدیک صحیح ہونا محال ہے کیونکہ ان سات مقامات کے علاوہ بھی رفع یدین ثابت ہے جیسے کہ عیدین کی تکبیرات اور قنوت ہیں۔ اس لیے قائلین رفع یدین کے نزدیک صرف بلا حصر والی روایت قابل قبول ہے کہ سات مقامات کا رفع اس روایت سے ثابت ہو گیا اور دیگر مقامات کا رفع اگر روایات صحیحہ سے ثابت ہو تو اس کا اضافہ کر لیا جائے۔

لیکن یہ حقیقت ملحوظ رہنی چاہیے کہ قائلین رفع یدین جس روایت کو بغیر صیغہ حصر سمجھ رہے ہیں۔ وہ بھی اصول بلاغت کی رو سے مفید حصر ہے۔ کیونکہ حصر ”ما“ اور ”الّا“، یعنی نفی اور استثناء کے ساتھ خاص نہیں۔ اس کے اور بھی کئی طریقے ہیں۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ مبتداء اور خبر دونوں کا معرفہ ہونا بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے ”تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ“ میں ہے۔ اسی طرح مسند اور مسند الیہ میں ایک معرفہ ہو اور دوسری طرف معین قصر کوئی کلمہ ہو جیسے ”مَنْ“، ”فِي“، ”لَام“۔ تب بھی قصر کا فائدہ ہوتا ہے۔ جیسے ”الْأُتَمَّةُ مِنْ قَرِيشَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، الْكَرَمُ فِي الْعَرَبِ“ وغیرہ۔ یہ تمام تعبیرات مفید قصر ہیں۔ اسی طرح یہاں ”لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ“ پا ”تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ“ ہو دونوں صورتوں میں قصر ہی مراد ہے۔

قصر اضافی مراد ہے

یہ قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ قصر حقیقی کا مطلب ہوتا ہے کہ مقصور کو مقصور علیہ کے ساتھ حقیقت اور واقعہ کے اعتبار سے ایسا اختصاص ہو کہ وہ علاوہ کسی اور جگہ نہ پایا جائے۔ اور اضافی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مقصور کا مقصور علیہ کے ساتھ اختصاص کسی شئی معین کی نسبت ہو۔ یہاں پر رفع الیدین مقصور ہے اور سبع مواطن مقصور علیہ۔ یہ قصر حقیقی یعنی اس طرح کا نہیں ہے کہ حقیقت اور واقعہ کے اعتبار سے رفع یدین انہی جگہوں کے ساتھ خاص ہے۔ ان سات مقامات کے علاوہ کہیں پایا ہی نہیں جائے گا، بلکہ یہ قصر اضافی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رفع یدین کو ایک متعین حیثیت سے ان مقامات کے ساتھ خاص کیا ہے یا رفع یدین ان مقامات کی معین حیثیت کی نسبت سے ان کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

علامہ سمیریؒ کا ارشاد

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ قصر اضافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں رفع یدین کو ان مقامات کے ساتھ، ان کے اسلامی شعار ہونے کی وجہ سے، خاص کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ روایت میں ذکر کردہ سات مقامات اسلامی شعار ہیں۔ اور رفع یدین اسلامی شعار کی علامت ہے۔ اس لیے شعار ہونے کی حیثیت سے ان جگہوں پر رفع یدین مطلوب ہے۔

مثلاً نماز اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے۔ انسان جب اس شعار کو شروع کرے تو شعار کی علامت کو اختیار کرے یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے۔ شعار کا تقاضہ ہو گیا۔ نماز کے درمیان والا رفع یدین تقاضائے شعار میں نہیں آتا۔ اس لیے رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت کے رفع یدین کا اس روایت میں انکار ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ذکر کردہ تمام مقامات کا اسلامی شعار ہونا ظاہر ہے۔ اسی حیثیت سے ان مقامات پر رفع یدین کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن جن مقامات کا تذکرہ اس روایت میں نہیں ہے جیسے عیدین کی تکبیراتِ زوائد اور قنوت و ترکارِ رفع یدین۔ تو اس کا جواب صاف ہے کہ یہ قصر اضافی ہے۔ اور غیر شعار کے مقابلہ پر شعار کے ساتھ رفع یدین کی تخصیص کے لیے ہے۔ اگر متروک الذکر مقامات میں شعار ہونے کی شان پائی جاتی ہے تو وہاں بھی رفع یدین ثابت ہو جائے گا۔

مثلاً نماز عیدین ہے، نمایاں عمل ہے اور اسلام کا زبردست شعار ہے۔ قرآن کریم میں ”لتکبروا للہ علی ما ہدانا کم“ کہہ کر اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ شعار ہونا یوں بھی ظاہر ہے کہ یہ دن مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن ہے۔ ہر قوم کے یہاں خوشی منانے کے لیے کچھ دنوں کا تعین کیا گیا ہے۔ جن میں وہ اپنے کو آزاد سمجھتے ہیں۔ انسان خوشی کے موقع پر قابو میں نہیں رہتا۔ اس لیے ان اقوام نے عموماً خوشی منانے کا یہ انداز اختیار کیا ہے کہ ان دنوں میں کھیل کود، لہو و لعب اور تفریح کے نئے نئے طریقے اختیار کر لیے ہیں۔ ان کے مقابل مسلمانوں کو جو طریقہ بتایا گیا وہ یہ ہے کہ شہر اور دیہات کے سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اجتماعی طور پر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر عبدیت کا اظہار کریں اور نماز ادا کریں۔ اس طرح شریعت نے خوشی کے موقع پر مسلمانوں کو دیگر اقوامِ عالم سے ممتاز کرنے کے لیے ایک شعار مقرر کر دیا ہے اور شعار کا اظہار کرنے کے لیے اس نماز میں رفع یدین کے ساتھ تکبیراتِ زائدہ رکھ دی گئیں۔

رہا قنوت وتر میں رفع یدین کا مسئلہ، تو اس کی وضاحت میں علامہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ اس کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے: **حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ**۔ (البقرہ: ۲۳۸)۔ ”تمام نمازوں، خصوصاً صلوٰۃ وسطیٰ کی پابندی رکھو۔ اور اللہ کے لیے قنوت کی حالت میں کھڑے رہا کرو“۔ **وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ** میں دو لفظ ہیں: ایک قیام، دوسرے قنوت۔ قیام کے گوئی معنی ہیں مگر یہاں مشہور معنی کھڑے ہونا ہی مراد ہے۔ اور نماز میں قیام کا حکم اس سے ثابت ہوتا ہے۔ قنوت ایک جامع لفظ ہے۔ جس کے معنی دعا کے بھی ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں قنوت یاد عائے قنوت کے وقت قیام بھی مطلوب ہے، یعنی قرآن کریم میں **وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ** کہہ کر جس چیز کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اس کو نماز کے اندر کم از کم ایک جگہ تو اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ احناف اور شوافع دونوں نے اس حکم کی اپنے ذوق کے مطابق تعمیل کی۔ البتہ شوافع نے قنوت کو مستقل حیثیت نہیں دی بلکہ نماز فجر میں رکوع کے بعد میں اس کو لے لیا۔ شاید قنوت کے فجر میں ہونے کی وجہ سے ان کے یہاں **الصَّلَاةِ الْوُسْطَى** سے بھی مراد فجر کی نماز لی گئی۔

جبکہ حنفیہ نے قنوت کو دوامی طور پر وتر کے اندر ملحوظ رکھا اور جب قنوت روایات صحیحہ کی بنیاد پر وتر کے ساتھ ملحق ہو گیا تو اس کے لیے آیت مذکورہ پر عمل کے تقاضے میں قیام کی ضرورت ہوئی۔ پھر یہ کہ قیام تو پہلے ہی سے چل رہا ہے جس کے آغاز پر شعار کا اظہار کرنے کے لیے رفع یدین کیا گیا تھا۔ اب دوسرا قیام **وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ** کے تقاضے میں شروع ہوا تو یہاں بھی شعار کی حیثیت ظاہر کرنے کے لیے رفع یدین مطلوب ہو گیا۔ گو یہ قیام عملاً علیحدہ نہیں ہے، بلکہ پچھلے قیام کے ساتھ اس کو مربوط کر دیا گیا ہے۔

روایت کے معنی کا تعین

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے روایت سے قصر اضافی سمجھا ہے۔ قصر اضافی میں معنی مرادی کے تعین میں مخاطب کے حال کا بھی پیش نظر رکھنا مفید ہوتا ہے۔ یہاں یہ صورت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں نماز کے سلسلے میں صرف ایک رفع یدین منقول ہوا ہے اور وہ ہے تکبیر تحریمہ کا رفع یدین۔ اب اگر یہ روایت مرفوع ہے یعنی یہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خاص مصلحتوں کی وجہ سے ابتداء اعلامت کے طور پر نماز میں کئی جگہ رفع یدین کا حکم دیا گیا۔ وہ مصلحت ذہن نشین ہو گئی تو بتلا دیا کہ اب رفع یدین کی ہر جگہ ضرورت نہیں۔ شعار کی علامت کے طور پر تکبیر تحریمہ کا رفع یدین کافی ہے۔ کیونکہ مخاطب نماز میں رفع یدین کو مشترک سمجھ رہا

تھا۔ قصر کے ذریعہ اس کو ایک جگہ کے ساتھ خاص کیا جا رہا ہے۔ اس لیے بلاغت کی اصطلاح میں اس کو ”قصر افراد“ کہتے ہیں۔

اگر اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر موقوف مانا جائے کہ یہ انہی کا بیان ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔ تب بھی یہ قصر افراد ہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دیکھ رہے ہیں کہ بعض حضرات نماز میں کئی جگہ رفع یدین کر رہے ہیں اور رفع یدین کے متعدد مقامات پر کیے جانے کے قائل ہیں۔ اس لیے ان پر ایک طرح کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز میں رفع یدین تو صرف تکبیر تحریمہ کے موقع پر ہے۔ کسی اور انتقال کے موقع پر نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

(رفع یدین از حضرت مولانا سید فخر الدین احمد ص ۱۳۹۱۳۳ منضم مجموعہ مقالات جلد ۳۔ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ،

ملتان؛ نیل الفرقین ص ۱۳۷۔

جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا طریقہ نماز حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حدیث نمبر ۵۹:- عن محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرُ، فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. وَقَدْ قَالَ مَرَّةً: فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۹؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابویعلیٰ فی منہ رقم ۵۰۱۷؛ المقصد العلیٰ رقم ۲۶۶؛ معجم الشیوخ لابن بکر الاسماعیلی ج ۱ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۳۱۸؛ منہ ابی یعلیٰ الموصلی ج ۸ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۵۰۳۹)۔

ترجمہ: حضرت محمد بن جابر، حمادؓ سے، وہ ابراہیم نخعیؓ سے، وہ علقمہؓ سے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر فنی بحث

اس حدیث میں رفع یدین کے دونوں پہلوؤں، نفی اور اثبات، کو اپنایا گیا ہے۔ یعنی صرف تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے اور کسی وقت نہیں کرتے تھے۔ پھر اس میں صرف رسول اللہ ﷺ کا مبارک عمل ہی مذکور نہیں ہے بلکہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل آخر تک جاری رہا۔ پھر آپ ﷺ کے اس عمل کو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں اپنایا۔ ان کے بعد

حضرت عمرؓ نے بھی اپنا یا یعنی نماز کا یہ طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ کا وہ آخری طریقہ ہے جس پر آپ ﷺ سیدنا ابوبکرؓ کو چھوڑ کر گئے اور پھر اسی طریقہ پر سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ کو چھوڑ کر گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ طریقہ سنتِ قائمہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاں ترکِ رفعِ یدین اتنا مضبوط ہے کہ کبھی تو نماز کا نقشہ کھینچ کر اس میں ترکِ رفعِ یدین کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز بتاتے ہیں (دیکھیے ۲-۸-۴) اور کبھی نقشہ کھینچے بغیر اسے سنتِ رسول اللہ ﷺ قرار دیتے ہیں اور کبھی اس سے ترقی کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سنت بھی قرار دیتے ہیں۔

تعدیل و توثیق محمد بن جابر یمامی اور تصحیح حدیث

یہ حدیث محمد بن جابر یمامیؒ کی روایت سے ہے، جو صدوق (سچے) تھے، مگر ناپسند ہو گئے تھے۔ اس لیے ان کی احادیث میں اختلاط ہو گیا تھا۔

علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: بہترین قول ابن عدیؒ کا ہے کہ اسحاق بن ابی اسرائیلؒ محمد بن جابر کو مشائخ کی ایک جماعت پر فضیلت دیتے تھے حالانکہ وہ مشائخ ان سے توثیق اور مرتبہ کے لحاظ سے زیادہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن جابرؒ سے بڑے بڑے محدثین کرام رحمہم اللہ نے روایت کی ہے (جیسے) ایوبؒ، ابن عونؒ، ہشام بن حسانؒ، ثور بن ابی نعیمؒ، امام شعبہؒ، ابن عیینہؒ وغیرہ۔ اگر وہ سچے نہ ہوتے تو یہ بزرگ ہستیاں ان سے روایت نہ کرتیں کیونکہ وہ مرتبہ کے لحاظ سے وہ ان سے کم ہیں (نصب الراية ج ۱ ص ۵۷۵)۔ دارقطنیؒ میں ہے کہ اسحاق بن ابی اسرائیلؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”پوری نماز میں ہمارا عمل اسی حدیث پر ہے“۔ اس تصریح سے واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت محمد بن جابرؒ کے اختلاط سے پہلے زمانے کی ہے۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث کا مضمون متواتر روایات سے ثابت ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں دو باتیں کہی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ مضمون بھی متواتر ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات میں مختلف طرق اور اسانید سے یہ مضمون مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ دکھایا، اور اس میں رفعِ یدین نہیں فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے اصحابؓ سے ایک روایت بھی اس کے خلاف مروی نہیں۔ یہ ناممکن ہے

ناہینا ہو گئے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ میں خرابی پیدا ہو گئی تھی اور پھر تلقین کو قبول کر لیتے تھے۔ ورنہ سچے تھے، جھوٹ نہیں بولتے تھے چنانچہ علامہ نور الدین یثربیؒ فرماتے ہیں: ”محمد بن جابر الیمامی وهو صدوق ولكنہ کان أعمی واختلط علیہ حدیثہ وکان یلقن“ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷)۔ ”محمد بن جابر یمامیؒ سچا ہے لیکن ناہینا ہو گئے تھے تو حدیث ان پر خلط ملط ہو گئی اور تلقین کو قبول کر لیا کرتے تھے“۔ مزید فرماتے ہیں: ”وقد وثقه غیر واحد“ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۹۵)۔ ”بہت سے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن جابرؒ کی توثیق کی ہے“

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”صدوق، ذهب کتبہ، فساء حفظہ و خلط کثیرا. و عمی فصار یلقن. و رتجہ أبو حاتم علی ابن لہیعة.“ (تقریب ص ۳۱۵)۔ ”محمد بن جابر یمامیؒ سچا ہے۔ اس کی کتابیں ضائع ہو گئی تھیں۔ تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور کثرت سے اختلاط کا شکار اور ناہینا ہو گئے تھے۔ پھر تلقین قبول کر لیا کرتے تھے مگر ابو حاتمؒ نے اس کو ابن لہیعةؒ پر ترجیح دی ہے۔“

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”محمد بن جابر بن سيار بن طارق حنفی یمامی، ابو عبد اللہ کوفہ کا رہنے والا ہے۔ سچا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کی کتابیں ضائع ہو گئیں تھیں۔ حافظہ میں خرابی ہو گئی تھی۔ تلقین قبول کر لیتا تھا۔ امام ابو حاتمؒ نے محمد بن جابرؒ کو ابن لہیعةؒ پر ترجیح دی ہے۔“

(تقریب التہذیب ج ۲ ص ۶۱)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”وفی الجملة قد روی عن محمد بن جابر أئمة وحفاظ“ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۴)۔

”حضرت محمد بن جابرؒ سے روایت کرنے والے بڑے امام اور حفاظ حدیث ہیں۔“

محدث ابن عدیؒ فرماتے ہیں: ”محمد بن جابرؒ کے لیے حدیثیں اور بھی ہیں جو میں نے ذکر نہیں کیں۔ اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کے پاس محمد بن جابرؒ کی کتاب تھی جس میں صحیح حدیثیں موجود ہیں“ (کامل ابن عدیؒ ج ۶ ص ۲۱۶۳)۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ، حضرت محمد بن جابرؒ کے پاس ۱۶۸ھ میں مکہ مکرمہ آئے، جب حضرت محمد بن جابرؒ حدیثیں بیان کر رہے تھے تو حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: اے شیخ! اپنی کتابوں سے حدیث بیان کریں۔ تو محمد بن جابرؒ نے کہا: یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ عبد اللہ بن مبارکؒ ہیں۔ تو محمد بن جابرؒ نے اپنی کتابیں عبد اللہ بن مبارکؒ کے پاس بھیج دیں۔ اور محدث عبد الرحمن (بن مہدیؒ) محمد بن جابرؒ سے حضرت حمادؒ کی حدیث پڑھتے تھے اور عبد اللہ بن مبارکؒ خاموش تھے“ (کامل ابن عدیؒ ج ۶ ص ۶۱۵۸)۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت محمد بن جابرؒ کی حدیثیں جو ان کی کتابوں میں ہیں وہ صحیح ہیں اور جو حافظہ سے ہیں ان میں گڑبڑ

ہے اور حماد کی حدیث بھی صحیح ہے کیونکہ عبد الرحمن بن مہدی محمد بن جابر سے حماد کی حدیث کے بارے میں سوال کرتے تھے اور عبد اللہ بن مبارک خاموش تھے۔ یہ خاموشی رضا کی دلیل ہے۔ پس یہ حدیث ترک رفع یدین کی ان احادیث میں سے ہے جو امام اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر کی کتاب میں سے تھی۔ اور اس میں صحیح حدیثیں تھیں۔ اس لیے محدث اسحاق بن ابی اسرائیل فرماتے ہیں: ”وبہ نأخذ“ (سنن دارقطنی رقم ۱۱۲۰)۔ ”اور ہم بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہیں“۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”ابن ابی حاتم نے فرمایا: میرے باپ سے محمد بن جابر اور ابن لہیعہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو میرے باپ نے کہا: ”محلها الصدق“ مقام دونوں کا صدق ہے یعنی دونوں ہی سچے ہیں لیکن ابن لہیعہ کی نسبت مجھے محمد بن جابر زیادہ پیارا ہے۔ حافظ صاحب مزید فرماتے ہیں: امام ذہلی نے کہا ہے: ”لابأس به“ یعنی اس کی قبول حدیث میں کوئی حرج نہیں۔ دارقطنی فرماتے ہیں: وہ اور اس کا بھائی قریب ہے کہ ضعیف ہوں۔ امام دارقطنی سے پوچھا گیا: کیا یہ متروک ہیں۔ تو دارقطنی نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ دونوں معتبر ہیں (یعنی لائق احتجاج ہیں)

(تہذیب المعجز ج ۵ ص ۵۹، ۶۰)۔

امام دارقطنی نے کہا کہ محمد بن جابر اس روایت میں اکیلا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ دارقطنی کی دونوں باتیں غلط ہیں۔ محمد بن جابر اس روایت میں اکیلا نہیں بلکہ سند مناظرہ میں امام اعظم بھی اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں۔ سند یہ ہے: أبو حنیفۃ حدثنا حماد بن أبی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ وأسود عن عبد اللہ بن مسعود (مسند امام اعظم رقم ۹۶)۔ اور اس حدیث کی سند ہے: عن محمد بن جابر عن حماد بن أبی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ معلوم ہوا کہ دارقطنی کی یہ بات ناواقفیت پر مبنی ہے۔ دوسری بات کہ دارقطنی نے کہا ہے کہ محمد بن جابر ضعیف ہے۔ محمد بن جابر امام اعظم کا ہم استاد ہے۔ امام صاحب کا اس کی کتاب پر اعتماد کرنا اس کے ثقہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ پھر محمد بن جابر کے شاگرد اسحاق بن ابی اسرائیل کا اس اجماع کو ذکر کرنا کہ ہم سب اسی حدیث کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، دلیل ہے کہ اس زمانہ میں اس حدیث کی صحت پر اجماع تھا۔ کسی ایک بھی محدث نے اسحاق بن ابی اسرائیل کے قول کو رد نہیں کیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ محمد بن جابر، سفیان اور شعبہ جیسا حافظ تھا جیسا کہ خود اس کے شاگرد اسحاق بن ابی اسرائیل نے بتایا ہے (الکامل)۔ آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ اس لیے آخر عمر میں محدثین نے ضعف حافظہ کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا ہے۔ ایسے راوی کی حدیث کا حکم یہ ہوتا ہے کہ یا تو یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں حدیث حافظہ کمزور ہونے سے پہلے دور کی ہے۔ تو اس حدیث

کے صحیح ہونے میں ذرا بھرتک نہیں ہوگا اور یا اس کا متابع مل جائے تو بھی حدیث صحیح ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا۔ وجہ یہی بتائی ہے کہ ایک بھول جائے گی تو دوسری یاد دلائے گی (البقرہ: ۲۸۲)۔ اس حدیث میں دونوں باتیں ثابت ہیں۔ کیونکہ محدث اسحاق بن ابی اسرائیل اس زمانہ کے شاگرد ہیں جب اس کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ بلکہ تمام معاصرین نے خاص طور پر اس کی حدیث کو قبول کیا ہے اور دوسری بات بھی ثابت ہے کہ امام اعظمؒ بھی اس کے ساتھ ہیں۔

اگر محمد بن جابرؒ روایت کے قابل نہ ہوتے تو امام شعبہؒ ہرگز ان سے روایت نہ لیتے۔ چنانچہ امام شعبہؒ سے کسی نے پوچھا: ”آپ حکیم راوی سے روایت کیوں نہیں کرتے تو آپؒ نے جواب دیا کہ أخاف النار کہ آگ کے خوف سے“ (نودی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰)۔ کسی نے امام شعبہؒ سے پوچھا کہ آپؒ ابان بن عیاشؒ سے روایت کیوں نہیں کرتے تو آپؒ نے جواب دیا: ”لأن أشرب من بول حمار حتى أروى أحب إلى من أقول حدثنا أبان بن أبي عياش“ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰)۔ ”میں گدھے کا پیشاب پی لوں یہاں تک کہ سیر ہو جاؤں تو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں حدثنا أبان بن أبي عياش کہوں“

اگرچہ بعض حضرات نے محمد بن جابرؒ پر جرح کی ہے لیکن اسے ثقہ اور صدوق کہنے والے بھی موجود ہیں۔ لہذا یہ حدیث اپنے متابعات کے ساتھ قابل استدلال ہے۔ (بعض متابعات اس کے بعد پیش کیے جائیں گے)۔ محمد بن جابرؒ کی روایت کو امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی (رقم ۸۵ باب ماجاء فی ترک الوضوء من مس الذکر) میں بطور متابعت پیش کیا ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤدؒ نے بھی سنن ابوداؤد (رقم ۱۸۳) میں محمد بن جابرؒ کی حدیث کو بطور متابعت پیش کیا ہے۔ علامہ البانیؒ غیر مقلد نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (صحیح سنن ابوداؤد رقم ۱۶۸۔۔۔۔۔ ۱۸۳)۔ امام بخاریؒ و مسلمؒ کے استاذ الحدیث امام احمد بن حنبلؒ نے محمد بن جابرؒ کی سند سے آٹھ روایات درج کی ہیں (مسند احمد رقم ۱۵۸۵۳ تا ۱۵۸۶۰)۔

یہ حدیث موضوع نہیں ہے

حضرت محمد بن جابرؒ پر کذب کی جرح نہیں ہے کہ اس کی روایت کو معاذ اللہ موضوع قرار دیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ محمد بن جابرؒ کی توثیق اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ اس حدیث کو موضوع کہنے والوں میں ابن الجوزیؒ ہیں (الموضوعات ج ۲ ص ۹۶)۔ ابن جوزیؒ کی عام عادت ہے کہ صحیح حدیث کو موضوع کہہ دیتے ہیں۔

۱:- علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ”وابن الجوزی متساهل في الحكم على الحديث بالوضع“ (اللال المصنوع ج ۲ ص ۳۳) ”ابن الجوزی حدیث کو موضوع کہنے میں متساهل ہیں۔“

۲:- مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: ”ابن جوزی صحیح حدیثوں کو موضوع کہہ دیتے ہیں“ (التعلیق الممجد ص ۳۳ طبع قدیمی کراچی)۔

۳:- حافظ ابن حجرؒ بلوغ المرام میں باب اللعان کی حدیث ۶ کے بارے فرماتے ہیں: رواہ أبو داؤد و الترمذی و رجالہ ثقات۔ علامہ امیریمائیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: علامہ نوویؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے (سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۹)۔ لیکن ابن جوزیؒ نے موضوعات میں شمار کیا ہے حالانکہ اس کی سند صحیح ہے۔

۴:- علامہ امیریمائیؒ سبل السلام میں باب قتال اهل البغی (حدیث عمار بن یاسرؓ کے متعلق کہ تقتل عماراً الفتنۃ الباغیۃ) میں لکھتے ہیں: ابن جوزیؒ نے جو اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے تو اس کا جواب سید محمد بن ابراہیم الوزیریؒ نے دیا ہے: ابن جوزیؒ صحیح اور ضعیف حدیثوں کی پرکھ نہیں رکھتے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں کہا ہے کہ ابن جوزیؒ کی کتابوں میں اغلاط کی کثرت ہے۔ (سبل السلام ج ۲ ص ۱۳۸)

۵:- قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ”ابن جوزیؒ نے صحیح حدیثوں کو موضوعات میں شمار کر دیا ہے چہ جائیکہ وہ حسن اور ضعیف حدیثوں کو موضوعات میں شمار کریں۔“ (الفوائد المجموعہ ص ۴ طبع مصر)

۶:- قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ”ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو موضوع حدیثوں کی مد میں داخل کر کے ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ حسین مذکور سے اہل الصبح نے احتجاج کیا ہے اور محدثین کی بڑی جماعت نے اسے ثقہ کہا ہے۔“ (الفوائد المجموعہ ص ۱۴۹ طبع مصر از ہر)

۷:- قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ”ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے حالانکہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ ابن جوزیؒ کی یہ بڑی غفلت ہے۔“ (الفوائد المجموعہ ص ۲۱۲ طبع مصر از ہر)۔

قاضی شوکانیؒ نے اگرچہ ابن جوزیؒ کے تشدد کی شکایت کی ہے مگر ان کا اپنا طریق بھی یہی ہے۔ چنانچہ محمد بن جابر یمائیؒ کی حدیث ترک رفع یدین کو کسی محدث نے موضوع قرار نہیں دیا۔ صرف ابن جوزیؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ ابن جوزیؒ کی پیروی کرتے ہوئے قاضی شوکانیؒ نے بھی اس حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے۔ پھر قاضی شوکانیؒ نے شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے صحیحین (بخاری، مسلم) کی حدیثوں کو موضوعات میں شمار کیا

ہے حالانکہ قاضی صاحب خود اس جرم کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ حدیث ”ان من عباد اللہ لو أقسم علی اللہ لأبره“ کے متعلق الفوائد المجموعہ (ص ۲۵۳) میں لکھتے ہیں: ہو موضوع۔ اور قاضی صاحب الفوائد المجموعہ (ص ۵۰۸) میں لکھتے ہیں: قال القزوينی: موضوع۔ حالانکہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری (ج ۱ ص ۳۷۲، ۳۹۴؛ ج ۲ ص ۶۳۶، ۶۶۴) میں ہے۔ اسی طرح مسلم (رقم ۲۶۲۲ ترقیم فواد عبد الباقی)، ترمذی (ج ۲ ص ۸۴ وقال حسن صحیح)، ابوداؤد (ج ۲ ص ۶۳۱)، مستدرک حاکم (رقم ۸۰۰۲) اور مشکوٰۃ (رقم ۵۲۳۱) میں موجود ہے۔ اگر قاضی صاحب محمد بن جابر یمائی کی حدیث ترک رفع یدین کو موضوعات میں شمار کر دیں تو یہ حیران کن بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کو موضوعات میں شمار کرنا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے۔

محمد بن جابر پر کذب وغیرہ کی کوئی جرح نہیں ہے کہ اس حدیث کو موضوع کہا جائے۔ اگر یہی محمد بن جابر ایسی روایت کی سند میں ہوتے جو قاضی صاحب کے مذہب کے مطابق ہوتی تو وہ حدیث ان کے ہاں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہوتی بلکہ اگر کذاب اور وضاع راوی بھی ان کے مذہب کے موافق روایت کر دے تو قاضی صاحب کے ہاں ایسی حدیث کو ثابت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۸۴) میں فرماتے ہیں:

”قد ثبت من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ عند البیهقی أنه قال بعد أن ذکر أن رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه عند تکبیرۃ الاحرام وعند الركوع وعند الاعتدال۔ فما زالت تلك صلواته حتى لقی اللہ تعالیٰ۔“

”بیہقی میں حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے۔ یہی نماز آپ ﷺ کی رہی، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔“

قاضی صاحب کے ہاں یہ حدیث ثابت ہے کیونکہ ان کے مذہب کے موافق ہے۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس میں دو راوی کذاب اور وضاع ہیں۔ خود قاضی صاحب بھی ”الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (ص ۶۷ طبع مصر از ہر)“ لکھتے ہیں: اس میں عصمتہ بن محمد کذاب اور وضاع ہے۔ اور (ص ۱۸۱) میں لکھتے ہیں: عصمتہ بن محمد وہو کذاب۔ اس کی مفصل بحث باب ۱۰-۶ میں کر دی گئی ہے۔

انہی حضرات کی پیروی میں جناب زبیر علی زئی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے (نور العینین

ص ۱۵۱)۔ انہی حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مذہب کے خلاف ہر صحیح و حسن حدیث کو جھٹلاتے ہیں اور ہر جھوٹی اور موضوع حدیث کو مستدل بنا لیتے ہیں۔ قاضی شوکانی کی طرح خلائیات نبیہتی والی حدیث کو خود زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے بھی اس کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے (نور العینین ۳۲۷)۔ اسی طرح کا اقرار دوسرے غیر مقلدین نے بھی کیا ہے (ملاحظہ کیجیے بابر ۶-۱۰)۔ اس اقرار کے باوجود جھوٹ کو سچ بنانے کی جو جسارت اس فرقہ میں جناب زبیر صاحب کو نصیب ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی نے اس حدیث کی تسہیل الوصول میں پوری حمایت کی ہے۔ وہ اس حدیث کی تحقیق و تخریج میں لکھتے ہیں: ”التلخیص الحسیر والی اس روایت میں دو راوی: عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمن بن قریش سخت مجروح ہیں۔ لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔ اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے۔ اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔“ بلفظہ (تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۹۵، ۱۹۶)۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء)۔ دیکھیے موضوع حدیث کو صحیح ثابت کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۰:- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكْبِرُ فِي كُلِّ وَضْعٍ وَرَفْعٍ، وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ، وَأَبْوَبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا“۔ (ترمذی باب ماجاء فی التکبیر عند الرکوع والسجود رقم ۲۵۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام و قعود میں صرف تکبیر کہتے تھے، اور یہی طریقہ نماز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا تھا۔“

حدیث نمبر ۶۱:- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكْبِرُ فِي كُلِّ وَضْعٍ وَرَفْعٍ، وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ وَأَبْوَبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا“۔ (نسائی باب التکبیر للسجود رقم ۱۱۵۰) ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام و قعود میں صرف تکبیر کہتے تھے، اور یہی طریقہ نماز حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا۔“

حدیث نمبر ۶۲:- عَنْ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ”رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَكْبِرُ فِي كُلِّ خَفِضٍ وَرَفْعٍ، وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ وَيُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ: أَلْسَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ أَلْسَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“۔ حتیٰ یری بیاض خدہ۔ و رأیتُ اباہُ بکرٍ و عمرٌ۔ رضی اللہ عنہما۔ یفعلن ذلك“۔ (نسائی رقم ۱۰۸۴، ۱۳۲۰، اللؤلؤ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ

آپ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام و قعود میں صرف تکبیر کہتے تھے۔ اور دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ کہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی تھی۔ اور میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز اور جو بعد میں خلفائے راشدینؓ بھی مسجد نبوی میں پڑھاتے رہے۔ اس میں ہر اونچ نیچ، قیام و قعود میں صرف تکبیر تھی۔ رفعِ یدین نہیں تھی۔ یہ حدیث بھی مسلسل بالعمل ہے۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۶۳:- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، عَنْ سَفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَصَمِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٌ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَتِمُّونَ التَّكْبِيرَ إِذَا رَفَعُوا وَإِذَا وَضَعُوا“ (مسند احمد رقم ۱۳۳۵۴)۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن الاصمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے: ”جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تکبیر کو ہر اونچ نیچ میں پورا ادا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۶۴:- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَصَمِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرًا وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوا يَتِمُّونَ التَّكْبِيرَ، يَكْبُرُونَ إِذَا سَجَدُوا، وَإِذَا رَفَعُوا“۔ قَالَ يَحْيَى: ”أَوْ خَفَضُوا“۔

(مسند احمد رقم ۱۱۸۵۰، واللفظ: طرابلسی ص ۲۷۶؛ عبد الرزاق ج ۲ ص ۶۴ رقم ۲۵۰۱)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن الاصمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے: ”جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تکبیرات کو پورا ادا کرتے تھے۔ جب سجدہ ادا کرتے تھے تو بھی تکبیر کہتے تھے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔“ حدیث کے راوی حضرت یحییٰؓ فرماتے ہیں: ”ہر اونچ نیچ میں بھی تکبیر کہتے تھے۔“

حضرت انسؓ جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی نمازوں کا طریقہ بیان کرتے ہیں تو صرف تکبیرات کا ذکر کرتے ہیں۔ رفعِ یدین کا نام تک نہیں لیتے۔

حدیث نمبر ۶۵: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا بِهِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَوْجَزَ صَلَاةً مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي تَمَامٍ. كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُتَقَارِبَةً، وَكَانَتْ صَلَاةُ أَبِي بَكْرٍ مُتَقَارِبَةً، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَدَّى فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» قَامَ، حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ، ثُمَّ يَسْجُدُ، وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ. (مسلم رقم ۱۰۶۰)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے آپؐ فرماتے تھے: ”میں نے کسی آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مختصر مگر پوری اور مکمل پڑھتا ہو۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی متقارب تھی۔ اور (اسی طرح) حضرت ابوبکرؓ کی نماز بھی متقارب تھی۔ پھر جب حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے تو آپؐ فجر کی نماز میں قراءت لمبی فرماتے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتے تو کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ شاید آپ ﷺ کو وہم ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ (تکبیر کہتے اور) سجدہ کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنا بیٹھتے کہ ہم سمجھتے شاید آپ ﷺ کو وہم ہو گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت انسؓ نے حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی نمازوں کی کیفیت بیان کی ہے۔ جس میں متقارب کا لفظ بیان کیا ہے جس کا بیان دوسری حدیث (مسلم رقم ۱۰۵۷) میں ہے کہ آپ ﷺ کا رکوع، قومہ، سجدہ، اور دو سجدوں کے درمیان کا جلسہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۶۶: أَخْبَرَنَا قَتِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَصْمِ قَالَ: ”سَأَلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: يَكْبُرُ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَإِذَا قَامَ بَيْنَ الرُّكْعَتَيْنِ. فَقَالَ لَهُ حَظِيمٌ: عَنِ تَحْفَظُ هَذَا؟ قَالَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرُ، ثُمَّ سَكَتَ، فَقَالَ لَهُ حَظِيمٌ: وَعُمَرَانُ؟ وَقَالَ: وَعُمَرَانُ“ (نسائی رقم ۱۱۸۰)۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن الاصمؓ فرماتے ہیں: کہ حضرت انسؓ سے نماز میں تکبیر کے بارے میں سوال ہوا؟ تو حضرت انسؓ نے جواب دیا: تکبیر کہتے جب رکوع کرتے، جب سجدہ کرتے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے اور جب دو رکعتوں کے درمیان کھڑے ہوتے تھے۔ تو حضرت حطیمؓ آپؐ سے کہنے لگے: آپؐ نے کس سے (یہ طریقہ) یاد کر رکھا ہے؟ تو حضرت

انسؓ فرمانے لگے: ”جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ سے۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت حکیمؓ آپؐ سے کہنے لگے: اور حضرت عثمانؓ سے بھی؟ تو حضرت انسؓ کہنے لگے: ہاں اور حضرت عثمانؓ سے بھی۔“

حدیث نمبر ۶۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَفَان، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَصَمُّ قَالَ: ”سَأَلَ أَنَسٌ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أَسْمَعُ، فَقَالَ: يَكْبُرُ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَإِذَا قَامَ بَيْنَ الرَّكَعَتَيْنِ قَالَ: فَقَالَ لَهُ حَكِيمٌ: عَمَّنْ تَحْفَظُ هَذَا؟ قَالَ: عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرُ، ثُمَّ سَكَتَ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ حَكِيمٌ: وَعُثْمَانُ؟ وَقَالَ: وَعُثْمَانُ.“ (مسند احمد رقم ۱۴۲۲۲، ۱۴۲۸۷)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن الاصمؓ فرماتے ہیں: کہ حضرت انسؓ سے نماز میں تکبیر کے بارے میں سوال ہوا اور میں بھی سن رہا تھا۔ تو حضرت انسؓ نے جواب دیا: تکبیر کہتے جب رکوع کرتے، جب سجدہ کرتے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے اور جب دو رکعتوں کے درمیان کھڑے ہوتے تھے۔ تو حضرت حکیمؓ آپؐ سے کہنے لگے: آپؐ نے کس سے (یہ طریقہ) یاد کر رکھا ہے؟ تو حضرت انسؓ فرمانے لگے: ”جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ سے۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت حکیمؓ آپؐ سے کہنے لگے: اور حضرت عثمانؓ سے بھی؟ تو حضرت انسؓ کہنے لگے: ہاں اور حضرت عثمانؓ سے بھی۔“

حضرت انسؓ سے جب نماز میں تکبیر کے بارے میں سوال ہوا تو آپؐ نے رکوع سجدہ اور دو رکعتوں کے بعد صرف تکبیر کا ذکر کیا ہے رفع یدین کا نام تک نہ لیا اور فرمایا: میں نے یہی نماز جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے یاد کی ہے۔

حدیث نمبر ۶۸: عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ لَا يَنْقُصُونَ التَّكْبِيرَ. وَفِي لَفْظٍ: يُتِمُّونَ التَّكْبِيرَ. إِذَا رَكَعُوا، وَإِذَا رَفَعُوا، وَإِذَا وَضَعُوا“ (عب، ش، كنز العمال رقم ۲۲۰۹۵).

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تکبیرات کو ناقص ادا نہیں فرماتے تھے۔ (دوسری روایت میں ہے کہ پورا پورا ادا کرتے تھے)۔ جب رکوع کرتے تھے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور جب سر جھکاتے تھے۔“

اس حدیث میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی نماز میں رفع یدین کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز میں ترکِ رفعِ یدین کی صریح روایات

حدیث خلیفہ راشد حضرت علیؓ

حدیث نمبر ۶۹: عن عبد الرحیم بن سلیمان عن أبي بكر النهشلي عن عاصم بن كليب عن أبيه عن علي رضي الله عنه، عن النبي ﷺ أنه كان يرفع يديه في أول الصلوة، ثم لا يعود. (العلل الواردة في الأحاديث النبوية لدار قطنيج ۲ ص ۱۰۶ سوال نمبر ۴۵، قلت: انفراد برفعه عبد الرحيم بن سليمان وهو ثقة).

حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ”آپ ﷺ نماز کے شروع میں رفعِ یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔“

حدیث حضرت علیؓ پر فنی بحث

حضرت علیؓ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں عبد الرحیم بن سلیمان منفرد ہے۔ عبد الرحیم بالاتفاق ثقہ ہے۔ اس حدیث کی تائید امیر المومنین حضرت علیؓ کے عمل (طحاوی رقم ۱۳۲۰؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷؛ مؤطا محمد رقم ۱۰۹) کے سند صحیح سے ثابت ہونے سے ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اصحاب علیؓ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱) اور اجماع اہل کوفہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ امام محدث، بے مثال فقیہ، مجتہد حضرت امام محمد بن حسن شیبائی فرماتے ہیں:

جاء الثبت عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه وعبد الله بن مسعود رضي الله عنه. أنهما كانا لا يرفعان في شيء من ذلك إلا في تكبيرة الافتتاح (كتاب الحجة ج ۳ طبع دار المعارف).

ترجمہ:- حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بڑے مضبوط طریقے سے ثابت ہے کہ وہ سوائے تکبیر افتتاح کے رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ سے اس سلسلے میں کئی روایات میں مروی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف حوالے

ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک روایت جس کو امام شافعی کتاب الام ج ۱ ص ۹۶؛ مسند شافعی ج ۱ ص ۸۸؛ ابوداؤد طیالسی ج ۱ ص ۲۲؛ مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۵۵ (رقم ۲۸۷۶)، ص ۱۶۳ (رقم ۲۹۰۲، ۲۹۰۳)، ص ۱۶۴ (رقم ۲۹۰۴)؛ مسند احمد رقم ۷۳۱، ۸۰۵؛ مسلم ج ۱ ص ۲۶۳ رقم ۱۸۱۱؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم ۷۶۰؛ نسائی رقم ۸۹۷، ۱۰۵۰؛ ترمذی ج ۲ ص ۷۵ رقم ۳۴۲۱؛ ابوعوانہ ج ۲ ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۶۸، ۱۸۷، ۱۸۸ طبع ہند؛ ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۰۶؛ طحاوی رقم ۱۳۲۲؛ دارقطنی رقم ۱۱۲۲، ۱۱۲۳؛ بیہقی ج ۲ ص ۸۷ لائے ہیں، مگر اس میں رفع یدین کا نام و نشان تک مذکور نہیں۔

۲۔ حضرت علیؑ کی حدیث جس میں حضرت عمران بن حصینؓ کی حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ قرار دینے کا ذکر ہے۔ اس میں بھی صرف تکبیروں کا ذکر ہے۔ رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں۔ (دیکھیے! ابوداؤد طیالسی ج ۱ ص ۱۱۱؛ عبد الرزاق ج ۲ ص ۶۳ رقم ۲۴۹۸؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۰۷؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸ رقم ۱۹۳۳۹، ص ۴۴۰ رقم ۱۹۴۵۰؛ بخاری ج ۱ ص ۱۰۸ رقم ۷۸۲، ۷۸۶، ص ۱۱۲ رقم ۸۲۶؛ مسلم ج ۱ ص ۱۶۹؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۱ رقم ۸۳۵؛ نسائی رقم ۱۰۸۲؛ ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۲؛ ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۲؛ بیہقی ج ۲ ص ۶۸، ۱۳۴)۔

۳۔ اسی طرح امام مالکؒ نے ایک تیسری سند سے بھی حضرت علیؑ کی حدیث لکھی ہے (موطا امام مالک ص ۲۵، رقم ۲۰۱)۔ اس میں بھی رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں، صرف تکبیرات ہیں۔

۴۔ امام بخاری کے استاد ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے حضرت علیؑ کی نماز کا جو طریقہ روایت کیا ہے۔ اس میں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۰ رقم ۲۴۹۹)

۵۔ پانچویں سند سے حضرت عکرمہؒ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے حضرت علیؑ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ روایت کیا ہے (احمد رقم ۳۰۰۷، بخاری رقم ۷۸۷)۔ اس میں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

۶۔ چھٹی سند سے امام احمدؒ نے (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۲ رقم ۱۹۳۸۰) حضرت علیؑ کی نماز کا جو طریقہ نقل کیا ہے۔ اس میں بھی رفع یدین کا نام و نشان نہیں۔

۷۔ ساتویں سند سے بھی ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۲۴۱ رقم ۲۵۰۶) حضرت علیؑ کی نماز کا جو طریقہ نقل کیا ہے۔ اس میں بھی رفع یدین کا نام و نشان نہیں۔ صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔

حضرت علیؓ کی صرف ایک روایت میں رفعِ یدین کا ذکر ہے جس کا ایک راوی عبد الرحمن بن ابی الزناد ضعیف ہے۔ اس روایت کے متعلق مفصل بحث باب ۸ میں ۵-۸ میں تفصیلاً بیان کر دی گئی ہے۔ تاہم اگر دونوں کو مان لیا جائے تو اب فیصلہ حضرت علیؓ، اصحاب علیؓ اور اجماع اہل کوفہ سے ہو گیا کہ رفعِ یدین والی حدیث پر عمل جاری نہیں رہا۔ اس لیے رفعِ یدین سنت نہیں۔ ہاں ترکِ رفعِ یدین والی حدیث پر عمل جاری رہا۔ اس لیے کہ ترکِ رفعِ یدین ہی سنت ہے کیونکہ سنیت کے لیے مواظبت ضروری ہے (شرح جزء رفعِ یدین ص ۲۵۰ مولانا محمد امین اودکاڑوی)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی احادیث

حدیث نمبر ۷۰:۔ حدثنا هناد، نا و كيع، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضى الله عنه: "ألا أصلي بكم صلوة رسول الله ﷺ؟ فصلّى. فلم يرفع يديه إلا في أوّل مرّة. قال: وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى: حديث ابن مسعود حديث حسن. وبه يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين. وهو قول سفيان الثوري واهل الكوفة.

(ترمذی: باب: ما جاء أنّ النبي ﷺ لم يرفع إلا في أوّل مرّة؛ ص ۱۳۱، رقم ۲۵۷، تحقیق الشيخ خلیل مأمون شجاع طبع دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ؛ درجالہ رجال مسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپؓ نے نماز پڑھی۔ اور صرف نماز کی ابتداء میں رفعِ یدین کیا۔“ اور ترکِ رفعِ یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے۔ اور بے شمار اہل علم صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کرنے کے) قائل ہیں۔ یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

خاتمی مرتبت، نبی رحمت ﷺ کی مجلس کے حاضر باش، سفر و حضر میں آپ ﷺ کے خادم خاص، آپ ﷺ کی سیرت و سنت کے نمونہ، اور آپ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کے خزینہ، فقیہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے تلامذہ و حاضرین مجلس کو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے طریقہ نماز کی عملی طور پر تعلیم کی غرض سے نماز پڑھ کر دکھائی اور اس نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع

یدین کیا۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول رفع یدین نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فدائی رسول اور فاضل ترین صحابی (جن کے قول عمل پر مہر اعتماد ثبت فرماتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”ما حدثکم ابن مسعود فصَدَقَہ“ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹) یعنی عبداللہ بن مسعودؓ جو بات تم سے بیان کریں، اسے صحیح باور کرو) کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب کر کے کوئی بات بیان کریں یا کوئی کام کریں اور اس میں آپ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کریں۔ چنانچہ امام دارقطنی ایک موقع پر لکھتے ہیں: ”

وعبداللہ بن مسعود أتقن لربه، وأشع على دينه من أن يروى عن رسول الله ﷺ أنه

يقضى بقضاء ويفتي هو بخلاف هذا. لا يتوهم مثله على عبد الله بن مسعود“

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۶۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس بارے میں اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اپنے دین کو ترجیح دینے والے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے وہ کوئی فیصلہ نقل کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی شخصیت کے متعلق اس کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اصولی لحاظ سے یہ حدیث صحیح ہے اور اپنے مدلول میں صریح ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے وضاحت کی یعنی نماز پڑھ کر دکھائی۔ رفع یدین صرف تکبیر افتتاح کے وقت کیا۔ پھر نہیں کیا اور فرمایا: یہ نماز جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، بعد میں نہیں۔ ہمیں بھی پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں۔

حدیث نمبر ۱: أخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن

عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله قال: ألا أخبركم

بصلوة رسول الله ﷺ، قال: فقام فرفع يديه أول مرة ثم لم يعد

(نسائی رقم ۱۰۲۶؛ وقال الشيخ اليسوي: هذا السناد صحيح، التعليق الحسن ماشية آثار السنن ۱۵۳؛ علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی

ہے۔ سنن نسائی تحقیق محمد ناصر الدین البانی طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ

بتاؤں؟ پس آپؓ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا۔“

واحدة“ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ ان سب لفظوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی رفع یدین صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت کیا تھا۔

حدیث نمبر ۷:۔ حدثنا عبد الله، حدثني أبي حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة، قال: قال ابن مسعود: "ألا أصلي لكم صلاة رسول الله ﷺ؟ قال: فصلي، فلم يرفع يديه الا مرة"۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸، رقم ۳۶۷۲، رقم ۳۶۸۱)

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؐ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔“

حدیث نمبر ۸:۔ حدثنا عبد الله، حدثني أبي حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة، قال: قال عبد الله: "ألا أصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ؟ قال: فرفع يديه في أولي"۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۲، رقم ۴۱۹۹، رقم ۴۲۱۰)

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ تو آپؐ نے صرف پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔“

حدیث نمبر ۹:۔ حدثنا وكيع، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله قال: ألا أريكم صلاة رسول الله ﷺ؟ فلم يرفع يديه الا مرة (مصنف ابن أبي شيبة رقم ۲۴۵۶ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی ۱۴۲۸ھ: المندوحة للنشر ج ۱ ص ۱۶۶ طبع دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۶ھ)۔

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؐ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔“

حدیث نمبر ۱۰:۔ أخبرنا أبو طاهر الفقيه، أنبأنا أبو حامد بن بلال، أنبأنا محمد بن اسماعيل الأحمسي، حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة، قال: قال عبد الله يعني ابن مسعود: لأصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ. قال: فصلي فلم يرفع يديه الا مرة واحدة. (السنن الكبرى ج ۲ ص ۷۸)

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: میں تمہیں ضرور بالضرور جناب رسول اللہ ﷺ کی

مسنون نماز کا طریقہ بتاؤں گا۔ حضرت علقمہؒ کہتے ہیں: آپؐ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔“

حدیث نمبر ۷۹:۔ حدثنا ابن أبي داود. قال حدثنا نعيم بن حماد. قال حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله عن النبي ﷺ انه كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود. (طحاوی رقم ۱۳۱۶، و اسنادہ قوی)
ترجمہ:- حضرت علقمہؒ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔“

حدیث نمبر ۸۰:۔ حدثنا محمد بن نعيم. قال حدثنا يحيى بن يحيى. قال حدثنا وكيع عن سفيان فذكر مثله باسناد. (طحاوی رقم ۱۳۱۷، و اسنادہ قوی)
ترجمہ:- اس حدیث کی سند سفيان ثوريؒ کے آگے بعینہ وہی ہے جو اوپر والی حدیث کی ہے اور متن کے الفاظ بھی وہی ہیں۔

حدیث نمبر ۸۱:۔ ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهيم عن الاسود أن عبد الله بن مسعودؓ كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يعود إلى شيء من ذلك ويأثر ذلك عن رسول الله ﷺ (جامع المسانيد خوارزمي ج ۱ ص ۳۵۵)۔
ترجمہ:- حضرت امام ابو حنیفہؒ، حمادؒ سے، وہ ابراهيم نخعیؒ سے، وہ اسودؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں نہیں کرتے تھے۔ وہ اس عمل کو جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے تھے۔
حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس حدیث کی بنا پر ترکِ رفع یدین کو اختیار کیا ہے۔ اس لیے یہ ان کی جانب سے حدیث کی تصحیح ہے۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ پر سندی و فنی بحث

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی تصحیح

اس حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے۔ سنن ابوداؤد (حدیث نمبر ۶۸)، سنن نسائی کی دوسری روایت (حدیث نمبر ۶۷)، مسند احمد (حدیث نمبر ۷۰، ۷۱) اور مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۷۲) کی روایتیں صحیح علی شرط الشیخین ہیں کیونکہ مسند احمد اور ابن ابی

شیبہ کی سند میں یہ پانچ راوی ہیں: وکیع بن الجراح، سفیان ثوری، عاصم بن کلیب، عبدالرحمن بن الاسود اور علقمہ بن قیس۔ تلمیذ ابن مسعود۔ اور یہ سب کے سب راوی صحیح بخاری و مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ البتہ عاصم بن کلیب سے امام بخاری نے صرف تعلیقاً روایت کیا ہے۔

سنن ابوداؤد میں ایک راوی عثمان بن ابی شیبہ زائد ہیں۔ یہ ترمذی کے علاوہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ سنن نسائی کی سند (حدیث نمبر ۶۷) میں عثمان بن ابی شیبہ کی جگہ محمود بن غیلان ہیں جو صحیحین کے راوی ہیں بلکہ ابوداؤد کے علاوہ اصحاب ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ترمذی کی سند (حدیث نمبر ۶۵) علی شرط مسلم ہے۔ کیونکہ ان کی سند میں عثمان بن ابی شیبہ کی بجائے ہناؤ ہیں جن سے امام بخاری کے علاوہ بقیہ سارے اصحاب ستہ روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔

اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

۱۔ قال الشيخ انور شاه الكشميري: على شرط مسلم (العرف الشذی ص ۱۳۸)۔ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۲۔ ورجاله رجال مسلم كذا في الجوهر النقي؛ وقال الشيخ انور شاه الكشميري: أنَّ هذا الخبر مع هذه الزيادة صحيح، وكل ما أوردوه عليه فهو مدفوع۔ (نیل الفرقین ص ۷۸ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: اس حدیث کے راوی مسلم شریف کے راوی ہیں جیسا کہ جوہر نقی میں ہے۔ یہ حدیث مع زیادت کے صحیح ہے۔ جو اعتراضات اس حدیث کے بارے میں کیے گئے ہیں، وہ مردود ہیں۔

۳۔ وقال الشيخ النيموي: رواه الثلاثة، وهو حديث صحيح۔ (آثار السنن ص ۱۵۲)

اس حدیث کو تینوں (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ”ولا يخفى أن الحديث مرفوع ولو حكماً، فإن

قول الصحابي ألا أصلي بكم صلوة رسول الله ﷺ في حكم الرفع، كما ثبت في الأصول“ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۸) یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ اگرچہ حکماً ہے۔ اس لیے صحابی کا یہ فرمانا: ”ألا أصلي بكم صلوة رسول الله ﷺ؟“ مرفوع کے حکم ہے۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے۔

۵۔ قال الشيخ الالباني: هذا سند صحيح۔ رجاله رجال مسلم۔ وقد حسنه الترمذی، و صححه ابن حزم۔ (اصل صفة صلاة النبي ﷺ ص ۶۱۰، ۶۱۱)۔ ۶۔ دوسری جگہ شیخ البانی تو

نہایت تاکید و جزم کے ساتھ فرماتے ہیں: وقال الشيخ الالباني: والحق انه حديث صحيح، واسناده صحيح على شرط مسلم. ولم نجد لمن أعلاه حجة يصلح التعلق بها ورد الحديث من أجلها۔ (مشکوٰۃ المصابيح بتحقيق الشيخ الباني، ج ۱ ص ۲۵۴، تحت حدیث ۸۰۹)

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے۔

۷۔ دوسری جگہ بھی علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (صحیح سنن ترمذی رقم ۲۱۱۔۔۔۔۔ ۲۵۷؛ صحیح ابوداؤد ۶۸۳۔۔۔۔۔ ۷۴۸)۔

۸۔ معروف محقق علامہ احمد محمد شا کر نے بھی اس حدیث کی تصحیح ان الفاظ میں کی ہے: وقال احمد شاكر: وهذا الحديث صحيح، صححه ابن حزم وغيره من الحفاظ وما قالوا في تعليقه ليس بعلة۔ (ترمذی بتحقیق احمد شا کر ج ۲ ص ۴۱)

ترجمہ:۔ علامہ احمد محمد شا کر فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث کو ابن حزم اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کی متعلق کہا ہے، وہ علت بننے کے قابل نہیں ہے۔

۹۔ انہی الفاظ کے ساتھ عصر حاضر کے مشہور محقق شعیب ارناؤط اور غیر مقلد عالم زہیر الشاوش نے بھی اس حدیث کی صحت کو بیان کیا ہے (حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)۔

۱۰۔ علامہ ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: "ان هذا الخبر صحيح" (مخلى ج ۴ ص ۸۸؛ المخلى شرح المنجلى ج ۴ ص ۵۸ طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ۱۴۲۲ھ)۔ ابن حزم فرماتے ہیں: وان كان على عليه السلام وابن مسعود رضي الله عنه لا يرفعان۔ اگرچہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۱۱۔ حافظ ابن القطان فاسی، امام دارِ قطنی سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن قال ذلك الدارقطني، قال انه حديث صحيح. وانما المنكر فيه على وكيع زيادة "ثم لا يعود" قالوا: انه كان يقولها من قبل نفسه"۔ پھر اپنی تحقیق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "والحديث عندى بعدالة رواه اقرب الى الصحة. وما به علة سوى ما ذكرْتُ"۔

(بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۳۶۵)

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ میں ”ثم لا یعود“ مدرج ہیں

بعض محدثین مثلاً امام دارقطنیؒ اور ابن القطانؒ وغیرہ نے اس میں جو علت نکالی ہے۔ وہ ان محققین کے نزدیک لائق اعتبار نہیں جس سے حدیث کی صحت متاثر ہو۔ کیونکہ امام دارقطنیؒ اور حافظ ابن القطانؒ کا لفظ ”ثم لا یعود“ سے انکار اور اسے وکیع کا اضافہ بتانا، نہ صرف یہ کہ بلا دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے کیونکہ لفظ ”ثم لا یعود“ کو بیان کرنے میں وکیع منفرد نہیں ہیں کہ اسے ان کا اضافہ کہا جائے بلکہ نسائیؒ کی روایت (حدیث نمبر ۶۶) میں عبد اللہ بن مبارک بھی سفیان ثوریؒ سے ”ثم لا یعود“ کے الفاظ بیان کرتے ہیں۔ سنن ابوداؤدؒ کی روایت (حدیث نمبر ۶۹) میں معاویہ بن ہشامؒ، خالد بن عمروؒ اور ابو حذیفہؒ بھی سفیان ثوریؒ سے ”ثم لا یعود“ کے ہم معنی الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کے بیان کرنے میں وکیع منفرد اور اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے (باستثناء خالد بن عمروؒ) لائق اعتبار و قوی متابع موجود ہیں۔ تو پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ لفظ خود وکیع کا اپنی جانب سے اضافہ ہے۔

نیز امام دارقطنیؒ کا کتاب العلل میں یہ کہنا کہ وکیع سے ان کے مشاہیر تلامذہ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ اور ابن نمیرؒ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر یہ مشاہیر ”ثم لا یعود“ کے لفظ کو ذکر نہیں کرتے۔ لہذا یہ زیادتی غیر محفوظ ہے۔ تو ان کا یہ دعویٰ بھی خلاف واقع ہے کیونکہ مسند احمد (حدیث نمبر ۷۰، ۷۱) میں امام احمدؒ اور مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۷۲) میں امام ابن ابی شیبہؒ دونوں وکیع سے ”فلم یرفع یدیه الامرۃ“ کے الفاظ روایت کرتے ہیں۔ اور یہ جملہ ”ثم لم یعد“ یا ”ثم لا یعود“ کے ہم معنی ہی ہے۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ اور ابوبکر بن ابی شیبہؒ کے متابع ابوداؤدؒ میں عثمان بن ابی شیبہؒ، ترمذیؒ میں ہناد بن السریؒ، سنن نسائیؒ میں محمود بن غیلانؒ اور شرح معانی الآثار (حدیث نمبر ۷۳) میں نعیم بن حمادؒ اور یحییٰ بن یحییٰ (حدیث نمبر ۷۵) ہیں جو سب وکیع سے ”فلم یرفع یدیه الامرۃ“ یا اسی کے ہم معنی الفاظ روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس حدیث پر امام دارقطنیؒ کا یہ اعتراض بھی بے معنی ہے۔

خود امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: سوال نمبر ۸۰۴۔ ”وسئل عن حدیث علقمہ، عن عبد اللہ قال: أَلَا أَرِيكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ. فَقَالَ (أَيُّ الدَّارِ قَطْنِي): يَرْوِيهِ عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عُلْقَمَةَ حَدَّثَ بِهِ الثَّوْرِيُّ عَنْهُ. وَرَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ

أبيه وعن علقمة عن عبد الله، وكذلك رواه ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله. واسنادہ صحیح وفيه لفظة ليست بمحفوظة ذكرها أبو حذيفة في حديثه عن الثوري وهي قوله: ثم لم يعد“ (كتاب العلل الواردة ج ۵ ص ۱۷۱ تا ۱۷۳ طبع شارع عمير الرياض مملكة العربية السعودية طبع اول ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء)۔

امام دارقطنی سے حدیث علقمة عن عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپؐ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا۔“ یہ روایت عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة سے مروی ہے، سفیان ثوری اس کو عاصم سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر النہشلی نے عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه وعن علقمة عن عبد الله روایت کی ہے۔ اور اسی طرح عبد اللہ بن ادریس نے عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله روایت کی ہے۔ اور سند اس کی صحیح ہے۔ اور اس میں ایک لفظ ہے جو کہ محفوظ نہیں جو کہ ابو حذیفہ نے اپنی حدیث میں سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔“

زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: بدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے (نور العینین ص ۱۳۹)۔ اس میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری جس طرح عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ابوبکر النہشلی اور عبد اللہ بن ادریس بھی عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان ثوری متفرد نہیں۔ اور اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔ صرف ثم لم يعد محفوظ نہیں۔ اس کی بحث اوپر کر دی گئی ہے۔

اس عبارت سے سفیان ثوری کا تفرد بھی باطل ہو گیا۔ جب تفرد باطل ہے تو غیر محفوظ ہونے کا دعویٰ صحیح نہ رہا۔

سفیان ثوری کی توثیق و عدالت

حضرت سفیان ثوری صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ان کی صحت اور ثقاہت مسلم ہے۔

۱:- علامہ جزائری، علامہ ابن حزم سے محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مہلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تہ لیس کے صحیح ہیں اور ان کی تہ لیس سے صحبت حدیث پر کوئی اثر نہیں

پڑتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”منہم کان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي اسحاق السبعي وقتادة بن دعامة وعمر بن دينار وسليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة“ (توجيه النظر ص ۲۵۱)۔

”ان مدلسین میں جلیل القدر محدث اور مسلمانوں کے امام شامل ہیں جیسے حسن بصری، ابواسحاق سبعمی، قتادہ بن دعامہ، عمرو بن دینار، سلیمان اعمش، ابوالزبیر، سفیان الثوری اور سفیان بن عیینہ۔“

۲:- حافظ صلاح الدین العلائی نے امام حاکم سے مدلسین کی اقسام کا ذکر کیا ہے (دیکھیے جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹)۔ اس میں سفیان ثوری کو قسم ثالث میں ذکر کیا ہے مگر خود اسی کتاب (ص ۱۱۳) میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے: ”وثانيها من احتمل الأئمة تدليسهم وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لأمامته او لقلة تدليسهم في جنب ما روئ أولاً لأنه لا يدللس الا عن ثقة وذلك كالزهرى وسليمان الأعمش وابراهيم النخعي واسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحמיד الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري وابن عيينة الخ“

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۱۱۳)۔

”دوسرا طبقہ جن کی تدلیس کو ائمہ کرام رحمہ اللہ نے برداشت کیا ہے اور صحیح (صحیح بخاری یا صحیح مسلم) میں روایت کیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ یہ اس بنا پر ہے کہ وہ محدث ہیں یا تدلیس کم کی ہے بنسبت روایات کے، یا اس بنا پر کہ تدلیس ثقہ سے کرتا ہے۔ جیسے زہری، سلیمان الأعمش، ابراہیم النخعی رحمہ اللہ، اسماعیل بن ابی خالد و سلیمان التیمی، وحامد الطویل، الحکم بن عتیبة، یحییٰ بن ابی کثیر، ابن جریج، سفیان الثوری اور سفیان بن عیینہ۔“

۳:- مشہور غیر مقلد عالم حافظ محمد گوندلوی فرماتے ہیں: مدلسین کے طبقات: حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ان کے پانچ مراتب بیان کیے ہیں:

۱:- جس سے بہت کم تدلیس ثابت ہو جیسے یحییٰ بن سعید انصاری ہیں۔

۲:- جس کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے برداشت کیا ہو اور اپنی صحیح میں اس سے روایت بیان کی ہو کیونکہ اس کی تدلیس اس کی مرویات کے مقابلہ میں کم ہے اور فی نفسہ امام ہے جیسے ثوری۔ یا وہ ثقہ ہی سے تدلیس کرتا ہے جیسا کہ ابن عیینہ ہے۔ (خیر الکلام ص ۷۴ طبع دوم)

۳:- مسئلہ آئین بالجہر کی روایت میں سفیان الثوری عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عديس الخ سے تمام غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ وہاں بھی سفیان ثوری

نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ (ابکار السنن ص ۱۹۸ مبارک پوری غیر مقلد)

۵:- مولانا زبیر علی زئی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ترمذی نے حسن جبکہ ابن حجر نے التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۲۳۶) اور امام دارقطنی (ج ۱ ص ۳۳۴) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (نماز نبوی ص ۱۹۳ کا حاشیہ)۔ مولانا زبیر علی زئی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وسندہ صحیح۔ التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۳۶ حدیث نمبر ۳۵۳ (ہدیۃ المسلمین ص ۳۴ طبع کراچی)۔

۶:- علامہ سیوطی فرماتے ہیں: ”روی البیهقی فی المدخل عن محمد بن رافع قلت لأبی عامر: کان الثوری یدلس؛ قال: لا“ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۱)۔ ”امام بیہقی“ نے مدخل میں محمد بن رافع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابو عامر سے پوچھا: کیا سفیان ثوری تدلیس کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ سفیان ثوری تدلیس نہیں کرتے۔

۷:- حضرت سفیان ثوری کا ترجمہ غیر مقلدین کے محدث یحییٰ گوندلوی کی زبانی سنئے۔ یحییٰ گوندلوی غیر مقلد اور متعصب ہے۔ اپنی کتاب ”آمین بالجہر“ (ص ۲۵) پر لکھتے ہیں: ”سفیان الثوری، الامام، المشہور، الفقیہ، العابد، الحافظ، الکبیر، وصفہ النساء وغیرہ بالتدلیس۔ وقال البخاری ما اقل تدلیسہ“ یعنی ”حضرت امام سفیان ثوری مشہور امام، فقیہ، عابد اور بہت بڑے حافظ تھے۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کو مدلس کہا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: ان کی تدلیس بہت ہی کم ہے۔“

حافظ ابن حجر نے مدلسین کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ امام سفیان ثوری کو دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ دوسرے طبقہ کی خود ہی وضاحت کردی ہے۔ فرماتے ہیں: ”الثانیۃ من احتمال الأئمة تدلیس۔ وأخرجوه له فی الصحیح لامامته۔ وقلة تدلیسہ فی جنب ماروئی کالثوری، أو کان یدلس الا عن ثقة کابن عیینہ“۔

”دوسرا طبقہ جن کی تدلیس کو ائمہ کرام رحمہ اللہ نے قبول کیا ہے۔ ان کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ صحیح میں احادیث لی ہیں جیسا کہ ثوری تھے۔ یا پھر اس طبقہ میں ایسے راوی ہیں جو صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ جیسا کہ امام ابن عیینہ“۔

حافظ ابن حجر کی اس اصولی تحریر سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ امام ثوری مدلس تھے مگر ان کی تدلیس مضرب نہیں، جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو اور حدیث کو تدلیس کی وجہ سے رد کر دیا جائے (آمین بالجہر ص ۲۵، ۲۶)۔

یہاں امام سفیان ثوری کی ثقاہت غیر مقلد یحییٰ گوندلوی صاحب کی کتاب سے درج کردی

ہے تاکہ کوئی غیر مقلد انکار حدیث کے نشہ میں امام سفیان ثوریؒ پر تدلیس کا اعتراض کر کے حدیث کا انکار نہ کر دے۔ اس لیے یحییٰ گوندلوی صاحب نے امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا جواب بھی دے دیا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ تو صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ یحییٰ صاحب فرماتے ہیں: ہر انصاف پسند کے لیے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ امام بخاریؒ کا اپنی صحیح میں کسی راوی کی روایت کو بیان کرنا اس کی عدالت، صحت، ضبط اور عدم غفلت کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ بات ان راویوں کے بارے میں ہے جن کی روایت وہ اصول میں لیتے ہیں (آمین بالجہر ص ۳۱)۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن مبارکؓ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی ناقل ہیں کہ مشہور امام حدیث عبد اللہ بن مبارکؓ فرماتے ہیں: ”قد ثبت حدیث من یرفع، و ذکر حدیث الزہری، عن سالم، عن أبیہ، ولم یثبت حدیث ابن مسعود: أن النبی ﷺ لم یرفع الا فی أول مرة“ (ترمذی ص ۱۳۰، ۱۳۱ طبع بیروت)۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس فعلی روایت کے تمام راوی ثقہ بلکہ علی شرط مسلم اور بقول بعض علی شرط الشیخین ہیں۔ بہت سے محدثین اس کی تحسین و تصحیح کرتے ہیں۔ تو پھر حضرات محدثین کے اصول کے اعتبار سے امام عبد اللہ بن مبارکؓ کی اس مبہم جرح سے یہ روایت کیونکر ضعیف ہو جائے گی، جبکہ حافظ ابن حجرؒ کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ”لا یلزم من نفی الثبوت، ثبوت الضعف لاحتمال أن یراد بالثبوت الصحة فلا ینفی الحسن“ (نتائج الافکار بحوالہ نور العینین ص ۵۳ مؤلف مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی)۔

یعنی ثبوت کی نفی سے ضعف کا ثبوت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ثبوت سے مراد صحت ہو۔ لہذا ”لم یثبت“ سے صرف صحیح کی نفی ہوگی حسن کی نہیں۔

اسی لیے حافظ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: ”وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارک لا یمنع النظر فیہ و هو یدور علی عاصم بن کلیب وقد وثقه ابن معین“ (نصب الراية ج ۱ ص ۳۹۵؛ العرف الشذی مع الترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی؛ فتح المسلم ج ۳ ص ۳۱۳ طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی)۔ یعنی عبد اللہ بن مبارکؓ کے نزدیک اس خبر کا ثبوت نہ ہونا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ اس کے راویوں میں بحث و نظر کی جائے (اور بحث و تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ) یہ حدیث عاصم بن کلیب پر دائر ہے۔ اور ابن معینؒ ان کی توثیق کر رہے

ہیں (لہذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

علاوہ ازیں خود عبد اللہ بن مبارکؒ کے الفاظ ”ولم یثبت حدیث ابن مسعود: أن النبی ﷺ لم یرفع الا فی أول مرة“ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ثابت اس فعلی روایت پر کلام نہیں کر رہے ہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول اس قولی روایت پر جرح کر رہے ہیں جس میں مسنداً و مرفوعاً حضور ﷺ کے ترک رفع یدین کے عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی یہ صراحۃً مرفوع روایت، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے جس سے جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین ثابت ہوتا ہے، معارض و مخالف ہے اور وہ پہلے صراحت کر چکے ہیں کہ ”قد ثبت حدیث من یرفع، و ذکر حدیث الزہری، عن سالم، عن أبیہ“۔ تو اس کے معارض و مخالف کو کس طرح ثابت مان سکتے ہیں۔

خود امام ترمذیؒ نے اپنی سیاق عبارت سے اس کی طرف واضح اشارہ کر دیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی جرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی فعلی روایت پر نہیں بلکہ قولی مرفوع روایت پر ہے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے اور اس کی تحسین و تصحیح اور اس کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ اور فقہاء کے عمل کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے کلام ”قد ثبت حدیث من یرفع، و ذکر حدیث الزہری، عن سالم، عن أبیہ“ الخ کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی فعلی روایت ”ألا أصلي بكم صلوة رسول الله ﷺ؟ فصلي فلما يرفع يديي إلا في أول مرة“ ذکر کر کے اسے حسن کہا ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء کے عمل کو پیش کیا ہے۔

امام ترمذیؒ کی اس عبارت کی اس ترتیب میں ادنیٰ تا مل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی اس جرح کا تعلق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس فعلی روایت سے نہیں بلکہ اس قولی روایت سے ہے جسے امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن مبارکؒ سے تعلیقاً اور امام طحاویؒ (رقم ۱۳۱۶) وغیرہ نے مسنداً ذکر کیا ہے۔ اسی لیے امام ترمذیؒ نے اس جرح کے بعد اس زیر بحث فعلی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔

پھر سنن نسائی کی روایت (حدیث نمبر ۶۶) میں خود امام عبد اللہ بن مبارکؒ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس فعلی حدیث کے روای ہیں تو وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ ترک رفع یدین کی جس روایت کے راوی ہیں اس میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضور ﷺ کی نماز کا نقشہ لوگوں کو پڑھ کر دکھایا ہے۔ لیکن طحاوی (حدیث نمبر ۷۳) والی

روایت میں نہ نقشہ کا کوئی ذکر ہے بلکہ اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پہلی مرتبہ کے سوارِ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چونکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس طرح نہ سنی تھی۔ اس لیے انہوں نے اعتراض کر دیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ مگر یہ ابن المبارکؒ کا خیال ہے کیونکہ جو صحابیؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا عملاً نقشہ بیان کرتا ہے جس میں رفع یدین نہیں۔ اگر کسی موقعہ پر وہ قولاً یہ فرمادے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ تو اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے؟ اور ان دونوں میں کیا تعارض ہے؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ خود فرماتے ہیں کہ سند دین کا حصہ ہے۔ اگر سند نہ ہوتی تو جس کا جو خیال ہوتا وہی کہہ دیتا (مقدمہ مسلم ص ۱۲؛ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶)۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ خیال درست نہیں کہ طحاوی والی روایت ثابت نہیں۔ حالانکہ سند اس کی اس حدیث کی طرح صحیح ہے۔ جب سند صحیح ہے تو یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تمام محدثین و فقہاء بیک زبان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہی مسلک نقل کرتے ہیں کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور اسی پر ان کے سارے تلامذہ کا بھی عمل تھا۔ اس لیے اگر کوئی شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں یہ بیان کرے کہ ”فَصَلَّى، فَلَمْ يَزِفْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ“ کہ انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی بار ہی رفع یدین کیا۔ تو یہ بیان واقعی ہوگا۔ جس کے متعلق ”لہ یثبت“ کیسے کہا جاسکتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ترک رفع یدین ایسی سند سے ثابت ہے جس کے صحیح ہونے پر شبہ نہیں۔ چنانچہ سند یوں ہے: أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عُلْفَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضِيثِ۔ امام نسائیؒ ثقہ ہیں اور سويد بن نصرؒ بھی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں اور عبداللہ بن مبارکؒ تو عبداللہ بن مبارکؒ ہی ہیں جو بالاتفاق ثقہ ہیں۔ اب اس روایت کی سند پر نظر کر لیں جو عبداللہ بن مبارکؒ سے جرح کی نقل کی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْاَمَلِيِّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ۔

اس میں امام ترمذیؒ کا استاذ احمد بن عبد الاملی کے حالات معلوم نہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تاریخ ولادت اور وفات بھی معلوم نہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ تیسری صدی میں فوت ہوا ہے۔ اس زمانہ میں نہ تو کسی شاگرد نے اس کی توثیق و تعریف کی ہے اور نہ کسی اور معاصر نے، بلکہ آٹھویں

صدی تک کسی محدث نے اس کی تعریف نہیں کی۔ صرف علامہ ذہبیؒ نے اس کو صدوق (سچا) کہا ہے (الکاشف ج ۱ ص ۲۳: تہذیب ج ۱ ص ۵۹)۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: راوی کی توثیق جو صدوق کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ اس کا درجہ ثقہ اور متقن کے الفاظ سے کم ہے اور صدوق کے ساتھ ضعیف کا لفظ بھی مل سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: قلت: هو صدوق وليس بمتقن (میزان ج ۳ ص ۶۵) ”یہ راوی سچا ہے لیکن متقن نہیں“۔ امام ابو حاتمؒ ”حماد بن ابی سلیمانؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: صدوق لا یحتج بہ (العلیق المغنی ج ۳ ص ۳۶۹)۔“ ”یہ راوی صدوق ہے مگر اس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے“۔ تو اعلیٰ درجہ کی حدیث جو ترک رفع یدین میں مروی ہے اس کو گھٹیا درجہ کی سند سے رد کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس لیے امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن مبارکؒ کی جرح کو ذکر کرنے کے باوجود ”حدیث حسن“ کہا ہے۔ پھر سفیان بن عبد الملک محدثین کرام رحمہ اللہ سے حدیث بیان نہیں کرتے۔ یہ صرف عبد اللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں (خلاصہ تہذیب الکمال ص ۴۴۵)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: یہ ۲۰ھ سے بھی پہلے فوت ہوا ہے۔ عبد اللہ بن مبارکؒ سے قدیم السماع ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے (مجهول کے صیغہ سے) کہ سفیان بن عبد الملکؒ نے ابو معاویہ الضریر سے بھی روایت کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۶)۔ دارقطنی (ج ۱ ص ۲۳۹ رقم ۱۱۱۳) اور بیہقی (ج ۲ ص ۷۹) میں اس جرح کی ایک سند حدثنا عبد اللہ بن محمود، حدثنا عبد الکریم بن عبد اللہ عن وہب بن زمعة، حدثنا سفیان بن عبد الملک، عن عبد اللہ بن المبارک۔ اس میں راوی عبد الکریم بن عبد اللہ السکزی مجہول ہے۔ اس کا ترجمہ کتب اسماء الرجال سے ہمیں نہیں مل سکا۔ لہذا ایسی مجہول سند کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سے صحیح سند سے ترک رفع یدین کی حدیث ثابت ہو چکی ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳)۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ اور امام ابو حاتمؒ

اعتراض:- امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے: ”یہ حدیث خطا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوریؒ کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیبؒ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اٹھائے، پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گٹھنوں کر درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوریؒ والی بات بیان نہیں کی ہے (علل الحدیث ج ۱ ص ۹۶ بحوالہ نور العین علی زئی ص ۱۳۱)۔

جواب:-

۱:- ہمارا استدلال تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی اس حدیث سے ہے جس میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کھڑے ہو گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ نماز پڑھ کر دکھایا۔ لیکن کتاب العلل کے حوالہ جو روایت ابھی اوپر بیان ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ خود کھڑے ہو گئے اور سارا نقشہ نماز کا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر دکھایا۔ تو یہی سے امام ابو حاتمؒ کو وہم ہو گیا کہ شاید اس طریقے سے روایت بیان کرنے میں سفیان ثوریؒ کا وہم ہے۔ لیکن یہ امام ابو حاتمؒ کا وہم ہی ہے۔ یہ حدیث بھی اپنے مقام پر صحیح ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی نماز کا جو نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔ یہ دوسری روایت ہے۔ آپؐ کی سنت ادا کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی اپنے شاگردوں کے سامنے کھڑے ہو کر وہی نقشہ کھینچ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھائی۔ اس میں سفیان ثوریؒ کے وہم کا کوئی دخل نہیں (نور الصباح ج ۱ ص ۱۰۹، ۱۱۰)۔

۲:- یہ کہنا کہ عاصم بن کلیبؒ سے ایک جماعت نے تطبیق والی روایت بیان کی ہے۔ یہ غلط اور محض غلط ہے بلکہ عبد اللہ بن ادریسؒ کے علاوہ کسی نے بھی بیان نہیں کی۔ جبکہ سفیان ثوریؒ کی طرح ابوبکر النہشلیؒ اور ابن ادریسؒ نے بھی بیان کیا ہے (کتاب العلل دار قطنی ج ۵ ص ۱۷۱ تا ۱۷۳)۔ لہذا ابو حاتمؒ کی جرح مردود ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۵)۔

۳:- امام ابو حاتمؒ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ”ثم لا يعود“ کے لفظ کی زیادتی سفیان ثوریؒ کا وہم ہے، کیونکہ عبد اللہ بن ادریسؒ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ نہایت تعجب خیز ہے کیونکہ انہی سفیان ثوریؒ کو آئین بالجہر کی روایت میں باور کرایا گیا تھا کہ یہ احفظ الناس ہیں اور ان کے مقابلہ میں امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے اس فیصلہ کے باوجود کہ ”وشعبة أحسن حديثاً من الثوري“۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہؒ کا حفظ و ضبط بھی پایہ اعتبار سے ساقط بتایا گیا تھا، لیکن اب یہی سفیان ثوریؒ مسئلہ رفع یدین میں وہم کا شکار بتائے جا رہے ہیں اور ان کی روایت پر عبد اللہ بن ادریسؒ کی روایت کے مقابلہ میں جو ان کی طرح نہ تو حافظ ہیں نہ امام و حجتہ، خطا اور ضعیف کا حکم چسپاں کیا جا رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس روایت کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے، جس کا سفیان ثوریؒ کی روایت سے فی الواقع کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ ابن ادریسؒ کی یہ روایت مسئلہ تطبیق سے متعلق ہے اور سفیان ثوریؒ کی روایت کا تعلق رفع یدین سے ہے۔ دونوں حدیثوں کا سیاق خود

بتا رہا ہے کہ مختلف مسئلوں سے متعلق یہ دو مستقل حدیثیں ہیں۔ اس لیے سرے سے ان میں کوئی مخالفت ہی نہیں کہ ایک کو صواب اور دوسری کو خطا، یا صحیح و ضعیف ٹھہرایا جائے۔ اس حدیث کا متن ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۸۲:- عن عبد الله قال: أَلَا أُرِيكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؛ فكبّر ورفع يديه حتى افتتح الصلاة، فلما ركع طبق يديه، وجعلهما بين فخذه، فلما صلى قال: هكذا فعل رسول الله ﷺ (مسند البرازخواله نيل الفرقدين ص ۸۹، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی ۱۴۲۲ھ) ”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مستون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؐ نے تکبیر کہی اور (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا، یہاں تک کہ آپؐ نے نماز شروع کر دی۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ پھر جب آپؐ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔“

حدیث نمبر ۸۳:- حضرت امام بخاریؒ جزء رفع یدین میں فرماتے ہیں:

حدثنا الحسن بن الربيع: حدثنا ابن ادریس، عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود: ثنا علقمة أن عبد الله قال: علمنا رسول الله ﷺ الصلاة فقام فكبّر ورفع يديه ثم ركع فطبق يديه جعلهما بين ركبتيه. فبلغ ذلك سعداً. فقال: صدق أخى. قد كنا نفعل ذلك في أول الاسلام ثم أمرنا بهذا. قال البخاري: وهذا المحفوظ عند أهل النظر من حديث عبد الله بن مسعود.

(جزء رفع یدین رقم الحدیث ۳۳؛ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۸، ۷۹؛ دارقطنی ج ۱ ص ۴۵۳، ۴۵۴ رقم ۱۲۶۶، ۱۲۶۷ طبع نشر السنه، ملتان؛ ابوداؤد رقم ۷۴۸)

ترجمہ:- ”حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز سکھائی۔ پس وہ کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرے بھائی نے سچ کہا ہے۔ ہم اسلام کے ابتدائی دور میں اسی طرح کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس کا حکم دیا گیا (کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں)۔ امام بخاریؒ نے کہا: اہل علم کے نزدیک عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے زیادہ محفوظ ہے۔“

معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث صحیح اور محفوظ ہے۔ اس روایت میں صرف ابتدائی رفعِ یدین کا ذکر ہے اور بس۔ حضرت سعدؓ نے بھی اس بات کی تائید کی ہے اور تطبیق (رکوع کے وقت اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کی تردید کی ہے۔ اور نماز میں صرف ایک بار رفعِ یدین کرنے کی تصدیق ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت (صرف ایک بار رفعِ یدین کرنے) کو بڑے فخر سے پیش کر رہے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث بیان کی ہے: حضرت علقمہؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ”میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ تو نماز پڑھائی اور سوائے پہلی مرتبہ کے رفعِ یدین نہ کیا“ (جزء رفع الیدین رقم ۳۲)۔ تو حضرت امام بخاریؒ کی بیان کردہ دونوں حدیثوں میں سے پہلی کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور ﷺ کی نماز کا طریقہ بتایا اور ایک دفعہ رفعِ یدین کیا۔ پھر نہ کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی تکبیر کے وقت رفعِ یدین کیا اور رکوع میں تطبیق کی۔ تو حضرت سعدؓ نے اعتراض کیا کہ یہ ہم پہلے کرتے تھے پھر گھٹنے پکڑنے کا حکم ہوا۔ ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے جو صحیح نتیجہ نکلتا ہے کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تطبیق خلاف سنت تھی۔ تو حضرت سعدؓ نے فوراً اعتراض کر دیا۔ اگر تحریمہ کے بعد ترکِ رفعِ یدین بھی خلافِ سنت ہوتی تو حضرت سعدؓ کبھی خاموش نہ رہتے۔ معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ترکِ رفعِ یدین میں صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً اہل کوفہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب اہل کوفہ صحابہ رضی اللہ عنہم ترکِ رفعِ یدین کو ہی سنت مانتے تھے

(شرح جزء رفع یدین مولانا محمد امین اوکاڑوی ص ۲۹۲، ۲۹۳)۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ کے ہاں سفیان ثوریؒ کا بڑا مرتبہ تھا۔ اگر کوئی راوی ان کی مخالفت کرتا اور سفیان ثوریؒ کو دہمی قرار دیتا تو علامہ ابن حزمؒ اس کی سخت مخالفت کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ”اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں سفیان ثوریؒ نے خطا کی ہے کیونکہ زہیر بن معاویہؒ نے ان کی مخالفت کی ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ بلاشبہ اس شخص نے خطا کی ہے جس نے بلا دلیل یہ دعویٰ کیا ہے کہ سفیان نے خطا کی ہے کیونکہ سفیانؒ، زہیرؒ سے بڑے حافظ ہیں“۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ”جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سفیان نے اس حدیث میں خطا کی ہے تو بلا دلیل یہ دعویٰ کرنے والا خود خطا کار ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ زہیر بن معاویہؒ نے ان کی مخالفت کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ سفیانؒ، زہیر بن معاویہؒ سے بڑے حافظ ہیں۔ اور ثقہ راوی جب روایت کرے تو (اصول کے لحاظ سے) اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ (مغلی ج ۸ ص ۸۷؛ مغلی ج ۲ ص ۲۲۱ تحفہ علامہ احمد محمد شاہ)

اور اگر ان بزرگوں کے احترام میں یہ مان لیا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں تو اصولی

طور پر سفیان کی روایت ہی رائج ہوگی۔ کیونکہ سفیان ثوری ثقہ، فقیہ، عابد کے باوصف حافظ، امام اور حجتہ بھی ہیں، جبکہ ابن ادریس صرف ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں، اور حضرات محدثین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ وہ ثقہ کے مقابلہ میں اوثق کی روایت رائج ہوتی ہے۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابن حبانؒ

اعتراض:- حافظ ابن حبانؒ نے (کتاب) الصلوٰۃ میں کہا: ”یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں“ (نور العینین ص ۱۳۱)۔
جواب:-

۱:- ابن حبانؒ کی کوئی کتاب ”کتاب الصلوٰۃ“ کے نام سے مرتب نہیں ہوئی۔ یہ حافظ ابن حجرؒ کا وہم ہے ورنہ ابن حبانؒ کی کتاب الصلوٰۃ دنیا کی سطح پر موجود ہی نہیں ہوئی (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۶)۔
۲:- امام ابن حبانؒ کی یہ جرح کئی وجوہ سے مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے کئی سندوں سے یہ روایت مروی ہے۔ پتہ نہیں، ان کا کس سند پر اعتراض ہے؟ ثانیاً یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی علت نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان کر دیا ہے۔ غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی اس کا اقرار کر چکے ہیں (ملاحظہ فرمائیں ۸.۲.۱.۱.۴)۔

۳:- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ”ہمیں تو ان علتوں کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا۔ شاید یہ علت ہو کہ ان کے مذہب کے خلاف ہو“ (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۳ طبع مکتبۃ دارالعلوم، کراچی)۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ اور امام ابوداؤدؒ کی طرف منسوب عبارت

اعتراض:- امام ابوداؤدؒ نے کہا: ”ہذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ہو بصحیح علیٰ هذا اللفظ“ (نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)۔

جواب:- حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کو ابوداؤدؒ، ترمذی، نسائی وغیرہ بہت سے محدثین کرامؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ نماز آپؐ نے کوفہ میں پڑھ کر دکھائی اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم اور ہزاروں تابعینؒ تھے۔ کسی نے اس حدیث کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان سب کا متواتر عمل اسی حدیث کے مطابق رہا۔

۱:- حضرت مولانا محمد امین صفدر اودکاڑویؒ فرماتے ہیں: ”چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کی حدیث نفس کے خلاف تھی۔ اس لیے اس کے انکار کے لیے یہ بہانہ بنایا کہ ابوداؤد کے کسی پرانے نسخے میں

اس حدیث کے بعد ابوداؤد کا یہ قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی سے اس حدیث کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی مگر بعض غیر مقلدین نے اس کا ترجمہ ”من گھڑت“ تک کر دیا۔ جب اس نسخے کا ثبوت مانگا گیا تو نسخہ ابن الاعرابی کا نام لے دیا۔ جب نسخہ ابن الاعرابی کو دیکھا گیا تو اس میں یہ عبارت (بریکٹ) میں ملی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بھی اس کا ہونا وہی ہے نہ کہ یقینی۔ اگر ہوتی بھی تو ابن الاعرابی کا نسخہ ناقص بھی ہے اور پہلے کا بھی۔ لولوی کا نسخہ سب سے آخری نسخہ ہے۔ جب اس میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر امام ابوداؤد کی رائے تھی بھی تو آخر میں انہوں نے رجوع فرمالیا۔ اسی لیے اس آخری نسخہ سے اس کو نکال دیا (تجلیات صفحہ ج ۱ ص ۴۳۱، ۴۳۲)۔

اسی لیے یہ عبارت صرف انہی نسخوں میں ہے جو غیر مقلدین نے شائع کیے ہیں جیسا کہ زبیر علی زئی نے ان کے حوالے دیے ہیں (سنن ابی داؤد نسخہ حصہ ج ۱ ص ۸۷۸ ح ۴۸، نسخہ بیت الافکار الدولیہ ص ۱۰۲، نسخہ مکتبۃ المعارف الریاض ص ۱۲۱؛ بحوالہ نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)۔ اسی طرح کا ایک نسخہ محی الدین عبد الحمید تغیر مقلد محشی و مشیع اس نسخہ کے بین القوسین اس عبارت کو یوں درج کرتے ہیں (ہذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ہو بصحیح علی هذا اللفظ) (ابوداؤد ج ۱ ص ۸۷۸ مطبوعہ مصر)۔ محشی غیر مقلد نے یہ عبارت بین القوسین درج کر کے کسی اور نسخہ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی بددیانتی ہی کو ظاہر کر دیا ہے اور پھر حاشیہ میں غیر مقلدانہ اور غیر منصفانہ انداز سے اس حدیث پر یوں جرح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھول گئے ہیں۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم! باقی جن نسخوں کا جناب زبیر علی زئی نے حوالہ دیا ہے وہ سب اسی کے چر بے ہیں۔

۲:- زبیر علی زئی نے یہ عبارت بھی نقل کی ہے: شمس الحق عظیم آبادی نے کہا: ”واعلم أن هذه العبارة موجودة في نسختين عتيقتين عندی وليست في عامة نسخ أبي داؤد الموجودة عندی“ (عون المعبود ج ۳ ص ۴۴۹)۔

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں: جب عام اور متداول نسخوں میں یہ عبارت نہیں تو شاذ اور اور غیر مطبوعہ نسخوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

(خزان السنن ج ۲ ص ۹۷)۔

امام اہل سنت مزید فرماتے ہیں: صاحب مشکوٰۃ نے (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۷ رقم ۸۰۹) حضرت ابن مسعودؓ کی اس روایت کے بعد جو یہ نقل کیا ہے: ”قال ابوداؤد: ليس هو صحيح على هذا المعنى“۔ یہ

ان کا نزاع ہم ہے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۰۹) میں مذکور ہے اور اس میں لیس بھجیکا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ یہ الفاظ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے متعلق ہیں جو ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۱۰) میں ہے (خزائن السنن ج ۲ ص ۹۷)۔ حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحبؒ نے صاحب مشکوٰۃ کے کچھ اوہام ذکر کیے ہیں۔ (نور الصباح ج ۱ ص ۱۲۲ تا ۱۲۴)

۳:- حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ”یہ عبارت جو ابوداؤدؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے، مناسب نہیں کیونکہ مناسب عبارت اس طرح ہوتی: هذا حديث مختصر من الحديث الطويل۔ مطلب یہ ہے کہ مقام تو تعریف کا ہے (یعنی معرفہ کا، نہ نکرہ کا)۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ حدیث مختصر متعین حدیث سے مأخوذ ہے جو کہ طویل ہے نہ کہ کسی غیر متعین حدیث سے۔ علاوہ ازیں اگر یہ عبارت ہوتی تو یہ اہم عبارت سب نسخوں میں ہوتی۔“ فليس ما في بعض نسخه من العبارة مناسباً۔ قال: انه مختصر من حديث طويل۔ بالمقام مقام التعريف۔ ولو كان لكان في كل النسخ؛ لكونه مهماً كعامه ما يقوله في كتبه“ (نیل الفرقدين مع بسط الیدین ص ۸۴ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۰ طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی)۔

۴:- یہ حدیث کسی لمبی حدیث کا حصہ نہیں بلکہ یہ حدیث اتنی ہی ہے جو اوپر دس سے زائد کتب سے پیش کی جا چکی ہے اور کسی معتبر محدث نے اس حدیث کو کسی لمبی حدیث کا حصہ قرار نہیں دیا (نور الصباح ج ۱ ص ۱۲۴)۔

۵:- اگر بالفرض امام ابوداؤدؒ سے یہ جرح ثابت بھی ہوتی تب بھی غیر مفسر ہو کر ناقابل اعتبار تھی۔ اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہوتا۔ خود غیر مقلدین کے بزرگوں نے اس حدیث کو صحیح، ثابت، قوی، بے عیب قرار دیا ہے۔

۶:- حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

”وهذا الذي أراده أبوداؤد ان كان في النسخة أنه مختصر من حديث طويل، وهو ليس هو بصحيح على هذا المعنى۔ يريد أن اراءه ابن مسعودؓ صلاته ﷻ لم يكن مقتصراً ومنحطاً على ترك الرفع فقط، بل فيه أمور فاختصروا. وهم مسوق للترك فقط. لا أنه غلط. ومثله في كثير من الأحاديث“

(نیل الفرقدين مع بسط الیدین ص ۹۱ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

”حضرت امام ابوداؤدؒ کی یہ عبارت ”هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هو

بصحيح على هذا اللفظ “اگر ابوداؤد کے نسخہ میں مان لی جائے تو اس سے امام ابوداؤد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں صرف ترک رفع یدین ہی نہ تھا بلکہ اس میں نماز کے دوسرے امور بھی تھے۔ پس راویوں نے اختصار کر کے صرف ترک رفع یدین ہی کو بیان کیا ہے۔ نہ کہ اس لیے کہ یہ غلط ہے۔ احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔“

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور امام احمد بن حنبلؓ اور یحییٰ بن آدمؓ

اعتراض:- امام احمد بن حنبلؓ اور یحییٰ بن آدمؓ نے اس روایت پر کلام کیا ہے۔ (نور العین ص ۳۱، ۳۲)
جواب:- امام احمدؓ نے ”ثم لا يعود“ کی زیادت پر کلام کیا ہے اور باقی حدیث کو مسند احمد (ج ۱ ص ۸۸ رقم ۳۶۷۲) میں ”فلم يرفع يديه الا مرة“ کے الفاظ سے خود روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام وکیعؓ ”ثم لا يعود“ کے روایت کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ عبداللہ بن مبارکؓ وغیرہ متابع ہیں۔

امام احمد بن حنبلؓ اور یحییٰ بن آدمؓ نے اس حدیث پر جرح نہیں کی اور نہ دنیا کی کسی کتاب میں اس کا نام و نشان ملتا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ ”تلخیص الحیر“ میں امام بخاریؒ کے رسالہ جزء رفع یدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”قال أحمد و شيخه، يحيى بن آدم، هو ضعيف“ (”تلخیص الحیر ج ۱ ص ۲۲۲“) ”امام احمدؓ اور یحییٰ بن آدمؓ جو امام احمدؓ کے استاذ ہیں، دونوں فرماتے ہیں۔“ لیکن حافظ ابن حجرؒ کو یہاں مغالطہ لگا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”فهو من الحفاظ عجلة تأخذ المرء عند الظفر بالمقصود“ (نیل الفرقین مع بسط الیدین ص ۸۲ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ ”حافظ ابن حجرؒ کی یہ غلطی ان کی جلد بازی کا نتیجہ ہے جو مقصد کو حاصل کرنے کی وجہ سے ہے۔“ کیونکہ جزء رفع یدین میں کوئی تضعیف ان سے ذکر نہیں کی گئی۔ اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

وقال أحمد بن حنبل عن يحيى بن آدم، قال: نظرت في كتاب عبد الله بن ادریس عن عاصم بن كليب ليس فيه ثم لم يعد. فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم لأن الرجل يحدث بشئ ثم يرجع الى الكتاب فيكون كما في الكتاب (جزء رفع یدین رقم ۳۲)۔

”امام احمد بن حنبلؓ نے یحییٰ بن آدمؓ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن ادریسؒ کی کتاب کو دیکھا جو اس نے عاصم بن کلیبؒ سے روایت کی ہے۔ اس میں ”ثم لم“

یعد“ نہیں ہے۔ پس یہ زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اہل علم کے نزدیک کتاب میں زیادہ حفاظت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ایک آدمی کسی چیز کو بیان کرتا ہے۔ پھر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کتاب میں ہے۔“

قارئین کرام! اس عبارت میں نہ تو امام احمدؒ سے کوئی جرح مذکور ہے اور نہ ان کے شیخ یحییٰ بن آدمؒ سے۔ البتہ اس میں یہ بات ہے کہ عبد اللہ بن ادریسؒ کی حدیث میں ”ثم لم یعد“ نہیں تھا۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ادریسؒ کی حدیث میں ”ثم لم یعد“ نہیں ہے۔ اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو شیخ یحییٰ بن آدمؒ، عبد اللہ بن ادریسؒ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ جب ابن ادریسؒ کو فی ہیں اور ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہیں۔ تو انہوں نے عاصم بن کلیبؒ سے جملہ ”ثم لم یعد“ کا جملہ نقل کیوں نہیں کیا، بلکہ غلطی کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ نقل کرتے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ ان سے بلا وجہ تضعیف نقل کرتے ہیں۔ اس لیے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ کی یہ غلطی ان کی جلد بازی کا نتیجہ ہے جو ان سے سرزد ہوئی ہوئی ہے۔ علامہ کشمیریؒ کے الفاظ یہ ہیں: ”ولیس فی جزء رفع الیدین الا أنه قال: وقال أحمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم. قال: نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ”ثم لم یعد“۔ ثم تکلم البخاری من قبل نفسه. ولا دخل لأحمد وشیخہ فیہ. والعجلة تعمل العجائب. وأصل ذلك فی المسند (ج ۱ ص ۱۶۸) الخ“ (نیل الفرقان مع بسط الیدین ص ۸۳؛ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۲ طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی) تنبیہ:- حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروٹیؒ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ ”تلخیص الحجیر“ میں نقل کرنے میں محتاط نہیں ہیں۔ ابن حجرؒ نے خود کہا ہے کہ ”تلخیص الحجیر“ پر میں خود راضی نہیں ہوں۔

(نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۷)

قاضی شوکانیؒ حافظ ابن حجرؒ مسقلانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”ونقل عنه أنه قال: لست راضياً عن شیء من تصانیفی لأنها عملتها فی ابتداء الأمر ثم لم یتهیأ لی من یحررها معی سوی شرح البخاری ومقدمته والمشتبه والتهذیب ولسان المیزان. وروی عنه فی موضع آخر أنه أثنی علی شرح البخاری والتعلیق والنخبة“ (البدر الطالع ص ۸۹ طبع اول ۱۳۲۸ھ)۔

”حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اپنی کسی تصنیف راضی نہیں ہوں کیونکہ وہ میں نے ابتدائی دور میں لکھی ہیں اور تحریر کرنے والا رفیق بھی مجھے میسر نہ ہو سکا (اس لیے ان تصانیف میں سقم رہ گیا ہے)۔ ہاں فتح الباری، اس کا مقدمہ، مشتبه،

تہذیب اور لسان المیزان پر میں خوش ہوں۔ اور ان سے دوسری جگہ مروی ہے کہ انہوں نے فتح الباری، تعلیق، اور نخبہ کی بڑی تعریف کی ہے۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ پر غیر مقلدین کے، مسزید شہادت

اعترض ۱:- امام شافعیؒ نے ترک رفع یدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں (نور العینین ص ۱۳۱) جواب:- اس جرح کی سند منقطع ہے۔ ان میں سے کسی صاحب کی امام شافعیؒ سے ملاقات نہیں ہے۔ لہذا یہ مردود ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۴)۔

اعترض ۲:- امام دارقطنیؒ نے اسے غیر محفوظ قرار دیا (نور العینین ص ۱۳۱) جواب:- امام دارقطنیؒ نے اپنی کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ وہ کتاب العلل میں فرماتے ہیں: اسنادہ صحیح (دارقطنی ص ۱۴۳)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: وکذا قال الدار قطنی انه صحیح الا ان هذا اللفظة (الدراہ ج ۱ ص ۱۵۰)۔ ”اور اسی طرح امام دارقطنیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر لا یعود کاللفظ صحیح نہیں ہے۔“ مگر تم لم یعد کاللفظ صحیح ثابت ہو چکا ہے (۴.۸.۲.۱.۲)۔

اعترض ۳:- ابوبکر احمد بن عمر (و) البزار نے اس حدیث پر جرح کی ہے (نور العینین ص ۱۳۳)۔ جواب:-

۱:- اس کو امام بزارؒ کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ محشی کہتا ہے: فی الأصل عمرو البراء والصواب ما أثبتہ۔ ”اصل میں عمرو البراء تھا اور بہتر وہ ہے جس کو میں نے بنایا۔“

۲:- امام بزارؒ کی جرح یزید بن ابی زیادؒ کی روایت پر ہے

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸: تلخیص الحبر ج ۱ ص ۲۲۱)۔

۳:- علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”پھر میں نے تمہید کی عبارت دیکھی جس کو بعض نے نقل کیا ہے اور اس میں امام بزارؒ کی کلام عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے بارے میں نقل کی ہے۔ حالانکہ عمدة القاری اور التلخیص الحبر میں یہ جرح یزید بن ابی زیادؒ کے بارے میں ہے۔ پس نقل میں احتیاط ہونی چاہیے کیونکہ تحریف بہت ہو چکی ہے“ (نیل الفرقان مع بسط الیدین حاشیہ ص ۷۶)

اعترض ۴:- محمد بن وضاح نے ترک رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا (نور العینین ص ۱۳۳)

جواب:- زبیر علی زئی نے عبارت میں خیانت کی ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: ”محمد بن وضاح یقول:

الأحادیث التي تروى عن النبي ﷺ في رفع اليدين ثم لا يعود ضعيفة كلها“ (التمہید)۔ ”محمد

بن وضاحؒ نے کہا: وہ احادیث جو رفع یدین کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں جن میں ثم لا یعود ہے۔ وہ سب ضعیف ہیں۔“ اول تو اس کی سند کی صحت ثابت کریں۔ دوم: ثم لا یعود کے علاوہ والی روایات تو صحیح ہیں۔ لہذا یہ زبیر علی زئی کا دھوکہ ہے اور مردود ہے۔

اعتراض ۵:- سفیانؒ کی حدیث میں نفی ہے اور صحیحین کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے (نور العینین ص ۱۲۰)

جواب:- اگر مثبت کو مطلقاً ترجیح دی جائے تو رفع الیدین بین السجدتین مثبت ہیں اور ترک رفع یدین بین السجدتین کی نافی ہیں مگر غیر مقلدین اس کے انکاری ہیں تو جو جواب ان کا ہوگا وہی ہمارا جواب ہے (مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۹.۶)۔ صحیحین کے احادیث کو بھی مطلقاً ترجیح نہیں ہے (دیکھیے ۷.۹)۔ رفع یدین کی روایات ہرگز متواتر نہیں ہیں (دیکھیے ۷.۶.۳)۔

اعتراض ۶:- وتر اور عیدین میں احناف رفع یدین کیوں کرتے ہیں (نور العینین ص ۱۳۹)۔
جواب:- صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین کے ترک یا منع کی کوئی صریح اور صحیح روایت نہیں ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ۷.۶.۷)۔

اعتراض ۷:- یہ حدیث اگر بفرض محال صحیح ہوتی تو بھی منسوخ ہوتی (نور العینین ص ۱۴۱)۔
جواب:- یہ حدیث یقیناً صحیح ہے جیسا کہ اوپر بیان کر دیا ہے۔ اس پر کیے گئے جملہ اعتراض دور کر دیئے گئے ہیں۔ الحمد للہ! اس کتاب کے باب نمبر ۷ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے اور ترک رفع یدین مانع ہے۔ تطبیق کی بحث اوپر حدیث نمبر ۷۸ کے تحت بیان کر دی گئی ہے۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ اور امام بیہقیؒ کے اعتراض کا جواب

اعتراض:- امام احمد بن الحسین بیہقیؒ نے فرمایا: ”ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں ترک رفع یدین رہا ہو جس وقت رفع یدین کی مشروعیت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد تطبیق منسوخ ہو گئی اور سنت میں رفع یدین رکوع سے پہلے اور بعد کا شروع ہو گیا اور یہ دونوں سیدنا ابن مسعودؓ پر مخفی رہ گئے۔“

(معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۲۰: التحقیق الراخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناخ ص ۱۱۸ حافظ محمد گو ندویؒ بحوالہ نور العینین ص ۱۴۱، ۱۴۲)۔

جواب:- جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ سے ترک رفع یدین کے عمل کا ثبوت متواتر ہے جیسا کہ باب نمبر ۴، ۵ اور ۶ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ چونکہ ترک رفع یدین اوفق بالقرآن (یعنی قرآن مجید کے زیادہ موافق اور مطابق) ہے، اس لیے وہ رائج ہے۔ قرآن کریم

میں ان مؤمنین کی مدح فرمائی ہے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں: ”الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ“ (سورۃ المؤمن: ۲)۔ ”جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں“۔

خشوع کے معنی سکون کے ہیں گویا نماز میں جس قدر ظاہری و باطنی، قلباً و قالباً سکون ہوگا۔ اسی قدر خشوع ہوگا (مزید دیکھیے ۴: ۳)۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین سے منع کرتے ہوئے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا (تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۵: ۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین اوفق بالقرآن ہے۔

رفع یدین مواضع ثلاثہ کے علاوہ بھی بہت سے مقامات میں ہوتا تھا (دیکھیے ۷: ۲) مگر صحیح روایات کے مطابق باقی مواضع میں رفع یدین سب کے نزدیک متروک ہے اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے۔ دو جگہوں میں اختلاف ہے۔ پس متفق کو اختیار کرنا چاہیے اور جس چیز میں اختلاف اور تردد ہوا سے ترک کر دینا چاہیے۔

نماز میں حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں جیسا کہ ابوداؤد میں ”تحويلات ثلاثہ“ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس یہ نہیں ہوا کہ پہلے نماز میں سکون ہوتا ہو، پھر حرکات شروع ہو گئی ہوں، چونکہ حضور ﷺ سے رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں اور ترک رفع یدین کی بھی۔ مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع یدین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں: ”ان آخر الأمرین ترك الرفع. ولا يبدئ مدة الترك. فيحمل أنه تركه في أيام المرضي“۔ آخر میں آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے رفع یدین کب چھوڑا تھا؟ ایک احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایام علالت میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔ مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعودؓ نے جو ترک رفع روایت کیا ہے۔ اس سے آپؐ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا“ (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہیں۔ حضرت خلفائے راشدینؓ کے عمل کی تائید ان کو حاصل ہے (باب نمبر ۵)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور خلفائے راشدینؓ ضبط و اتقان میں بھی فائق ہیں، طول صحبت میں بھی، اور تفقہ فی الدین میں بھی۔ اسی لیے حضرت ابراہیم نخعیؒ (جو مشہور تابعی ہیں) نے حضرت وائل بن حجرؒ کی رفع یدین والی حدیث پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو ترجیح دی ہے۔

(مولا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷؛ طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۹؛ کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۲۱)

کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ حضور ﷺ نے رفع یدین کا حکم فرمایا ہو۔ اس کے برعکس حضرت جابر بن سرہ کی حدیث میں ممانعت موجود ہے۔ جب قولی اور فعلی احادیث میں اختلاف ہو، تو قولی احادیث مقدم ہوتی ہیں۔

جن احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ رفع یدین کرتے تھے۔ ان میں سے کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ساری عمر رہا اور نہ کسی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی آخری نماز رفع یدین کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب تک ان دو باتوں میں سے ایک بات ثابت نہ ہو، رفع یدین کا سنت دائمہ مستمرہ ہونا ثابت نہیں۔ اس کے مقابلہ میں حضور ﷺ سے ترک رفع یدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پھر رفع یدین کی ممانعت بھی موجود ہے۔ حضرات خلفائے راشدینؓ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی ترک رفع یدین پر ثابت ہے (باب نمبر ۵)۔ حضور ﷺ کی آخری نماز بھی رفع یدین کے بغیر صرف تکبیرات کے ساتھ تھی (۱۰-۴)۔ ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ رفع یدین آپ ﷺ کی سنت دائمہ نہیں، بلکہ سنت متروکہ ہے۔

امام بیہقیؒ کا یہ دعویٰ کہ ”حضرت ابن مسعودؓ سے یہ مخفی رہ گئے“ قابل مسموع نہیں ہے۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ترک رفع یدین کی روایت کرنے میں اکیلے نہیں ہیں۔ جمہور صحابہ کرامؓ ترک رفع یدین کے راوی و عامل ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ”جو لوگوں نے یہ کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کو بھول گئے تھے جیسا کہ وہ رکوع کے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو بھول گئے تھے۔ تو یہ بہت ہی کم عقلی کی بات ہے اس لیے کہ یہ ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ پہلے تو علم رکھتے ہوں پھر بھول جائیں۔ عقل سلیم اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ ایسا کہنا جائز نہیں ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جو طویل زمانے تک جناب رسول اللہ ﷺ کے ملازمت صحبت رہے اور آپ ﷺ کے خادم خاص رہے، وہ کیسے نماز میں، جو صبح شام حضور ﷺ کے ساتھ پڑھتے رہے، رفع یدین کو بھول گئے۔ ایسا کہنا سوء ادب اور شان صحابہ رضی اللہ عنہم میں گستاخی ہے“ (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۱۶)۔

تطبیق کا مسئلہ حدیث نمبر ۷۸ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے۔ تطبیق کرنا آپؐ کے بھول جانے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ آپؐ کے ہاں یہ بھی جائز تھی جیسا کہ حضرت علیؓ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۵۳)۔ اس حدیث کی سند کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: اسنادہ حسن۔ اس حدیث کی سند حسن ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷ طبع قدیم)۔ ترک رفع یدین کو تطبیق پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ تطبیق رکوع میں کی

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تطبیق خلاف سنت تھی۔ اس لیے حضرت سعدؓ نے فوراً اعتراض کر دیا (ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر ۷۸) اگر تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین بھی خلافِ سنت ہوتی تو حضرت سعدؓ کبھی خاموش نہ رہتے۔ معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین میں صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً اہل کوفہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب اہل کوفہ صحابہ رضی اللہ عنہم ترکِ رفع یدین کو ہی سنت مانتے تھے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: آثار السنن مع التعلیق المحسن ص ۱۵۲، ۱۵۳ طبع مکتبۃ البشری، کراچی؛ نیل الفرقہین مع بسط الیدین ص ۷۳ تا ۱۱۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۰۹ تا ۳۱۶ طبع مکتبۃ دارالعلوم، کراچی؛ اعلیٰ السنن ج ۳ ص ۵۷ تا ۱۱۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

حدیث نمبر ۸۴:-

حدثنا سعيد بن سَمْعَانَ قَالَ: جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ. فَقَالَ: ثَلَاثُكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِمْ: تَرَكَهُمُ النَّاسُ: كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ مَدًّا وَيَسْكُتُ

هُنَيْهَةً وَيَكْبِتُ إِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ.

(نسائی رقم ۸۸۳ باب رفع الیدین مدا؛ قال الالبانی حدیث صحیح۔ سنن نسائی تحقیق علامہ ناصر الدین الالبانی، مکتبۃ المعارف، ریاض۔ طبع ۱۴۲۹ھ)۔

ترجمہ: حضرت سعید بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد بنو زریق میں تشریف لائے۔ تو آپؐ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو ان کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے: آپ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کرتے۔ اور (اس کے بعد) تھوڑی دیر سکوت فرماتے۔ اور جب سجدہ کو جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے۔

حدیث نمبر ۸۵:-

عن ابی ہریرۃ قال: کان رسول اللہ ﷺ: إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا.
(ابوداؤد رقم ۷۵۳ باب من لم يذكر الرفع عند الركوع؛ ترمذی رقم ۲۴۰ باب فی نشر الاصابع عند التكبير؛ قال الالبانی حدیث صحیح، صحیح ابوداؤد رقم ۶۸۵۷۵۳؛ صحیح ترمذی رقم ۲۴۰؛ مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ان دونوں حدیثوں میں رفع یدین کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ تو اگر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہوتا تو حضرت ابو ہریرہؓ وہ بھی بیان فرماتے۔ کیونکہ رکوع والی رفع یدین نہیں ہے۔ اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے بس تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین بیان کی ہے اور اس کی نسبت آپؐ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے۔

حضرت امام ابوداؤدؒ نے اس روایت کو رکوع کے وقت ترک رفع یدین کے باب میں ذکر کیا ہے۔ اور باب باندھا ہے: باب من لم يذكر الرفع عند الركوع یعنی باب اس کے بیان میں جس نے سوائے نماز کے شروع کے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ تو اگر یہ حدیث ترک رفع یدین کی دلیل نہ ہوتی تو امام ابوداؤدؒ اس سے ترک یدین پر دلیل نہ پکڑتے۔ اگر رکوع کو جھکتے یا رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین ہوتا، تو اس حدیث میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شروع کے علاوہ اور کسی رفع یدین کو بیان نہیں کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے اس باب میں ذکر کردہ حدیثوں سے یہ بات صراحتاً ثابت ہوتی ہے کہ تکبیر تو ہر اونچ نیچ میں ہوتی تھی مگر رفع یدین صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہی ہوتا تھا۔

حدیث براء بن عازبؓ

حدیث نمبر ۸۶: حدثنا محمد بن الصباح، البراء بن عازب، عن يزيد بن أبي زياد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ" (ابوداؤد رقم ۷۴۹)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے۔ اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔ متعدد سندوں سے مروی یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول روایت کی طرح اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس لیے ترک رفع یدین ہی اولیٰ اور افضل ہوگا۔

حدیث نمبر ۸۷: حدثنا عبد الله بن محمد الزهری، حدثنا سفیان، عن يزيد بن موح حدیث شريك. لَمْ يَقُلْ: ثُمَّ لَا يَعُودُ قَالَ سَفِيَان: قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ، ثُمَّ لَا يَعُودُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، وَابْنُ أُدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ لَمْ يَذْكُرُوا: ثُمَّ لَا يَعُودُ. (ابوداؤد رقم ۷۵۰)۔

ترجمہ:۔ یہ اوپر والی حدیث (ابوداؤد رقم ۷۴۹) کی دوسری روایت ہے مگر اس میں ثُمَّ لَا يَعُودُ کا لفظ نہیں ہے۔ سفیان نے کہا کہ یزید بن ابی زیادؓ نے اس کے بعد کوفہ میں ہم سے یہ حدیث بیان کی تو اس میں ثُمَّ لَا يَعُودُ کہا۔ امام ابوداؤدؓ نے کہا کہ یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے یزید سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ثُمَّ لَا يَعُودُ کا ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۸۸:۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ، وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو، وَأَبُو حَازِمَةَ، قَالُوا حَدَّثَنَا سَفِيَانُ بِإِسْنَادِهِ هَذَا عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: قَالَ: فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَرَّةً وَاحِدَةً.

(سنن ابی داؤد رقم ۷۵۱) تحقیق شیخ خلیل مأمون شیخا، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۲ھ: صحیح ابوداؤد رقم ۷۵۱۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۳ طبع مکتب التریبۃ العربیہ لدول الخلیج، (الریاض ۱۴۰۹ھ)۔ یہ اوپر والی حدیث کی دوسری روایت ہے اور جس میں بعض راویوں نے یہ اضافہ بھی نقل فرمایا [کہ حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا]: جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ دفعہ رفع یدین کیا۔ اور بعض راویوں نے بیان کیا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مرتبہ رفع یدین کیا۔

نوٹ:- مشہور غیر مقلد علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کے تحت بیان کیا ہے۔ اور اس کو صحیح کہا ہے (صحیح ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳)۔ پاک و ہند میں مطبوعہ نسخوں میں اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۸۹: حدثنا حسين بن عبد الرحمن، أخبرنا وكيع، عن ابن أبي ليلى، عن أخيه عيسى، (و) عن الحكم، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: "رأيتُ رسولَ الله ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ. ثم لم يرفعهما حتى انصرف

(ابوداؤد رقم ۷۵۲)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۰: حدثنا أبو بكر قال: حدثنا مؤمل قال حدثنا سفيان قال: حدثنا يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: "كان النبي ﷺ إذا كَبَّرَ لافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ ابْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتِي أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ". (طحاوی رقم ۱۳۱۳)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے، تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کی نو کے قریب ہو جاتے۔ پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

حدیث نمبر ۹۱:-

حدثنا ابن أبي داود. قال: حدثنا عمرو بن عون. قال: أنا خالد. عن ابن أبي ليلى. عن عيسى بن عبد الرحمن عن أبيه. عن البراء بن عازب عن النبي ﷺ مثله.

(طحاوی رقم ۱۳۱۳)۔

یہ روایت بھی اوپر والی روایت جیسی ہے۔

حدیث نمبر ۹۲:-

حدثنا محمد بن النعمان. قال: حدثنا يحيى بن يحيى قال: حدثنا وكيع عن ابن أبي ليلى عن أخيه و عن الحكم عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه عن

النبي ﷺ مثله. (طحاوی رقم ۱۳۱۵)۔

یہ روایت بھی اوپر والی روایت جیسی ہے۔

حدیث نمبر ۹۳:-

عبد الرزاق عن الثوري عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب قال: كان رسول الله ﷺ إذا كثر رفع يديه حتى يرى ابهامه قريباً من أذنيه.

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۰ رقم ۲۵۳۰ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه، كراچی ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے، تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے قریب ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۹۴:-

عبد الرزاق عن ابن عيينة عن يزيد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: مرة واحدة، ثم لا تعدلرفعهما في تلك الصلوة.

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۱ رقم ۲۵۳۱)

حضرت سفیان بن عیینہؓ نے یزید بن ابی زیادؓ سے بواسطہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازبؓ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا۔ پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۵:-

حدثنا اسحق قال حدثنا هشيم عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: "رأيت رسول الله ﷺ حين افتتح الصلوة كثر ورفع يديه حتى كادت اتحاذيان أذنيه ثم لا يعدل." (مسند أبي يعلى ج ۲ ص ۲۲۸)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۶:-

حدثنا اسحق قال حدثنا ابن ادریس عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى

۱۰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: "رأيتُ رسول الله ﷺ حين استقبل الصلوة كَبَّرَ حتَّى رأيتُ ابهاميه قريباً من أُذُنَيْهِ ثُمَّ لم يرفعهما". (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۴۹)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ میں نے آپ ﷺ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۷:-

حدثنا اسحق قال حدثنا وكيع حدثنا ابن أبي ليلى عن الحكم وعيسى عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: "أن النبي ﷺ كان إذا افتتح الصلوة يرفع يديه. ثم لا يرفع حتى ينصرف" (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۹۸:-

حدثنا وكيع، عن ابن أبي ليلى، عن الحكم وعيسى، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: "أن النبي ﷺ كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه، ثم لا يرفعهما حتى يفرغ." (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۹۹:-

وكيع عن ابن أبي ليلى عن عيسى أخيه والحكم عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب: "أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة، ثم لا يرفعهما حتى ينصرف" (المندوب الكبير ج ۱ ص ۶۹ طبع مصر: الدفء الكبير ج ۱ ص ۱۶۶ طبع دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۰:-

حدثنا يحيى بن محمد بن صاعد حدثنا محمد بن سليمان لوين حدثنا اسماعيل بن زكريا

حدثنا يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن ابن أبي ليلى عن البراء أنه رأى رسول الله ﷺ حين افتتح الصلوة رفع يديه حتى حاذى بهما أذنيه ثم لم يعد إلى شيء من ذلك حتى فرغ من صلوته. (دارقطني ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم ج ۲، ص ۵۱ رقم ۱۱۱۴ طبع شبیر برادرز، لاہور)

حدیث نمبر ۱۰۱:-

حدثنا ابن صاعد حدثنا لوئیس حدثنا اسماعیل بن زكريا عن يزيد، يعني ابن أبي زياد، عن عدي بن ثابت عن البراء بن عازب مثل ذلك. (دارقطني مترجم ج ۲، ص ۵۱ رقم ۱۱۱۵ طبع شبیر برادرز، لاہور)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے۔

حدیث نمبر ۱۰۲:-

حدثنا أبو بكر الأدمي أحمد بن محمد بن اسماعيل حدثنا عبد الله بن محمد ايوب البخري حدثنا علي بن عاصم حدثنا محمد بن أبي ليلى عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب ؓ قال: "رأيت رسول الله ﷺ حين قام إلى الصلوة فكبر ورفع يديه حتى ساوئى بهما أذنيه ثم لا يعد". الحديث.

(دارقطني ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم ج ۲، ص ۵۲ رقم ۱۱۱۷ طبع لاہور)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۱۰۳:-

حدثنا أحمد بن علي بن العلاء حدثنا أبو الأشعث حدثنا محمد بن بكر حدثنا شعبة عن يزيد بن أبي زياد قال: سمعت ابن أبي ليلى يقول: "سمعت البراء ؓ في هذا المجلس يحدث قوماً منهم كعب بن عجرة قال: رأيت رسول الله ﷺ حين افتتح الصلوة - يرفع يديه في أول تكبيرة. (دارقطني ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم ج ۲، ص ۳۹ رقم ۱۱۱۸ طبع شبیر برادرز، لاہور)

(لاہور)

ترجمہ: امام شعبہؒ، یزید بن ابی زیادؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت براء بن عازبؓ کو اس مجلس میں ایک جماعت کے سامنے جن میں حضرت کعب بن عجرہؓ بھی شامل تھے، یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو صرف پہلی تکبیر میں رفعِ یدین کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۴:-

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبه عن يزيد بن ابی زياد قال: سمعتُ ابنَ أبي ليلى قال: سمعتُ البراءَ رضي الله عنه يُحدثُ قوماً فيهم كعبُ ابنُ عجرة رضي الله عنه قال: رأيتُ رسولَ الله ﷺ حينَ افتتحَ الصلوةَ رفعَ يديه..

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، رقم ۱۸۲۱۷؛ مسند احمد رقم ۱۸۸۹۶، ترقیم بیت الافکار دولیہ)۔

ترجمہ: امام شعبہؒ، یزید بن ابی زیادؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت براء بن عازبؓ کو ایک جماعت کے سامنے جن میں حضرت کعب بن عجرہؓ بھی شامل تھے، یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو رفعِ یدین کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۵:-

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عبد الرزاق أنا سفيان عن يزيد بن ابی زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب قال: "كان النبي ﷺ إذا كبر رفع يديه حتى نرى ابهاميه قريباً من أذنيه.."

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، رقم ۱۸۲۲۷؛ مسند احمد رقم ۱۸۹۰۶، ترقیم بیت الافکار دولیہ)

ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ آپؓ نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ جب (نماز شروع کرتے وقت) پہلی تکبیر کہتے تو رفعِ یدین کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم آپؐ کے انگوٹھوں کو کانوں کے قریب دیکھتے۔

حدیث نمبر ۱۰۶:-

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا اسباط ثنا يزيد بن ابی زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب قال: كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى تكون ابهاماه حذاء أذنيه..

تک آپ ﷺ پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۰:-

حدثنا القاضي أبو أحمد محمد بن أحمد بن إبراهيم، حدثنا محمد بن جعفر بن محمد، حدثنا رجاء بن صهيب، سمعت الحسين بن حفص عن أبي يوسف وعن ابن أبي ليلى عن الحكم عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله ﷺ حين افتتح الصلوة كبر حتى رأيت إبهاميه حذاء أذنيه ثم لم يرفعهما حتى سلم

(کتاب ذکر اخبار اصحاب تالیف الامام الحافظ ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبهانی باب الرأج ص ۳۱۵ طبع لیدن)۔ ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت نماز شروع کی تو اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا۔ پھر دونوں ہاتھ نہ اٹھائے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ اس سند میں حضرت امام ابو یوسفؒ، محمد بن ابی لیلیٰؒ کا متابع ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱:-

حدثنا عبد الوارث بن سفيان، قال: حدثنا قاسم بن اصبغ، قال: حدثنا احمد بن زوهيب، قال: حدثنا أبو نعيم، قال: حدثنا موسى بن محمد الأنصاري، عن يزيد بن أبي زياد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: صليت خلف النبي ﷺ فكبر فرفع يديه حتى حاذى أذنيه في أول مرة، لم يزد عليها

(التمهيد لابن عبد البر ج ۹ ص ۲۱۳)۔

ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر کیے، پہلی مرتبہ میں، اس پر زیادہ نہ کیا۔

اس روایت کی سند میں حضرت موسیٰ بن محمد الانصاری نے یزید بن ابی زیاد سے لا بعد کے ہم مثل روایت کیا ہے۔

حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر سندی و فنی بحث

یزید بن ابی زیادؓ ضعیف نہیں ہے

پہلا اعتراض:- اس حدیث کے ایک مرکزی راوی یزید بن ابی زیادؓ ضعیف ہیں۔ آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

جواب:- حضرت براء بن عازبؓ کی اس روایت کے راوی یزید بن ابی زیادؓ القرشی، البہاشمی ولاءؓ والکونیؓ پر اگرچہ بعض ارباب جرح و تعدیل نے ان کے مذہب تشیع اور آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بنا پر کلام کیا ہے۔ لیکن علی الاطلاق ضعیف قرار دینا خلاف انصاف ہے۔

۱۔ حضرت امام مسلمؒ، یزید بن ابی زیادؓ کو ان رجال میں شمار کرتے ہیں جو سچے اور عدالت و مروت سے متصف ہیں اور اس سے روایت بھی کی جاسکتی ہے

(ملخصاً مقدمہ مسلم ج ۱ ص ۵۳ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)۔

۲۔ امام احمد بن صالحؒ فرماتے ہیں: ”یزید بن ابی زیادؓ ثقہ ہیں۔ جو لوگ ان میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا قول مجھے پسند نہیں“ (تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین، ص ۱۹۷)۔

۳۔ امام شعبہؒ ان کے بارے کہتے ہیں: ”یزید بن ابی زیادؓ سے حدیثیں لکھنے کے بعد مجھے اس کی پروا نہیں کہ کسی اور سے حدیثیں نہ لکھوں“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۳)۔

۴۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ”مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے ان کی حدیثیں ترک کر دی ہوں۔ البتہ ان کے مقابلہ میں دوسرے قوی و متفق راوی مجھے زیادہ پسند ہیں“ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶)

۵۔ حضرت سفیان بن یعقوبؒ فرماتے ہیں: ”تغیر حافظہ کی بناء پر گو کہ لوگوں نے ان میں کلام کیا ہے پھر بھی وہ عادل و ثقہ ہیں اگرچہ حکم و منصورؒ کے درجہ کے نہ ہوں“۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶)

۶۔ امام عجلؒ انہیں جائز الحدیث کہتے ہیں۔ اور یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶)۔

۷۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: ”یزید صدوق ہیں البتہ بوڑھے ہو جانے پر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کرنے لگے تھے۔ اس وجہ سے ان کی حدیثوں میں مناکیر داخل ہو گئیں۔ لہذا جن لوگوں نے ان سے غیر حافظہ سے پہلے حدیثیں سنیں۔ ان کا سماع صحیح ہے“

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۷)۔

۸۔ امام ذہبیؒ اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ مستقن نہیں تھے۔ انہیں الامام، المحدث، وکان أوعية العلم جیسے وقیع الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کے لائق اعتبار ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”امام شعبہؒ تقدّر رجال میں مہارت و حداقت کے باوصف ان سے روایت کرتے ہیں“ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۱۲۹، ۱۳۰)۔

۹۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً ایک کلمہ کے معنی کی روایت لی ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۶۸)

۱۰۔ امام مسلمؒ اپنی صحیح مسلم میں مقروناً ان سے روایت کرتے ہیں۔

۱۱۔ امام ترمذیؒ نے ان کی روایتوں کی تحسین کی ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶، ۹۶؛ ج ۲ ص ۲۱۸) نیز

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: روی عنه سفیان و شعبہ و ابن عیینة و غیر واحد من الأئمة (ترمذی ج ۲ ص ۷۱)۔

۱۲۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”محدث جریرؒ نے فرمایا کہ یزید بن ابی زیادؒ، عطاء بن سائبؒ سے

زیادہ مضبوط اور حافظہ والا ہے (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۶۶۴؛ تہذیب التہذیب ج ۱۱

ص ۳۳۰)۔ عطاء بن سائبؒ سے امام بخاریؒ اور اصحاب سنن روایت کرتے ہیں۔ اس لیے علی الاطلاق انہیں ضعیف کہنا درست نہیں۔

۱۳۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: ”امام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: یزید بن ابی زیادؒ ابو عبد اللہ کوئی

سچے راویوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام ابوالخارث قزوئیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوالحسنؒ نے کہا

ہے کہ یزید بن ابی زیادؒ جید الحدیث ہے“ (نصب الراية ج ۱ ص ۴۰۲)

۱۴۔ علامہ احمد محمد شاکرؒ لکھتے ہیں: ”ویزید هذا ضعفه بعضهم من قبل أنه شيعي ومن قبل أنه

اختلط في آخر حياته. والحق أنه ثقة. قال ابن شاهين في الثقات. قال أحمد بن صالح

المصري يزید بن أبي زياد ثقة. ولا يعجبني قول من تكلم فيه. وقال ابن سعد في

الطبقات: وكان ثقة في نفسه“ (جامع ترمذی بتحقیق وشرح احمد شاکر، ج ۱ ص ۱۹۵)۔

”یزید بن ابی زیادؒ کو بعض محدثین نے ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اور بعض نے ان کے آخر عمر

میں حافظہ خراب ہو جانے کی بنا پر ضعیف کہا ہے، حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ ابن شاہینؒ

نے بھی اس کو ثقات میں داخل کیا ہے۔ امام احمد بن صالح مصریؒ نے کہا کہ یزید بن ابی زیادؒ ثقہ

ہے اور مجھے اس کا قول پسند نہیں جس نے اس راوی میں کلام کیا ہے۔ امام ابن سعدؒ نے طبقات

میں فرمایا ہے کہ یزید بن ابی زیادؒ ثقہ ہے۔“

یہی احمد شاکرؒ صاحب ترمذی کی دوسری جلد میں ایک حدیث پر گفتگو فرماتے ہوئے جس کی سند

میں یہی راوی یزید بن ابی زیاد ہے، فرماتے ہیں: ”فمدار الحديث على يزيد بن أبي زياد وهو ثقة، صحيح الحديث“۔ (جامع ترمذی بتحقیق وشرح احمد شاہ، ج ۲ ص ۴۰۹) ”اس حدیث کا مدار یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ثقہ ہے اور اس کی حدیث صحیح ہے۔“

۱۵۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: ”وقد أخرجه مسلم في صحيحه والبخاري تعليقا واهل السنن الأربع“ (الفوائد المجموعه ص ۱۱۷)۔ یزید کی روایت امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں لی ہے، اور بخاری نے تعلیقاً۔ اور اصحاب سنن اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۶۔ علامہ محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی فرماتے ہیں: ”ترک رفع یدین والی احادیث میں سے حضرت براء بن عازبؓ والی روایت ہے اس کی تخریج عبدالرزاق، امام احمد، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، طحاوی، دارقطنی وغیرہ نے کی ہے۔ پھر ان احادیث کی تخریج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اور ایسے ہی حضرت براء بن عازبؓ والی حدیث کی کئی دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں اور مسانید میں تخریج کی ہے اور حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کی بعض اسناد شیخین کی شرط پر جید اور صحیح ہیں اور بعض اسناد حسن ہیں۔ اسناد صحیحہ میں سے مصنف عبدالرزاق والی سند ہے۔ عبد الرزاق کی سند میں سوائے عبدالرزاق کے تین راوی ہیں: سفیان بن عیینہ، یزید بن زیاد ہاشمی کوفی، اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین مترجم ص ۵۷ تا ۶۵)۔ آگے مزید علامہ محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی فرماتے ہیں: ”یزید بن زیاد ہاشمی کوفی یہ مختلف فیہ راوی ہے اور امام بخاری نے اس سے معلق روایت صحیح بخاری میں لی ہے اور اس سے حفاظ حدیث مثل امام مسلمؒ اور اصحاب السنن الاربعہ نے روایات کی ہیں۔ ہم ان محدثین کے نام عنقریب امام عینی شارح بخاری سے نقل کریں گے جنہوں نے ان کی توثیق بیان کی ہے (کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین مترجم ص ۶۷)۔“

۱۷۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ویزید فیہ ضعف یسیر (التلخیص الحبر ج ۲ ص ۱۱۷) ”اور یزیدؒ میں تھوڑا سا ضعف ہے۔“

۱۸۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: وهو حسن الحديث (الاجر بحوالہ شذرات الذهب ج ۱ ص ۱۰۶)۔ ”یزید حسن حدیث والا ہے۔“

۱۹۔ حافظ ابن حجرؒ یزید بن ابی زیادؒ کی ایک سند کو اسنادہ مقارب لکھتے ہیں۔ (الدرایہ ج ۲ ص ۶) ۲۰۔ علامہ عینیؒ بھی یزید بن ابی زیادؒ کے بارے میں توثیق فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: ”ابن خزيمة“

نے اپنی صحیح میں اس سے روایت لی ہے۔ امام مسلمؒ نے بھی صحیح مسلم میں اس سے حدیث تخریج کی ہے۔ بخاریؒ نے بھی اس سے استدلال کیا ہے (البنایہ فی شرح ہدایہ علامہ عینیؒ ج ۲ ص ۲۹۶) ایک ضروری تنبیہ:- اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشہور غیر مقلد قاضی شوکانیؒ نے غلط فہمی کی بنا پر یزید بن ابی زیادؒ القرشی الہاشمی الکوفی ابو عبد اللہؒ کو یزید بن زیادؒ اور بقول بعض ابن ابی زیادؒ القرشی الدمشقی سمجھ لیا۔ علمائے رجال نے یزید دمشقیؒ پر جو شدید جرحیں کی ہیں۔ ان سب کو نیل الاوطار (ج ۱ ص ۲۷۵) میں زیر بحث یزید بن ابی زیادؒ کوئی پرچسپاں کر دیں۔ انہی کی تقلید و اتباع میں مولانا حافظ عبد الرحمن مبارک پوریؒ نے تحفۃ الاحوذی (ج ۲ ص ۹۶) میں لکھ دیا کہ ”یزید بن ابی زیادؒ حسن الحدیث نہیں ہیں۔ اس لیے امام ترمذیؒ نے ان سے مروی حدیث کی تحسین کسی اور وجہ سے کی ہے“۔ جبکہ یزید بن ابی زیادؒ کو فی اللہ حسن الحدیث سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ امام ترمذیؒ کی تحسین بالکل درست اور بے غبار ہے۔ جس میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ بعینہ یہی وہم امام نوویؒ کو مقدمہ مسلم کی شرح میں پیش آ گیا ہے۔ جس پر حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۲۸۷) میں نقد کیا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی شرح مسلم میں امام نوویؒ پر گرفت کی ہے (مقدمہ مسلم مع فتح الملہم ص ۱۱۶)۔

یزید بن ابی زیادؒ کو فی ثقہ اور صحیح الحدیث ہے۔ البتہ آخری عمر میں حافظہ کا متغیر ہونا عیب ہے مگر جب اس سے روایت کرنے والے راوی کا تغیر حافظہ سے پہلے کا سماع ہو تو اس کی صحت حدیث میں کوئی شبہ نہیں رہتا اور یہ ترک رفع یدین کی روایت یزید بن ابی زیادؒ سے روایت کرنے والے قدیم السماع ہیں مثلاً سفیان ثوریؒ، امام شعبہؒ، محمد بن ابی لیلیٰؒ وغیرہ۔ چنانچہ امام بخاریؒ جزء رفع یدین (رقم ۳۴) میں لکھتے ہیں کہ شعبہؒ، سفیان ثوریؒ اور زہیرؒ کا سماع یزیدؒ سے اول عمر میں تھا۔ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں: ”سفیان ثوریؒ، زہیرؒ بن معاویہ اور ہشیمؒ کا سماع یزیدؒ سے اول عمر میں ہوا ہے (سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۶)۔ ہاں آخر عمر میں جس نے یزیدؒ سے روایت کی ہے اس کے بارے میں کلام ہو سکتا ہے مگر اس روایت کے راوی تو قدما ہیں۔

”ثم لا يعود“ کی زیادت صحیح ہے

دوسرا اعتراض:- بعض حضرات نے ”ثم لا يعود“ کی زیادت کو یزید بن ابی زیادؒ کے اختلاط و تلقین کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

جواب:- یہ رائے متعدد وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔ چند وجوہ درج ذیل ہیں:

۱۔ دارقطنی کی روایت (حدیث نمبر ۹۶) میں ”ثم لا يعود“ کے بجائے ”فی اول تکبیرہ“ کا

لفظ ہے۔ جن روایتوں میں ”ثم لا يعود“ کا لفظ نہیں۔ ان کا مفہوم بھی اس کے سوا کیا ہے کہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا۔

۲۔ اس میں وہ واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے جس موقع پر حضرت براء بن عازبؓ نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ یہ ان کے کمال ضبط کی علامت ہے (حدیث نمبر ۹۶، ۹۷)۔

۳۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کرنے والے تین ثقہ راوی ہیں: عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابتؓ (حدیث نمبر ۹۴/۱) اور شعبیؓ (حدیث نمبر ۱۰۲)۔ حضرت شعبیؓ سے روایت کرنے والے حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ اور حضرت عدی بن ثابتؓ سے روایت کرنے والے یزید بن ابی زیادؓ، حکم بن عتیبہؓ، اکیلہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ۔ حضرت حکم بن عتیبہؓ اور عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ دونوں بالاتفاق ثقہ ہیں۔ ان دونوں سے روایت کرنے والے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ کے ساتھ قاضی ابو یوسفؒ بھی ہیں (حدیث نمبر ۱۰۳)۔ یزید بن ابی زیادؓ کی ثقاہت بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ تینوں ثقہ راویوں کی روایات یقیناً صحیح ہے۔

۴۔ یزیدؓ سے اس روایت کو یزید کے اکابر اصحاب نقل کر رہے ہیں۔ مثلاً امام سفیان ثوریؒ (حدیث نمبر ۸۴، ۸۷، ۹۸)، سفیان بن عیینہ (حدیث نمبر ۸۸)، اسماعیل بن زکریا (حدیث نمبر ۹۴)، شعبہ (حدیث نمبر ۹۶، ۹۷)، اسرائیل بن ابی اسحاق (بیہقی فی ”الخلافيات“ الجوهري النقي ج ۲ ص ۷۶؛ مبانى الاخبار بحوالہ نیل الفرقدين ص ۱۱۳)، نصر بن شميل، حمزہ زیات (طبرانی فی ”الاوسط“ نیل الفرقدين ص ۱۱۳)، ہشیم (حدیث نمبر ۸۹، ۱۰۰، ۱۰۱)، شریک (حدیث نمبر ۸۱)، محمد بن ابی لیلیٰؓ (حدیث نمبر ۹۵)، ابن ادريسؒ (حدیث نمبر ۹۰)، اسباط (حدیث نمبر ۹۹)، موسیٰ بن محمد انصاریؒ (حدیث نمبر ۱۰۴)۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان اکابر کی پوری جماعت کی روایت کے بعد بھی اس لفظ کو غیر محفوظ کہا جائے۔ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث چونکہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ اس لیے وہ محدثین کے اصول پر صحیح ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۹ کی سند میں نہ تو یزید بن ابی زیادؓ ہیں اور نہ ہی محمد بن ابی لیلیٰؓ۔ پھر جس طرح حدیث براء بن عازبؓ کو حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح اس حدیث کو حضرت براء بن عازبؓ سے امام شعبیؓ نے بھی بیان کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح بھی ہے اور ترک رفع یدین پر صریح بھی۔ یہ روایت بلاشبہ لائق استدلال ہے۔

علامہ عیسیٰ فرماتے ہیں:

قلت: تعارض قول أبي داود قول ابن عدي في الكامل. رواه هشام وشريك وجماعة معهما عن يزيد بأسناده. قالوا فيه "لم يعد". يظهر أن شريكاً لم يتفرد برواية هذه الزيادة. فسقط أيضاً بذلك كلام الخطابي: لم يقل في هذا "ثم لا يعود" غير شريك. لأن شريكاً قد توقع عليها كما أخرجه الدارقطني عن اسماعيل بن زكريا ثنا يزيد بن أبي زياد نحوه. أخرجه البيهقي في الخلافيات من طريق النضر بن شميل عن اسرائيل هو ابن يونس بن اسحاق عن يزيد بلفظ: رفع يديه حذو أذنيه ثم لم يعد. وأخرجه الطبراني في الأوسط من حديث حفص بن عمر ثنا حمزة الزيات كذلك. وقال: لم يرو عنه إلا حفص. تفرد به محمد بن حرب

(البتایہ فی شرح ہدایہ علامہ عیسیٰ ج ۲ ص ۲۹۵ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ؛ ومثلہ فی الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۶)۔

ترجمہ:- ”میں کہتا ہوں کہ امام ابوداؤد کا یہ قول امام ابن عدی کے اس قول کے معارض ہے جو انہوں نے کامل میں ذکر کیا ہے کہ ”ہشیم“ شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے ”ثم لم يعد“ کی زیادت روایت کی ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ شریک اس زیادت کے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے۔ اس سے امام خطابی کا کلام بھی ساقط ہو گیا کہ شریک کے علاوہ کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ اس لیے کہ شریک کی اس میں اسماعیل بن زکریا نے بھی دارقطنی میں متابعت کی ہے۔ اسی طرح بیہقی نے خلافيات میں نضر بن شميل عن اسرائيل (جو ابن یونس بن اسحاق ہے) کے طریق سے ان الفاظ سے متابعت کی ہے: ”رفع يديه حذو أذنيه ثم لم يعد“۔ اور امام طبرانی نے ”اوسط“ میں اسی طرح حفص بن عمر ثنا حمزة الزيات حدیث بیان کی ہے۔ اور کہا ہے صرف حفص ہی اس سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے روایت کرنے میں محمد بن حرب متفرد ہے۔“

۵۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمہ نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد بھی اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ یہ کلمہ دو ثقہ راوی حضرت عیسیٰ اور حضرت حکم بھی نقل کرتے ہیں جیسا کہ سنن ابوداؤد (حدیث نمبر ۸۳)، مسند ابی یعلیٰ (حدیث نمبر ۹۱)، مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۹۸)، مدونۃ الکبریٰ (حدیث نمبر ۹۹) اور طحاوی: شرح معانی الآثار (حدیث نمبر ۹۱، ۹۲) میں روایات اوپر مذکور ہوئی ہیں۔ البتہ یہ روایتیں محمد بن ابی لیلیٰ کی سند سے ہیں۔ اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ لیکن حضرات محدثین ہی کی صراحت کے مطابق یہ صدوق، سی الحفظ

ہیں۔ اس درجہ کا راوی محدثین کے نزدیک قابل متابعت مانا جاتا ہے۔ لہذا اس معتبر متابعت سے ”ثم لا يعود“ کی زیادتی کے سلسلہ میں یزید بن ابی زیاد تلقین کی جرح سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ لہذا شریک کے تفرد اور یزید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے۔

۶۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جو حضرت براء بن عازبؓ سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں، ترکِ رفعِ یدین پر عامل تھے (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۶)۔ اس سے واضح ہے کہ ترکِ رفعِ یدین ہی ان کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت تھی۔ جو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھی تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کی روایت بالکل صحیح ہے۔

۷۔ دارِ قطنی کی روایت میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؓ کے مجمع میں یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس سے ترکِ رفعِ یدین کی سنت اور مؤکد ہو جاتی ہے۔

۸۔ سیدنا براء بن عازبؓ کی اس حدیث کی سند میں کوئی محدثین آتے ہیں، جو سب ترکِ رفعِ یدین پر عامل تھے۔ کوفے کا پورا شہر ترکِ رفعِ یدین پر عامل تھا جیسا کہ محدثینؓ نے لکھا ہے۔ (دیکھئے باب ۶ ترکِ رفعِ یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں)

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ "حسن الحدیث" ہے

تیسرا اعتراض:- حضرت امام ابوداؤد، ابوداؤد حدیث نمبر ۷۵۲ کے متعلق فرماتے ہیں: قال ابوداؤد: هذا الحديث ليس بصحيح۔
جواب:-

۱:- قال العلامة خليل احمد السهارنفوري: ولعل وجهه أن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى تكلم فيه بعض المحدثين. فالجواب: أن الحافظ، قال في تهذيب التهذيب في ترجمته بعد نقل تضعيفه: قال ابو حاتم عن أحمد بن يونس ذكره زاهدة، فقال: كان أفقه أهل الدنيا، وقال العجلي: كان فقيهاً صاحب سنة، صدوقاً، جازز الحديث. وكان عالماً بالقرآن وكان من أحسن الناس، وكان جميلاً نبيلاً، وقال يعقوب بن سفيان: ثقة، عدل، في حديثه بعض المقال، لكن الحديث عندهم بهذا المجهود ج ۴ ص ۲۷۹، ۳۱۵)

ترجمہ:- امام ابوداؤد کا یہ قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ سو غالباً یہ اس لیے کہا ہے کہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ پر بعض محدثینؓ نے کلام کیا ہے لیکن ابو حاتمؒ نے احمد بن یونسؒ کی روایت سے زائدہ کا قول نقل کیا ہے کہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ دنیا بھر میں فقیہ ترین شخص تھا۔ امام عجلؒ نے کہا کہ

وہ فقیہ، صاحبِ سنت، صدوق اور جائز الحدیث تھا۔ وہ قرآن کا عالم، حسین ترین اور جمیل و نبیل تھا۔ یعقوب بن سفیانؒ نے کہا کہ وہ ثقہ اور عدل تھا گو بعض محدثین اس کی حدیث میں کچھ کلام کرتے اور اسے نرم حدیث والا کہتے ہیں۔

۲:- حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ان سے حدیث لی ہے (مسند امام اعظم ص ۱۶۳)۔ اہل کوفہ کے عملی تواتر کی تائید بھی اس کو حاصل ہے۔

۳:- امام ترمذیؒ نے اس کی حدیث کو حسن کہہ کر امام بخاریؒ سے تائید نقل کی ہے: ”قال ابو عیسیٰ: هذا حدیث حسن۔ سمعت محمداً یقول: ما روئی ابنُ اُبی لیلیٰ حدیثاً أعجب الیّ من هذا“ (ترمذی ج ۱ ص ۷۵ ۷۶ رقم ۵۵۲)۔

۴:- امام ابوداؤدؒ اس دوسری سند کے بارے فرماتے ہیں: قال ابوداؤد: هذا الحدیث لیس بصحیح۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحت کی نفی سے حسن کی نفی نہیں ہوتی۔ جس راوی پر اعتراض ہے وہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے۔ اس کے بارے میں میزان الاعتدال میں لکھا ہے: صاحب السنۃ، جائز الحدیث۔ صرف یہ ہے کہ ان کے حافظہ میں کچھ کمزوری تھی لیکن جب دوسندیں مل گئیں تو اس کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں رہا۔ کیونکہ قرآن پاک نے یہ اصول واضح کر دیا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی۔ اس کا سبب یہی بیان کیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد کروادے گی۔ دونوں کے ملانے سے ان کی بات قبول کر لی جاتی ہے۔ یہ قرآن پاک کا اصول ہے۔ ہمارے ائمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے اس کو قطعاً ضعیف حافظہ والا نہیں کہا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے تو کوفہ کے لوگ دوسرے لوگوں کی بنسبت ان کے احوال زیادہ جانتے ہیں۔ اگر ہم ان کی بات بھی مان لیں تب بھی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اصول یہ ہے۔ حافظہ میں کمزور راوی کا اگر متابع یا شاہد مل جائے تو وہ روایت قابل قبول ہوتی ہے۔ اور یہاں ایک دوسرے کے متابع اور شاہد موجود ہیں۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔

یزید بن ابی زیادؒ کی متابعت موجود ہے

چوتھا اعتراض:- امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: حدثنا عبد اللہ بن محمد الزہریؒ حدثنا سفیان عن یزید بن ابی یزیدؒ حدیث شریک لم یقل ثم لا یعود۔ قال سفیان: قال لنا ہاں کوفہ بعد ثم لا یعود۔ قال ابوداؤد: وروئی هذا الحدیث ہشیم و خالد و ابن ادریس عن یزید لم یذکروا

ثُمَّ لَا يَعُوذُ۔ (ابوداؤد رقم ۷۵۰)۔

ترجمہ:- یہ اوپر والی حدیث (ابوداؤد رقم ۷۴۹) کی دوسری روایت ہے مگر اس میں ثَمَّ لَا يَعُوذُ کا لفظ نہیں ہے۔ سفیان نے کہا کہ یزید بن ابی زیادؓ نے اس کے بعد کوفہ میں ہم سے یہ حدیث بیان کی تو اس میں ثَمَّ لَا يَعُوذُ کہا۔ امام ابوداؤدؓ نے کہا کہ یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے یزید سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ثَمَّ لَا يَعُوذُ کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث پر امام ابوداؤدؓ دو اعتراض کرتے ہیں: [۱] عبد اللہ بن محمد زہری کہتے ہیں: سفیان نے یزید سے یہی روایت نقل کی ہے اس میں ثَمَّ لَا يَعُوذُ کے الفاظ نہیں ہیں۔ [۲] ہشیم، خالد اور ابن ادریس بھی اس روایت کو یزید سے نقل کرتے ہیں لیکن ثَمَّ لَا يَعُوذُ نقل نہیں کیا۔

جواب:-

۱:- حضرت امام ابوداؤدؓ کو اگر ان کی ایسی سندیں نہیں ملیں جن میں ثَمَّ لَا يَعُوذُ کے الفاظ ہوں تو کیا ہوا جبکہ دوسرے محدثین یہ الفاظ بیان کر رہے ہیں۔ ان تینوں سے یعنی ہشیم، خالد اور ابن ادریسؓ سے صحیح سند کے ساتھ مسند ابویعلیٰ میں ثَمَّ لَا يَعُوذُ کے الفاظ موجود ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے (حدیث نمبر ۸۹، ۹۰)۔

۲:- علاوہ ازیں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں امام ابن عدیؒ نے اپنی کتاب ”کامل ابن عدی“ میں اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ رواہ ہشیم و شریک و جماعة معهما عن یزید باسنادہ، وقالوا فیہ: ”ثَمَّ لَا يَعُوذُ“۔ یعنی ہشیم، شریک اور ایک جماعت نے یزیدؓ سے ”ثَمَّ لَا يَعُوذُ“ روایت کیا ہے۔

امام بیہقیؒ کے نزدیک بھی اسی طرح اسماعیل بن زکریا نے یزیدؓ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب ”خلافیات“ میں بطریق النضر بن شمیل عن اسرائیل (ہو ابن یونس بن ابی اسحق) عن یزید روایت کیا ہے (بذل المجہود ج ۴ ص ۷۸، ۲، ۳۱۴ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔ امام ابن عدیؒ نے اپنی کتاب ”کامل ابن عدی“ (ج ۷ ص ۷۳۰) میں فرمایا ہے۔ علامہ ماردیؒ نے بھی الجوہر النقی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

۳:- اس میں اعتراض کی کوئی بات بھی نہیں۔ اس لیے کہ اس حدیث میں دو باتوں کا ثبوت ہے۔

۱- ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں۔

۲- کتنی بار اٹھائے جائیں۔

تو حضرت براء بن عازبؓ کو جب ان دو میں صرف ایک مسئلہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا بیان کرنا

ہوتا تھا۔ اس وقت وہ ثَمَّ لَا يَغُودُ کے الفاظ بیان نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن دارقطنی (رقم ۱۱۱۱؛ مسئلہ رقم ۱۱۱۶) میں ہے: ”جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے تو ہم دیکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے قریب آچکے ہیں۔“ اور اگر ان کو دوسرا مسئلہ بھی بیان کرنا ہوتا تو پھر ثَمَّ لَا يَغُودُ کے الفاظ بھی بیان فرما دیتے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔

۴:- سفیان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یزید بن ابی زیادؓ نے یہ حدیث ہمیں کوفہ جانے سے پہلے جب سنائی تھی تو اس میں یہ ثَمَّ لَا يَغُودُ کا اضافہ نہیں تھا۔ پھر جب وہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں ہمیں یہ حدیث سنائی تو اس میں یہ لفظ زائد تھا۔

۱:- گویا یہ اس پر الزام کے علاوہ اہل کوفہ پر بھی ایک طنز ہوئی کہ انہوں نے اسے یہ لفظ سکھا دیئے اور اس نے اصل حدیث میں یہ لفظ جوڑ کر بیان کرنا شروع کر دیئے تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ الفاظ صرف یزید بن ابی زیادؓ نے ہی نہیں بلکہ اور راویوں نے بھی یہی یا ان سے ملتے جلتے الفاظ روایت کیے ہیں۔ مثلاً عیسیٰ بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؓ اور حکم بن عتیبہؓ دونوں ثقہ راوی ہیں۔ انہوں نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔ (طحاوی، بیہقی، ابوداؤد)

۲:- اس سارے مفروضے کی بنیاد اس پر ہے کہ امام سفیان بن عیینہؓ اور یزید بن ابی زیادؓ دونوں پہلے مکہ میں مقیم تھے۔ اور پھر دونوں کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے۔ یزید بن ابی زیادؓ ۴۲ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳ھ میں کوفہ میں ہی فوت ہوئے۔ ان کا مکہ میں قیام پذیر ہونا تاریخ سے ثابت ہی نہیں۔ امام سفیان بن عیینہؓ ۶۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۳ھ تک کوفہ میں رہے۔ پھر مکہ تشریف لے گئے اور ۱۹۸ھ میں مکہ میں ہی وصال فرمایا۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۱ و مسئلہ فی نیل الفرقدین ص ۱۱۴، ۱۱۵ طبع ادارة القرآن، کراچی)۔ الغرض جب امام سفیان بن عیینہؓ مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہوئے، اس وقت یزید بن ابی زیادؓ کوفہ میں ہی ستائیس (۲۷) سال ہو چکے تھے۔ تو محال بات ہے کہ یزیدؓ اول زمانہ میں مکہ میں سفیان بن عیینہؓ کو حدیث بغیر لا یعود کے روایت کرتا ہے۔ پھر سفیانؓ جب کوفہ میں آتا ہے تو لا یعود کی زیادتی سے روایت کرتا ہے۔ محدث حمیدیؒ مخالفین اہل کوفہ خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کے ہیں۔ ان کی بات مخالف معتبر نہیں ہے۔ جب کہ محدث عبد الرزاقؒ، ابن عیینہؒ سے لا یعود کی زیادت سے روایت کرتے ہیں (حدیث نمبر ۸۸، ۹۸) اور کوئی تلقین کی بات نہیں کرتے۔ اور ابن عیینہؒ نے یزیدؓ سے خود سماع کیا ہے

(نور الصباح ج ۲ ص ۳۴۶)۔

۳:- سفیان بن عیینہ کا یہ اعتراض کسی ضعیف راوی نے ان کی طرف غلط منسوب کیا ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ خود یہ زیادت یزید سے نقل کرتے ہیں (حدیث نمبر ۸۸، ۹۸)۔ وہ ضعیف راوی ابراہیم بن بشار ہے (مستدرک ج ۲ ص ۲۸۵؛ سنن کبریٰ ج ۲ ص ۷۷؛ نصب الراية ج ۱ ص ۷۷؛ البنا یہ ج ۲ ص ۲۹۶)۔ ابن ترکمانی فرماتے ہیں: ”قلت: لم یرو هذا المتن بهذه الزیادة غیر ابراہیم البشار کذا حکاہ صاحب الامام عن الحاکم۔ وابن بشار۔ قال فیہ النسائی: لیس بالقوی۔ وذمه أحد ذماً شديداً۔ وقال ابن معین: لیس بشئ۔ لم یکن یکتب عند سفیان۔ وما رأیت فی یدہ قلباً قط۔ وكان یملی علی الناس ما لم یقله سفیان“ (الجوہر النقی علی سنن کبریٰ ج ۲ ص ۷۷)۔ ”میں کہتا ہوں کہ اس زیادت کے ساتھ ابراہیم بن بشار کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیا ہے جیسا کہ صاحب الامام نے امام حاکم سے روایت کیا ہے۔ ابن بشار کے بارے میں محدثین کرام فرماتے ہیں: امام نسائی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے۔ امام احمد نے اس کی بہت سخت مذمت کی ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں: وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سفیان کے ہاں کچھ بھی نہیں لکھتا تھا۔ میں نے اس کے ہاں کبھی قلم نہیں دیکھا ہے۔ یہ لوگوں کو وہ باتیں لکھواتا تھا جو سفیان نے کبھی بھی نہیں کہیں تھیں اس کے بعد علامہ عینی فرماتے ہیں: ”وما رواه البخاری وابن الجارود بالوهم فجاز أن یكون وهم فی هذا“۔ (البنا یہ فی شرح ہدایہ علامہ عینی ج ۲ ص ۲۹۶ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) ”اس بارے میں امام بخاری اور ابن جارود نے وہم کی بات کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو اسی نے اشتباہ ہو گیا ہے۔“

۵:- امام شافعی فرماتے ہیں: ”ذهب سفیان الی أن یغلط یزید فی هذا الحدیث ویقول: كأنه لقین هذا الحرف الأخیر فتلقنه، ولم یکن سفیان یری یزید بالحفظ كذلك“ (ترتیب مسند شافعی ج ۱ ص ۷۴ رقم ۲۱۵)۔ اس سے دو امر سمجھ آتے ہیں:

اول:- سفیان بن عیینہ نے خود بھی یہ حدیث اسی زیادت کے ساتھ روایت کی ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق (رقم ۲۵۳۱) میں ہے۔ (مزید دیکھیے۔ ترتیب مسند شافعی ج ۱ ص ۷۴ رقم ۲۱۵؛ مسند حمیدی رقم ۷۲۲)۔

دوم:- جب سفیان بن عیینہ خود اس زیادت ”ثم لا تعد“ کو بیان بھی کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ تلقین کے انداز کو بھی بیان کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کو امام شافعی جزم

کے ساتھ مباشرۃً نقل کر رہے ہوں۔ جیسا کہ آپ کو اس روایت کے لفظوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ہاں انہوں نے تغیر اور تلقین کو جزم کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن کیا اس زیادت کو بھی؟ امام سفیان بن عیینہؒ اس کو ہرگز یقین سے نہیں کرتے۔ پس اس نکتہ کو سمجھو! غور کرو! تو ارد سے بچو!

(مزید ملاحظہ فرمائیں۔ مقدمہ ”النکت الطریفہ“ علامہ کوثریؒ ص ۸، ۹)

علامہ کشمیریؒ کے کچھ افادات

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس روایت پر گفتگو کے لیے دارقطنی کی اس روایت کو بنیاد بنایا ہے جس میں ابن ابی لیلیٰؒ نے فرمایا ہے: ”سَمِعْتُ الْبَرَاءَ فِي هَذَا الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُ قَوْمًا مِنْهُمْ كَعَبُ بْنُ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ“۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم جزء سوم ص ۴۹۳ رقم ۱۱۱۲ طبع شبیر برادرز، لاہور)

ترجمہ: ”میں نے حضرت براء بن عازبؒ کو اس مجلس میں ایک جماعت کے سامنے جن میں حضرت کعب بن عجرہؒ بھی شامل تھے، یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔“ پھر حضرت علامہؒ نے چند دیگر طرق بیان کیے ہیں۔ پھر روایت کی تقویت کے لیے چند قرائن ذکر فرمائے۔

۱:- بظاہر اس مجلس سے مراد کوفہ کی مسجد اعظم میں ہونے والی مجلس ہے۔ جس کا ذکر روایت میں آتا ہے۔ مثلاً بخاری (ج ۲ ص ۶۳۸) میں ہے کہ عبد اللہ بن مغفلؒ کہتے ہیں: ”قعدت الی کعب بن عجرۃ فی هذا المسجد ای مسجد الکوفۃ“۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بہت بڑی مسجد تھی۔ اس کا مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ اس مسجد میں میری ملاقات یکے بعد دیگرے ایک سو بیس انصار سے ہوئی ہے۔ مقصد اس تفصیل کے ذکر کرنے کا یہ ہے کہ حضرت براءؒ نے یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ارشاد فرمائی اور سب نے اس کی تصدیق کی تو یہ ترکِ رفع یدین پر اتفاق کا قرینہ ہوا۔

۲:- محدثین کا اصول ہے کہ اگر روایت میں کوئی قصہ یا قصہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو تو یہ راوی کے حفظ کی دلیل ہے اور یہاں پر ایسا ہی ہے۔

۳:- کوفہ کی اس بڑی مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں روایت کا بیان کرنا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ اس مسجد میں ترکِ رفع یدین کا معمول تھا۔ اگر یہ معمول نہ ہوتا تو جیسے حضرت وائلؒ کی روایت پر حضرت

ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے تبصرہ کیا ہے۔ اسی طرح کا تبصرہ کسی نہ کسی سے منقول ہونا چاہیے تھا۔
۴:- حضرت براء بن عازبؓ کی زندگی کوفہ ہی میں گزری اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ اہل کوفہ کا معمول ترک رفع یدین کا رہا ہے۔ اگر حضرت براءؓ کی روایت ان کے معمول کے خلاف ہوتی۔ تو یہ بات مشہور ہونی چاہیے تھی۔

ان تمام باتوں کا تقاضہ یہی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت، ترک رفع یدین کے سلسلہ میں قابل استدلال ہے اور بعض حضرات کی جانب سے ترک رفع یدین کے سلسلے میں روایت کو ناقابل استدلال بنانے کے لیے جو کہا گیا ہے وہ انصاف سے دور ہے۔

(رفع یدین از حضرت مولانا سید محمد الدین احمد ۱۴۲ تا ۱۴۳: نیل الفرقین ص ۱۱۱ تا ۱۱۶)

حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر

حدیث نمبر ۱۱۲:-

حدثنا عبد القدوس بن بكر بن خنيس، قال: اخبرنا حجاج عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى جاوز بهما أذنيه. (مسند احمد رقم ۱۵۶۶؛ مسند احمد رقم ۶۱۹۷ اترقيم بيت الافكار الدولية)
ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی۔ تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ دونوں کانوں سے تجاوز کر گئے۔“
اس صحیح السند حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مسئلہ رفع یدین بیان کیا ہے کیونکہ رفع یدین صرف ابتداء نماز ہی میں ہے۔ اس لیے جناب عبداللہ بن زبیرؓ نے صرف ابتداء میں ہی رفع یدین بیان کیا ہے۔ اگر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کی ابتدا میں رفع یدین ہوتا تو آپؓ وہ بھی بیان کرتے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؓ مسئلہ رفع یدین بیان کریں اور مکمل بیان نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جو صحیح السند روایت ہے، اس میں بس افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہی رفع یدین ہے۔ جس پر سب کا اتفاق و عمل ہے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ایک روایت میں نماز میں رفع یدین کی ممانعت کی موجود ہے:
حدیث نمبر ۱۱۳:-

أن عبد الله بن الزبير رأى رجلاً رافعاً يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلوته. فلما فرغ منها. قال: أن رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوته. رواه

الطبرانی، ورجالہ ثقات۔ (المعجم الکبیر طبرانی ج ۱۳ ص ۱۰۲: تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۲۳ مطبوعہ بیروت، لبنان)
ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: ”جناب رسول اللہ ﷺ تو نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے“ (طبرانی: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۲۳)۔
امام ابن کثیرؒ اس حدیث کی سند کے بارے ارشاد فرماتے ہیں: ”رواہ الطبرانی عن ابی کامل الجحدری عن الفضل بن سلیمان عنہ بہ“ (جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج ۷ ص ۵۲۶)
۔ اسی روایت کو مبارک پوری نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴:- عن محمد بن یحییٰ الأسلمی قال: رأیت عبد اللہ بن الزبیر، ورأی رجلاً رافعاً یدیه یدعو قبل أن یفرغ من صلوٰتہ۔ فلما فرغ منها۔ قال: أن رسول اللہ ﷺ لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلوٰتہ۔ قال: رجالہ ثقات۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ بیروت، لبنان)

ترجمہ:- حضرت محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ آپؐ نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: ”جناب رسول اللہ ﷺ تو نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے“۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۲۱ لمولانا عبدالرحمن مبارکپوری)۔
اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں بالکل رفع یدین نہ کرتے تھے۔ اس روایت میں بالکل واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ جو آدمی اپنی نماز میں نماز سے فارغ ہونے سے پہلے رفع یدین کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو رفع یدین کرنے سے منع کیا اور ساتھ یہ دلیل بھی دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۱۱۵:- أن عبد اللہ بن الزبیر رأی رجلاً یرفع یدیه فی الصلوٰۃ عند الرکوع وعند رفع رأسہ من الرکوع۔ فقال له: لا تفعل، فان هذا شیء فعلہ رسول اللہ ﷺ ثم ترکہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو آپؐ نے اس سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفع یدین کیا۔ پھر چھوڑ دیا تھا۔

اس حدیث میں واضح طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے رفع یدین سے ممانعت کر دی اور فرمایا: حضور ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا تھا پھر چھوڑ دیا تھا۔ اس حدیث سے علامہ بدرالدین عینیؒ نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں: ”والذی یحتج بہ الخصم الرفع محمول علی أنه کان فی ابتداء الاسلام، ثم نسخ۔ والدلیل علیہ أن عبداللہ بن الزبیر الخ“ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔ جن احادیث سے قائلین رفع یدین نے دلیل پکڑی ہے۔ وہ زمانہ ابتداء اسلام کی ہیں۔ پھر رفع یدین منسوخ ہو گیا۔ اس کی دلیل یہی حدیث عبداللہ بن زبیرؓ ہے (اس کے بعد اس حدیث کو بیان کیا ہے)۔

حدیث حضرت وائل بن حجرؓ

حضرت وائل بن حجرؓ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو رکوع اور سجدہ کی رفع یدین کا ذکر کیا، لیکن جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا مشاہدہ صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کے بارے میں فرمایا اور بس۔

حدیث نمبر ۱۱۶:- عن وائل بن حجر قال: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَأُكْسِيَّةٌ (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ افتتاح نماز کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔ فرمایا: پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور ان پر بڑے کوٹ اور اونی چادریں تھیں۔

اگر اس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عندالکوع رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا۔ لہذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہو گئی۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

”وفيه عند أبي داود من طريق شريك، قال: ثم أتيتهم فرأيتهم يرفعون أيديهم إلى

صدورهم في افتتاح الصلوة، وعليهم برانس وأكسية. وهو ظاهر في تركه في المرة الثانية. ولم أر في طريقه في "المسند" و"الكنز" ما يدافع عنه صريحاً.

(نیل الفرقین مع بسط الیدین ص ۴۳ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)
ابوداؤد میں جو روایت حضرت شریکؒ سے طریق سے مروی ہے۔ حضرت وائل بن حجرؒ فرماتے ہیں: "میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دوبارہ آیا۔ تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ابتدائے نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کر رہے تھے اور ان پر برانڈیاں اور چادریں تھیں۔" اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری مرتبہ کی آمد کے وقت رفع یدین رکوع کے وقت متروک ہو چکا تھا۔ میں نے مسند احمد اور کنز العمال میں دوسری بار کی آمد کے وقت کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میں ترک رفع یدین کی صراحت مداخلت ہو۔

حدیث نمبر ۱۱۷:- حدثنا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ. يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ. حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ حَدَّثَنِي أَهْلُ بَيْتِي عَنْ أَبِي أَنَّثَهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۵؛ علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد رقم ۷۲۵) ترجمہ:- حضرت عبد الجبار بن وائلؒ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں نے مجھے میرے والد کے متعلق بتایا کہ اس نے انہیں حدیث سنائی تھی کہ میرے والد حضرت وائل بن حجرؒ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پہلی تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) کے ساتھ رفع یدین کرتے دیکھا تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ ۱۰۱: تکبیرۃ الافتتاح (بذل المجہود ج ۴ ص ۲۹۰)۔ یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔"

حدیث نمبر ۱۱۸:- حدثنا وكيع، عن المسعودي، عن عبد الجبار بن وائل، حدثني أهل بيتي عن أبي، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ. وَيَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى يَسَارِهِ فِي الصَّلَاةِ (مسند احمد رقم ۱۹۰۵۷ ترمذی بیت الافکار الدولیہ)۔

ترجمہ:- حضرت عبد الجبار بن وائلؒ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں نے مجھے میرے والد کے متعلق بتایا کہ اس نے انہیں حدیث سنائی تھی کہ میرے والد حضرت وائل بن حجرؒ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پہلی تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) کے ساتھ رفع یدین کرتے دیکھا تھا اور آپ ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے دیکھا تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۹:- حدثنا وكيع، حدثنا فطر عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه، قال: رَأَيْتُ

رسول اللہ ﷺ یرفع یدیه حین افتتح الصلاة حتی حادث ابہامہ شحمة اذنیہ
(مسند احمد رقم ۱۹۰۵۷، ترقیم بیت الافکار الدولیہ، واللفظہ: نسائی رقم ۸۷۹؛ قال الالبانی: حدیث صحیح؛ طبع مکتبۃ المعارف،
ریاض ۱۴۲۹ھ)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔
جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر اٹھایا
کہ دونوں ہاتھ کانوں کی لو کے برابر ہو گئے۔“

حدیث وائل بن حجرؓ اور تعامل خیر القرون

کسی حدیث کے معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کا اصل پیمانہ خیر القرون ہے۔ جس حدیث
پر خیر القرون میں بلا تکثیر عمل جاری رہا ہو، آپ بھی اس پر عمل کرنے میں جھجھک محسوس نہ کریں اور جس
حدیث پر خیر القرون میں تکثیر ہوئی ہو، بعد والوں کے لفظی ہیر پھیر سے وہ معمول بہ نہیں بن سکتی۔ اب
رفع یدین کے بارے میں عموماً اور حدیث وائل بن حجرؓ کے بارے میں خصوصاً خیر القرون کے
تأثرات ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱۲۰:- حضرت حصین بن عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں: میں اور عمرو بن مرةؓ حضرت امام ابراہیم
نخعیؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو عمروؓ نے کہا: مجھے علقمہ بن وائلؓ نے اپنے باپ سے حدیث بیان
کی کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو پہلی تکبیر
، رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ امام ابراہیم نخعیؒ نے
فرمایا: ”میں نہیں جانتا۔ شاید حضرت وائلؓ نے اس ایک ہی دن جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع
یدین کرتے دیکھا اور یاد رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضور ﷺ کے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یاد
نہ رکھا۔ میں نے کسی صحابیؓ سے بھی حضور ﷺ کا رفع یدین کرنا نہیں سنا، صحابہ رضی اللہ عنہم صرف پہلی تکبیر
کے وقت رفع یدین کرتے تھے“ (موطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون
میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؓ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

حضرت مولانا محمد امین اودکاڑویؒ فرماتے ہیں:

”حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث امام بخاری کے دادا استاد امام محمدؒ نے موطا میں ذکر فرمائی
ہے۔ جس میں امام ابراہیم نخعیؒ تابعی نے نفس ثبوت رفع یدین کو تو تسلیم فرمایا مگر اس
کے باقی رہنے کا شدت سے انکار فرمایا اور رفع یدین متنازعہ فیہ کو تو اتر علمی و عملی کے خلاف

قرار دیا (موطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اور مسند امام اعظم میں تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

وقد حدثني من لا أحصى عن عبد الله بن مسعود، أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط. وحكاة عن النبي ﷺ. (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

ترجمہ:- ”مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔“ اس میں ترکِ رفعِ یدین کی حدیث کو سنداً بھی متواتر قرار دیا۔ نیز امام ابوداؤد طیالسیؒ نے اور امام احمد بن حنبلؒ نے حدیث روایت کی ہے:

حدیث نمبر ۱۲۱:- حدثنا عبد الله حدثني أبي، ثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة، عن عمرو بن مرة، قال: سمعتُ أبا البختري الطائي يحدث عن عبد الرحمن بن اليحصبي عن وائل بن حجر الحضرمي: ”أنه صلى مع رسول الله ﷺ فكان يكبر إذا خفض وإذا رفع، ويرفع يديه عند التكبير ويسلم عن يمينه وعن يساره“۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶ رقم ۱۸۳۷۴؛ مسند ابوداؤد طیالسی رقم ۱۰۲۱)

ترجمہ:- حضرت وائل بن حجرؒ سے روایت ہے کہ: ”انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو آپ ﷺ جب بھی نماز میں جھکتے اور اُٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اور آپ ﷺ (صرف) تکبیر (تحریمہ) کے وقت رفعِ یدین کرتے تھے۔ اور دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے۔“

اس حدیث میں صرف پہلی تکبیر کی رفعِ یدین اور باقی صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔ حضرت وائل بن حجرؒ مستقل طور پر کوفہ میں آباد ہو گئے تھے۔ وہیں ان کا وصال ہوا اور کوفہ میں ترکِ رفعِ یدین پر اجماع تھا۔ اس لیے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت وائل بن حجرؒ نے اپنی آخری زندگی میں جو کوفہ میں گزاری تھی۔ ایک دن بھی پہلی تکبیر کے بعد کسی نماز میں رفعِ یدین کیا ہو۔“

(ترجمہ و تشریح جزء رفع الیدین از مولانا محمد امین ادا کاڑدی ص ۲۶۵، ۲۶۶)

حدیث عبد اللہ بن عمرؓ

حدیث نمبر ۱۲۲:- حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعد بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا: ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري، عن سالم، عن أبيه قال: رأيته

رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يجاذى بهما، وقال بعضهم: حذو منكبيه، واذا اراد ان يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، لا يرفعهما، وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدين، والمعنى واحد.

(مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۲۔ دار المعرفہ بیروت، لبنان)

(مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۴ رقم الحدیث: ۱۲۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۲۲ھ)

حدیث نمبر ۱۲۳:- حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي، عن ابن عيينة بنحوه: ولا يفعل ذلك بين السجدين. (مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۳، دار المعرفہ بیروت، لبنان)

حدیث نمبر ۱۲۴:- حدثنا أبو داود قال: ثنا علي قال: ثنا سفيان ثنا الزهري، أخبرني سالم، عن أبيه قال: رأيْتُ رسول الله ﷺ بمثله.

(مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۴، دار المعرفہ بیروت، لبنان)

حدیث نمبر ۱۲۵:- حدثنا الصائغ بمكة قال: ثنا الحميدي قال: ثنا سفيان عن الزهري، قال: أخبرني سالم، عن أبيه قال: رأيْتُ رسول الله ﷺ بمثله.

(مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۵، دار المعرفہ بیروت، لبنان)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

امام ابو عوانہؒ نے اس حدیث کے مرکزی راوی سفیان بن عیینہ تک اس حدیث کی چار سندیں ذکر کی ہیں۔ چوتھی سند امام بخاری کے استاد حمیدیؒ کی ہے۔

یہ حدیث صحیح، مرفوع اور ترکِ رفع یدین پر صریح ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے ترکِ رفع یدین روایت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اپنے عمل کے مطابق ہے یعنی آپؐ خود بھی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو افتتاحِ صلوٰۃ کے سوا کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷؛ طحاوی رقم ۱۳۲۳؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸)۔

تو جو حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اپنے عمل کے مطابق ہے۔ اسے تو غیر مقلدین رد کرتے ہیں اور جس حدیث میں خود ان کا اپنا عمل نہیں تھا اس کو مانتے ہیں۔ غیر مقلدین اس حدیث کو

رد کرنے کے لیے غلط بہانے بناتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶:- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: ثنا الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔

(مسند حمیدی رقم ۶۲۶ مطبوعہ دار السقا، دمشق، سوریا۔ تحقیق حسن سلیم اسد اللہ ازا؛ مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، حدیث نمبر: ۶۱۴ مطبوعہ بیروت، لبنان)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

مستخرج صحیح ابوعوانہ (جو محدثین کے یہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرح کتب صحاح میں شمار ہوتی ہے) اور امام بخاریؒ کے اہم ترین استاد امام حمیدیؒ کی مسند میں مذکور یہ حدیثیں سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔ نیز علت و شدوذ سے بھی بری ہیں۔ اور ترکِ رفع یدین میں صریح ہیں۔ بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی علماء نے اس میں تحریف کر دی ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ بے دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرکاش کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ ایک خالص بہتان ہے۔ دونوں مذکورہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ان حدیثوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء غیر مقلدین کے استاذ الکمل مولانا سید نذیر حسین محدث کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین المعروف زین العابدین اور محی الدین زینی کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اس حدیث میں ترکِ رفع یدین رکوع سے پہلے اور بعد کتنی واضح ہے۔ مسند حمیدی کی یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ صحیح ترین سند سے مروی ہے۔ امام حمیدیؒ (عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ القرشی الحمیدی المکی المتوفی ۲۱۹ھ) امام بخاری کے استاد ہیں۔ صحیح ابوعوانہ اور مسند حمیدی کی یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ صحیح ترین سند سے مروی ہے۔ مستخرج صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی ترکِ رفع یدین کی صحیح اور صریح روایت اپنی سند کے اعتبار سے نہایت جید اور طاقتور ہے۔ اس کی سند میں حمیدی، سفیان بن عیینہ، زہری، سالم اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ حاکم کا بیان ہے کہ امام بخاری کو حمیدی سے اور دیگر محدثین سے کوئی روایت ملتی تو وہ حمیدی کی روایت کو ترجیح دیتے۔

حمیدی نے سفیان بن عیینہ سے بیس سال تک استفادہ کیا۔ خود سفیان بن عیینہ ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے۔ اس سے آگے کی سند زہری عن سالم عن ابن عمرؓ تو اصح الاسانید ہے۔ پھر مستخرج صحیح ابی عوا نہ میں سفیان بن عیینہ ہی سے ترک رفع کی روایت ہے۔ اس کی سند بھی نہایت جید اور طاقتور ہے۔ یہ دونوں روایات بخاری کی روایت سے سند کے لحاظ سے کم نہیں ہیں۔ نیز ہر قسم کی علت و شذوذ سے بھی بری ہیں۔ ترک رفع یدین میں صحیح بھی ہیں اور صریح بھی۔

مستخرج صحیح ابی عوانہ حدیث کی ان کتابوں میں شمار ہوتی ہے جن کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ مستخرج صحیح ابی عوانہ صحیح مسلم پر تخریج ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں الفاظ کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور بعض الفاظ (مخدوفات) ان میں مذکور نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے مطلب حدیث کی وضاحت نہیں ہوتی۔ ان مخرجین حضرات کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کمی بیشی اور مخدوف کو ذکر کر دیا جائے تاکہ مطلب حدیث واضح ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث میں جو بخاری وغیرہ میں ہے، جزاء یرفعہما ہے۔ مستخرج صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی میں جزاء لا یرفعہما ہے۔ ابوداؤد (حدیث نمبر ۷۲۱) میں روایت یوں ہے:

عن سالم عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا استفتح الصلوۃ رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه، واذا اراد أن یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الركوع. وقال سفیان مرۃً واذا رفع رأسه. واكثر ما كان يقول وبعد ما یرفع رأسه من الركوع. ولا یرفع بین السجدةین۔
یہاں اذا شرطیہ دو ہیں۔ پہلا اذا استفتح الصلوۃ اور اس کی جزاء رفع یدیه مذکور ہے۔ اور دوسرے واذا اراد أن یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الركوع ہے۔ اس کی جزاء مذکور نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس حدیث کو رفع یدین کے باب میں ان الفاظ کے ساتھ لا کر یوں رفع یدین ثابت کیا ہے۔ جیسے امام ابوداؤد نے کہ دوسرے اذا کا بذریعہ واو عطف ہے پہلے اذا پر۔ اس کی جزاء رفع یدیه ہے تو اس کی بھی رفع یدیه سمجھی ہے۔ بعض حضرات نے بذریعہ عطف یہ جزاء سمجھ کر اپنی طرف سے جزاء کے الفاظ بھی ذکر کر دیئے۔ چنانچہ بعض حضرات نے جزاء رفع یدیه ذکر کر دی۔ بعض حضرات نے واذا اراد أن یرکع فعل مثل ذلک ذکر کر دی۔ بعض حضرات نے واذا اراد أن یرکع کذلک رفعہما ذکر کر دیا۔ حالانکہ جزاء اس طرح ہے۔ جس طرح کہ صحیح ابوعوانہ اور مسند حمیدی میں ہے۔ واذا اراد أن یرکع، وبعد ما یرفع رأسه من الركوع، لا یرفعہما۔ اس جزاء مخدوف کے ذکر کرنے سے مطلب حدیث کی پوری وضاحت ہو گئی کہ یہ حدیث ترک رفع یدین میں

واضح ہے۔ اسے رفعِ یدین میں حتمی طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے

(نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۵۵، ۵۶)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا یہ مکی طریق ہے۔ اس میں امام زہریؒ کے شاگرد امام سفیان بن عیینہؒ نے واذا أراد أن یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الركوع کے بعد جزاء بیان نہیں کی۔ البتہ اس محذوف کو بعض لوگ رفع یدیدہ اور بعض یرفع یدیدہ نکالتے ہیں۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ امام سفیان کے شاگرد امام عبداللہ بن زبیر حمیدیؒ نے جو کتاب خود مکہ میں بیٹھ کر مرتب فرمائی اس میں فلا یرفع ہے۔ اور خود امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ کتاب زیادہ قابل اعتماد ہوتی ہے۔ اور ابو عوانہ میں بھی فلا یرفع ہما ہے۔ جب دنیا بھر کی کتب حدیث میں سے کسی ایک کتاب میں بھی سفیان کی روایت میں رفع یدیدہ یا یرفع یدیدہ کی جزاء مذکور دکھائی نہیں جاسکتی۔ فلو کان بعضهم لبعض ظہيراً سفیان کے بتیس (۳۲) شاگردوں نے اس روایت میں جزاء ذکر نہیں فرمائی۔ نیز سفیان کے بتیس شاگرد یہی الفاظ روایت کرتے ہیں: ولا یرفع بین السجدةین۔ اس میں سجدوں کو جاتے یا سجدوں سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنے کا ذکر نہیں بلکہ بین السجدةین یعنی جلسہ کے وقت ہاتھ اٹھا کر بیٹھنے کا ذکر ہے کہ اس وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (شرح جزاء رفع یدین ص ۲۵۵۔ مولانا محمد امین اوکاڑوی)۔

حدیث نمبر ۱۲۷:-

قال ابن وهب وابن القاسم عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان یرفع یدیدہ حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلوة.
(مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۹ مطبوعہ مصر؛ المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار لکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؒ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تھے۔“

مذہب مالکی کی عظیم و معتبر ترین کتاب ”المدونۃ الکبریٰ“ میں یہ حدیث ترکِ رفعِ یدین میں پیش کی گئی ہے۔ جس کے راوی امام مالکؒ کے مشہور شاگرد ابن وہب ہیں۔ نیز امام مالکؒ کے ایک دوسرے فاضل شاگرد ابن القاسمؒ بھی امام مالکؒ سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

یہ سند بھی اصح الاسانید ہے۔ اس میں صرف افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ اور

اسی حدیث کی بنا پر امام مالکؒ نے ترکِ رفعِ یدین رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد کا مسلک اختیار کیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفعِ یدین کا ذکر امام مالکؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔ صحیح ابوعوانہ اور مسند حمیدی میں اس کی صراحت گزر چکی ہے۔ یہ حدیث ترکِ رفعِ یدین پر دلیل ہے۔

شبہ:۔ اس حدیث میں صرف ابتداء کی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ رکوع کی نفی نہیں ہے۔

جواب:۔ یہ حدیث حضرت امام عبدالرحمن بن قاسمؒ نے، جو فقہ مالکی کے محدث اور مجتہد ہیں۔ انہوں نے اس حدیث سے رکوع والی رفعِ یدین پر ترک کی دلیل قائم کی ہے۔ کیا اتنے بڑے امام کو علم نہیں تھا کہ اس میں رکوع کا ذکر نہیں ہے اور میں اس کو ترکِ رفعِ یدین پر بطور دلیل پیش کر رہا ہوں۔

مشہور ضابطہ ہے: ”تقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر“: جس کا حق تاخیر تھا اگر اس کو مقدم کر دیا تو کلام میں معنی حصر کا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں ”کان یرفع یدیه“ یہ جزا ہے جو مقدم ہے۔ اذا افتتح التكبير للصلوة، یہ شرط ہے جسے مؤخر کیا گیا ہے یعنی شرط پہلے ہونی چاہیے تھی اور جزا بعد میں۔ لیکن یہاں جزا کو مقدم کیا گیا ہے اور شرط کو مؤخر۔ اب معنی حصر کا پیدا ہو گیا یعنی صرف شروع میں ہی رفعِ یدین کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲۸:۔

عن سالم عن ابن عمر ان النبي ﷺ كان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة ثم لا یعود۔

(غلیات للبیہقی۔ نصب الراية ج ۱ ص ۷۹؛ موضوعات کبیر ص ۵۹۴؛ الاسرار المرفوعہ ص ۳۵۶)

ترجمہ:۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ”جناب

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفعِ یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔“

حضرت امام زیلعیؒ نے سند کے ابتدائی حصہ کو تعلیقاً حذف کر دیا ہے۔ سند میں مذکورہ رجال سے پہلے اگر کوئی راوی ضعیف ہوتا تو محدثین کی عادت کے مطابق اس کا ذکر ضرور کرتے۔ اور سند کے مذکور حصہ کے پہلے راوی عبداللہ بن عون الہلالی الخزازؒ (جو مسلم اور نسائی کے راوی ہیں) کے علاوہ پوری سند حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق اصح الاسانید کے قبیل سے ہے۔ لہذا یہ روایت جس کی تائید امام ابوعوانہ اور امام حمیدیؒ کی ذکر کردہ حدیثوں اور خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے عمل سے ہوتی ہے، بلا تردید صحیح ہے۔ اور کسی کے بلا وجہ ضعیف کہہ دینے سے ہرگز ضعیف نہیں ہوگی۔ محض اس بنیاد پر کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی معروف حدیث کے خلاف ہے۔ اسے مقلوب و موضوع کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر تو جن ائمہ حدیث و فقہ کے نزدیک ترکِ رفع

یدین کی صحت متحقق ہو چکی ہے۔ وہ رفع یدین کی مثبت ساری حدیثوں کو موضوع و مقلوب کہہ دیں تو کیا ان کا یہ قول قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جن حضرات نے محض اس بناء پر اس اصح الاسناد حدیث کو ضعیف اور مقلوب و موضوع کہہ دیا ہے۔ ان کی یہ بات کس طرح قبول کی جاسکتی ہے۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ پہلا راوی عبد اللہ بن عون الخراز زبردست ثقہ ہے اور امام مالک کا شاگرد رشید ہے۔ (دیکھیے تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۹؛ تقریب التہذیب ص ۱۸۶)۔ باقی راوی مالک، زہری، سالم اور حضرت عبد اللہ بن عمر بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) میں اسی ترتیب سے موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدث المکہ حضرت ملا علی قاریؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ اپنی کتاب ”موضوعات کبیر“ میں فرماتے ہیں:

وحدیث أوردة البيهقي في الخلافات من رواية عبد الله بن عون الخراز حدثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر رضي الله عنهما ان النبي ﷺ كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يعود. قلت: وقد صح عنه خلاف ذلك، فيحمل على نسخ الأول.

(موضوعات کبیر ملا علی قاری مع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۷۵)۔

ترجمہ:- حضرت امام بیہقیؒ نے خلافت میں روایت کی ہے عن عبد اللہ بن عون الخراز عن مالک عن زہری عن سالم عن ابیہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضي الله عنهما فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔“ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضي الله عنهما سے صحیح طور پر اس کے خلاف بھی روایت ہے تو پہلی حدیث کو اس حدیث سے منسوخیت پر محمول کیا جائے۔ پہلی حدیث یعنی رفع یدین کرنے والی حدیث رفع یدین نہ کرنے والی حدیث سے منسوخ ہے یعنی نماز میں رفع یدین پہلے کا عمل ہے بعد میں متروک ہوا۔ یہی اس حدیث کا مطلب و مفہوم ہے۔ خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضي الله عنهما کا اپنا عمل بھی ترک رفع یدین ہی تھا۔

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه الا في التكبير الاولى من الصلوة. (طحاوی رقم ۱۳۲۳؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ مسنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷) ترجمہ:- حضرت مجاہد رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضي الله عنهما کے ہمراہ نماز کی اقتداء میں نماز پڑھی میں نے دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

مندرجہ بالا چاروں حدیثیں سند کے لحاظ سے صحیح ہیں۔ مسند حمیدی کی سند تو بخاری سے بھی جید

ہے، بلکہ امام حمیدؒ جو کہ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، ان کے اقوال کو امام بخاریؒ بطور سند پیش کرتے ہیں (بخاری ج ۱ ص ۹۶، ج ۲ ص ۸۴۵ طبع قدیمی، کراچی)۔ یہ چاروں احادیث صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ صریح اور مرفوع بھی ہیں۔

نوٹ:- ان چاروں احادیث پر غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات باب ۱۰ ”بعض احادیث کی تحقیق“ میں ۱۰.۱، ۱۰.۲، ۱۰.۳ اور ۱۰.۴ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۱۲۹: حدثنا اسماعیل الصفار، ثنا العباس بن محمد، ثنا العلاء بن اسماعیل العطار، حدثنا حفص بن غیاث، عن عاصم الأحول، عن أنس بن مالكؓ قال: ”رأيت رسول الله ﷺ كبر حتى حاذى بابهاميه أذنيه، ثم رَكَعَ حتى استقرَّ كل مفصلٍ منه في موضعه، ثم رفع رأسه حتى استقرَّ كل مفصلٍ منه في موضعه، ثم انحطَّ بالكبير فسبقت ركبته يديه“۔ (سنن دارقطنی باب: ذکر الركوع والسجود وما يجرى فيهما ج ۱ ص ۳۴۵ طبع السید عبد اللہ ہاشمی المذنبی المدینۃ المنورہ؛ ج ۱ ص ۴۶۲ رقم ۱۱۹۳، طبع نشر السنۃ، ملتان واللفظ: مستدرک ما کم ج ۱ ص ۲۲۶، رقم ۸۵۳؛ وقال الحاكم: هذا اسناد صحيح على شرط الشيخين امام ما کم نے کہا کہ یہ اسناد بخاریؒ اور مسلمؒ کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی اس سے موافقت کی ہے؛ سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۹۹)۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے مبارک کانوں کے برابر اٹھائے۔ پھر رکوع کیا یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے، تو پہلے آپ ﷺ نے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ۔

حضرت انسؓ نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کا ذکر کیا ہے یعنی نماز شروع کرتے وقت، وہ بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانا۔ پھر رکوع میں جانے کا ذکر تو کیا ہے لیکن رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں فرمایا۔ پھر رکوع سے سر اٹھانے کا ذکر تو کیا مگر رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۰: عن أنس بن النبی ﷺ أنه كان اذا كبر رفع يديه حتى يُحاذِيَ أذنيه يقول: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“۔ (مجمع الزوائد رقم ۲۶۲۲، وقال البيهقي: رواه الطبرانی في الأوسط، ورجال موثقون؛ أخرجه الطبرانی في الأوسط رقم ۳۰۳۹: سنن أبو يعلى ج ۳ ص ۳۱۰)

ترجمہ:- حضرت انسؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے۔ تو آپ ﷺ تکبیر کہتے اور کانوں تک رفع یدین کرتے تھے۔ پھر ثناء پڑھتے تھے یعنی ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“۔

اس حدیث میں بھی حضرت انسؓ نے رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت بیان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت انسؓ کی ثقہ حدیث میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین ہے۔ بعد میں کسی جگہ نہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۱: حدثنا أبو محمد بن صاعد، نا الحسين بن علي بن الأسود العجلي، ثنا محمد بن الصلت، حدثنا أبو الأحمر، عن حميد، عن أنس قال: كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة كبر، ثم رفع يديه حتى يُحاذِيَ ابهاميه أُذنيه، ثم يقول: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۶، ۳۰۵ رقم ۱۱۳۵ طبع نثرانی، ملتان)۔

ترجمہ:- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو آپ ﷺ تکبیر کہتے۔ پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جاتے۔ پھر آپ ﷺ ثناء یعنی ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں بھی حضرت انسؓ نے رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت بیان کیا ہے۔

حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ

حدیث نمبر ۱۳۲: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا عبدة بن سليمان عن حارثه بن أبي الرجال عن عمره: قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ سَمَّى اللَّهَ. وَيَسْبِغُ الْوُضُوءَ. ثُمَّ يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ. فَيَكْبِرُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكَبَيْهِ. ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ. وَيَجَافِي بَعْضُيَهُ. ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقِيمُ صَلْبَهُ. وَيَقُومُ قِيَامًا هُوَ أَطْوَلُ مِنْ قِيَامِكُمْ قَلِيلًا. ثُمَّ يَسْجُدُ الْخ. (ابن ماجہ ص ۷۵، رقم ۱۰۶۲)

ترجمہ:- حضرت عمرہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا: ”حضور ﷺ نماز کیسے پڑھتے تھے؟“ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ”جب حضور ﷺ وضو فرماتے۔ پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ حضور ﷺ کامل وضو فرماتے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے، تکبیر تحریمہ کہتے تو کندھوں تک ہاتھ

اٹھاتے۔ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور ہاتھوں کو پھیلاتے۔ پھر رکوع سے سر اٹھاتے تو پیٹھ اپنی جگہ پر آجاتی۔ تمہارے اس قیام سے کچھ لمبا قیام ہوتا۔ پھر سجدہ کرتے۔ الخ

اس حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو ام المؤمنینؓ نے طریقہ نماز تعلیم فرمایا۔ تو آپؐ نے رفع یدین کا ذکر صرف تکبیر تحریمہ میں کیا۔ پھر رفع یدین کا کسی جگہ ذکر نہ فرمایا۔ اگر رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ہوتا تو ام المؤمنینؓ ذکر فرماتیں۔ کیونکہ آپؐ نے رکوع کا ذکر کیا ہے۔ رکوع سے سر اٹھانے کا ذکر کیا ہے لیکن رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی حدیث صحیح میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین ہے۔ عند الركوع اور بعد الركوع رفع یدین نہیں ہے۔

وہ احادیث جن میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے

رفع یدین کا نہیں

حدیث حضرت ابن عمرؓ

حدیث نمبر ۱۳۳:- عن سالم بن عبد الله، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلَاةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ (موطا امام مالک رقم ۲۰۴؛ رواہ النسائی رقم ۱۳۲۱، ۱۳۲۲ بمعناہ، من حدیث عبد اللہ بن عمر مرفوعاً۔ دھونی الموطا موقوف؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۸۲)

ترجمہ:- حضرت سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں تکبیر کہتے، جب کبھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے۔

حدیث نمبر ۱۳۴:- عن محمد بن يحيى بن حبان، عن عمه واسع بن حبان، أنه سأل عبد الله بن عمر عن صلاة رسول الله ﷺ؛ فقال: "اللَّهُ أَكْبَرُ" كلما وضع، "اللَّهُ أَكْبَرُ" كلما رفع، ثم يقول: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ" عن يمينه. "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ" عن يساره. (رواه النسائی رقم ۱۳۲۱، ۱۳۲۲)۔

ترجمہ:- حضرت واسع بن حبان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو حضرت عبد اللہ بن عمر

نبی ﷺ نے فرمایا: کہ آپ ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ (تکبیر) کہتے، جب کبھی نماز میں جھکتے اور آپ ﷺ ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہتے، جب نماز میں اٹھتے۔ پھر جب آپ ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ ﷺ ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ کہتے۔ پھر جب آپ ﷺ بائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ ﷺ ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ کہتے۔

ان احادیث میں ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کا ذکر ہے اگر رفع یدین ان کے ہاں اتنا ضروری ہوتا جتنا ان کے ہاں ہے تو حضرت ابن عمرؓ سے اس موقع پر اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ غور فرمائیے! اگر زبیر علی زئی سے کوئی شخص نماز کا طریقہ پوچھے تو کیا وہ رفع یدین کے بغیر بتائے گا؟ فرق واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور تمام سلف صالحین کے ہاں رفع یدین کی وہ حیثیت نہ تھی جو ان لوگوں نے اس کو دے رکھی ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حدیث نمبر ۱۳۵:- عن عكرمة قال: رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ، يُكَبِّرُ كُلَّ خَفِضٍ وَرَفْعٍ، وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ لَا أَمَرَ لَكَ۔

(بخاری رقم الحدیث ۷۸۷)

حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو مقام (ابراہیم) کے پاس دیکھا کہ وہ ہر جھکنے اور اٹھنے میں، اور جب کھڑا ہوتا تھا، اور جب بیٹھتا تکبیر کہتا تھا۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بیان کیا (کہ یہ کیسی نماز ہے؟)۔ انہوں نے کہا: ”تیری ماں نہ رہے! کیا یہ نبی ﷺ کی (سی) نماز نہیں ہے؟“

حدیث نمبر ۱۳۶:- عن عكرمة قال: صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ، فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعَشْرِينَ تَكْبِيرَةً، فَقُلْتُ لَابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ أَحْمَقُ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ۔

(بخاری رقم الحدیث ۷۸۸)

حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو اس نے بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہا کہ وہ احمق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے۔ ابوالقاسم ﷺ کی سنت یہی ہے۔ حضرت عکرمہ کتنی غلط فہمی میں پڑ گئے تھے کہ ایک امر منکر (ترک تکبیر) کو سنت اور سنت (تکبیر ہر رکن) کو منکر سمجھے ہوئے تھے۔ اسی لیے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے سختی کے ساتھ اس کا

رد کیا اور بتلایا کہ اصل سنت نبویہ تو تکبیرات کہنا ہی ہے (انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۵۱)۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ

حدیث نمبر ۱۳:۔ عن جابر: أن النبي ﷺ كان يكبر كلما خفض ورفع. (مجمع الزوائد رقم ۲۶۹۳، وقال الهيثمي رواه بزار ورجالہ ثقات؛ كشف الاستار رقم ۵۳۴)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ: جناب نبی اکرم ﷺ جب بھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز میں تکبیرات کا تو ذکر کرتے ہیں مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کرتے۔

نبی کریم ﷺ کی آخری باجماعت نماز

میں تکبیرات کا ذکر

جناب رسول اللہ ﷺ وفات سے آٹھ دن پہلے حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہو جانے کے بعد بھی مرض کی شدت اور ضعف و نقاہت بہت زیادہ بڑھ جانے کے باوجود کئی دن تک ہر نماز کے وقت مسجد تشریف لا کر حسب معمول خود ہی نماز پڑھاتے رہے۔ پھر اسی حال میں جمعرات کی رات (فیض البای ج ۱ ص ۳۹۷) عشاء کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ پر غشی اور غفلت کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب اس کیفیت سے آفاقہ ہوا۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا لوگوں نے مسجد میں نماز ادا کر لی؟“ عرض کیا گیا: ابھی لوگوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں ہیں۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ اٹھ کر کھڑے ہونے لگے، لیکن پھر وہ غشی اور غفلت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اب ابو بکرؓ کو میری طرف سے کہہ دیا جائے کہ وہ نماز پڑھادیں“ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی۔ یہ عشاء کی نماز تھی اور یہ پہلی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں رسول اللہ ﷺ کے تاکید حکم سے حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے۔ پھر ہفتہ یا اتوار (فیض البای

ج ۱ ص ۳۹۷) کے دن نماز ظہر کے وقت جب کہ مسجد نبوی میں نماز باجماعت شروع ہو چکی تھی اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد نبوی تشریف لائے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقؓ پیچھے ہٹے۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ امام تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ ﷺ کی اقتداء کرنے لگے۔ باقی نمازی حضرت صدیق اکبرؓ کی تکبیروں پر ارکانِ صلوٰۃ ادا کرتے رہے۔ یہ ظہر کی نماز تھی۔ ظہر کی یہ امامت حضور اکرم ﷺ کی آخری امامت تھی۔ لیکن ظہر کی نماز کی پوری امامت آپ ﷺ نے نہیں فرمائی تھی۔ نماز کے ابتدائی حصہ کی امامت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمائی تھی۔ (کشف الباری: کتاب المغازی ص ۶۶۶)

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب ”البدایۃ والنہایۃ“ (ج ۵ ص ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸۔ طبع دار الحدیث، القاہرہ، مصر ۱۴۲۲ھ) میں پوری تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ یہاں بخاری سے صرف دو احادیث کو بیان کیا جاتا ہے۔

حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ

حدیث نمبر ۱۳۸:- حضرت عائشہؓ نبی ﷺ کی مرض الوفا کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خَفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ، لِصَلَاةِ الظُّهْرِ، وَابُوبَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَأَاهُ ابُوبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنْ لَا يَتَأَخَّرَ، قَالَ: "أَجْلَسَانِي إِلَى جَنْبِهِ". فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَجَعَلَ ابُوبَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ. (الحديث (بخاری رقم ۶۸۷)

ترجمہ:- پھر نبی ﷺ نے سکون اور طبیعت میں ہلکا پن محسوس کیا۔ تو آپ ﷺ، ظہر کی نماز کے وقت، دو صاحبوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ان میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔ (دوسرے حضرت علیؓ تھے)۔ حضرت ابوبکرؓ جو نماز پڑھا رہے تھے، ان کی نظر حضور ﷺ پر پڑی تو وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو، اپنی جگہ پر رہو۔ جو دو حضرات آپ ﷺ کو لے کر گئے تھے، ان

سے فرمایا: ”مجھے ابوبکرؓ کے برابر ہی میں بٹھا دو“۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نبی ﷺ کی اقتداء کرنے لگے، اس حال میں کہ نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء کرنے لگے۔

حدیث نمبر ۱۳۹:- بخاری ہی میں حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں ہے:

”مروا أبابکر فليصل“ فصلی۔ وخرج النبی ﷺ یُهادی بیدن رَجُلَینِ کَأَنّی أَنْظَرُ الِیْهِ یَحْطُ بِرَجْلِیْهِ الْأَرْضَ۔ فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ یَتَأَخَّرُ، فَأَشَارَ الِیْهِ أَنْ صَلِّ، فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَقَعَدَ النَبِیُّ ﷺ اِلَی جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ یُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِیْرَ۔ الْحَدِیْثُ۔ (بخاری رقم ۷۱۲)۔ ترجمہ:- آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں“۔ تو حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ نے نماز شروع کی۔ (اتنے میں جناب رسول اللہ ﷺ کو مرض میں افاقہ محسوس ہوا) اور نبی کریم ﷺ دو آدمیوں کے بیچ میں سہارا لیتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ گویا میں اس وقت بھی آپ ﷺ کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ ﷺ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھو۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کچھ پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو تکبیر سناتے جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰:- مسند الامام الاعظم میں حضرت عائشہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”فلما سمع أبوبکر تحس رسول الله ﷺ تأخراً، فأومأ الیه رسول الله ﷺ، فجلس النبی ﷺ عن یسار أبی بکر، وكان النبی ﷺ حذاء ە یکبر، ویکبر أبو بکر بتکبیر النبی ﷺ، ویکبر الناس بتکبیر أبی بکر حتی فرغ“ (مسند الامام الاعظم رقم ۱۲۹)۔ ترجمہ:- جب حضرت ابوبکرؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں کی آہٹ کا احساس ہوا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا اور ان کی بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ اب جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تکبیر پر حضرت ابوبکرؓ تکبیر کہتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی تکبیر پر لوگ تکبیر کہتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز مکمل ہو گئی۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کی آخری نماز کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث میں تکبیرات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ کی آواز بیماری کی شدت کی وجہ سے نہایت ہی ضعیف تھی۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ تکبیرات کہہ کر مکبر کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کی آخری نماز کی کیفیت

مرسل احادیث

مرسل حضرت علی بن حسین بن علیؑ

حدیث نمبر ۱۴۱:- عن مالک، عن ابن شہاب، عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، أنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي الصَّلَاةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ. فَلَمَّا تَزَلَّ تِلْكَ صَلَوَتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ. (موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۱؛ موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۲؛ ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۲۴۹۴؛ بیہقی رقم الحدیث ۲۴۹۳)

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں ہر اونچ نیچ میں (رکوع کو جاتے، اٹھتے، سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت) تکبیر (اللہ اکبر) کہتے تھے۔ (رفع یدین نہ کرتے تھے)۔ آپ ﷺ ایسی ہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ خالق حقیقی سے جا ملے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی آخری عمر کی نمازیں بغیر رفع یدین کے ہوتی تھیں۔

مدرسہ حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیرؓ

حدیث نمبر ۱۴۲:- عَنْ عَبَّادِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتَّى يَفْرُغَ-“ (نصب الراية ج ۱ ص ۷۹ بحوالہ خلافيات سبکی: نیل الفرقدين مع بسط الیدین ص ۱۴۲، ۱۴۳ طبع ادارة القرآن، کراچی)

حضرت عباد بن (عبداللہ بن) زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع

کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفعِ یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔..... دوسری جگہ تفصیلی روایت اس طرح ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳: -وفی المواهب اللطيفة و اخرج البيهقي في خلافياته عن الحاكم بسنده الى حفص بن غياث عن محمد بن ابي يحيى قال: صَلَّيْتُ اِلَى جَنْبِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: فَجَعَلْتُ اَرْفَعُ اَيْدِيَّ فِي كُلِّ رَفْعٍ وَوَضَعُ، قَالَ: يَا ابْنَ اَخِي رَأَيْتَكَ تَرْفَعُ فِي كُلِّ رَفْعٍ وَخَفِضَ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ صَلَاةٍ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتَّى يَفْرُغَ۔ (بسط الیدین حاشیہ نیل الفرقدین ص ۱۴۴ طبع اداره القرآن، کراچی)۔

ترجمہ:- حضرت محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں ہر اونچ نیچ میں رفعِ یدین کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفعِ یدین کر رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفعِ یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیرؓ تابعی ہیں۔ اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔ اور مرسل روایت جبکہ اس کی سند صحیح ہو، حجت ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ”امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور اکثر فقہاء مرسل حدیث کے ساتھ احتجاج کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر وہ قابلِ احتجاج ہے۔ (نووی مقدمہ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷) علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: ”والمرسل اذا وجد له ما يوافق، فهو حجة باتفاق“ (نصب الراية ج ۱ ص ۵۳ طبع قدیم ج ۱ ص ۴۳۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)۔ ”مرسل حدیث کے موافق کوئی روایت پائی جائے تو پھر وہ بالاتفاق حجت ہے۔“ زیرِ نظر حدیث کی سند بھی صحیح اور ثقہ ہے۔ اور اس کی تائید میں بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔ اس لیے اس کے حجت ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔

حضرت عبادؓ بن عبد اللہ بن زبیرؓ کو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع حاصل ہے اور حضرت عائشہؓ سے تو کافی روایات بیان کی ہیں۔ انہوں نے کسی صحابیؓ کا نام لیے بغیر کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفعِ یدین کی روایتیں معلوم کیں، تو اب وہ کس کس صحابیؓ کا نام لیتے۔ اس لیے انہوں نے کسی کا نام لیے بغیر کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں رفعِ یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت عبادؓ کا محمد بن ابی یحییٰ کے رفعِ یدین پر تکبیر فرمانا، اور صرف پہلی تکبیر میں رفعِ یدین کو سنت

قرار دینا، اس امر کی دلیل ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترکِ رفعِ یدین ہے۔

مرسل حضرت ابو جعفر محمد باقر بن علی بن حسین بن علیؑ

حدیث نمبر ۱۴۴: - حدثنا حفص، عن عبد الملك قال: كان سعيد بن جبیر يُكَبِّرُ كلما رفع وكلما ركع، قال: فذكر ذلك لأبي جعفر، فقال: قد علم أنها صلاة رسول الله ﷺ. فقال سعيد: إنما هو شئ يُزَيِّنُ الرجلُ به صلاته. (مصنف ابن أبي شيبة رقم ۲۵۰۸؛ هذا حديث مرسل، وإسناده حسن) ترجمہ:- حضرت عبد الملك سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نماز میں جب بھی اٹھتے اور جب بھی رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ حضرت عبد الملك فرماتے ہیں کہ اس بات کا تذکرہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقرؑ سے ہوا تو وہ فرمانے لگے: تحقیق یہ بات جان لی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی۔ تو حضرت سعید بن جبیر فرمانے لگے: تکبیر کہنا ایسی چیز ہے جس سے آدمی اپنی نماز کو مزین کرتا ہے۔

اس حدیث میں تکبیرات انتقال کو حضرت سعید بن جبیرؑ نے زینت قرار دیا ہے۔ رفعِ یدین کا نشان تک نہیں اور حضرت امام ابو جعفر محمد باقرؑ نے اسی نماز کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز قرار دیا ہے۔ الحاصل ترکِ رفعِ یدین کی روایات مضبوط، صحیح، صریح اور غیر مضطرب ہیں اور رفعِ یدین عند الركوع وغیرہ کی روایات مبہم، مضطرب اور ادھوری ہیں۔ ہاں تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کی روایات بہت مضبوط ہیں کیونکہ پچاس (۵۰) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے راوی ہیں۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

اس بحث کا اختتام اس مناظرے پر کرنا چاہتا ہوں جو حضرت امام ابو حنیفہؒ اور اہل شام کے محدث اور فقیہ حضرت امام اوزاعیؒ کے درمیان ہوا۔ یہ مناظرہ اس مسئلے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے حضرت امام اوزاعیؒ کے ساتھ مناظرہ کی روئیداد

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ

حدیث نمبر ۱۴۵: - عن سفيان بن عيينة قال: اجتمع ابو حنيفة والأوزاعي في دار الحناطين بمكة، فقال الأوزاعي لأبي حنيفة: ما بالكم لا ترفعون أيديكم في الصلاة عند الركوع وعند الرفع منه؛ فقال ابو حنيفة: لأجل أنه لم يصح عن رسول الله ﷺ فيه

ثی۔ قال: کبر للصلاة کیف لا یصح وقد حدثنی الزهری عن سالم عن أبیه عن رسول الله ﷺ، أنه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة. وعند الرکوع. وعند الرفع منه فقال له أبو حنیفة: وحدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة، والأسود عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ: أن رسول الله ﷺ کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوة ولا یعود لشی من ذلك فقال الأوزاعی: أحدثک عن الزهری عن سالم عن أبیه. ونقول حدثنی حماد عن ابراهیم. فقال له ابو حنیفة: کان حماد أفقه من الزهری، وکان ابراهیم. افقه من سالم. وعلقمة لیس بدون ابن عمر فی الفقه. وان كانت لابن عمر صحبة، وله فضل صحبة. فالأسود له فضل کثیر. وعبد الله هو عبد الله. فسکت الأوزاعی. (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث ۴۰۹۰ واللفظ له: ذکرها ایضاً الامام السرخسی فی کتابه المبسوط ج ۱ ص ۱۴: ابن الهمام فی الفتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۹: والحارثی فی جامع المسانید ج ۱ ص ۲۵۲، ۲۵۳: البوق المکی فی المناقب من طریق سلیمان الشاذکونی عن سفیان بن عیینة کذا فی معارف السنن ج ۲ ص ۴۰۹).

ترجمہ: امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ”حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام اوزاعیؒ دار الحنابلین (مکہ کی غلہ منڈی) میں اکٹھے ہوئے۔ امام اوزاعیؒ نے کہا: ”تم اہل عراق رکوع کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے“۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: ”کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے (بلا معارض) کچھ صحیح ثابت نہیں“۔ امام اوزاعیؒ نے کہا: ”کیسے صحیح نہیں۔ زہریؒ سالمؒ سے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور رکوع جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے“۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: ”مجھے حدیث بیان کی حمادؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے۔ انہوں نے علقمہؒ اور اسودؒ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے: بے شک جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر تکبیر تحریمہ کے وقت۔ اور نماز میں پھر کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“ امام اوزاعیؒ نے فرمایا: ”میں نے حدیث بیان کی زہریؒ سے، اس نے سالمؒ سے، اس نے ابن عمرؓ سے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے حمادؒ نے ابراہیمؒ سے“۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: ”حمادؒ زہریؒ سے زیادہ فقیہ تھے اور ابراہیمؒ سالمؒ سے بڑے فقیہ تھے اور علقمہؒ فقہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کم نہ تھے۔ اگرچہ وہ فضل صحابیت میں بڑے ہوئے ہیں اور اسودؒ کی بڑی فضیلت ہے اور عبداللہؒ تر عبد اللہ ہی ہیں۔ پس امام اوزاعیؒ لا جواب ہو گئے۔“

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ میں اس (۲۱) قابل غور امور

اس روایت میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ امام سرشتی اور شیخ ابن ہمامؒ اس مناظرہ کو نقل کرے کے بعد لکھتے ہیں: "أباحیثۃ ریح روایتہ بفقہ الرواة کبار ریح الأوزاعی بعلو الاسناد وهو المذهب المصنوع عندنا لأن الترخیص بفقہ الرواة لا بعلو الاسناد" حضرت امام ابو حنیفہؒ نے راویوں کے فقیہ ہونے کی وجہ سے روایت کو ترجیح دی ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے سند کے عالی ہونے کو ترجیح دی۔ اور ہمارے نزدیک یہی مذہب منصور ہے کیونکہ ترجیح راویوں کے فقیہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سند کے عالی ہونے سے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے جو یہ فرمایا کہ علقمہؒ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے فقہ میں کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہے۔ یہ کوئی مستبعد نہیں۔ اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی غیر صحابی فقہی مہارت میں کسی صحابیؓ کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ جس کی دلیل جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: عن ابن مسعودؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: نَصَّرَ اللہُ عبدًا سَمِعَ مَقَالَتي فحفظها ووعاها وأذاها؛ فربَّ حامل فقہ غیر فقیہ، وربَّ حامل فقہ الی من هو أفقہ منه الحدیث (مشکوٰۃ رقم ۲۲۸)۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے (یعنی اس کی قدر و منزلت بہت کافی ہو اور اسے دین و دنیا کی خوشی اور مسرت کے ساتھ رکھے)۔ جس نے سیری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور ہمیشہ یاد رکھا اور اس کو جیسا سنا، ہو بہو لوگوں تک پہنچایا کیونکہ بعض حامل فقہ (یعنی علمِ دین کے حامل) فقیہ (یعنی سمجھ دار) نہیں ہوتے اور بعض حامل فقہ ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ (سمجھ دار) ہوتے ہیں۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے۔ کہ ابو نعیمؒ نے "حلیۃ الأولیاء" (ج ۲ ص ۹۸ ترجمہ ۱۶۳) میں قابوس بن ابوظبیاں سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کون سی چیز آپ کو حضرت علقمہؒ کے پاس لے آتی ہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرامؓ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو حضرت ابوظبیاںؒ نے جواب میں فرمایا: میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت علقمہؒ سے سوالات پوچھتے اور ان سے فتوے حاصل کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۲۷۸) میں بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے علو اسناد کے مقابلہ میں راویوں کے افتقار ہونے کو ترجیح دی۔ ترجیح کا یہ طریقہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد: **وَرُبَّ حَامِلٍ فُقِهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ الْحَدِیْثُ** (مشکوٰۃ رقم ۲۲۸)۔ ”اور بعض حاملِ فقہ ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ (سمجھ دار) ہوتے ہیں“ سے ماخوذ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ راوی میں فقاہت کی صفت ایک مطلوب اور قابلِ ترجیح صفت ہے۔

۴۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس سند کی خوبی یہ بتائی کہ اس سند کا ہر راوی اپنے اپنے دور کا سب سے بڑا فقیہ ہے۔ تو اس سند کا کیا کہنا! جب کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا یَّفْقِهْهُ فِی الدِّیْنِ** (متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم ۲۰۰)۔ ”جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے“۔

تو جس سند کے سارے راوی افتقار الناس (لوگوں سے زیادہ فقیہ) اور خیر الناس (لوگوں سے زیادہ بہتر) ہوں۔ اس کی ترجیح میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

۵۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ حدیث کا ہر راوی اپنے استاد کے ساتھ کثیر الملازمت کا شرف رکھتا ہے، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: میں نے حماد سے سنا۔ میں جب ابراہیم نخعیؒ کو دیکھتا، تو جو بھی ان کی سیرت کو دیکھتا، وہ کہتا کہ ان کی سیرت ہو بہو حضرت علقمہؒ کی سیرت ہے۔ اور جو علقمہؒ کو دیکھتا، کہتا کہ اس کی سیرت عین عبد اللہ بن مسعودؒ کی سیرت ہے۔ جو حضرت عبد اللہؒ کو دیکھتا وہ کہتا کہ ان کی سیرت جناب رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا کامل عکس ہے (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۳۸۴) لیکن امام اوزاعیؒ کی پیش کردہ حدیث میں یہ خوبی بھی نہیں کیونکہ خود امام اوزاعیؒ حضرت ابن شہاب زہریؒ سے کثیر الملازمت نہیں۔ چنانچہ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: **”ثِقَّةٌ وَلِیْسَ هُوَ فِی الزَّهْرٰی کِمَالِکَ وَ عَقِیْلٌ“** (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۸۰) پھر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؒ کی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کے کثیر الملازمت نہ تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؒ کے فضائل

۱۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے معلمین قرآن میں حضرت ابن مسعودؓ کو پہلے نمبر پر بیان فرمایا ہے (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **”جو چیز تمہارے لیے ابن مسعودؓ پسند کرے میں اس پر راضی ہوں“** (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹)

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر بغیر مشورہ کے تمہارے لیے میں خلیفہ کا انتخاب کروں تو صرف ابن مسعود ہی ہوں گے۔ جس چیز کو ابن مسعود تمہارے لیے پسند نہ کرے میں بھی تمہارے لیے اس کو پسند نہ کروں گا (الاستیعاب ج ۱ ص ۵۹)۔

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۵۹)

۵۔ وہ ہر وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ حضور ﷺ ان سے کسی وقت حجاب نہیں فرماتے تھے (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)۔

۶۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہارے لیے اس چیز پر راضی اور خوش ہوں، جس چیز کو تمہارے لیے عبد اللہ بن مسعود پسند کریں“ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹)

۷۔ حضرت عمرؓ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم کے لیے روانہ فرمایا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳)

۸۔ حضرت علیؓ نے اہل کوفہ میں علمی فیض دیکھ کر دعا کی کہ اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا اس نے اس شہر کو علم کے نور سے بھر دیا ہے۔ اس کے برعکس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا:

”کنٹ اصغر القوم۔ میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا“۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷)

۶۔ حضرت اسودؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مہماتِ امورِ شرعیہ میں بکثرت سوالات کیا کرتے تھے۔ برادرِ علقمہؓ کے بیٹے تھے۔ کسی سال حج ترک نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ہدایا لے جاتے تھے۔ رواتِ کوفہ میں سے ہیں۔ ان کا مذہب ترکِ رفعِ یدین تھا۔ اس سے ان کی جلالتِ قدر، اپنے اکابر اساتذہ سے علمی استفادات کے بعد ان کے مختارات کی قدر پہچانی جائے (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳)۔

۷۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے درسِ بخاری میں فرمایا تھا: یہ حدیث جو امام بخاری لائے ہیں حضرت مالک بن حویرثؓ کی جو بصرہ میں تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی لائے ہیں جو مدینہ طیبہ میں تھے۔ پھر فرمایا: مکہ معظمہ کے لوگوں میں رفعِ یدین کے نقل کرنے والے سب کم عمر کے ہیں۔ اہل کوفہ تو سب ہی ترکِ رفعِ یدین کی روایت کرتے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمرؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)، حضرت علیؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷)، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۸) اور حضرت براء بن عازبؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۵) (بڑی عمر کے صحابہ) سب ترکِ رفعِ یدین کرتے تھے۔ ان بڑوں کے مقابلہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے؟ (انوار الباری ج ۱ ص ۳۲۲)۔

۸۔ اس سند کے سارے راوی خیر القرون کے ہیں: صحابہؓ یا تابعینؓ۔ اور خیر القرون کی فضیلت احادیث میں منصوص ہے۔

۹۔ ملا علی قاریؒ (شارح مشکوٰۃ شریف) نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ بات بھی کہہ دی ہے کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو بخاری والی روایت نہ پہنچی ہوگی۔ حالانکہ یہی بخاری والی روایت تو مناظرہ کے وقت پیش کی جا رہی تھی جو بہت بعد امام بخاری کو پہنچی اور اس کو انہوں نے صحیح بخاری میں درج کر دیا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنے اختیار کردہ مسلک کے خلاف حدیث کی روایت کرتے ہی نہیں، اس لیے عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت کو بخاری میں نہیں لیا ہے۔

۱۰۔ اس حدیث کی ساری سند کو فی ہے اور سب اہل کوفہ کا ترک رفع یدین پر اجماع ہے۔ وہو قول سفیان و اہل الکوفۃ (ترمذی تحت رقم الحدیث: ۲۵۷) یہ قول سفیان اور سب اہل کوفہ کا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: ”یہی قول ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، حسن بن حیؒ اور کوفہ کے تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا ہے“ (التعلیق الممجد ج ۱ ص ۱۳۳ مکتبۃ البشری، کراچی)۔

۱۱۔ یہ حدیث مسلسل بالعمل بھی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جو حدیث پیش فرمائی اس کے مطابق بلا اختلاف حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ خود بھی عمل فرماتے تھے اور ان کے تمام ساتھی بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ چنانچہ امام بخاری کے دادا استاد امام محمدؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے (موطا امام محمدؒ رقم الحدیث: ۱۱۰)۔ حضرت اسودؓ اور حضرت علقمہؒ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہؒ رقم ۲۴۶۸)۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی پہلی تکبیر کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہؒ رقم ۲۴۶۰، ۲۴۶۳) بلکہ آپؒ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرنے سے صراحتاً منع فرماتے تھے (موطا محمدؒ رقم ۱۰۶؛ ابن ابی شیبہؒ رقم ۲۴۶۲)، امام حمادؒ اور ابو حنیفہؒ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے (کتاب الآثار امام محمدؒ رقم ۷۳)۔

اس کے برعکس رفع یدین کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کسی صحیح سند کے ساتھ دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنا اور اٹھارہ (۱۸) ہمیشہ ترک کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس امام بخاری کے استاد ابو بکر ابن ابی شیبہؒ امام مجاہد کی روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو پہلی تکبیر کے بعد کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (ابن ابی شیبہؒ رقم ۲۴۶۷؛ طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۳)۔ امام محمدؒ، عبد العزیز بن حکیمؒ سے روایت کرتے ہیں:

”میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“ (موطا محمد رقم الحدیث ۱۰۸)۔ اسی لیے امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۰ھ) نے فرمایا ہے: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین فی حدیث بیان کر کے خود ترک کر دینا اس کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا“ (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۲ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۳)۔ حضرت محمد حسن سنبلیؒ (المتوفی ۱۳۰۵ھ) فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو حضور ﷺ کی اتباع میں عشق اور فنایت کے درجہ میں پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا بھی مشکل ہے کہ وہ نماز جیسی اہم عبادت میں عادتاً ہمیشہ سنت کے خلاف نماز پڑھتے ہوں۔ اس لیے ان سے حسن ظن اور ان کے سنت سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ وہ رفع یدین کو منسوخ سمجھتے تھے“ (تفسیق النظام فی مسند الامام ص ۱۶۸، طبع مکتبۃ البشری، کراچی)۔ حضرت سالمؒ اور زہریؒ سے بھی کسی صحیح سند سے دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنے اور اٹھارہ (۱۸) جگہ ہمیشہ رفع یدین ترک کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہزاروں ساتھیوں میں سے کسی ایک کا بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ وہ سب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اسی حدیث کے موافق نماز پڑھتے تھے جو امام صاحبؒ نے مناظرہ میں بیان فرمائی۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے دادا استاد امام محمدؒ، امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: ”میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب میں سے کسی ایک سے بھی نہ پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنے کا مسئلہ سنا، (اور نہ ہی کسی کو پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرتے دیکھا)۔ وہ صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے“ (موطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ امام بخاری کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ، امام ابوالفتح سے روایت کرتے ہیں: ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے کوئی بھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا“ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)۔

۱۳۔ ملا علی قاریؒ نے اس مناظرہ والے اقتد کے تحت یہ بھی لکھا ہے۔ احادیث نبویہ صحیحہ ”نظر اللہ امرأ سمع مناشیئاً الخاور ربّ حامل فقہ غیر فقہ ورت حامل فقہ ای من ہو افقہ منہ“۔ سے بھی امام صاحب ہی کے اصول کی تائید ہوتی ہے کہ راوی غیر فقیہ سے فقیہ وافتہ کی روایت زیادہ قوی و محکم ہے۔ (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳)

۱۱۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اوزاعیؒ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مرکوز کرائی کہ محدث اور فقیہ کے فرق کو ملحوظ رکھو۔ محدث ہر قسم کی احادیث و جمع کرتا ہے۔ صحیح ہوں یا ضعیف، ناخ ہوں یا منسوخ۔ اس کے برعکس فقیہ صرف ان احادیث کو لیتا ہے جس پر عمل جاری ہو۔ امام اوزاعیؒ اس سے قبل تورث یدین کے حامی تھے (الاستذکار ج ۲ ص ۱۲۶) مگر پھر اس کو منسوخ سمجھنے لگے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ حدثنا فداہ بن سلیمان ابو عیسیٰ قال: یا ابا عمرو ما تقول فی رفع الیدین مع کل تکبیرۃ وهو قائم فی الصلوۃ قال: ذلک الامر الاول (جزء رفع الیدین للبخاری رقم ۱۰۶) ”حضرت فداہ بن سلیمان ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دو کی بات ہے۔“

اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو امر اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ یاد رہے کہ تحریمہ تو شرط نماز ہے اور نماز سے خارج ہے۔ رکوع سے پہلے قیام میں رفع یدین کرنا، رکوع کے بعد قومہ میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا اور تیسری رکعت کے شروع میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، یہ سب نماز کے اندر حالت قیام کی رفع یدین نہیں ہے؟ امام بخاریؒ نے امام اوزاعیؒ سے نقل فرما دیا: ”ذلک الامر الاول“۔ جب رفع یدین دو راویوں کی بات ثابت ہو گئی تو ترک رفع یدین کی احادیث یقیناً آخری دور سے متعلق ہیں۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۹۶ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) میں خود اصول تحریر فرمایا ہے: ”انما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی ﷺ“۔ ”نبی ﷺ آخری فعل کو اپنایا جائے گا“۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بخاری، مسلم یا باقی صحاح ستہ میں جس قدر احادیث رفع یدین کی ہیں، وہ دو راویوں سے متعلق اور منسوخ ہیں۔

۱۵۔ اس مناظرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت امام اعظمؒ کے فیصلے اپنی رائے سے نہیں بلکہ احادیث نبویہ ہی کی روشنی میں ہوتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی یہ بات بالکل صحیح تھی کہ ابو حنیفہؒ کی رائے مت کہو کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب حدیث نبویؐ کے مطابق و حافی ہوتے ہیں (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳)۔

۱۶۔ اگر دیکھا جائے تو ترک رفع یدین کی ترجیح کے لیے یہ رواد مناظرہ ہی کافی و کافی ہے۔ کیونکہ یہ مناظرہ امام صاحب کا کسی معمولی شخص سے نہیں ہوا تھا۔ امام اوزاعیؒ بڑے فقیہ، ایک مجتہد، محدث اور مکلم تھے۔ اسی لیے عرصہ تک باقاعدہ ان کا مذہب بھی امت کے اندر جاری رہا تھا۔

اس لیے بعد کے حضرات سے ان کا کیا مقابلہ جو دوسری صدی میں آئے اور ان کا مذہب و مسلک کا چلن چند روز کے لیے بھی نہ ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امام صاحب کی دلیل سن کر خاموش ہو گئے۔ (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳، ۳۲۴)

۱۷۔ حضرت امام مالکؒ نے تحریمہ کے بعد کی رفع یدین کو ضعیف فرمایا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ”لَا يَصِحُّ“۔ بات دونوں کی ایک ہے۔ لیکن غیر مقلدین حضرت امام مالکؒ کو تو معاف فرمادیتے ہیں لیکن امام صاحبؒ پر خوب جرح کرتے ہیں کہ حدیثیں صحیح ہیں۔ امام صاحب نے کیوں فرمایا؟ کوئی حدیث صحیح نہیں۔ دراصل وہ ابن صلاحؒ دورانی شوافع کی بنائی ہوئی صحیح حدیث کی تعریف کو لیتے ہیں اور خیر القرون میں جو صحیح کی تعریف تھی اس کو جانتے ہی نہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: ”روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے۔ جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب و سنت کے موافق ہوں“ (الرد علی سیر الاوزاعی ص ۳۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو، فقہاء اس کو جانتے نہ ہوں، وہ شاذ ہے، اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

۱۸۔ اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ خیر القرون کا متواتر تعامل اس حدیث کے خلاف ترک رفع یدین پر ہے۔ حضرت امام ابو بکر بن عیاشؒ (جن کی پیدائش ۱۰۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ ہے) آپؒ نے کئی تعلیمی سفر بھی کیے۔ کئی حج بھی کیے۔ کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ کے متعدد سفر بھی کیے فرماتے ہیں: میں نے کسی ایک فقیہ کو بھی نہیں دیکھا جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو“ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۳۲)۔

۱۹۔ الغرض حدیث ابن عمرؓ میں رفع یدین کرنے کا بھی ذکر ہے اور ترک رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں جب کتاب و سنت میں مسئلہ نہ ملے تو اجماع اور اجتہاد کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ہم نے جب ان کی طرف رجوع کیا تو اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام مالکؒ نے بتایا کہ میں کسی رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا ہی نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل ترک رفع یدین پر رہا، نہ کہ رفع یدین پر۔ خیر القرون کے مجتہد اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی ترک رفع یدین کو ہی اختیار فرمایا۔ خیر القرون کے مجتہد اعظم کے مقابلہ میں خیر القرون کے زمانہ کے بعد کسی مجتہد کا قول ثرما کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

۲۰۔ اس مناظرہ میں امام اوزاعیؒ نے جو حدیث بیان فرمائی ہے۔ اس میں مسئلہ رفعِ یدین کا مثبت اور منفی پہلو سامنے نہیں آیا۔ غیر مقلدین چار رکعت میں دس (۱۰) جگہ رفعِ یدین کرتے ہیں اور اٹھارہ (۱۸) جگہ نہیں کرتے۔ اس حدیث میں صرف نو (۹) جگہ رفعِ یدین کرنے کا ذکر ہے، اس کے دوام کا بھی ذکر نہیں، تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفعِ یدین کا ذکر نہیں اور نہ ہی اٹھارہ (۱۸) جگہ رفعِ یدین کی نفی ہے۔ اس لیے اس حدیث میں مذکورہ نماز غیر مقلدین کے نزدیک خلافِ سنت ہے۔ دعویٰ کے موافق یہ مکمل دلیل نہیں ہے۔ اس کے برعکس امام ابوحنیفہؒ نے جو حدیث پیش فرمائی ہے۔ وہ بالکل مکمل مسئلہ ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ رفعِ یدین کی جائے پھر کسی جگہ نہ کی جائے۔

۲۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مناظرہ میں جو حدیث پیش فرمائی۔ اس کی سند کوئی ہے اور تمام اہل کوفہ اس کی صحت اور عمل پر متفق تھے۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: ”تمام اہل کوفہ قدیم اور حدیثاً پہلی تکبیر کے بعد ترکِ رفعِ یدین پر متفق تھے۔ نیز حضرت امام محمد بن نصر مروزیؒ (المتوفی ۲۰۲ھ) سے نقل فرماتے ہیں: ”ہم اہل کوفہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں جانتے جنہوں نے بالاجماع رفعِ یدین ترک کر دی ہو“ (التعلیق الممجد ص ۱۲۳)۔ یعنی اہل کوفہ کا ترکِ رفعِ یدین پراجماع تھا۔ دوسرے شہروں میں کوئی نہ کوئی کرنے والا مل ہی جاتا تھا۔

اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رفعِ یدین والی حدیث کی سند مدنی ہے۔ جیسے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے کسی ساتھی کا اس حدیث پر عمل نہیں تھا۔ اسی طرح تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں بھی مدینہ منورہ میں رفعِ یدین کا کوئی رواج نہ تھا۔ امام اہل مدینہ حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں: ”میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفعِ یدین کو پہچانتا تک نہیں“ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔ گویا کوفہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی پورے خیر القرون میں عملاً ترکِ رفعِ یدین والی نماز ہی متواتر تھی۔ مدینہ منورہ میں رفعِ یدین پر عمل جاری نہ رہنا واضح دلیل ہے کہ ان کے ہاں رفعِ یدین کی حدیث متروک تھی۔

حضرت امام محمدؒ کا طرزِ استدلال

اوپر ذکر کردہ مناظرہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے راویوں کی فقہت کی بنیاد پر ترکِ رفعِ یدین کو ترجیح دی ہے۔ اور احناف کے یہاں اسی اصول کو مذہب منصور قرار دیا گیا ہے۔ دوسری

بات یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مقابلہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیان کو قبول نہیں کر رہے ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے تمام فضائل کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے چھوٹے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ السابقون الاولون میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہجرت کے وقت صرف تیرہ سال کے تھے اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت وہ چوبیس سال کے تھے۔ ایک نوجوان صحابیؓ پر ان دونوں بزرگ صحابہؓ کو جو فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کا ادراک مشکل نہیں ہے۔

اس کی تفصیل امام محمدؒ نے کتاب الحجۃ میں اس طرح بیان کی ہے۔ پہلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کو قائلین رفع یدین کے استدلال میں ذکر کیا ہے۔ پھر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت امام محمد بن الحسنؒ شیبانیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت یقین سے ثابت ہے کہ یہ حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس لیے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب نماز (باجماعت) کو قائم کیا جائے تو عقل اور کمال عقل رکھنے والے صحابہؓ میرے قریب رہا کریں اور پھر ان کے بعد اس وصف میں دوسرے درجے والے، پھر ان کے بعد تیسرے درجے والے رہا کریں۔ اس لیے ہم نہیں سمجھتے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھائیں تو اہل بدر کے علاوہ کوئی صحابی اگلی صف میں رہ سکیں گے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں پہلی اور دوسری صف میں اہل بدر اور ان جیسے ارباب فضیلت ہی رہیں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نوجوانوں کی صف میں ان کے پیچھے رہیں گے۔ اس لیے ہمارا یقین ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان جیسے اہل بدر رسول اللہ ﷺ کی نماز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ کیونکہ یہ حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ اور خوب جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کون سا عمل کرتے ہیں اور کون سا عمل ترک کرتے ہیں۔ اس کو زیادہ بھی لوگ جانتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے نعیم بن عبد اللہ الحمزؒ اور ابو جعفر انصاریؒ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے۔ تو تکبیر تو ہر خفض اور رفع کے موقع پر کہتے تھے۔ اور رفع یدین صرف افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ حدیث بھی حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے موافق ہے۔ لیکن ہمیں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر آپ ہی کی حدیث سے آپ کے خلاف

استدلال کے لیے ہم نے اس کو بھی ذکر کر دیا ہے“ (کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۵، ۹۶ طبع دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

حضرت امام محمدؑ کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ رفع یدین کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی روایت کو ترجیح دینے کی بنیاد ان حضرات کا نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ سے قرب، آپ ﷺ کے احوال سے زیادہ واقفیت ہے اور تعامل بھی اسی پر ہے۔ اسی طرح کا استدلال حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان رفع یدین کے مسئلہ پر کیا ہے (دیکھئے باب ۶ کا عنوان)۔



باب ۵

ترکِ رفعِ یدین آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

دلائلِ منصوصہ میں قرآنِ پاک کے بعد دوسرا درجہ اور مقام جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے بعد حضراتِ خلفائے راشدین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کی سنت اور طریقے کو لازم پکڑنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل بھی دین میں حجت ہے (تفصیل مقدمہ میں بیان کر دی گئی ہے)۔ اس باب میں ترکِ رفعِ یدین کے مسئلے کو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے مبرہن کیا گیا ہے۔

حضراتِ خلفاء راشدین کے آثار

حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نماز

حدیث نمبر ۱:- عن عبد الله رضى الله عنه قال: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ آبِي بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَلَمْ يَزِفْعُوا أَيْدِيَهُمَ إِلَّا عِنْدَ اسْتِفْتَا حِ الصَّلَاةِ۔

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰ طبع ملتان؛ مترجم جزء سوم ص ۵۳ رقم ۱۱۱۸ طبع شبیر برادرز، لاہور؛ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۸۰، ۷۹ طبع ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابویعلیٰ فی مسندہ رقم ۵۰۱؛ المقصد العلیٰ رقم ۲۶۶)۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند میں محمد بن جابرؓ پر کلام ہے مگر اس کو ثقہ کہنے والے بھی موجود ہیں۔ اسی لیے علامہ علاء الدین بن علی بن عثمان المارذینی المشہور ابنِ ترکمانی (المتوفی ۷۲۵ھ) نے جوہر النقی علی سنن البیہقی (ج ۲ ص ۷۸) میں اس حدیث کو شاہد جید قرار دیا ہے۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: ”قال اسحق: وبه نأخذ في الصلاة كلها“۔ تمام نمازوں میں ہمارا عمل اسی حدیث کے مطابق ہے (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰)۔

اس روایت کو ابن جوزیؒ نے موضوع ہی کہہ دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے القول المسدونی

الذب عن المسند (ص ۹۶) پر یہ ثابت کیا ہے کہ صرف روایت میں محمد بن جابر یمائی ضعیف ہے لیکن متہم بالکذب اور واضح نہیں۔ اس لیے حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس راوی کو ضعیف تسلیم کرنا بھی محل تاہل میں ہے۔ اس لیے کہ امام ابو حاتمؒ نے محمد بن جابرؒ کو ابن لہیعہ پر ترجیح دی ہے (تقریب ص ۱۷۹)۔ تو ابن لہیعہؒ کی روایات اصحاب سنن کے نزدیک درجہ حسن کی ہیں۔ پس جب محمد بن جابرؒ، ابن لہیعہ سے افضل ہوئے اور صدوق کے درجہ میں ہوئے۔ پھر محمد بن جابرؒ کی نسبت جرحیں مبہم ہیں۔ اس لیے معدلین کے قول کو ترجیح ہے۔

(اس حدیث پر فنی بحث کے لیے باب ۴ کا ۱.۱.۴ حصہ ملاحظہ فرمائیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار

حدیث نمبر ۲: عن الأسود قال رأيتُ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود

(طحاوی: رفع الیدین رقم الحدیث ۱۳۲۹؛ صحیح الزیلعی: نسب الراویہ ج ۱ ص ۸۰؛ وھذا رجالہ ثقات، درایہ ج ۱ ص ۱۵۲؛ وھذا سند صحیح علی مسلم الجوھر السنی ج ۲ ص ۷۵؛ قال الیسوی: وھو اثر صحیح، آثار السنن ص ۱۵۲، ۱۵۵ رقم ۴۰۳ طبع مکتبۃ البشری، کراچی ۱۴۳۲ھ)۔

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

امام طحاویؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: فھذا عمر رضي الله عنه لم يكن يرفع يديه أيضاً إلا في التكبيرة الأولى في هذا الحديث، وهو حديث صحيح لأن الحسن بن عياش، وإن كان هذا الحديث إنما دار عليه، فإنه ثقة حجة، قد ذكر ذلك يحيى بن معين وغيره. أفترى عمر بن الخطاب رضي الله عنه خفي عليه أن النبي ﷺ كان يرفع يديه في الركوع والسجود، وعلم بذلك مَنْ دونه، ومن هو معه يراه يفعل غير ما رأى رسول الله ﷺ يفعل، ثم لا ينكر ذلك عليه، هذا عندنا محال. وفعل عمر رضي الله عنه هذا وترك أصحاب رسول الله ﷺ آياه على ذلك دليل صحيح على أن ذلك هو الحق الذي لا ينبغي لأحد خلافه“

(طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۹)۔

ترجمہ: ”یہ عمرؓ ہیں جو اس حدیث میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ حسن بن عیاشؒ اگرچہ اس حدیث کا مدار یہی ہے۔ یہ ثقہ اور حجت

ہے۔ یہ بات امام تحف بن معین وغیرہ نے کہی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ پر یہ مخفی رہا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کا آپؐ سے کم درجہ کے حضرات کو اور جوان کے ساتھ تھے، انہوں نے اس کے برعکس دیکھا، جس کو حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دیکھا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ پر کسی نے انکار بھی نہ کیا۔ یہ ہمارے نزدیک محال ہے۔ (اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ) حضرت عمرؓ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۳: عن الأسود قال: صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَوَاتِهِ إِلَّا حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَرَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ وَابْرَاهِيمَ وَ أَبَا اسْحَقَ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا حِينَ يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ. (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)

ترجمہ:- حضرت اسود بن یزید تابعیؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔ وہ نماز کے شروع کے علاوہ کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ عبد الملکؓ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ: میں نے شعبیؓ، ابراہیم نخعیؓ اور ابواسحقؓ کو دیکھا ہے کہ وہ ابتدائے نماز کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت اسود بن یزیدؓ مشہور تابعیؓ ہیں۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں دو سال رہے اور حضرت فاروق اعظمؓ کے کہنے سے نماز میں تطبیق ترک کر دی تھی۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ آپؐ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ یہ حدیث حضرت عمر فاروقؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت اسودؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا عمل بیان کر رہے ہیں کہ جب امام ہوتے تھے اور کسی کا انکار ساتھ منقول نہیں ہے جو علامت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقریباً اجماع کی۔

(الدرس الخدی فی شرح جامع الترمذی ص ۱۷۲۔ حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ العالی۔ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)۔

تو اگر رفع یدین متروک نہ ہوتا تو حضرت عمر فاروقؓ جو کہ خلیفہ راشد ہیں، آپؐ کی شخصیت سے یہ امید کب کی جاسکتی ہے کہ آپؐ رفع یدین نہیں کریں گے۔ لہذا جن روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ منسوخیت سے پہلے کی ہیں۔

اس صحیح اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شعبیؓ، ابراہیم نخعیؓ اور ابواسحقؓ سبھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ تینوں مشہور تابعیؓ ہیں بالخصوص امام شعبیؓ تو ایسے جلیل القدر تابعیؓ ہیں کہ دو، چار نہیں بلکہ پانچ سو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور ان سے اکتسابِ علم و فضل کیا ہے۔ اسی طرح امام ابراہیم رحمہ اللہ اور ابوالفتح بھی اپنے علم و فضل اور تفقہ فی الدین کے لحاظ سے اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آثار

حدیث نمبر ۴:- عن عاصم بن کلیب عن أبيه أن علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة ثم لا يرفع يديه۔ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰؛ بیہقی: من لم يذكر الرفع الا عند الافتتاح ج ۲ ص ۸۰؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷؛ مدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۹، مطبوعہ مصر؛ المذونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دارکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ؛ صححہ الزیلعی۔ نصب الراية ج ۱ ص ۴۸۰؛ قال ابن حجر: رواه ثقات، الدراية في تخریج احادیث الہدایہ ج ۱ ص ۱۵۲؛ قال العینی فی العمدة: اسناد عاصم صحیح علی شرط مسلم، عمدة القاری ج ۵ ص ۴۰۰ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ؛ قال النیموی: واسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۱۵۵، ۱۵۶ رقم ۴۰۴ طبع مکتبۃ البشری، کراچی ۱۴۳۲ھ)

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد (کلیب بن شہاب کو فی اللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۵:- قال محمد: اخبرنا ابو بكر بن عبد الله النهشلي، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن ابيه، وكان من اصحاب علي، أن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه كان يرفع يديه في التكبيرة الأولى التي يفتتح بها الصلوة، ثم لا يرفع يديه في شيء من الصلوة۔

(مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۹؛ کتاب الحج ج ۱ ص ۹۷)۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد، حضرت کلیب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

اس صحیح اور ترکِ رفع یدین میں صریح اثر کو غیر معتبر ٹھہرانے کی غرض سے امام بیہقی ”اپنی کتاب ”معرفۃ السنن والآثار“ میں لکھتے ہیں: ”ابو بکر نہشلی“ ان راویوں میں نہیں ہیں جن کی روایت سے دلیل وجہت پکڑی جائے۔“

حالانکہ ابو بکر نہشلی سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین اور امام

عجلیٰ ان کی توثیق کرتے ہیں۔ امام ذہبیؒ انہیں حسن الحدیث اور صدوق کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”صدوق، رمی بالاجاء“۔ (دیکھیے: خلاصۃ تہذیب التہذیب للحرثی؛ میزان الاعتدال؛ تقریب)

ائمہ رجال کی اس واضح توثیق کے باوجود امام بیہقیؒ کا ان کے بارے میں ایسا کہنا انصاف سے بعید اور اپنے مذہب کی کھلی پاسداری ہے۔ امام بیہقیؒ کے اس رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ”امام بیہقیؒ تعصب سے کام لیتے ہیں الخ“ (بغیۃ الامعی ج ۲ ص ۸)۔ مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ نے ان کے متعلق اپنی تحقیق ان لفظوں میں بیان کی ہے: ”امام بیہقیؒ اگرچہ مشہور محدث ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا“ (تحقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۲)۔

اس لیے ابوبکر ہشلیؒ سے متعلق امام بیہقیؒ کے اس قول بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل کا کچھ اعتبار نہیں اور یہ اثر بلا غبار صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۶:- قال محمد: اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عاصم بن کلبی الجرمی عن ابیہ قال: رأیت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رفع یدیه فی التَّکْبِیْرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ. وَلَمْ يَزِفْغُهُمَا فِيمَا سَوَى ذَلِكَ۔

(مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۵؛ کتاب الحج ج ۱ ص ۹۶ طبع دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۱۱ھ)

حضرت عاصم بن کلبیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے فرض نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا۔ اس کے بعد (نماز کے کسی حصے میں) رفع یدین نہیں کیا۔

حضرت امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے شیخ محمد بن ابان کوئی کی محدثین کی ایک جماعت نے تضعیف کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ قدوة المحدثین حضرت امام بخاریؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ”لیس بالحافظ عندهم“ (التاریخ الصغیر ص ۲۱۴)۔ اور کتاب الصغار میں ”لیس بالقوی“ کہا ہے۔ امام ابو حاتم رازیؒ کہتے ہیں: ”لیس بالقوی یکتب حدیثہ ولا یحتج“ (تجیل المنفعة ص ۲۳۶)۔ حافظ عبد الحق الشیبلیؒ فرماتے ہیں: ”کان من رؤس المرجنية فتکلم فیہ من أجل ذلک، یکتب حدیثہ“۔ حافظ ابن القطان ان کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وہو کما قال“۔ (بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۲۲۴)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”قال احمد: لم یکن ممن یکذب“۔

ائمہ جرح و تعدیل کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابان کم از کم لائق متابعت ہیں۔ لہذا اس معتبر متابعت سے ابوبکر ہشلیؒ کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور بعض محدثین نے ان کے تفرد کی

جو بات کہی ہے، وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۷:- حدثنا أبو معاوية عن الأعمش، عن أبي رزین، عن علی رضی اللہ عنہ، أنه كان يكبر كلما سجد، وكلما رفع، وكلما خفض (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۹۹)۔
ترجمہ:- حضرت ابو رزینؒ فرماتے ہیں: ”بلاشبہ حضرت علیؑ (نماز کے دوران) تکبیر کہتے، جب سجدہ کرتے۔ اور اسی طرح جب بھی نماز میں اٹھتے اور جھکتے، تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۸:- حدثني زيد بن علي عن أبيه عن جدّه رضی اللہ عنہ عن علي بن أبي طالب: أنه كان يرفع يديه في التكبيرة الأولى الى فروع أذنيه، ثم لا يرفعها حتى يقضى صلواته۔
(مسند امام زید بن علی ص ۸۸ رقم ۷۴ طبع شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور)۔

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ (المتوفی ۱۲۲ھ) اپنی مسند میں اسی سند کے ساتھ یعنی اپنے باپ علی بن حسین (زین العابدین) سے، اور وہ حضرت امام حسینؑ سے روایت کرتے ہیں: ”بلاشبہ حضرت علیؑ پہلی تکبیر میں کانوں کی نو تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپؑ اپنی نماز پوری کر لیتے تھے۔“

حدیث نمبر ۹:- حدثني زيد بن علي عن أبيه عن جدّه رضی اللہ عنہ عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ: أنه كان يكبر في رفع وخفض (مسند امام زید ص ۸۸ رقم ۷۶ طبع شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور)
حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ، اپنے باپ علی بن حسین (زین العابدین) سے اور وہ حضرت امام حسینؑ سے روایت کرتے ہیں: ”بلاشبہ حضرت علیؑ (نماز کے دوران) اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر کہا کرتے تھے۔

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ (المتوفی ۱۲۲ھ) حضرت امام حسینؑ کے پوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں آپؑ کی ثقاہت بیان کی ہے۔ ان روایتوں سے واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ بھی نماز میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہ کرتے تھے۔ اگر یہ رفع یدین ترک نہ کی گئی ہوتی تو حضرت علیؑ کبھی بھی رفع یدین نہ چھوڑتے۔ حالانکہ آپؑ خود رفع یدین کی ایک حدیث کے راوی ہیں۔ تو آپؑ کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ ورنہ حضرت علیؑ شیعہ خداؑ سے خلاف سنت کام کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ تو اگر رفع یدین باقی ہوتی تو آپؑ ضرور رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھتے۔

محدث بے مثال، فقیہ، مجتہد حضرت محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں:

”جاء الثبت عن علي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود، أنهما كانا لا يرفعان في شيء من

ذلك الا في تكبيرة الافتتاح. (كتاب الحجج ص ۹۲ طبع دار المعارف انعمانية لاہور)

ترجمہ:- ”حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑے مضبوط طریقے سے ثابت ہے کہ وہ سوائے تکبیر افتتاح کے رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔“

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: تو حضرت علیؓ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفعِ یدین کرتے دیکھا ہو۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے بعد رفعِ یدین کو چھوڑ دیا ہو۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفعِ یدین کا نسخ یقیناً ثابت ہو چکا ہے۔ پس حضرت علیؓ کی ترکِ رفعِ یدین کی حدیث جب صحیح ہے تو یہ ترکِ رفعِ یدین والوں کے لیے ایک پختہ دلیل اور حجت ہے۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۹۲ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت علی المرتضیٰؓ کا جناب رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد رکوع کی رفعِ یدین کے بغیر نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفعِ یدین متروک ہے ورنہ حضرت علیؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف نماز نہ پڑھتے۔ واضح ہو گیا کہ نماز شروع کرتے وقت رفعِ یدین کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ (یعنی رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدوں کے وقت اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت) رفعِ یدین متروک ہے۔

خلاصہ تحقیق

نامور محدث علامہ نیمویؒ اپنی مکمل تحقیق کے بعد یہ نتیجہ بیان کرتے ہیں: وأما الخلفاء

الاربعة فلم يثبت عنهم رفع الأيدي في غير تكبيرة الاحرام۔

(آثار السنن ص ۱۵۹ طبع مکتبۃ البشری، کراچی ۱۳۳۲ھ)

ترجمہ:- حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ابتدائی تکبیر کے علاوہ کسی اور جگہ رفعِ یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

قارئین کرام! حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کی بزرگ ترین ہستیاں حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے اتنے سچے متبع تھے کہ آپ ﷺ نے ان کی سنت کو بھی اپنی سنت کی طرح قابل عمل قرار دیا ہے، اب ابتداء نماز کے علاوہ ان کا رفعِ یدین نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے اور ان کے نزدیک بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفعِ یدین نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

عشرہ مبشرہ جنی اللہ تم کے آثار

اسلام میں دس صحابہ کرام جنی اللہ تم ایسے ہیں جن کو عشرہ مبشرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ صحابہ کرام جنی اللہ تم ہیں جن کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی رقم الحدیث ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹)

حدیث نمبر ۱۰:- عن ابن عباس أنه قال: العشرة الذين شهد لهم رسول الله ﷺ بالجنة، ما كانوا يرفعون أيديهم إلا في افتتاح الصلوة.

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ؛ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: وہ دس صحابہ کرامؓ جن کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے (دنیا ہی میں) جنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ وہ سب کے سب حضرات صرف شروع نماز ہی میں رفع یدین کرتے تھے۔

اصحاب بدر کے آثار

اصحاب بدر میں حضرات خلفاء راشدینؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی ہیں۔ حضرت امام محمد بن الحسنؒ شیبانیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت یقین سے ثابت ہے کہ یہ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس لیے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب نماز (باجماعت) کو قائم کیا جائے تو عقل اور کمال عقل رکھنے والے صحابہ جنی اللہ تم میرے قریب رہا کریں اور پھر ان کے بعد اس وصف میں دوسرے درجے والے، پھر ان کے بعد تیسرے درجے والے رہا کریں۔ اس لیے ہم نہیں سمجھتے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھائیں تو اہل بدر کے علاوہ کوئی صحابی اگلی صف میں رہ سکیں گے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں پہلی اور دوسری صف میں

اہل بدر اور ان جیسے اربابِ فضیلت ہی رہیں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو انوں کی صف میں ان کے پیچھے رہیں گے۔ اس لیے ہمارا یقین ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان جیسے اہل بدر رسول اللہ ﷺ کی نماز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ کیونکہ یہ حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ اور خوب جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کون سا عمل کرتے ہیں اور کون سا عمل ترک کرتے ہیں۔ اس کو زیادہ یہی لوگ جانتے تھے“ (کتاب الحجۃ ص ۹۴، ۹۵ طبع دارالمعارف لاہور)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار

حدیث نمبر ۱۱:- عن الأسود أن ابن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يعود۔ (جامع المسانيد ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲:- قال محمد: أخبرنا الثوري، حدثنا حصين، عن إبراهيم عن (عبد الله) بن مسعود رضي الله عنه أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة۔

(موطا محمد رقم ۱۱۰: کتاب الحجۃ ص ۹۴، ۹۵ طبع دارالمعارف لاہور)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳:- عن إبراهيم قال: كان عبد الله رضي الله عنه لا يرفع يديه في شيء من الصلوة إلا في الافتتاح (طحاوی رقم ۱۳۲۸)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں شروع کے علاوہ کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴:- عن إبراهيم عن عبد الله رضي الله عنه أنه كان يرفع يديه في أول ما يستفتح ثم لا يرفعهما (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۸)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۵:- عبد الرزاق عن الثوري، عن حصين، عن إبراهيم عن ابن مسعود رضي

اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ شَيْءٍ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَ.

(مصنف عبدالرزاق، رقم ج ۲ ص ۴۶، رقم ۲۵۳۶، ۲۵۳۷، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۱۰ء)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر اعتراض کا جواب

اعتراض: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔
جواب:-

رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مطالبہ کیا گیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؓ نے فرمایا: جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک راوی معلوم ہوتا ہے۔ جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے (ملخصاً طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت؛ ترمذی کتاب العلل ج ۲ ص ۶۱۵ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی؛ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۰؛ دارقطنی ج ۲ ص ۳۶۱)۔

رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مراسیل عند المحدثین صحیح ہیں۔ ☆ امام احمد فرماتے ہیں: مراسلات ابراہیم النخعی لا بأس به (تدریب الراوی ص ۱۲۴)۔ ☆ امام حاکم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مراسلات کو مراسلات صحیحہ شمار کیا ہے (تدریب الراوی ص ۱۲۳)۔ ☆ امام سخی بن معین فرماتے ہیں: مراسیل نخعی، مراسیل شعبی اور سالم سے بہتر ہیں (تدریب الراوی ص ۱۲۴)۔

☆ نیز فرماتے ہیں: مراسلات النخعی صحیحة الا حدیث تاجر البحرین (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۸؛ نصب الراية ج ۱ ص ۵۲؛ درایہ ص ۱۶؛ مراسیل ابی داؤد ص ۴) ☆ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: کان ابراہیم لا یرسل عن عبد اللہ الا ما صحیح عنده وتواترت به الروایة عنده (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت) ☆ امام دارقطنیؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اثر کے بعد جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے باب الدیات میں ہے یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال اور فتویٰ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں (بحوالہ انوار المحمود ج ۲ ص ۲۵۷)۔

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آثار

حدیث نمبر ۱۶: حدثنا ابن أبي داود قال: حدثنا أحمد بن يونس قال: حدثنا أبو بكر بن عياش، عن حصين عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوة۔

(طحاوی: باب رفع الیدین ج ۱ ص ۲۹۲ رقم الحدیث ۱۳۲۳ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ:- حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔ علامہ ماردیؒ فرماتے ہیں: ”وہذا سند صحیح“ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۴)۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: ”باسناد صحیح“ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۹ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”وسندہ صحیح“ (نیل الفرقان ص ۱۳۲)۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ”یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ ہونے کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؐ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہوگئی“ (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)۔

حدیث نمبر ۱۷: حدثنا أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر رضي الله عنهما يرفع يديه الا في اول ما يفتتح (مصنف ابن أبي شيبة رقم ۲۳۶۷)۔

ترجمہ:- حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

اس حدیث کی سند کے تمام راوی بخاری کے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ اگر رفع یدین ترک نہ کر دیا گیا ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ضرور رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھتے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ جو کہ امام التفسیر ہیں اور حضرت ابن عمرؒ کے شاگرد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمرؒ کو سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو کہ خود رفع یدین والی حدیث

کے راوی ہیں۔ اس کے باوجود آپؐ کا رفعِ یدین کے بغیر نماز پڑھنا دلیل ہے کہ رفعِ یدین متروک ہے۔ جن روایات میں رفعِ یدین کا ذکر ہے وہ منسوخ ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸:- قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلاة ولم يرفعها في ماسوي ذلك“ (موطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ کتاب الحجۃ ص ۹۷)

حضرت عبدالعزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اور اس کے سوا میں نہیں اٹھاتے تھے۔“

جس طرح امام مجاہدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے ترکِ رفعِ یدین روایت کی ہے۔ اسی طرح آپؐ کے ایک اور شاگرد عبدالعزیز بن حکیمؒ بھی ترکِ رفعِ یدین روایت کرتے ہیں۔ تو اس سند میں عبدالعزیز بن حکیمؒ، مجاہدؒ کا متابع ہے۔ حالانکہ اس حدیث کو متابعت کی حاجت نہیں، کیونکہ اس کی سند بخاری شریف والی ہے اور صحیح ہے۔ تاہم متابعت سے اور بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند میں محمد بن ابان بن صالحؒ پر اگرچہ کلام ہے مگر یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ بھی کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ آپؐ نے ان کی حدیث سے احتجاج کیا ہے۔

ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفعِ یدین کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔ وہ کام جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا، منسوخ ہو چکا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جو رفعِ یدین کی روایات مروی ہیں وہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی ہیں جس کو آپؐ نے بعد میں ترک کر دیا تھا۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ بھی آپؐ سے صرف تکبیرات ذکر کرتے ہیں:

حدیث نمبر ۱۹:- عن سالم بن عبد الله، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلَاةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ (موطا امام مالک رقم ۲۰۴)۔

ترجمہ:- حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں تکبیر کہتے، جب کبھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے۔

حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر فنی بحث

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ مجاہدؒ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ترکِ رفعِ یدین بیان کرتے ہیں لیکن طاؤسؒ نے مجاہدؒ کے خلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل رفعِ الیدین عند الركوع وعند الرفع منہ بھی روایت کیا ہے جو ان کی روایت مرفوعہ کے مطابق ہے۔ لیکن اس کے جواب میں امام طحاویؒ نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؒ شروع میں اپنی روایت مرفوعہ کے مطابق عمل کرتے ہوں گے لیکن بعد میں جب انہیں رفعِ یدین کے نسخ کا علم ہوا ہوگا تو انہوں نے رفعِ یدین چھوڑ دیا ہوگا (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۲ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔ علامہ عینیؒ بھی حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رفعِ یدین کے منسوخ ہونے سے استدلال کرتے ہیں: ”ویؤید النسخ مارواة الطحاوی باسناد صحیح“۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۹) امام بخاریؒ کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہؒ اور امام طحاویؒ سے مروی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کے تمام راوی ثقہ اور بخاری کے رجال ہیں۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس صحیح اثر سے بصراحت ثابت ہے کہ رفعِ یدین کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔

ابو بکر بن عیاشؒ، ثقہ، عادل اور صحیحین کے راوی ہیں

شبہ:۔ بعض حضرات کا اس اثر کی سند میں یہ کلام کہ سند کے ایک راوی ابو بکر بن عیاشؒ آخری عمر میں خرابی حافظہ کے شکار ہو گئے تھے۔ اور ایسے راوی کی روایت محدثین کے یہاں ضعیف ہوتی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب:۔ حضرت ابو بکر بن عیاشؒ صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کیا ہے۔ کیونکہ اس اثر کو ان سے نقل کرنے والے احمد بن یونسؒ ہیں جیسا کہ طحاویؒ کی سند سے ظاہر ہے اور حضرات محدثین کے نزدیک مختلط کی قدیم روایتیں بغیر کسی تردد کے مقبول مانی جاتی ہیں۔ چنانچہ خود امام بخاریؒ نے ”صحیح بخاری“ میں احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاشؒ سے کتاب التفسیر وغیرہ میں متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔ اس لیے ان کا آخری عمر میں مختلط ہو جانا اس اثر کے لیے قطعاً مضرت نہیں۔

بعض حضرات نے مجاہدؒ کے تفرک کا بھی ذکر کیا ہے۔ تو ثقہ کا تفرق سب کے نزدیک معتبر ہوتا

ہے۔ اس کے علاوہ مؤطا امام محمد (رقم ۱۰۸) میں ان کے متابع عبدالعزیز بن حکیم موجود ہیں۔ بعض لوگوں نے اس صحیح اثر کو بے اثر بتانے کے لیے یہ بات کہی ہے کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھول کر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا ہو۔ یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ امام مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے ایک دو نماز میں نہیں بلکہ بہت ساری نمازیں پڑھی ہیں۔ کیونکہ وہ مکہ سے مدینہ تک کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ رہے جیسا کہ صحیح بخاری کے باب الفہم فی العلم میں امام بخاریؒ مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: ”صحبت ابن عمرؓ الی المدینۃ“ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱ رقم ۷۲)۔ اس طویل سفر میں مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے۔ ایک بار بھی انہیں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس دراز مدت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین کو بھولے ہی رہے؟ پھر عبدالعزیز بن حکیمؒ بھی مجاہد رحمہ اللہ کی موافقت کر رہے ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے، نیل الفرقین ص ۱۳۱ تا ۱۳۶)۔

مشہور متعصب غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتے ہیں: راقم الحروف کی قدیم تحقیق یہ تھی کہ ابوبکر بن عیاشؒ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ بعد میں جب دوبارہ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک صدوق و مؤثق راوی ہیں۔ لہذا میں نے اپنی سابقہ تحقیق سے علانیہ رجوع کیا (ماہنامہ الحدیث حضور: ۲۸ ص ۵۴؛ تحریر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ)۔

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کی توثیق و تقویت درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

- ۱:- بخاریؒ (أخرج عنه فی صحیحہ)
- ۲:- ابن خزیمہؒ (أخرج عنه فی صحیحہ)
- ۳:- ترمذیؒ (قال فی حدیثہ (۴۵۶): ”حدیث حسن صحیح“)
- ۴:- حاکمؒ (مستدرک ۲۰۰/۳ رقم ۴۹۰۳)
- ۵:- ذہبیؒ (صحیحہ فی السیر ۱/۴۶۵)
- ۶:- بیہقیؒ (مجمع الزوائد ۹/۱۸۰؛ کشف الاستار رقم ۲۶۲۳؛ الاحسان رقم ۶۹۷۰؛ الصحیحہ رقم ۲۱۹۷)
- ۷:- ابن الجارودؒ (المستقی ۱: ۳۳۱)
- ۸:- الفیاض المقدسی (المختارہ ۱/۲۲۵، ۲/۱۱۴)
- ۹:- ابوعوانہ (مسند ابوعوانہ ۳/۱۸۶، ۴/۱۱۷)
- ۱۰:- البوصیریؒ (حسن له حدیثہ عن أبی اسحاق عن صلة عن عمار بن مرثد، الصحیحہ: ۱۵۹۶)
- ۱۱:- العیسیٰؒ (معرفۃ الشقائق)

- ۱۲:- ابو حاتم الرازی (ثقة: علل الحدیث: ۲۲۳۳)
 - ۱۳:- احمد بن حنبل (ثقة و ربما غلط: العلل: ۳۱۵۵، اقوال احمد ۴/ ۱۹۴)
 - ۱۴:- ابن المبارک (أثنى عليه: الجرح والتعديل ۹/ ۳۴۹ وسنده صحیح)
 - ۱۵:- عبد الرحمن بن مہدی (كان يحدث عنه: الجرح والتعديل ۹/ ۳۴۹ وسنده صحیح)
 - ۱۶:- ابن عدی
 - ۱۷:- یحییٰ بن معین (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی)
 - ۱۸:- مسلم (روى عنه في مقدمة صحيحه)
 - ۱۹:- ابن الجوزی (و كان ثقة متشدد أفي السنة الا أنه ربما أخطأ في الحديث۔ المنتظم ۹/ ۲۳۲)
 - ۲۰:- یزید بن ہارون (تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰)
 - ۲۱:- ابن عمار (تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰)
 - ۲۲:- ابو نعیم الاصبہانی (ذكره في الأولياء و صحح له۔ حلیۃ الاولیاء ۸/ ۳۱۳)
 - ۲۳:- البغوی (صحح له، شرح السنة ۶/ ۹۶۶ رقم ۱۸۳۵)
 - ۲۴:- ابن حبان
 - ۲۵:- ابن حجر العسقلانی (تقریب التہذیب وغیرہم) (نور العینین ص ۱۶۸ تا ۱۷۰)۔
- اعترض:- امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابو بکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے (نور العینین ص ۱۶۸)۔
- جواب:-

- ۱:- زبیر علی زئی نے یہ جرح امام بخاری کی طرف منسوب رسالہ جزء رفع یدین سے لی ہے۔ جزء رفع یدین محمود بن اسحاق کا ہے جو امام بخاری سے روایت کرتا ہے۔ محمود بن اسحاق مجہول ہے۔ اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی اور یہ محمود بن اسحاق جھوٹ بھی بولتا ہے۔ امام بخاری کی اپنی کتب (صحیح بخاری، تاریخ الکبیر، تاریخ الصغیر، ادب المفرد) میں امام یحییٰ بن معین کی یہ جرح نہیں ملتی۔ اسی طرح امام یحییٰ بن معین کی اپنی کتابوں میں بھی یہ جرح مذکور نہیں ہے۔ (نور الصباح ج ۲ ص ۳۵۹)
- ۲:- امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے کافی روایات ذکر کی ہیں: صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶، ۱، ۲، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳

”ما رأيتُ فقيهاً قط يفعلُه يرفع يديه في غير التكبيرة الأولى“۔ (طحاوی رقم ۱۳۳۲)
 ”میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔“
 اتنے مضبوط عقیدے والے شخص سے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں وہم کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ترک رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے (ملاحظہ فرمائیں ۴.۷.۸)۔ تو اگر خود ان پر عمل کریں تو اس میں کیا حرج ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ ضرور وہ ترک رفع یدین پر عمل کریں تاکہ سنت نبویؐ پر عمل ہو جائے۔

۵: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ حفاظ حدیث میں سے مشہور حافظ اور قرأت قرآن میں سے مشہور قاری ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی ان سے احتجاج کیا ہے جیسا کہ فتح الباری (ج ۹ ص ۱۰۹) میں ہے۔ بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں احمد بن یونسؒ سے روایت بیان کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن عدیؒ سے روایت کیا ہے: ”میں نے ابوبکر بن عیاشؒ کی کوئی روایت بھی اوپری اور منکر نہیں پائی جو ثقہ راویوں نے ان سے روایت کی ہو“ (مقدمہ فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۳)۔ یہاں ان سے روایت کرنے والے حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ ہیں جن سے امام بخاریؒ صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں۔

۶: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: جو ابن معینؒ سے روایت کیا گیا ہے: ”ابوبکرؓ کی حصینؒ سے روایت اس کا وہم ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے“۔ یہ ان سے استبعاد کے طور ہے کیونکہ ان سے اس کے خلاف روایت مشہور ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود وہم کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۳)۔

۷: حضرت مولانا محمد امین صفدر اودکاڑویؒ فرماتے ہیں: حضرت امام بخاریؒ نے آخری حربہ استعمال فرمایا کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا: ”ابوبکرؓ کی حصینؒ سے روایت اس کا وہم ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے“۔ لیکن امام بخاریؒ نے خود صحیح بخاری (ج ۲ ص ۷۲۵) میں ابوبکرؓ عن حصینؒ کی سند سے حدیث لی ہے۔ وہاں ابن معینؒ کا قول کیوں یاد نہ رہا؟ جب یہ سند صحیح بخاری میں قابل قبول ہے تو جزء رفع یدین میں کیوں قبول نہیں؟ اصل بات یہی ہے کہ جو خبر واحد متواتر تعامل کے خلاف ہو، اہل مدینہ اس کو شاذ سمجھتے تھے کہ تواتر کے خلاف شاذ پر عمل جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پہلے خیال تھا کہ ایسی حدیث پر بھی کبھی کبھار عمل جائز ہے۔ آخر کار حضرت ابن عمرؓ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث رفع یدین کے راوی ضرور تھے مگر

رفع یدین کو سنت نہیں سمجھتے تھے ورنہ وہ رفع یدین کو کبھی ترک نہ کرتے۔ بہر حال اس سے سنت رفع یدین کا اثبات حدیث میں نہیں ہے اور فہم صحابی اور تعامل اہل مدینہ کے بھی خلاف ہے (ترجمہ و شرح جزء رفع الیدین ص ۲۷۵، ۲۷۶)۔

اعترض:- ابو بکر بن عیاشؒ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے (نور العینین ص ۱۷۰)۔
جواب:- حضرت ابو بکر بن عیاشؒ جب آخری عمر میں آئے تو ان سے وہم و اختلاط ہوا ہے۔ لیکن یہاں ابو بکر بن عیاشؒ سے روایت کرنے والے قدماء اصحاب ہیں مثلاً احمد بن یونسؒ عن ابی بکر بن عیاشؒ۔ بخاریؒ نے کتاب التفسیر (ج ۲ ص ۷۲۵) میں احتجاج کیا ہے اور امام طحاویؒ نے احمد بن یونسؒ کے واسطہ سے ابو بکر بن عیاشؒ سے ترک رفع یدین کی بیان کیا ہے۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف (رقم ۲۴۶۷) میں ابو بکر بن عیاشؒ سے روایت ترک رفع یدین کی بیان کی ہے۔ لہذا قدماء شاگرد ابو بکر بن عیاشؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ”ابو بکر بن عیاشؒ فانه من رجال البخاری وحده وفيه كلام۔ لا ينزل به حديثه عن رتبة الحسن“ (سلسلة الاحاديث الصحيحة ج ۱ ص ۳۴۸)۔ ”ابو بکر بن عیاشؒ صرف رجال بخاری سے ہے اور ان پر کلام ہے جس سے اس کی حدیث درجہ حسن سے نہیں گرتی۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۰:- عن ابن عباس، قَالَ: ”تَرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِذَا رَأَيْتَ الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا، وَالْمَرْوَةَ، وَفِي عُرْفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجَمَارِ

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۵ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ: ”رفع یدین سات مقامات پر کیا

جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴)

مروہ پر، (۵) عرقات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت۔“

حدیث نمبر ۲۱:- عن ابن عباس، قَالَ: ”لَا تَرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِذَا رَأَيْتَ الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ، وَفِي عُرْفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجَمَارِ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷، ۲۶۸ طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”رفع یدین نہیں کیا جاتا،

مگر سات مقامات پر: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات میں، (۶) مزدلفہ میں اور (۷) رمی جمار کے وقت۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہ صیغہ حصر ”لَا تُزْفَعُ الْأَيْدِي الْأُفَى سَبْعِ مَوَاطِنَ“ بھی ہے اور بغیر صیغہ حصر ”تُزْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ“ بھی ہے۔ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے۔ گو رفع ایدی (ہاتھ اٹھانا) کے جملہ مواقع کا حصر اس نص میں مقصود نہ ہو لیکن نماز پنجگانہ میں جو رفع یدین ہے اس کے لحاظ سے ضرور بالضرور ہے اس لیے جب رفع یدین تکبیر تحریمہ کے وقت جملہ نصوص میں صلوات پنجگانہ سے تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ رفع یدین بھی پنجگانہ نماز میں تھا۔ اس سے سکوت فرمایا گیا اور سکوت معرض بیان میں بیان شمار ہوتا ہے۔ اس لیے بلحاظ صلوات پنجگانہ ضرور حصر ہے۔ غرض حصر حقیقی نہیں، اضافی ہے۔

یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے جس کی سند صحیح ہے۔ اس روایت میں آپؓ نے رفع یدین کے مقامات بیان کیے ہیں کہ رفع یدین کہاں کہاں کیا جائے گا، جس میں نماز کا بھی ذکر ہے۔ باقی چھ مقام حج میں ہیں۔ تو نماز کے متعلق رفع یدین کا ذکر آپؓ نے صرف پہلی بار کیا ہے یعنی نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کی جائے گی۔ مگر آپؓ نے رکوع وسجود والی رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہوتا تو آپؓ ضرور اس کا ذکر کرتے مگر آپؓ نے صرف ابتداء کا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ متروک ہیں یعنی نسخ سے پہلے کی ہیں جیسا کہ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں وضاحت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۲:- أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنِي نَعِيمُ الْمَجْمَرِ وَأَبُو جَعْفَرٍ الْقَارِي، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَصِلُ بِهِمْ. فَكَبَّرَ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ يَكْبِتُ وَيَفْتَحُ الصَّلَاةَ (مؤطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لابن یونس رقم ۱۰۸؛ کتاب الحجۃ ص ۹۶، ۹۵ طبع دار المعارف لاہور)۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم بن عبداللہ المجر اور ابو جعفر القاری نے بتایا کہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔“

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے دو شاگرد ہیں۔ دونوں حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز دیکھ کر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ چونکہ رفع یدین اول تکبیر کے

ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں ایک راوی حضرت ابو جعفر القاریؒ فرماتے ہیں کہ رفعِ یدین تکبیر کی طرح ہر اونچ نیچ میں نہیں ہوتا بلکہ نماز میں افتتاح کے وقت ہی ہوتا تھا۔ یہ روایت بھی ترکِ رفعِ یدین میں صریح ہے۔

حدیث نمبر ۲۳:- أَخْبَرَنَا نصر بن علي وسوار بن عبد الله بن سوار، قالوا: حدثنا عبد الأعلى عن معمر، عن الزهري، عن أبي بكر بن عبد الرحمن، وعن أبي سلمة بن عبد الرحمن أَنَّهُمَا صَلَّيَا خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، فَلَمَّا رَكَعَ كَبَّرَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ وَكَبَّرَ، وَرَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ حِينَ قَامَ مِنَ الرُّكْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبْهًا بِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، مَا زِلْتُ هَذِهِ صَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقْتُ الدُّنْيَا، وَاللَّفْظُ لِسَوَّارٍ۔

(نسائی رقم ۱۱۵۶)۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن دونوں فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب آپؐ نے رکوع کیا تو تکبیر کہی اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو آپؐ نے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا۔ پھر سجدہ کیا، اور تکبیر کہی۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ پھر تکبیر کہی جب دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھ سکتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دنیا سے جدا ہوتے وقت تک یہی تھی جو میں نے پڑھ کر دکھا دی ہے۔ اس میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفعِ یدین کا نہیں اگر رفعِ یدین کی وہ اہمیت ہوتی جو ان لوگوں کے ہاں ہے تو ایسی کوئی روایت اس سے خالی نہ ہوتی۔

حدیث نمبر ۲۴:- حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں:

أَنَّ فُقَيْهَهُم مَّالِكَ بْنَ أَنَسٍ، قَدَرُوهُ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَجْمَرِ وَأَبِي جَعْفَرٍ الْقَارِي، أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَصِلُ بِهِمْ، فَيَكْبُرُ كُلُّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، قَالَا: وَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ يَكْبُرُ وَيَفْتَحُ الصَّلَاةَ، قَالَ مُحَمَّدٌ: فَهَذَا حَدِيثُكُمْ مُوَافِقٌ لِعَلِيِّ رضي الله عنه وَابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه، وَلَا حَاجَةَ بِنَا مَعَهُمَا إِلَى قَوْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَنَحْوِهِ، وَلَكِنْ احْتَجَجْنَا عَلَيْكُمْ بِحَدِيثِكُمْ۔

(کتاب الحجہ ج ۱ ص ۹۵، ۹۶ طبع دار المعارف الشیعیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حضرت امام مالکؒ نے نعیم بن عبد اللہ المجر اور ابو جعفر القاریؒ دونوں سے روایت کی

ہے۔ دونوں نے امام مالک کو خبر دی کہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔“ حضرت امام محمد اہل مدینہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی جو کہ حضرت امام مالکؒ نے بیان کی ہے۔ یہ حدیث (ترکِ رفع یدین میں) حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے موافق ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۵:-

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يُعَلِّمُهُمُ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ: قَالَ: فَكَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُكَبِّرَ كُلَّمَا خَفَضْنَا وَرَفَعْنَا.

(موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۶؛ موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۱:۱۰۱ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۹۶)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ جب اپنے ساتھیوں کو نماز سکھاتے تو صرف تکبیر کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت ابو نعیم وحب بن کیسانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم نماز کے اندر (یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سلام تک) ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کہا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ نماز میں صرف تکبیر کہتے اور اسی کا حکم دیتے تھے۔ ان کی آخری نمازوں میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

حضرت انس بن مالکؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۶:-

حدثنا سليمان بن حرب قال: حدثنا حماد بن زيد عن ثابت، عن أنس بن مالك قال: إني لا ألوأن أصلي بكم كما رأيته النبي ﷺ يصلي بنا. قال ثابت: كان أنس بن مالك يصنع شيئاً لم أركم تصنعونه. كان إذا رفع رأسه من الركوع قام حتى يقول القائل: قد نسي. وبين السجدين حتى يقول القائل قد نسي (بخاری رقم ۸۲۱: ۸۲۱ مسلم رقم ۱۰۵۹).

ترجمہ:- حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں اس بات میں کمی نہ کروں گا کہ تمہیں ویسی ہی نماز پڑھاؤں جیسی کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ ثابتؓ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ ایک بات ایسی کرتے

تھے کہ میں نے تم لوگوں کو وہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ وہ جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنا کھڑا رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ (سجدہ کرنا) بھول گئے اور دونوں سجدوں کے درمیان میں (اتنی دیر تک بیٹھے رہتے تھے) کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ وہ (دوسرا سجدہ) کرنا بھول گئے۔

اس حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ نے جو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں رفع یدین نہ رکوع والا کیا اور نہ سجدوں والا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۷۰۰۔

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأَى رَجُلًا يَزْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَأْسِهِ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنْ هَذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكَهُ.

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو آپؓ نے اس شخص سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا پھر اس کو ترک کر دیا تھا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کو رفع یدین منسوخ ہونے کی دلیل کے طور پر ذکر فرما رہے ہیں (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔

حضرات صحابہؓ کے عمل کی اہمیت

خلفائے راشدینؓ: حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی الرضیؓ، (حضرت عثمان غنیؓ سے اس مسئلہ میں نفیاً و اثباتاً کچھ منقول نہیں)، فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حافظ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ، عاشق سنت نبوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، نواسہ صدیق اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے یہ آثار آپ کے پیش نظر ہیں۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرمالینے کے بعد خلفائے راشدینؓ اور اکابر فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ عام نمازوں میں رفع یدین نہ کرنا جناب رسول اللہ ﷺ کی اصل سنت ہے۔ کیونکہ اس مقدس

جماعت کے رگ و ریشہ اور دل کی گہرائیوں میں اللہ کے آخری رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت اس طرح پیوست تھی کہ وہ آپ ﷺ کی ایک ایک ادا پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے میں سکون و راحت محسوس کرتے تھے۔ تو رفع یدین کو جس کے کرنے میں کوئی مشقت و دقت بھی نہیں، کیونکر چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”لأنه محال أن يكون عنده في ذلك عن النبي ﷺ شيء ويخالفه ولو كان مباحاً ولا سيما ابن عمر“ (التمهيد ج ۹ ص ۱۸۰)۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ صحابیؓ کے علم میں اس مسئلہ سے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت ہو اور وہ اس کی مخالفت کریں، اگرچہ وہ سنت مباح درجے کی کیوں نہ ہو، بالخصوص حضرت عبد اللہ بن عمر (سے تو یہ ممکن ہی نہیں)۔

اس لیے ان فداکاروں کے بارے میں یہ تصور کہ رفع یدین کو چونکہ یہ حضرات سنت مؤکدہ اور ضروری نہیں سمجھتے تھے، اس بنا پر اسے ترک کر دیا تھا۔ ایک ایسا تصور ہے جو ان کے حالات و واقعات کے قطعی منافی ہے۔ اس لیے جن بزرگوں نے ان آثار کے جواب میں یہ بات کہی ہے۔ غالباً اپنے مسلک مختار سے شدتِ شغف کی بنا پر اصحاب رسول اللہ بالخصوص خلفائے راشدینؓ و فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سنت نبوی ﷺ کے ساتھ بے پناہ تعلق و عقیدت سے انہیں ذہول ہو گیا ہے۔ اس لیے انہیں اس بارے میں معذور ہی سمجھا جائے گا۔

بہر حال یہ آثار مسئلہ رفع یدین میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ اصول و علمائے حدیث کا متفقہ ضابطہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر حضور ﷺ کی احادیث متعارض و مختلف ہوں تو اس صورت میں تلامذہ رسول ﷺ بالخصوص خلفائے راشدینؓ اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و عمل ہمارے لیے راہنما ہوں گے۔ یعنی محدثین کرام رضی اللہ عنہم نے تو عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے معنی متعین کرنے کا ایک معیار قرار دیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث مختلف معنی رکھتی ہوں، تو دیکھا یہ جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے کس پر عمل کیا۔ چنانچہ امام طحاوی نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا تَضَادَّتِ الْأَثَارُ فِي ذَلِكَ، وَجِبَ ان نَنْظُرَ إِلَى مَا عَلَيْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي قَدْ جَرَتْ عَلَيْهِ عَادَاتُهُمْ، فَيَعْمَلُ عَلَى ذَلِكَ، وَيَكُونُ نَاسِخًا لِمَا خَالَفَهُ

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۵ طبع مکتبہ حقایق، ملتان، ج ۲ ص ۳۹، باب الغل یوت، اُصلی علیہ ام لا؟ تحت حدیث ۲۸۲۹ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ:- جب آثار و روایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی

جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔
 اسی طرح امام ابو داؤد صاحب السنن فرماتے ہیں: ”إِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَظَرْنَا إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ“۔ (ابوداؤد تحت رقم الحدیث ۷۲۰)۔

ترجمہ:- جب جناب رسول اللہ ﷺ سے دو مختلف خبریں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے کس پر عمل کیا ہے۔ (یعنی جس پر صحابہ کرامؓ جنی اللہ نے عمل کیا ہوگا، وہ سنتِ باقیہ ہوگی اور دوسری یا تو منسوخ ہوگی یا پھر مخصوص حالات کے تحت ہوگی)۔



باب ۶

ترک رفع یدین

خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کی اکثریت کا کسی کام کو بلا نکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجت شرعی ہے اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ خیر القرون سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین ہیں ان کے فضائل کے بارے میں بہت سی احادیث پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو باب ۲ میں ۲۔۴۔۳ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ طبقات رجال کی کتابوں میں اس کی تصریح ملتی ہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ (عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۱۰ھ تک، عہد تابعین ۷۰ھ تک اور عہد تبع تابعین ۲۲۰ھ تک)۔

خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کی اکثریت کا کسی کام کو بلا نکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجت شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی چیز کے ثبوت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا تعامل سب سے بڑی دلیل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام کا معاشرہ وہ معاشرہ ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے خود تشکیل دیا ہے۔ اس معاشرہ میں صرف وہی چیز رواج پاسکتی ہے جس پر دربار رسالت سے مہر تصدیق لگ چکی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل درحقیقت ترجمان السنۃ ہوتا ہے۔ محدثین کی طرز پر کسی چیز کو سند متصل سے ثابت کرنا یہ بھی ثبوت کا ایک اہم اور متبرک طریقہ ہے لیکن تعامل کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ اس لیے کہ سندوں سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ تر خبر واحد کے درجہ میں ہوتی ہے۔ اور تعامل و توارث، تواتر کی ایک قسم ہے۔ خبر واحد کا درجہ تعامل کے سامنے وہی ہے جو ایک چراغ کا نصف النہار میں۔ چنانچہ ایک بات اگر صحیح سند سے ثابت ہو لیکن اہل مدینہ کا تعامل اس کے خلاف ہو تو امام مالکؒ اہل مدینہ کے عمل کو اپنا مذہب بناتے

ہیں اور اس حدیث صحیح میں تاویل کر لیتے یا ترک کر دیتے ہیں۔ سندوں کی جانچ پڑتال اور اس میں تنقیح و تحقیق نہایت ضروری عمل ہے لیکن اپنی نظر کو اسی حد تک مقصود رکھنا اور تعاملِ سلف سے صرف نظر کر لینا بھی انتہائی تقصیر ہے (دیکھیے باب نمبر ۲)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ”حضور ﷺ کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور کوفہ۔ مکہ مکرمہ کے صدر معلم حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ مدینہ منورہ کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے“ (اعلام الموعنین)۔

تعاملِ اہلِ مدینہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”جو شخص کہ ان مذاہب (یعنی ائمہ اربعہ کے مذاہب) کے اصول و امہات پر اطلاع رکھتا ہے۔ اس بارے میں شک نہیں کرے گا کہ ان مذاہب کی اصل حضرت عمر فاروقؓ کے اجماعی مسائل ہیں۔ اور یہ ان تمام مذاہب کے درمیان مشترک سی چیز ہے۔ اس کے اہل مدینہ میں سے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہؓ اور کبار تابعینؒ مدینہ میں سے فقہاء سبعہ اور صفار تابعینؒ مدینہ میں سے زہریؒ اور ان جیسے حضرات پر اعتماد حضرت امام مالکؒ کے مذہب کی بنیاد ہے جس سے امام مالکؒ کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہو گئی (قرۃ العینین ص ۱۷۱)۔ فقہاء سبعہ حسب ذیل حضرات ہیں: سعید بن المسیبؒ (التوفی ۹۴ھ)، عبید اللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (التوفی ۹۸ھ)، عروہ بن زبیرؒ (التوفی ۹۴ھ)، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (التوفی ۱۰۸ھ)، ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشامؒ (التوفی ۹۴ھ)، سلیمان بن یسارؒ (التوفی ۱۰۹ھ)، خارجہ بن زیدؒ (التوفی ۱۰۹ھ) (الجوہر المضية ج ۲ ص ۴۲۱، ۴۲۲)۔

عہد نبویؐ سے لے کر حضرت علیؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز یہی تھا۔ بعد کو دار الخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہونے کے بعد اس کی وہ علمی حیثیت باقی نہیں رہی۔ تاہم امام مالکؒ کے دور تک اس کا امتیاز مسلم تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”جاننا چاہیے کہ مدینہ شریف امام مالکؒ کے زمانے میں اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فرد گاہ تھا“ (مصلیٰ شرح موطا مالک)۔ امام مالکؒ کے زمانے تک مدینہ منورہ کی فضا علم و دین سے معمور تھی۔ امام مالکؒ کو اپنے یہاں کے علماء پر اتنا وثوق تھا کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل حجت ہے (دیکھیے حافظ ابن قیمؒ کی اعلام الموعنین ج ۱ ص ۲۹۸)۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی ترکِ رفعِ یدین ہے

مدینہ منورہ میں بھی کبار صحابہ سے رفعِ یدین ثابت نہیں۔ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اولاً رفعِ یدین مذکور ہے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رفعِ یدین متروک تھی۔ ان کی حدیث بھی اسی کی دلیل ہے۔ رفعِ یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارنا دلیل کی کمزوری کی دلیل ہے۔ کیا اس بات کا حکم جناب رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے خلفاء نے حکم دیا تھا؟ (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۲؛ ج ۲ ص ۳۲۳ طبع جدید مع بخاری)۔ اور ان پر اعتراض ہوتا: ماہذا؟ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۵)۔ آخر انہوں نے بھی ترکِ فرمادی (دیکھیے ۵۰۴۱، ۸۰۱۴)۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بار رفعِ یدین کی۔ تو ان کے بیٹے حضرت سالم مدنی (مسند احمد رقم الحدیث ۵۰۳۴) اور حضرت محارب بن دثار قاضی کوفہ (مسند احمد رقم الحدیث ۶۹۹۲) نے سوال کر دیا: ماہذا؟ ظاہر ہے کہ ساری نماز میں رفعِ یدین بوقت رکوع اور بوقت قیام رکعت سوم ہی انوکھی بات دیکھی۔ اسی لیے اس کا سوال کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت رفعِ یدین کا بالکل رواج نہ تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی ہی تھی جیسے کوئی متواتر قراءت کی تلاوت کرتا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اگر کوئی متواتر قراءت کے خلاف کوئی شاذ قراءت پڑھتا تو فوراً سننے والا پوچھتا: ”ماہذا؟“ یہ کیا ہے؟ الغرض رفعِ یدین نہ کرنا تعاملاً متواتر تھی اور رفعِ یدین عملاً شاذ۔

حضرت قاضی محارب بن دثار گونی تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت سالم تو مدنی تھے اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرزند تھے۔ ان کا سوال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مدینہ میں کوئی رفعِ یدین نہیں کرتا تھا، بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہ عادت نہ تھی، ورنہ بیٹا تو اعتراض نہ کرتا، کبھی ایک مرتبہ کی ہوگی اور ان سب نے دیکھ لیا، ورنہ عادت نہ تھی۔

اہل مدینہ کا تعامل ترک پر ہی رہا۔ اسی تعامل پر امام مالکؒ نے ترکِ رفعِ یدین کے مذہب کی بنیاد رکھی (نیل الفرقین ص ۲۲)۔ اسی طرح تابعین میں بھی ابوبکر بن عیاش کے فرمان کے موافق فقہاء (کبار تابعین اور تبع تابعین) میں سے کوئی رفعِ یدین نہ کرتا تھا۔

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۳۲)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک ترکِ رفعِ یدین ہے

استاذ الحدیث امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مرکز علم مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے۔ حضرات

صحابہؓ اور تابعینؓ کا عمل اور احادیث کا عظیم ذخیرہ ان کے سامنے تھا۔ وہ مسائل میں اہل مدینہؓ کو بنیادی اہمیت دیتے تھے۔ امام مالکؒ کے مشہور شاگرد ابن قاسم رفع یدین کی بابت ان کا جو یہ قول کرتے ہیں:

قال مالک رحمہ اللہ لا أعرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر الصلوۃ لافی خفض ولا فی رفع إلا فی افتتاح الصلوۃ۔ قال ابن قاسم وكان رفع الیدین عند مالک ضعيفا

(المذوٰۃ النکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دارکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نماز کی ابتداء کے علاوہ کسی تکبیر یا اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ ابتدائی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے مسلک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ کا رفع یدین کی روایت کو بیان کرنا (وہ بھی اصح الاسانید سے)، پھر امام مالکؒ کا ترک رفع یدین کو اختیار کرنا اور ترک رفع یدین کو ترجیح دینا بلکہ رفع یدین کے عمل کو ضعیف کہنا، صرف عمل اہل مدینہ (جو ترک رفع یدین ہے) کی وجہ سے ہے۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں: ”کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے اور یہی امام مالکؒ کا مذہب ہے کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اس کے موافق ہے“ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۷)۔

مذہب مالکی کے مشہور محدث و فقیہ حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: ”تکبیر تحریمہ کے موقع پر رفع یدین کے جواز پر اجماع و اتفاق کے بعد رکوع کے وقت رفع یدین کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن القاسمؒ کی روایت کے مطابق امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا، اس کے علاوہ نہیں۔ ابن القاسمؒ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نماز میں رفع یدین کو ضعیف سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر رفع یدین کرنا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ کے وقت کرے۔ یہی مسلک امام ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بن صالح بن حبی اور ترمذی و جدید سرسے فقہائے ود کا ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ، ان کے علاوہ اور ان کے تبعین کا بھی یہی قول ہے (موسمۃ شروح الموطا ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ طبع القا برہ ۱۴۲۱ھ)؛ الاستاذ کارلابی عمر یوسف بن عبداللہ بن عبد البر ج ۳ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ طبع القا برہ ۱۴۲۱ھ؛ الاستاذ کار ج ۴ ص ۹۸، ۹۹)۔

امام مالکؒ رفع یدین کی روایت جو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ حضرت مالکؒ سے اس کو عبداللہ بن عمرؓ پر موقوف روایت کیا ہے۔ زرقانیؒ نے بھی

یہی لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے اس روایت کو اختیار نہ کرنے کی وجہ رفع و وقف میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام زرقانیؒ فرماتے ہیں: ”اس بحث سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ نے یہ کہہ کر ”کہ مجھے رفع یدین کے ترک کے لئے مالکیہ کے پاس کوئی دلیل اور بنیاد ابن القاسم کے قول کے علاوہ نہیں ملی“، غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ اس لیے کہ جب روایت میں رفع و وقف کا اختلاف ثابت ہوا تو امام مالکؒ نے مشہور قول کے مطابق اس کو ترک کر دیا کیونکہ نماز کو (غیر ثابت) افعال سے محفوظ رکھنا اصل ہے“ (زرقانی ج ۱ ص ۴۳)۔

امام نووی فرماتے ہیں:

”وقال ابو حنيفة، واصحابه وجماعة من اهل الكوفة لا يستحب في غير تكبيرة الاحرام وهو اشهر الروايات عن مالك واجمعوا على انه لا يجب شئ من الرفع“
(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ، ان کے اصحابؒ اور اہل کوفہ کی ایک جماعت نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو مستحب نہیں کہتی۔ اور امام مالکؒ کی بھی یہی مشہور روایت ہے۔ سب (ائمہ و فقہاء) اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں رفع یدین واجب نہیں ہے۔
حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا یہ اصول ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کو اگرچہ وہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، ترجیح دیتے ہیں (بدائع الفوائد ج ۲ ص ۳۲)۔

مذہب امام مالک کا اصل ماخذ

شہدہ:- اگر کوئی کہے کہ امام مالکؒ نے مؤطا امام مالک میں رفع یدین کی روایت بیان کی ہے، لہذا اس کو ترجیح ہونی چاہیے۔

جواب:- مالکی مذہب میں احکام و فتاویٰ میں اعتماد مدونۃ الکبریٰ پر ہے۔ اس کتاب کے مصنف حضرت عبدالرحمن بن قاسمؒ ہیں جو کہ حضرت امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ آپؒ سے حدیث اور فقہی مسائل روایت فرمانے والے ہیں۔ غیر مقلدین کے مشہور محدث مبارک پوریؒ نے مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں حافظ ابن حجرؒ کی کتاب (تعجیل المنفعة) سے نقل کیا ہے:

بل اعتمادهم في الأحكام والفتوى على ما رواه ابن القاسم عن مالك سواء وافق ما في المؤطا أم لا. (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۰ طبع بیروت، لبنان)۔

ترجمہ:- بلکہ مالکیہ حضرات کا احکام و فتاویٰ میں اعتماد ابن القاسمؒ کی روایت پر ہے جو انہوں نے

امام مالکؒ سے روایت کیا ہے۔ چاہے وہ مؤطا کے موافق ہو یا مؤطا کے خلاف ہو۔
حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”المعتبر عند المالکية رواية ابن القاسم وافقت رواية المؤطا وخالفته او كما قال“ (تعجيل المنفعة ص ۱۸ طبع بیروت، لبنان)۔
حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: مالکیوں کے ہاں حضرت ابن القاسمؒ کی روایت ہی معتبر ہے
چاہے وہ مؤطا امام مالک کے موافق ہو یا مخالف۔

تعال اہل مکہ

مکہ مکرمہ میں دو صحابہ میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے رفع یدین ثابت نہیں۔ البتہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے ذکر ملتا ہے۔ جمہور تارک تھے (نیل الفرقان ص ۵۱)۔
ہاں ابن جریج سے مکہ مکرمہ میں رفع یدین کا رواج عام ہو گیا۔ اس رواج پر امام شافعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۶ بہ تشریح ج ۲ ص ۲۶۲؛ ج ۲ ص ۳۲۲ طبع جدید مع بخاری)۔

مشہور تابعی حضرت میمون مکیؒ کا رفع یدین دیکھ کر حیران ہونا

حضرت میمون مکیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتداء نماز، رکوع کو جاتے ہوئے، سجدہ کو جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو (ابوداؤد رقم الحدیث ۷۳۹)۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”

وأما حديث عبد الله بن الزبير رضي الله عنه من رواية أبي داود. ففيه ابن لهيعة وحاله معلوم. ثم ميمون المكي فيه يقول لابن عباس: اني رأيت ابن الزبير يصلي صلاة لم أر أحدا يصليها. ووصفت له هذه الإشارة. فهذا ان كان دل على ترك الجمهور.

(نیل الفرقان ص ۶۲ طبع ادارة القرآن، کراچی، معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حدیث جو ابوداؤد میں ہے۔ اس میں ایک راوی ابن

لہیعہ ہے جس (کے ضعف) کا حال (سب کو) معلوم ہے۔ پھر میمونؓ کی کا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے یہ کہنا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور ہاتھ کے اشارہ سے اس کا بیان کرنا۔ یہ سب تو جمہور کے ترکِ رفعِ یدین کو بیان کر رہا ہے۔

حضرت میمونؓ کی کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ آپؓ نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو دیکھا مگر سوائے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے کسی کو رفعِ یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپؓ نے بہت سے تابعینؓ عظامؓ کو دیکھا مگر کسی ایک تابعی کو بھی رفعِ یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپؓ نے بہت سے تبع تابعینؓ کو دیکھا مگر کسی ایک تبع تابعی کو بھی رفعِ یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپؓ نے پوری دنیائے اسلام سے آنے والے حاجیوں کو نمازیں پڑھتے دیکھا مگر کسی علاقے کے کسی ایک حاجی کو بھی رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ ہے پورے خیر القرون میں ترکِ رفعِ یدین پر عملی تواتر۔ لاکھوں میں ایک آدمی رفعِ یدین کرنے والا ملا۔

بخاری (ج ۱ ص ۳۶) میں ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پیشاب کے بارے میں بہت شدت اختیار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اس کو کاٹنا پڑتا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: ”کاش وہ اتنی شدت سے باز آجائیں۔ (تو حضرت حذیفہؓ نے حدیث سنائی) کہ جناب رسول اللہ ﷺ قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر آئے تو کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔“ یہ حدیث سننے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اب کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرو، کیونکہ یہ سنت ہے۔ اور نہ ہی حضرت حذیفہؓ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ترکِ رفعِ یدین متواتر معمول بہ تھا، لیکن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے یہ بتایا کہ یہ بھی ثابت ہے۔

عبد اللہ بن زبیرؓ کی اولاد کا رفعِ یدین نہ کرنا

خود حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی اولاد رفعِ یدین پر عامل نہیں رہی۔ حضرت محمد بن سحیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں ہر اونچ نیچ میں رفعِ یدین کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفعِ یدین کر رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفعِ یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔“ (نیل الفرقانین مع بسط الیدین ص ۱۴۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)

مشہور تابعی حضرت وہیب بن خالدؒ کا رفعِ یدین پر اعتراض کرنا

اسی طرح کی حدیث ساتھ ہی ابوداؤد میں ہے۔ حضرت نصر بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میرے پہلو میں مسجد خیف (منیٰ کے میدان) میں عبد اللہ بن طاؤسؒ یمنی نے سجدہ کے بعد رفعِ یدین کی تو میں نے اس امر کو منکر سمجھا۔ حضرت وہیب بن خالدؒ نے اسے کہا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ جو میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ تو اس نے بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؒ سے حدیث سنا دی (ابوداؤد رقم الحدیث ۷۴۰؛ نسائی رقم الحدیث ۱۱۴۷)۔

حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیرؒ، حضرت میمون مکیؒ اور حضرت وہیب بن خالدؒ تینوں کے طرزِ عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کی موجودگی کے رفعِ یدین بالکل متروک تھا اور نہ حضرت عبادؒ، محمد بن یحییٰؒ کو رفعِ یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرت میمون مکیؒ اور حضرت وہیب بن خالدؒ کا رفعِ یدین کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کرنا اس بات کی غمازی ہے کہ رفعِ یدین متروک تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؒ سے صحیح سند سے ترکِ رفعِ یدین ہی کی روایت ثابت ہے۔

حدیث عبد اللہ بن زبیرؒ سے رفعِ یدین کا منسوخ ہونا

أن عبد الله بن الزبير رأى رجلاً يرفع يديه في الصلوة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع. فقال له: لا تفعل. فان هذا شيء فعله رسول الله ﷺ ثم تركه.

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن زبیرؒ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین کرتے دیکھا۔ تو آپؒ نے اس سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفعِ یدین کیا۔ پھر چھوڑ دیا تھا۔

اس حدیث میں واضح طور پر حضرت عبد اللہ بن زبیرؒ نے رفعِ یدین سے ممانعت کر دی اور فرمایا: حضور ﷺ نے پہلے رفعِ یدین کیا تھا پھر چھوڑ دیا تھا۔ اس حدیث سے علامہ بدرالدین عینیؒ نے رفعِ یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کی ہے (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔

تعمیل الی کوفہ

حرمین شریفین کے بعد سرزمین کوفہ کو ہی یہ شرف حاصل ہوا کہ ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا وہاں

ورود ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہزار پچاس (۱۰۵۰) حضرات جن میں چوبیس (۲۴) وہ بزرگ ہیں جو غزوہ بدر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے تھے، وہاں گئے اور سکونت اختیار اختیار کی (فتح المغیث ص ۳۸۲)۔ امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ عجل (المتوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں: ڈیڑھ ہزار صحابہ نے تو اس کو اپنا وطن بنالیا تھا (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۲)۔ علامہ نوویؒ نے کوفہ کو دار الفضل والفضل کا لقب دیا ہے (نووی شرح مسلم باب القراءة فی الطہر والعصر)۔

قرآن کریم کے دس مشہور قاریوں میں چار قاری (حضرات عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف) کا تعلق سرزمین کوفہ سے ہی ہے۔ آج کل روئے زمین پر ۹۹ فیصد سے زائد مسلمان حضرت امام عاصمؒ کی قراءت بروایت حضرت امام حفصؒ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ حضرت امام عاصمؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاذ اور حضرت امام حفصؒ آپ کے ہم عصر اور ہم سبق ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ کوفہ کی تعمیر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی تھی اور آپؓ نے اہل کوفہ کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو بھیجا تھا۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی کوفہ کے گوشہ گوشہ میں علمی حلقے بن گئے۔ اور کتاب و سنت کے دروس جاری ہو گئے تھے۔ پھر جب حضرت علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے حق میں بڑی مسرت کے ساتھ فرمایا: اللہ ان پر رحم کرے۔ انہوں نے اس بستی کو علم کی دولت سے مالا مال کر دیا اور ان کے تلامذہ و اصحاب کو سراج ہائے امت محمدیہ کے لقب سے نوازا۔ آپؓ کے تلامذہ فقہ و حدیث کی تعداد چار ہزار بتائی گئی ہے (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۹)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ”کان أغلب قضایاہ بالکوفہ“ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۲)۔ ”حضرت علیؓ کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوئے تھے۔“ کوفہ آپؓ کی تشریف آوری سے پہلے عہد فاروقی میں قرآن و سنت کا دارالعلوم بن چکا تھا۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ”جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے ہیں، تو اہل کوفہ آپؓ کے وہاں آنے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمارؓ، حضرت ابو موسیٰؓ وغیرہ سے جن کو حضرت عمرؓ نے کوفہ روانہ کیا تھا، دین حاصل کر چکے تھے (منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۵۷)۔ تمام اہل کوفہ کا ترک رفع یدین پر اجماع تھا۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے (ترمذی تحت رقم الحدیث ۲۵۷)۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وَتَعْلَمُهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ مِنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَحُلُوا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَتَعْلَمَ الصَّلَاةَ

ایضاً فرأوا تر کہ واستمر واعلیہ۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۵۹؛ انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۵)
 ”اہل کوفہ نے ترکِ رفعِ یدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے سیکھا۔ اور اہل کوفہ حضرت عمرؓ کے پاس نماز سیکھنے بھی گئے۔ پس انہوں نے حضرت عمرؓ سے ترکِ رفعِ یدین ہی دیکھا تو اسی پر اہل کوفہ کا عمل جاری ہو گیا۔“

اہل کوفہ کی نماز

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”اہل کوفہ کے ہاں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مسئلہ رفعِ یدین کے بارے میں کچھ منقول نہیں۔ (کیونکہ کوفہ تو ان کے زمانہ میں آباد نہیں ہوا تھا)۔ اور اسی طرح دوسروں کے ہاں بھی ان سے اس بارے میں بسندِ صحیح کچھ منقول نہیں۔ اہل کوفہ کے ہاں حضرت عمرؓ سے ترکِ رفعِ یدین کے بارے میں بسندِ صحیح منقول ہے۔ جیسا کہ ابن بطلانؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ سے صرف ترکِ رفعِ یدین ہی منقول ہے۔ جیسا کہ ”الاتحاف“ میں ”شرح التقریب“ للعراتی سے نقل کیا گیا ہے (اور یہ ”شرح التقریب“ مطبوعہ میں ج ۲ ص ۲۵۴ میں موجود ہے)۔ اسی طرح اہل کوفہ کے ہاں حضرت علیؓ سے صرف ترکِ رفعِ یدین ہی اثبت (زیادہ ثابت) ہے نسبت دوسرے لوگوں کے۔ کیونکہ اہل کوفہ ہی حضرت علیؓ کے احوال کو زیادہ جاننے والے ہیں جیسا کہ کتاب ”مختصر المشکل“ میں ہے۔ کسی اور کو اس بارے میں ان سے منقول عمل کے بارے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول علم کے بارے میں تو اہل کوفہ منفرد ہیں۔ کوئی دوسرا اس میں اہل کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول علم کے بارے میں اہل مدینہ، اہل کوفہ سے زیادہ علم والے ہیں۔ اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو ترکِ رفعِ یدین منقول ہے۔ اسے رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ’فخذ هذا ملخصاً محققاً، فقد وقع في المبحث بخس كثير يهولون بسرد أسماء من يعلى، لأنه لم يختره، ويتعلل فيه بغير نصفه. ولا حول ولا قوة الا بالله‘۔ یعنی یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کو محققانہ تلخیص کے طور پر قبول کر۔ اس لیے اس مباحثہ میں بہت کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔ فریق مخالف اس بارے میں ایسے لوگوں کے اسماء بھی پیش کر دیتا ہے حالانکہ ان سے منقول آثار معلول بھی ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے اس کو خود بھی اختیار نہیں کیا ہوتا۔ اور بہت سی احادیث و آثار میں انصاف کے بغیر علمیں تلاش کرتے ہیں۔ ولا حول ولا قوة الا بالله‘۔ اس بارے میں انصاف یہ نہیں ہے کہ صرف شوافع حضرات کی نقول پر ہی اپنے آپ کو محدود کر لیا جائے اور اسی بنا پر ان کو رد یا تسلیم کیا

جائے۔ کیونکہ مالکیہ حضرات بھی علم اور روایات میں حصہ وافر کے حق دار ہیں۔“
 (نیل القرقدین مع بسط الیدین ص ۵۹، ۶۰، ۶۱ ملخصاً؛ معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۱، ۴۶۲)
 امام ترمذیؒ نے تو سارے اہل کوفہ کا مسلک ترکِ رفعِ یدین ہی بتایا ہے۔ جبکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے اور ان میں چوبیس (۲۴) تو وہ تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ اگر کسی صحابی متوطن کوفہ پر ترکِ رفعِ یدین کا اعتراض کسی نے کیا ہوتا، تو کیا وہ نقل نہ ہوتا۔ اور اہل کوفہ کے نزدیک ترکِ رفعِ یدین ہی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علقمہؓ، حضرت شعبیؓ، حضرت نخعیؓ اور بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ سے قوی الا سناد روایات کے ذریعہ ثابت ہے۔ اور کچھ اہل کوفہ کونسل بعد نسل اور طبقہ بعد طبقہ بطور توارث و تعامل ترکِ رفعِ یدین کی اجتماعی خصوصیت حاصل ہوئی۔ وہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۸)۔

دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۱۰ھ تک ہے۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ما سمعته من أحدٍ منهم۔ انما كانوا يرفعون أيديهم في بدء الصلوة حين يكبرون“ (موطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔ میں نے کسی صحابیؓ سے نہ رفعِ یدین کرنا سنا، نہ دیکھا۔ وہ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفعِ یدین کرتے تھے۔

دورِ تابعین عظام

تابعینؒ کا دور ۱۰ھ تک ہے۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کی پیدائش ۱۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”ما رأيتُ فقيهاً قط يفعل به يرفع يديه في غير التكبيرة الأولى“ (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔ ”میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا۔“

دورِ تبع تابعین عظام

تبع تابعینؒ کا دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

”قال ابو عبد الله محمد بن نصر المروزي في كتابه في رفع اليدين من الكتاب الكبير: لا نعلم مصراً من الأمصار ينسب الى أهله قديماً، تركوا باجماعهم رفع

الیدین عند الخفض والرفع فی الصلاة الا اهل الكوفة۔

(موسوۃ شروح المؤطا للامام مالک بن انس: التمهید والاسناد کارلابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر ج ۴ ص ۱۳۴، ۱۳۵ طبع القاہرہ ۱۴۲۶ھ؛ التمهید ج ۹ ص ۲۱۳؛ الاسناد کارابن عبد البر ج ۴ ص ۹۹، ۱۰۰؛ التعلیق المنجد ص ۱۳۳ طبع مکتبۃ البشرى، کراچی؛ اتحاف شبرح احیاء العلوم ج ۳ ص ۵۴)۔

ترجمہ:- امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزیؒ اپنی عظیم تصنیف کتاب رفع یدین میں فرماتے ہیں: ”ہم شہروں میں سے کسی ایسے شہر کے بارہ میں نہیں جانتے، جس کے باشندے زمانہ قدیم سے علم کی جانب منسوب ہیں کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً اور محققاً ہر اونچ نیچ میں رفع یدین چھوڑ دیا ہو، سوائے اہل کوفہ کے۔ (وہ سب صرف تکبیر تحریمہ ہی میں ہاتھ اٹھاتے تھے)۔

وہ سب کے سب تارک رفع یدین تھے۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ خیر القرون میں عملی تواثر ترک رفع یدین پر ہی تھا۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: یہ عبارت تمام اہل کوفہ کو شامل ہے۔ پس ہم استقرائی عہدہ سے سبکدوش ہو گئے ہیں (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۰۸ طبع مکتبۃ دارالعلوم، کراچی)۔ ”تو کو ابا جماعہم“ کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ بغیر کسی استثناء کے سارے اہل کوفہ رفع یدین کے ترک پر عامل تھے۔ اس لیے اب تارکین رفع یدین کا نام فرداً فرداً نام شمار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

علامہ ابن رشد مالکی اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں۔ ”اہل کوفہ، امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے“ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۶)۔

حضرت قیس بن ابی حازمؒ

حضرت قیس بن ابی حازم التابعیؒ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

عن اسماعیل قال کان قیس یرفع یدیه اول ما یدخل فی الصلوۃ ثم لا یرفعہما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۴)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں: ”حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد نہیں کھینچتے تھے۔“

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”حضرت قیسؒ افضل التابعین ہیں۔ اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے بھی حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا۔ ان کا مذہب بھی ترک رفع یدین

تھا۔ اگر ترک رفع یدین بالکل معدوم ہوتا اور اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا تو یہ بڑی ہستی جس نے اجلہ صحابہؓ کو دیکھا ہے۔ ہرگز ترک رفع یدین کو پسند نہ کرتی، حالانکہ حق یہی ہے۔ اور اس کا مٹانا قیامت تک ممکن نہیں۔ اگرچہ منکرین ایڑی چوٹی کا زور لگائیں کیونکہ یہ سنت نبوی ہے جو انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گی الخ“ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۳۲ ملخصاً)۔

حضرات اصحاب علیؓ اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ

کوفہ میں پہلے حضرت ابن مسعودؓ اور پھر حضرت علیؓ سے بہت علمی و عملی فیض پھیلا۔ ان حضرات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ذیل میں ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں کے رفع یدین کے بارے میں آثار دیئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کہ انہوں نے بلا وجہ رفع یدین کو ترک کر دیا تھا۔ یقیناً وہ لوگ علم و عمل میں اور تقویٰ طہارت میں ہم سے بہت آگے تھے۔

عن شعبۃ عن ابي اسحق قال: كان اصحاب عبد الله واصحاب علي لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوة. قال وكيع: ثم لا يعودون (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)
حضرت ابو اسحقؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت وکیعؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

غور کیجیے! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے یہ اصحاب و شاگرد جو بظاہر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؓ ہی ہوں گے۔ جن کی تعداد یقیناً ہزاروں سے متجاوز ہوگی جو سب کے سب قرآن کریم کے عطا کردہ اعزاز ”أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ“ اور ”وَاتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ“ سے سرفراز، اسلام کی بزرگ ترین شخصیات، قرآن و حدیث اور شریعت اسلامی کو امت تک پہنچانے والے کیا سنت رسول ﷺ کے ترک پر اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے ان حضرات کا یہ عمل بھی اس بات کی راہنمائی کر رہا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ہی اللہ کے رسول ﷺ کی دائمی سنت ہے۔ پھر شاگردوں کا یہ متفقہ عمل بھی بتا رہا ہے کہ ان کے استاذ یعنی حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی یہی طریقہ تھا۔

حضرت اسود بن یزیدؓ اور حضرت علقمہ بن قیسؓ

عن جابر عن الاسود وعلقمة أنهما كانا يرفعان أيديهما إذا افتتحا ثم لا يعودان. (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)۔

ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؓ اور حضرت علقمہؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ

۱ عن ابراهيم، أنه قال: لا ترفع يديك في شئ من صلواتك بعد المرة الأولى. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة. (كتاب الآثار محمد رقم ۷۳؛ کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۶)
ترجمہ:- حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”تو اپنی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہ کر“۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

۲ حدثنا ابو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم، أنه قال: ”ارفع يديك في التكبيرة الأولى في افتتاح الصلوة، ولا ترفع يديك فيما سواها“۔ (كتاب الآثار لابن يوسف رقم ۹۹)
ترجمہ:- حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نماز کے شروع میں پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے وقت رفع یدین کر۔ اس کے علاوہ نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کر۔

۳ عن حماد، قال: سألت ابراهيم عن ذلك فقال: يرفع يديه أول مرة۔
(مصنف عبد الرزاق رقم ۲۵۳۵)
ترجمہ:- حضرت حمادؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام ابراہیم نخعی سے رفع یدین کے بارے سوال کیا تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نماز میں پہلی مرتبہ ہی رفع یدین کیا جاتا ہے۔“

۴ عن ابراهيم أنه قال لا ترفع الأيدي في شئ من صلواتك بعد المرة الأولى
(جامع المسانيد ج ۱ ص ۳۵۳)۔

ترجمہ:- حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کے بعد کسی جگہ نہ کرو۔
۵ أخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم أنه كان يقول: اذا كبرت في فاتحة الصلوة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي۔ (مصنف ابن أبي شيبة رقم ۲۴۶۰)

ترجمہ:- حضرت حصینؒ اور مغیرہؒ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر۔ پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

۶ عن حصين و مغيرة عن ابراهيم قال: لا ترفع يديك في شئ من الصلوة الا في الافتتاح الأولى۔ (مصنف ابن أبي شيبة رقم ۲۴۶۲)

ترجمہ:- حضرت حصینؓ اور مغیرہؓ، حضرت ابراہیم نخعیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کر۔

۷ حدثنا أحمد بن عبد الله الوكيل ثنا الحسن بن عرفة، ثنا هشيم، عن حصين، وحدثنا الحسين بن اسماعيل، وعثمان بن محمد بن جعفر، قالوا: نأبوسف بن موسى، ناجري، عن حصين بن عبد الرحمن قال: دخلنا على ابراهيم فحدثه عمرو بن مرة قال: صلينا في مسجد الحضرميين فحدثني علقمة بن وائل، عن أبيه أنه رأى رسول الله ﷺ يرفع يديه حين يفتتح الصلاة وإذا ركع وإذا سجد فقال ابراهيم: "ما أرى أبالك رأى رسول الله ﷺ إلا ذلك اليوم الواحد، فحفظ ذلك، وعبد الله لم يحفظ ذلك منه". ثم قال ابراهيم: إنما رفع يدين عند افتتاح الصلاة. لفظ جرير.

(دارقطنی ج ۱ ص ۴۹۳ رقم ۱۱۰۸ طبع نشر السی۔ ملتان؛ آخر جہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۸۱ باب من لم یذکر الرفع الا عند الافتتاح؛ واطبرانی فی الکبیر ج ۲ ص ۱۲ من طریق حصین بہذا الاسناد؛ وآخر جہ ایضاً البخاری فی رفع الیدین رقم ۲۲ من طریق حصین بہ)۔

ترجمہ:- حضرت حصین بن عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ: ہم حضرت امام ابراہیم نخعیؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرو بن مرہؓ نے حضرت ابراہیم نخعیؓ سے بیان کیا کہ ہم نے حضری قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھی۔ تو مجھ سے حضرت علقمہ بن وائلؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے باپ حضرت وائلؓ سے سنا کہ ان کے باپ نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے، جب نماز شروع کرتے، جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے تھے۔ تو حضرت امام ابراہیم نخعیؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تیرے باپ نے اسی ایک دن ہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ تو کیا اس نے یاد کر لیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یاد نہ رکھا؟ پھر حضرت ابراہیم نخعیؓ نے فرمایا: ”بے شک رفع یدین تو صرف نماز کے شروع میں ہی کرنا چاہیے۔“

۸ حضرت عمرو بن مرہؓ نے حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت بیان کی تو حضرت امام ابراہیم نخعیؓ نے فرمایا: ”میں نہیں جانتا کہ شاید حضرت وائل بن حجرؓ نے صرف ایک اسی دن جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور اس رفع یدین کو یاد رکھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے تھے) ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہ رکھا۔“ ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو اٹھاتے تھے۔“ (مولانا محمد رقم اللہ ص ۱۰۷)

۔ میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرتا تو کجا، صحابہ رضی اللہ عنہم و

۹ دوسری روایت میں ہے کہ جب میں نے رفع یدین کی روایت بیان کی تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا: ”عجیب بات ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ جو صرف ایک آدھ دن کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے تو رفع یدین دیکھی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ساری عمر حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔) انہوں نے آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔“ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۹)

۱۰ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے بیان کی تو آپؓ نے فرمایا: ”حضرت وائلؓ نے ایک مرتبہ یہ کرتے دیکھا جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاسوں مرتبہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۸)

۱۱ حضرت امام حمادؓ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حضرت وائل بن حجرؓ ایک دیہاتی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک آدھ دفعہ کے علاوہ کبھی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ کیا وہ (حاضر باش صحابہ رضی اللہ عنہم) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خلفائے راشدینؓ) سے زیادہ بڑے عالم تھے کہ انہوں نے تو رفع یدین کو یاد رکھا اور ان اکابر نے یاد نہ رکھا“ (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

۱۲ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”آپؓ (حضرت وائلؓ) ایک دیہاتی تھے جو اسلام سے پورے واقف نہ تھے۔ آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف ایک نماز ادا کی۔ مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلامی شرائع اور حدود کے پورے عالم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے احوال کی جستجو فرمانے والے تھے۔ آپؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے تھے۔ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں“ (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعین میں مرجع الخلق تھے۔ آپؓ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی نمازیں پڑھتے دیکھا۔ تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کو بھی دیکھا۔ آپؓ خیر القرون کے متعلق چشم دید شہادت دے رہے ہیں کہ نہ کسی کو رفع یدین والی نماز پڑھتے دیکھا، نہ سنا۔ آپؓ رفع یدین کا مسئلہ سن کر نہایت غضبناک ہوتے اور اسے تو اتر عملی کے بالکل خلاف قرار دیتے۔ گویا رفع یدین کی مثال بالکل ایسی تھی

جیسے قرآن پاک کی متواتر قراءت کے خلاف کوئی شاذ قراءت سننے میں آئے تو قابل عمل نہ ہوگی۔

اثر ابو بکر بن عیاشؒ

عن ابی بکر بن عیاشؒ قال: "ما رأیتُ فقیهاً قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرة الأولى" (مخاوی رقم ۱۳۳۲)۔

- ۱ حضرت ابو بکر بن عیاشؒ (پیدائش ۱۰۰ھ، وفات ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: "میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا"
- ۱ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؓ اور تبع تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔
- ۲ نیز ان روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں کسی مسجد میں رفع یدین کرنے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔
- ۳ خلفائے راشدینؓ، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؓ اور تبع تابعین رفع یدین کی روایت کو بالکل متروک العمل سمجھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ

عن سفیان بن مسلم الجہنی قال: کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیء اذا کبر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۶)۔

حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے، جب تکبیر کہتے تھے۔

حضرت عامر الشعبيؒ، حضرت ابوالخنی سبعمی

قال عبد الملك ورأيت الشعبي و ابراهيم و ابا اسحق لا يرفعون أيديهم إلا حين يفتتحون الصلوة (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)۔

حضرت عبد الملك بن ابجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ابوالخنی سبعمیؒ کو دیکھا ہے۔ یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبي أنه كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يرفعهما۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۹)۔

ترجمہ:- ”حضرت امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفعِ یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔“ حضرت امام شعبیؒ وہ جلیل القدر تابعی ہیں جن کو پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

حضرت خثیمہؒ

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة و ابراهيم قال: كانا لا يرفعان ايديهما الا في بدء الصلوة (مصنف ابن ابی شيبه رقم ۲۲۶۲)۔
حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خثیمہؒ اور حضرت ابراہیمؒ نخی رضی اللہ عنہ دونوں رفعِ یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

حضرت امام محمدؒ

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں:

فاما رفع اليدين في الصلوة فانه يرفع اليدين حذو الاذنين في ابتداء الصلوة مرة واحدة. ثم لا يرفع في شيء من الصلوة بعد ذلك. وهذا كله قول ابی حنيفة رحمه الله. وفي ذلك آثار كثيرة. (موطا امام محمدؒ تحت حدیث ۱۰۴ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳؛ مکتبۃ البشری، کراچی)
ترجمہ: رفعِ یدین تو ابتداء نماز میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ایک ہی دفعہ کرے۔ پھر نماز کے کسی حصہ میں بھی رفعِ یدین نہ کرے۔ یہی قول حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اس ترکِ رفعِ یدین کے بارے آثار (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ) بہت ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ

حضرت امام ابو حنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) نے فرمایا: ”کسی فقہ صحابیؒ سے (جن کا فتویٰ دور نبوی میں چلتا رہا) رفعِ یدین بوقتِ رکوع صحت کو نہیں پہنچتی“ (مسند امام اعظمؒ رقم ۹۷)۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: ”عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانے کے عالم تھے۔ اس کے بعد امام شعبیؒ اپنے زمانے کے عالم ہوئے اور اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ۔ یعنی یہ تینوں اپنے اپنے دور میں بے مثال تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کی نظیر میری آنکھوں نے نہیں دیکھی“ (سوفی ج ۲ ص ۵۱)
حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ”مذہب حنفی کی بنیاد عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ، حضرت علیؓ کے فیصلے و فتاویٰ اور قاضی شریحؒ وغیرہ قضاة کوفہ کے فتاویٰ پر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استنباط و استخراج مسائل کیا۔ نیز حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام ابراہیمؒ نخی رضی اللہ عنہ اور ان کے

تلامذہ کے مسلک سے بہت کم انحراف کرتے تھے“ (الانصاف فی سبب الاختلاف)۔
خطیب بغدادی نے یہ روایت نقل کی ہے: ”عباسی خلیفہ ابو جعفرؑ نے امام صاحبؒ سے دریافت کیا کہ آپؒ نے کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردوں سے علم حاصل کیا ہے (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۴)۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کی گئی ہے، وہ فرماتے تھے: ”جس مسئلہ پر حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمد متفق ہو جائیں، تو اس کے خلاف بات نہ سنی جائے کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ قیاس کے زیادہ ماہر ہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ روایت حدیث کے زیادہ عالم ہیں اور حضرت امام محمدؒ عربی زبان کے زیادہ عالم ہیں۔ (العرف الشذی ص ۴۸۷ طبع رحیمیہ، دیوبند)۔ ترکِ رفعِ یدین پر یہ سب حضرات بجمہ اللہ تعالیٰ متفق ہیں۔

تعامل اہل شام

محدث اور فقیہ شام حضرت امام اوزاعیؒ کا مناظرہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے رفعِ یدین کے مسئلہ پر ہوا تھا (مسند امام اعظم رقم ۹۷؛ تفصیل کے لیے دیکھیے ۱۲.۴)۔ حضرت امام اوزاعیؒ اس سے قبل تو رفعِ یدین کے حامی تھے (الاستذکار ج ۲ ص ۱۲۶) مگر پھر اس کو منسوخ سمجھنے لگے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسى قال: يا ابا عمرو ما تقول في رفع الایدی مع كل

تكبيرة وهو قائم في الصلوة قال: ذلك الامر الاول (جزء رفع الایدین للبخاری رقم ۱۰۶)

”حضرت فدیك بن سلیمان ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابو عمرو! آپ رفعِ یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے۔ اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفعِ یدین کو حضرت امام اوزاعیؒ نے امرِ اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ اسی لیے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ شام میں ترکِ رفعِ یدین کے بارے میں فرماتے ہیں: ”یہی حال خمول (گنہگار) رفعِ یدین امام اوزاعیؒ کے زمانہ میں شام میں تھا“ (نیل الفرقدین ص ۱۶۳، ۱۶۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔



رفعِ یدین کا منسوخ ہونا

گذشتہ ابواب میں احادیث مبارکہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں یہ بات بیان کر دی گئی ہے کہ رفعِ یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کرنا ہے۔ اس کے بعد پوری نماز میں کسی جگہ نہیں۔ اس ایک رفعِ یدین کے علاوہ جو قنارۃ رفعِ یدین ہے، وہ منسوخ ہے۔ احناف کے نزدیک ترکِ رفعِ یدین ہی سنتِ صحیحہ مستمرہ (دائم) ہے۔ نماز میں پہلے کئی جگہ رفعِ یدین تھا جو آہستہ آہستہ متروک ہو کر صرف نماز کے شروع میں باقی رہ گیا۔ ہم لوگ عدمِ رفعِ یدین کے قائل نہیں ہیں کہ نماز میں مطلقاً نفی کرتے ہیں تاکہ ہمیں یہ الزام دیا جاسکے کہ احادیث میں رفعِ یدین کا ثبوت ہے اور ثبوت کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے بلکہ احناف ایک وقت تک رفعِ یدین کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے متروک ہونے کے قائل ہیں کیونکہ ترکِ فعل کی فرع ہے۔ فعل پہلے ہوتا ہے اور ترک بعد میں ہوتا ہے۔ گویا رفعِ یدین اور ترکِ رفعِ یدین دونوں ان کے علم میں ہیں۔ لہذا علم کا زیادہ ہونا انہیں کے ساتھ ہے اور ترجیح ہمیشہ مثبت زیادت ہی کو ہوتی ہے۔ اس لیے انہی کی بات کو ترجیح ہے کہ پہلے نماز میں کئی جگہ رفعِ یدین تھا جو آہستہ آہستہ متروک ہو کر صرف نماز کے شروع میں باقی رہ گیا۔ لہذا احادیث رفعِ یدین اور ترکِ رفعِ یدین میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ احادیث رفعِ یدین پہلے کی ہیں اور احادیث ترکِ رفعِ یدین بعد کی ہیں۔ اس لیے انہی پر عمل کیا جائے گا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں:

لما أن رفع الیدین کان مشروعاً فی اول الاسلام، ثم نسخ شیئاً فشیئاً الا فی

الافتتاح۔ (تقریب ترمذی ص ۳۹ طبع الالاف اینڈ سنز، کراچی)

ترجمہ:- رفعِ یدین اسلام کے شروع کے زمانہ میں مشروع تھا۔ پھر آہستہ آہستہ منسوخ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ صرف تکبیر تحریمہ والا رفعِ یدین باقی رہ گیا۔

دوامِ رفعِ یدین کی کوئی دلیل نہیں ہے

رفعِ یدین کا دوام کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز میں

آخر عمر تک رفعِ یدین کیا ہو۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ بہت ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے آمین بالجہر کی طرح کبھی کبھار رفعِ یدین کیا ہو۔ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے ادلہ کاملہ میں غیر مقلدین سے جواب میں دوامِ رفعِ یدین کی دلیل طلب کی ہے کیونکہ اس کے بغیر مدعی ثابت نہیں ہو سکتا: ”آپ ہم سے رفعِ یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو دربارہٴ عدمِ رفع، نص صریح بھی ہو۔ ہم آپ سے دوامِ رفعِ یدین کی نص صریح، متفق علیہ، کے طالب ہیں۔ اگر ہو تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جائیے ورنہ کچھ تو شرمائیے۔“ (ادلہ کاملہ ص ۳۵)

رفعِ یدین کے آخری عمل ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے

اس بات کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ رفعِ یدین جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل تھا اور ترکِ رفعِ یدین پہلا عمل تھا۔ اگر ایسی دلیل ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ پہلے رفعِ یدین نہیں تھا، بعد میں بڑھایا گیا۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے ادلہ کاملہ میں غیر مقلدین سے رفعِ یدین کے آخری عمل ہونے کی دلیل طلب فرمائی ہے، جسے آج تک کوئی پیش نہیں کر سکا، نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکتا ہے۔ اور دلیل میں گنجائش رکھی ہے کہ نص صریح، حدیث متفق علیہ ہونا ہی ضروری نہیں ہے۔ قابلِ استدلال روایت سی، اگرچہ وہ حسنِ لغیرہ کے درجہ کی ہو، یہ بات ثابت کی جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

”اور یہ بھی نہ ہو تو آپ آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں کسی نص سے آپ ﷺ کا رفعِ یدین ثابت کیجیے۔ اور دس کی جگہ بیس لیجیے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجیے! زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے، چہ جائے کہ متفق علیہ ہو۔“

(ادلہ کاملہ ص ۳۵)

ممنوعِ حدیث کون ہے؟

جب رفعِ یدین کا نہ دوام ثابت ہے، نہ آخری عمل ہونا ثابت ہے اور نسخِ رفعِ یدین کے قرائن موجود ہیں تو بتائیے کہ منسوخ حدیثوں پر عمل کرنے والا حدیث کی پیروی کرنے والا کہلائے گا، یا ناسخ اور معمول بہا حدیثوں پر عمل کرنے والا ممنوعِ سنت نبوی ہوگا؟ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے ادلہ کاملہ میں غیر مقلدین سے یہ سوال کیا ہے:

”اگر اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اب قبیح حدیث و سنت

کون ہے؟ آپ یا ہم؟“ (ادلہ کاملہ ص ۳۵)۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

حضرت امام طحاویؒ، شیخ ابن الہمامؒ اور علامہ عینیؒ جو رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسن ظن ہے کیونکہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم (مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت علیؓ) نے رفع یدین کی احادیث روایت کی ہیں۔ وہ خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ اب اگر رفع یدین سنت مؤکدہ یا واجب ہوتی تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود حدیث روایت کرنے کے تارکِ سنت کیوں تھے؟ اور تارکِ سنت کی تو روایت ہی مقبول نہیں۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ سوء ظن درست نہیں کہ وہ سنت کو روایت کر کے پھر اس پر عمل نہ کر کے لم تقولون مالا تفعلون کے مصداق بنے بلکہ ان سے حسن ظن رکھا جائے گا کہ ان کو جس طرح ثبوت رفع یدین کا علم تھا۔ اس کے نسخ کا بھی علم تھا اور ان کا عمل اس نسخ کا مؤید تھا۔ (التعلیق الممتجد ص ۱۳۵، ۱۳۶ ملخصاً)

حضرت شیخ الہندؒ نے جو رفع یدین کے منسوخ اور ترکِ رفع یدین کے دوام کا فرمایا ہے۔ اس کے کئی دلائل ہیں۔ جن میں سے کچھ یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

نماز میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کی واضح دلیل

روایات کا جائزہ لینے سے یہ بات صراحت سے معلوم ہوتی ہے کہ پہلے نماز میں بہت سے امور جائز تھے، جو بعد میں ختم کر دیئے گئے۔ ابوداؤد (رقم ۵۰۶) میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے، جس میں نماز میں تین تغیرات کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے مسبوق جب آتا تھا تو کسی نمازی سے پوچھ لیتا تھا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں؟ پھر وہ فوت شدہ رکعتوں کو پڑھ کر نماز میں شریک ہوتا تھا۔ اسی طرح پہلے نماز میں سلام کا جواب دینا جائز تھا۔ پھر جب آیت: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ۔ (البقرة: ۲۳۸)، [تمام] نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کا۔ اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو] نازل ہوئی تو نماز میں بولنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اسی طرح پہلے دورانِ نماز سلام کا اشارہ سے جواب دینا جائز تھا۔ مسجد ضرار کے قیسے میں جب جناب رسول اللہ ﷺ قبا کی مسجد میں تشریف لے گئے تھے تو اہل قبا میں سے جو بھی آتا حضور ﷺ کو سلام کرتا تھا۔ آپ ﷺ نماز پڑھتے ہوئے اشارہ سے ان کو جواب دیتے تھے۔

اسی طرح نماز میں ایک تبدیلی یہ ہوئی کہ ایک وقت تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو سلام کے وقت دونوں ہاتھوں کے ساتھ دائیں بائیں اشارہ بھی کرتے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرمادیا اور ہاتھوں سے اشارہ کیے بغیر صرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہؓ کی مرفوع حدیث جو مسلم شریف (ج ۱ ص ۱۸۱) میں ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: ”ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو“ (مسلم رقم ۹۷۰)۔ دوسری حدیث کی دوسری روایت جس کے آخر میں الفاظ یہ ہیں: اذا سلم أحدکم فلیتفت الی صاحبه ولا یؤمی بیدہ۔ (مسلم رقم ۹۷۱)۔ تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کرے۔ (اور صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

دیکھیے! اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز باجماعت میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سلام کے وقت ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرنا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا اس سے منع فرمانا مذکور ہے لیکن جب تک رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ اس وقت تک انہیں آپ ﷺ کی خاموش تائید حاصل تھی کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کو نماز میں اپنے پیچھے بھی دکھائی دیتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیچھے نماز میں سکون کے ساتھ کھڑے ہوا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سلام کے وقت ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرنا ایک دن بھی مخفی نہیں رہا لیکن جب تک آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا تو اسے آپ ﷺ کی خاموش تائید حاصل رہی جس کی بنا پر اسے کم از کم مباح قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب اس سے منع فرمایا تو سرکش گھوڑوں کی دُموں کے ساتھ تشبیہ دے کر اس سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کیے جانے والے کسی مباح عمل سے روکنے کے لیے کسی قسم کی ناپسندیدہ تشبیہ دے کر اس سے روکنا اس کی توہین و تحقیر نہیں ہے۔ کیونکہ جب روکنا ہی طے پایا تو کسی لفظ سے بھی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے آگے چل کر جب باقی مواقع میں رفع یدین سے روکنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے لیے بھی یہی انداز اختیار فرمایا گیا جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس

تشریف لائے۔ ہمیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر استفہامِ انکاری کے پیرائے میں اس سے منع فرمایا اور نماز میں سکون کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُوسٍ؛ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ"۔

(صحیح مسلم: الأمر بالسكون في الصلاة رقم ۹۶۸ واللفظ: سنن نسائی رقم ۱۱۶۵؛ ابوداؤد رقم ۱۰۰۰؛ طحاوی رقم ۲۵۶۹؛ مسند احمد رقم ۲۰۳۶۲، ۲۰۳۵۰، ۲۰۴۵۶، ۲۰۵۲۲؛ جزء رفع یدین بخاری رقم ۳۷)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا بات ہے! میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے تین مختلف انداز سے نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے:

۱۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ”مَالِي أَرَاكُمْ“ جو استفہامِ انکاری کے لیے ہے۔ جس کا مطلب سوال کے پیرائے میں کسی کام سے روکنا ہوتا ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ”كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُوسٍ“ اس میں ہاتھوں کو گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ دے کر نماز میں رفع یدین کے ناپسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

۳۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ اس میں صراحت کے ساتھ نماز میں سکون سے رہنے کا حکم ہے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے: ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ جو کہ نماز میں سکون کو واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نماز میں رفع یدین سکون کے منافی ہے (اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۶)۔

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ“ یعنی تکبیر تحریم کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کا اندرون ہے۔ اس کو ”فِي الصَّلَاةِ“ کہتے ہیں۔ نماز کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔ اس رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو خلاف سکون بھی فرمایا۔ اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔ مسلم شریف کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع

یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔

مکہ مکرمہ کے مشہور محدث شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”رواہ مسلم و یفید النسخ“ (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۸)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین چھوڑ چکے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چھوڑ چکے تھے۔ ہاں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم لاعلمی کی وجہ سے کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو سختی سے ڈانٹ کر روک دیا۔ چنانچہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم رک گئے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؒ کی روایت (ابوداؤد رقم ۷۲۸) میں آیا ہے کہ جب آپؐ دوبارہ تشریف لائے تو بلا استثناء سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پایا اور جیسا کہ میمون بنی کی روایت (ابوداؤد رقم ۷۳۹) سے پتہ چلا کہ صحابہ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ رفع یدین کے تارک تھے۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: ”میں نے نہ کسی صحابیؒ کو رفع یدین کرتے دیکھا، نہ سنا“ (موطا امام محمد رقم ۱۰۷) بلکہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے تو اس حدیث کے موافق ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے بعد انتقالات میں رفع یدین کئی حدیثوں میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ نے اسے ترک فرمایا۔ اس کے بعد بھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو اسے منسوخ کیا اور اس سے منع فرمایا۔ اس پر تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہؓ (صحیح مسلم: رقم ۹۶۸) کی حدیث دلالت کرتی ہے، ”بذل النہود ج ۲ ص ۲۸۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی“

اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری حدیث ہے: ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دمیوں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو۔“

ان دونوں حدیثوں میں چونکہ ”کأنتما أذناب خیل شمس“ فقرہ آگیا ہے۔ غالباً اس سے

ان حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جو شخص ان دونوں حدیثوں کے سیاق پر غور کرے گا۔ اسے یہ سمجھنے میں قطعاً دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ ان دونوں کا مضمون ایک دوسری سے یکسر مختلف ہے۔

۱۔ پہلی حدیث میں ہے کہ ہم اپنی نماز میں مشغول تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ دوسری حدیث میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔

۲۔ پہلی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے پر نکیر فرمائی۔

۳۔ پہلی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کا طریقہ بتایا۔

۴۔ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی دوسرے واقعے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے۔ دوسری حدیث کے راوی پہلے واقعے سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ اس لیے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے، الگ الگ قصہ ہے، الگ الگ حکم ہے۔ ایک ہی واقعے سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دے لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۶)۔

اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں حدیثوں کی شانِ ورود ایک ہے تب بھی یہ مسئلہ اصول ہے کہ خاص واقعے کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے بجائے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے ہر صاحبِ فہم سمجھے گا کہ رفع یدین سکون کے منافی ہے اور آپ ﷺ نے اسے ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ جب بوقتِ سلام رفع یدین کو سکون کے منافی سمجھا گیا، حالانکہ وہ نماز سے خروج کی حالت ہے، تو نماز کے عین وسط میں سکون کی ضرورت اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی۔ اس لیے یہ روایت علاوہ دیگر قرائن کے نسخ کی واضح دلیل ہے (دیکھیے باب ۴، عنوان نمبر ۵)۔

نماز میں بتدریج رفع یدین کا ختم ہونا

پہلے نماز میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کیا جاتا تھا۔ پھر بتدریج اس کو ختم کیا گیا اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔ لہذا جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع یدین ہے۔ اگر

احادیث کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل مقامات میں رفعِ یدین کا ذکر ملتا ہے۔

رفعِ یدین کے مقامات کا ذکر

۱۔ بعض روایات میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث ابن مسعود، نسائی

رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸؛ حدیث وائل بن حجر: ابوداؤد رقم ۷۲۵، ”يُزْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ“ ای:

تکبیرۃ الافتتاح، بذل المجہود ج ۴ ص ۲۹۰)

۲۔ بعض روایات میں رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث ابن عمر مؤطا مالک رقم ۲۰۵، ۲۰۰)

۳۔ بعض روایات میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے

(حدیث ابن عمر بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۶)

۴۔ بعض روایات میں سجدے کو جاتے ہوئے بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث مالک بن الحویرث نسائی ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۷۲، رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۱۴۳)

۵۔ بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث ابن عباس ابوداؤد ص ۱۰۸ رقم ۷۴۰؛ حدیث مالک بن الحویرث نسائی ج ۱ ص ۱۷۲، رقم ۱۱۴۳)

۶۔ بعض روایات میں دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث وائل بن حجر: ”وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ“ ابوداؤد رقم ۷۲۳)

۷۔ بعض روایات میں تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث ابن عمر بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۹، ”وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ“؛ حدیث ابو

حمید الساعدی ابوداؤد رقم ۷۳۰، ترمذی رقم ۳۰۴ ”ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَثَّرَ وَرَفَعَ“؛ حدیث

ابو ہریرہ ابوداؤد ص ۱۰۸ رقم ۷۳۸، حدیث ابن عمر ابوداؤد ص ۱۰۹ رقم ۷۴۱، ۷۴۳؛ حدیث علی ابوداؤد ص

۱۰۹، ۱۱۱، رقم ۷۴۴)

۸۔ بعض روایات میں ہر اونچ نیچ (عند کل خفض و رفع) کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً

حدیث عمیر بن حبیب: ابن ماجہ ص ۶۲ رقم ۸۶۱ ”يُزْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرٍ“؛

حدیث ابن عباس: ابن ماجہ رقم ۸۶۵)۔

حضرات غیر مقلدین میں سے مولانا ابو حفص عثمانی نے ”فضل الودود فی تحقیق رفعِ یدین

للسجود“ اور ابو محمد عبد الحق البہاشمی نے ”فضل الودود فی تحقیق رفعِ یدین للسجود“ نے اس

مسئلہ پر رسائل لکھے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین کی مرکزی اور مسلمہ کتاب فتاویٰ علمائے حدیث

(ج ۴ ص ۳۰۶) میں ہے:

”سجدوں کے وقت رفع یدین کی حدیث بلا شک صحیح ہے“ الخ۔

سجدوں کے وقت رفع الیدین کی کچھ مسزید احادیث

۱۔ أخبرنا محمد بن المثنیٰ، قال: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَوَتِهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ۔ (صحیح نسائی باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۵؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

حضرت مالک بن الحویرثؒ فرماتے ہیں کہ: ”انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز کے شروع میں، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر، رفع یدین کرتے دیکھا“۔

۲۔ عن مالک بن الحویرث: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ؛ كُلُّهُ يَعْنِي: رَفَعَ يَدَيْهِ (صحیح نسائی، رقم الحدیث ۱۱۴۳؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

اس حدیث میں ”جب سجدہ کرتے“ سے دونوں سجدے مراد ہیں۔ اور ”جب سجدہ سے سر اٹھاتے“ سے دونوں سے سر اٹھانا مراد ہے۔ اس طرح دو سجدوں میں چار دفعہ رفع یدین ثابت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: بہت زیادہ صحیح روایت جس پر میں مطلع ہوا ہوں وہ ہے جو نسائی نے روایت کی ہے جس میں رفع یدین فی السجود کا ذکر ہے۔ اور سعید بن ابی عروبہ اس کے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ ہمام عن قتادہ اس کے متابع ہیں۔ اس کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹ طبع دار السلام، ریاض)۔

مشہور غیر مقلد علامہ البانیؒ فرماتے ہیں: ”وہی عند النسائی ایضاً (۱۵۸/۱) وزاد فی رواية له (۱۶۵/۱): وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ۔ وسنده صحيح“ (مشکوٰۃ بتحقیق البانی ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۷۹۵)۔ نسائی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ ”اور جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے اور جب آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے“۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

علامہ البانی ”دوسجدوں میں رفع یدین کی احادیث پر بحث کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں: ”امام نسائی، امام احمد اور امام ابن حزم نے مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر کی فتح الباری میں ہے“ (تمام المئذ ص ۱۷۲)۔

نیز فرماتے ہیں: رفع الیدین سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اس میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ جن کی تخریج میں نے اپنی کتاب التعليقات الجیاد میں کی ہے۔ ان میں سے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث بھی ہے۔ (تمام المئذ ص ۱۷۲)

۳۔ عن أنس أن النبي ﷺ كان يرفع يديه في الركوع والسجود۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۰ رقم ۲۵۸۵، وقال رواه أبو يعلى ورجال رجال الصحيح)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

۴۔ عن ابن عمر أن النبي ﷺ كان يرفع يديه عند التكبير للركوع وعند التكبير حين يهوى

ساجداً۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۵۹۰، وقال رواه الطبرانی في الأوسط وصححه الشيخ علاء الدين السبكي للشيخ د. اسناد صحيح)۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع کے لیے تکبیر کہتے وقت اور سجدے کے لیے جھکتے وقت تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔

۵۔ عن أبي هريرة قال رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه في الصلوة حذو منكبيه حين يفتتح الصلوة، وحين يركع، وحين يسجد۔

(رواه ابن ماجه رقم ۸۶۰؛ ورواه كلهم ثقات الا اسماعيل بن عياش، وهو صدوق، وفي روايته عن غير

الشاميين كلام: آثار السنن ص ۱۵۱ طبع مكتبة البشرى، كراچی)۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں افتتاح صلوٰۃ، رکوع کے وقت اور سجدہ کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے دیکھا۔

۶۔ عن وائل بن حجر، قال صليت مع رسول الله ﷺ فكان اذا كبر رفع يديه.... واذا اراد

أن يركع أخرج يديه ثم رفعهما..... واذا رفع رأسه من السجود أيضاً رفع يديه۔

(ابوداؤد رقم ۷۲۳؛ الجوهري في ج ۲ ص ۱۳۷۔ هذا سند صحيح، خزائن السنن ص ۳۵۸)۔

اس حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ

فرماتے ہیں: ”وزاد ابوداؤد فی روایتہ: واذا رفع رأسه من السجود أيضاً رفع يديه۔

وسندہ صحيح على شرط مسلم كما حققته في ”صحيحه“ (۷۱۴)“

(تعلیقات الالبانی علی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۹ حاشیہ حدیث نمبر ۷۹۷)

۷۔ مسند ابو عوانہ (ج ۱ ص ۳۳۶ رقم ۱۲۶۳۔ طبع بیروت) کی روایت میں ہے: ”كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ أَدْنَاهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ۔“ ”رکوع اور سجدے میں رفع یدین کرتے تھے۔“
 بہت سے محدثین بھی عند السجدة رفع یدین کے قائل تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”وقال ابوبکر ابن المنذر وابو علی الطبریؒ من اصحابنا وبعض اهل الحديث يستحب ايضا في السجود“ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

ابن رشد لکھتے ہیں: وذهب بعض اهل الحديث الى رفعهما عند السجود وعند الرفع منه (بداية المجتهد ج ۱ ص ۱۲۹)۔

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں: ”وكان احيانا يرفع يديه اذا سجد“ (صفة صلوة النبي ﷺ ص ۱۲۱)۔ اور کبھی رفع یدین سجدہ کرتے وقت بھی کرتے تھے۔

اس پر حاشیہ نمبر ۵ لگا کر لکھتے ہیں: اس حدیث کی تخریج نسائی، دارقطنی اور المخلص فی الفوائد (۲/۲) میں دوسندوں سے کی ہے۔ اور یہ رفع یدین دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اس کی مشروعیت کی طرف سلف میں سے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، طاؤسؒ رضی اللہ عنہ اور اس کا بیٹا عبداللہؒ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمدؓ، عبداللہ بن دینارؒ اور عطاءؒ اس کے قائل ہو گئے ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی نے کہا ہے کہ سنت میں سے ہے۔ اور اس پر امام احمد بن حنبل نے عمل کیا ہے اور ایک قول امام مالک اور شافعی کا بھی ہے (صفة صلوة النبي ﷺ ص ۱۲۱)۔

شعبہ:۔ امام ابوداؤدؒ نے کہا ہے: ”ہم نے عند السجدة رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ عبدالوارث بن سعیدؒ نے کیا ہے۔“

جواب:۔ عبدالوارث بن سعیدؒ بھی توثیق اور ثبت ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے: ”الحافظ الثبت۔ وقال لم يتأخر عنه أحد لا تقانه ودينه“ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۷)

تہذیب التہذیب میں ہے۔ ”كان يحيى بن سعيدؒ يثبتہ۔ فاذا خالفه احد من اصحابہ قال ما قال عبدالوارث۔ وقال معاوية بن صالحؒ قلت ليحيى بن معينؒ من أثبت شيوخ البصريين، فقال: عبدالوارث۔ وقال ابو زرعة: ثقة۔ وقال أبو حاتم: هو أثبت من حماد بن سلمةؒ۔ وقال النسائي: ثقة، ثبت۔ وقال ابن سعد: ثقة، حجة۔ وقال ابن حبان: متقن في الحديث۔ ووثقه ابن النديمؒ والعجلؒ وغير واحد“

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۴۳) قال البخاري: لان هذه زيادة في الفعل والزيادة مقبولة اذا

ثبت (جزء رفع الیدین رقم ۸۳)، و الزیادة الفعل و زیادة الثقة مقبولة (جزء رفع یدین رقم ۱۰۲)

سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد

سجدہ کی تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین ہے

ہر رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین کی احادیث میں اگرچہ پہلے سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی ہے۔ مگر چونکہ عام طور پر علماء کرام اس کا ذکر نہیں کرتے اور ویسے بھی ایک حالت میں یعنی قومہ میں دو مرتبہ رفع یدین ہو جاتا ہے۔ اس لیے ذہن اس کی طرف جلدی سے منتقل نہیں ہوتا۔ علامہ البانیؒ نے بالقصد اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”سجدہ کی طرف جھکتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین تو اس میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث کثیرہ مروی ہیں جن کی تخریج میں نے اپنی کتاب التعلیقات الجیاد میں کی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت مالک بن الحویرثؒ کی حدیث ہے“ (تمام المص ۱۷۲)۔

علامہ البانیؒ نے اپنی کتاب ”اصل صلوٰۃ النبی“ میں سجدوں میں چار مرتبہ رفع یدین کی باقاعدہ تصویر کشی کی ہے۔ چنانچہ پہلے سجدہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”پھر جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے اور سجدہ کے لیے جھکتے اور کبھی اس وقت رفع یدین بھی کرتے جیسا کہ دو صحیح سندوں کے ساتھ نسائی، دارقطنی اور اخص فی الفوائد میں ہے“۔

(اصل صلوٰۃ النبی ص ۷۰۶؛ صلوٰۃ النبی ص ۱۲۱ واللفظ لہ)

پھر علامہ البانیؒ اپنی کتاب صلوٰۃ النبی کے حاشیہ میں اس موقع کے رفع یدین کے قائلین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ رفع یدین دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یعنی سرفوعا۔ سلف کی ایک جماعت اس کی مشروعیت کی قائل ہے۔ ان میں سے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ بھی ہیں۔ محدث عبد الرحمن بن مہدیؒ نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی اس پر عمل ہے۔ حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے (صلوٰۃ النبی ص ۱۲۱)۔

دو سجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی دو مرتبہ رفع یدین ہے

قومہ کی طرح جلسہ میں بھی دو مرتبہ رفع یدین ہے۔ ایک مرتبہ پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر اور دوسری مرتبہ دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے۔ اور اسی طرح دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے

بھی۔ سجدوں میں رفع یدین کی یہی تفصیل ہے اور ہر رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین اسی طرح بنتا ہے۔ علامہ البانی ”رفع یدین بین السجدتین پر عمل کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دو سجدوں کے درمیان رفع یدین سلف کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔ ان میں سے حضرت انسؓ بلکہ خود حضرت ابن عمرؓ بھی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزمؒ نے نافع کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ سجدہ کے وقت اور دو رکعتوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ اس کی سند قوی ہے۔ امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں سالم کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد عبداللہ بن عمرؓ جب سجدہ سے سر اٹھاتے اور جب کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس سنت پر امام احمدؒ کا عمل ہے جیسا کہ الاثرؒ نے روایت کیا ہے۔ امام شافعیؒ کا ایک قول بھی یہی ہے اور علامہ ابن حزمؒ کا مذہب ہے۔“ (تمام المزمع ص ۱۷۲، ۱۷۳)

علامہ البانیؒ نے ”صفة صلوٰۃ النبی“ میں سجدوں میں رفع یدین کا تفصیلاً بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے۔ البخاری جزء رفع یدین؛ ابوداؤد بسند صحیح۔ ابو عوانہ و ابوداؤد بسندین صحیحین۔ (اصل صفة صلوٰۃ النبی ص ۷۹۸؛ صفة صلوٰۃ النبی ص ۱۲۳) آگے دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں چلے جاتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے۔“ (اصل صفة صلوٰۃ النبی ص ۸۱۵؛ صفة صلوٰۃ النبی ص ۱۳۵)۔

یہ اور اس کے اوپر کار رفع یدین جلسہ کی حالت میں ہے۔ پہلا پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر اور دوسرا دوسرے سجدہ میں جاتے وقت۔ آگے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے اور کبھی رفع یدین بھی کرتے۔“ ابو عوانہ و ابوداؤد بسندین صحیحین۔ (اصل صفة صلوٰۃ النبی ص ۸۱۵؛ صفة صلوٰۃ النبی ص ۱۳۶)

سجدوں میں رفع یدین کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ رکوع کے بعد سجدہ کی طرف جھکتے وقت تکبیر کے ساتھ جو سمع اللہ لمن حمدہ کے علاوہ ہے۔

۲۔ سجدہ سے سر اٹھا کر۔

۳۔ دوسرے سجدہ میں جاتے وقت۔

۴۔ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر۔

دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین

پہلی رکعت کے شروع میں تکبیر تحریرہ کے ساتھ سب کے نزدیک رفع یدین ہے اور تیسری رکعت کے شروع میں بھی بعض کے نزدیک رفع یدین ہے۔ علامہ البانیؒ نے چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے تیسری رکعت کی طرف اٹھتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے اور جب چوتھی رکعت کی طرف کھڑے ہونے کا ارادہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے“۔ ابو عوانہ والنسائی بسند صحیح (اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۹۵۲؛ صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۵۸)۔

علامہ البانیؒ نے اس عبارت میں تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ علامہ البانیؒ کے کلام میں چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کی صراحت بڑی واضح ہے۔ عام محدثین نے اس کو صراحتاً بیان نہیں کیا۔ مگر الفاظ حدیث کا تقاضا یہی ہے اور بعض مصنفین کے کلام میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے مگر اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ہونا چاہیے۔ اگرچہ علامہ البانیؒ یا کسی اور نے اس کی تصریح نہیں کی۔

علامہ البانیؒ نے چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کے لیے حضرت مالک بن الحویرثؒ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو سنن نسائی اور صحیح ابو عوانہ میں ہے (وقال: بسند صحیح۔ اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۹۵۲)۔ مگر اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کے لیے صریح ہو مگر یہ کہ انہوں نے حدیث کے الفاظ واذا رفع رأسه من السجود حتی یحاذی بہما فروغ اذنیہ سے چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین پر استدلال کیا ہو۔ لیکن اس لفظ کی جتنی دلالت چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین پر ہے خصوصاً چار رکعت والی نماز کی تین رکعات کے شروع میں تو رفع یدین ہو اور ایک کے بعد دوسری رکعت کے شروع میں نہ ہو۔ آخر کوئی وجہ فرق تو ضرور ہونی چاہیے۔ اسی لیے علامہ نوویؒ نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کو حدیث مالک بن الحویرثؒ کا تقاضا قرار دیا ہے چنانچہ وہ بعض شوافع کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جب بھی دوسرے سجدہ سے اور تشہد سے کھڑا ہو تو رفع یدین مستحب ہے۔ سنن نسائی میں حضرت مالک بن الحویرثؒ کی مرفوع حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے“

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۴۷)۔

دیکھیے! اس عبارت میں علامہ نوویؒ نے دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع

یدین کو حدیث مالک بن الحویرثؒ کا تقاضا قرار دیا ہے۔ مگر ان کے پیش نظر بھی حدیث کے یہی الفاظ ہیں: **وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهَا فَرْعَ أُذُنَيْهِ**۔ لیکن اس مقصد کے لیے حدیث کے ان الفاظ کی نسبت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے الفاظ زیادہ صریح ہیں۔ حضرت امام طحاویؒ شرح مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم، حدثنا نصر بن علي الجهضمي، حدثنا عبد الأعلى بن عبد الأعلى، عن عبيد الله، عن نافع، عن ابن عمر: **أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفِضٍ، وَرَفْعٍ، وَرُكُوعٍ، وَسُجُودٍ، وَقِيَامٍ، وَقَعُودٍ بَيْنَ السُّجُودَتَيْنِ، وَيَزَعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ** (تخذه الأخير بترتيب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۰ طبع رياض)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر خفص و رفع، رکوع و سجود، قیام و قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔“
حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۸۹) میں فرماتے ہیں:

”روى الطحاوى حديث الباب فى مشكله من طريق نصر بن على عن عبد الأعلى بلفظ: **كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفِضٍ وَرَفْعٍ، وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ، وَقِيَامٍ وَقَعُودٍ وَبَيْنَ السُّجُودَتَيْنِ، وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ**۔ وهذه رواية شاذة۔“
(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹)۔

یعنی امام طحاویؒ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں بیان کیا ہے: ”آپ ﷺ ہر خفص و رفع، رکوع و سجود، قیام و قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔“

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اور اس میں سجدوں میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ جبکہ ان سے سجدوں میں رفع یدین کی نفی بھی منقول ہے۔ شاید اسی لیے حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: **وكان هذا الحديث من رواية نافع شاذاً لما رواه عبيد الله** اور شاید اسی لیے حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری (ج ۲ ص ۲۸۹) میں اسے شاذ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے تمام رواة ثقات ہیں۔ اور امام ابن حزمؒ اور امام ابن القطانؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (طرح القریب ج ۲ ص ۲۶۲)۔ علامہ البانیؒ اسی حدیث کے بارے لکھتے ہیں: ”اس کی سند صحیح ہے اور حضرت انسؓ کی حدیث اس کے لیے شاہد ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے

تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ارواء الغلیل ج ۲ ص ۶۷، ۶۸)

مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاہ کُرّی تحقیق

مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاہ کُرّی دین کی بحث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”پھر نماز کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کی احادیث ثابت ہیں: (یعنی) سجدوں میں جاتے وقت، دونوں سجدوں کے درمیان اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت۔ بروایت احمد حضرت وائل بن حجرؒ کی حدیث میں ہے: کَلِمَا كَبَّرَ وَرَفَعَ وَوَضَعَ وَبَدَأَ السَّجْدَتَيْنِ۔“ جب بھی آپ ﷺ تکبیر کہتے اور سر اٹھاتے اور سر جھکاتے اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔“ اور بروایت امام طحاویؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: كَانِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ وَبَدَأِ السَّجْدَتَيْنِ۔“ آپ ﷺ ہر خفض و رفع، رکوع و سجود، قیام و قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔“ (ترمذی مع حاشیہ احمد محمد شاہ ج ۲ ص ۴۱)۔

علامہ احمد محمد شاہ کُرّی نے اس عبارت میں چار رکعات کی نماز میں چھبیس یا اٹھائیس مرتبہ رفع یدین کے اثبات کے لیے دو حدیثیں پیش کی ہیں اور دونوں اپنے مدلول میں کامل و مکمل ہیں۔ پہلی حدیث حضرت وائل بن حجرؒ کی ہے۔ اس کے پہلے لفظ ”كَلِمَا كَبَّرَ“ میں بائیس تکبیروں کے ساتھ بائیس مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور دوسرے لفظ: ”وَرَفَعَ وَوَضَعَ“ میں سر جھکانا اور سر اٹھانا مراد ہے جو ہر رکعت میں تین مرتبہ جھکتا اور اٹھتا ہے:

۱۔ رکوع میں جاتے ہوئے

۲۔ پہلے سجدہ میں جاتے وقت

۳۔ دوسرے سجدہ میں جاتے وقت

یہ تین مرتبہ تو جھکتا ہے اور پھر انہی تین مواقع میں تین مرتبہ اٹھتا ہے تو ان دو لفظوں میں ایک رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین کا اثبات ہے اور ”رفع“ کا لفظ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کی طرف قیام پر بھی صادق آتا ہے اس طرح چھبیس یا اٹھائیس مرتبہ رفع یدین ثابت ہوا اور اس حدیث میں ”وَبَدَأَ السَّجْدَتَيْنِ“ ہے جو دو سجدوں میں رفع یدین کی مزید تاکید کے لیے ہے۔

اسی طرح حدیث ابن عمرؓ میں مزید توضیح کی گئی ہے: فی کل خفض و رفع یں چار رکعت کی نماز میں چھبیس یا اٹھائیس مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا

ہے۔ دوسری قسم کے الفاظ ”ورکوع وسجود“ میں رکوع کی طرح سجدوں میں بھی رفع یدین کی تصریح ہے اور تیسری قسم کے الفاظ: وقیام وقعود میں چاروں رکعتوں کے شروع میں، رکوع اور قومہ میں رفع یدین کا ذکر ہے جسے ”قیام“ کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سجدوں اور جلسوں میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ جسے ”وقعود“ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ”وبین السجدتین“ میں مزید اسی کی تائید ہے۔ یہ چاروں رکعتوں کے شروع میں، سجدوں کے آگے، پیچھے اور درمیان میں رفع یدین کے لیے تمام احادیث سے زیادہ صریح ہے۔

چار رکعت نماز میں ۲۶ یا ۲۸ مرتبہ رفع یدین

حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، جو صحیح السند، مقرون بالشواہد ہے، سے ہر رکعت میں چھ یا سات مرتبہ رفع یدین ثابت ہے۔ سجدوں میں بھی اور دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی۔ چھ یا سات مرتبہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں جو لوگ جلسہ استراحت کے قائل ہیں وہ جلسہ استراحت میں بھی رفع یدین کریں گے اور جلسہ استراحت سے کھڑے ہو کر بھی، اور تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کریں گے۔ اس طرح ہر رکعت میں سات مرتبہ رفع یدین ہوگا۔ جو لوگ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں اور ہر خفض اور رفع میں رفع یدین کے قائل ہیں۔ وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو کر رفع یدین کریں گے۔ اس طرح ہر رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین ہوگا۔ اس حدیث میں دونوں احتمال ہیں۔

حضرت مولانا فقیر اللہ اپنی کتاب ”نماز میں بتدریج ترک رفع یدین“ میں فرماتے ہیں: ”مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اپنی تقریروں اور تحریروں میں چار رکعات کی نماز میں اٹھائیس مرتبہ رفع یدین کا ذکر کرتے تو مجھے تردد ہوتا کیونکہ میرے اعداد و شمار کے مطابق چار رکعات کی نماز میں چھبیس مرتبہ رفع یدین بنتا تھا۔ مگر علامہ البانی کی تحقیق دیکھنے کے بعد مولانا کی بات صحیح معلوم ہوئی۔ خصوصاً جو لوگ ہر خفض و رفع میں رفع یدین کے قائل ہیں اور ساتھ ہی جلسہ استراحت کے بھی قائل ہیں۔ انہیں ایک رفع یدین دوسرے سجدہ سے اٹھ کر جلسہ استراحت میں کرنا چاہیے اور ایک اس کے بعد مکمل قیام کی حالت میں کرنا چاہیے۔“

(نماز میں بتدریج ترک رفع یدین ص ۲۷، ۲۸ طبع جمعیت اہل سنت، لاہور ۱۳۲۲ھ)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں: ”جب ہم جلسہ استراحت کے

استحباب کے قائل ہوں تو یہ لفظ ”واذا قام من الركعتین“ جلسہ استراحت سے دوسری اور چوتھی

رکعت کی طرف قیام کے وقت رفع یدین کی نفی پر دلالت نہیں کرتا“ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶)۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف قیام کے وقت رفع یدین کی دلیل کے مقابلہ میں ”واذا قام من الركعتین“ کا لفظ وہاں رفع یدین کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جب اس کی کوئی دلیل پائی جائے تو وہاں رفع یدین کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول: ولا يفعل ذلك في السجود

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول یا اس سے ملتے جلتے الفاظ بخاری (بخاری رقم ۷۳۶)، مسلم اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے“۔ بعض علماء نے اس کے ساتھ سجدوں میں رفع یدین کی مطلقاً نفی پر استدلال کیا ہے جو درست نہیں ہے کیونکہ متعدد صحیح احادیث سے سجدوں میں رفع یدین ثابت ہے۔ لہذا اس قول سے اس کے متروک ہونے پر تو استدلال کر سکتے ہیں جیسا کہ امام نسائیؒ نے کیا ہے مطلقاً نہ ہونے پر استدلال نہیں کر سکتے۔ اسی لیے علامہ ولی الدین عراقیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حضرت ابن عمرؓ کا اپنا قول ان الفاظ کے معارض ہے جو بروایت طبرانی ابن عمرؓ ہی کی حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے الخ“ (طرح القریب ج ۲ ص ۲۶۱)۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ”فكان ما في هذا الحديث: وكان لا يفعل ذلك بين السجدةين۔ لا يُنْذَى من قول من هو؛ وأنه من ابن عمر، أو ممن هو كونه“ (مشكل الآثار ج ۲ ص ۱۷۱ تحت رقم الحدیث ۶۲۲، ۶۲۳)۔ یعنی حدیث میں ذکر کردہ الفاظ: ”وكان لا يفعل ذلك بين السجدةين“ معلوم نہیں کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے الفاظ ہیں یا ان کے بعد کے راویوں کے بیان کردہ ہیں۔

نسخ رفع یدین کی بحث

رفع یدین کے یہ تمام مواقع احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ متعدد احادیث سے سجدوں میں رفع یدین ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جو اس کی نفی منقول ہے۔ وہ اس کے متروک ہونے کے بعد ہے جیسا کہ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر ان سے اکثر روایات میں متروک ہے جو اس کے فی الواقع متروک ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح ان سے بعض روایات میں رکوع سے پہلے رفع یدین کا ذکر متروک ہے جو اس کے فی

الواقع متروک ہونے کی دلیل ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے والوں نے سجدوں میں عملاً ایسا متروک قرار دیا کہ گویا کسی حدیث میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اسی طرح ترک رفع یدین کے قائلین یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جن احادیث میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اس کے فی الواقع متروک ہونے کی دلیل ہے جس کی تائید اکثریت کے اتفاق کے ساتھ سجدوں میں رفع یدین کے متروک ہونے سے ہوتی ہے۔ اور بعض کے تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کو عملاً متروک قرار دینے سے ہوتی ہے۔ جس قانون سے ہر رکعت میں چھ یا سات مرتبہ رفع یدین کی بجائے صرف دو مرتبہ رفع یدین کرنے والے تارک سنت نہیں قرار پاتے۔ بالکل اسی قانون سے تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد ہر رکعت میں دو مرتبہ بھی رفع یدین نہ کرنے والے تارک سنت قرار نہیں پاتے بلکہ ہر رکعت میں دو مرتبہ رفع یدین کرنے والوں کا معاملہ مطلقاً ترک رفع یدین والوں کی نسبت زیادہ سنگین ہے کیونکہ دو مرتبہ رفع یدین کرنے والوں کے نزدیک جب اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی تو ہر رکعت میں چار یا پانچ مرتبہ ترک رفع یدین کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ وہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض پر عمل نہ کرنا رفع یدین کی احادیث کے ساتھ یکساں سلوک نہیں ہے؟

رہا مطلقاً ترک رفع یدین والوں کا معاملہ تو وہ بالکل واضح ہے کہ جب خود رفع یدین کرنے والوں نے ہی ہر رکعت میں پانچ جگہ سے رفع یدین کو عملاً متروک قرار دے دیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ رفع یدین نماز میں شرعاً مطلوب نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو کئی جگہ سے کیوں متروک ہوتا۔ جب متروک ہونے کی گنجائش ہے تو باقی جگہوں سے کیوں متروک نہیں ہو سکتا جبکہ اس کے لیے دلائل بھی موجود ہیں اور اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ رفع یدین کے بعد ترک رفع یدین ان تغیرات اور تبدیلیوں میں سے ہے جو وقتاً فوقتاً نماز میں رونما ہوتی رہی ہیں۔

نسخ رفع یدین کی دوسری بحث

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ صرف تین مواقع پر رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں۔ باقی جگہوں میں منسوخ مانتے ہیں۔ لہذا فی الجملہ نسخ ان حضرات نے بھی تسلیم کر لیا، یعنی مذکورہ بالا سات جگہوں میں قائلین رفع یدین بھی نسخ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایک جگہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت سب کا اتفاق ہے کہ نسخ نہیں ہوا ہے۔

اب اختلاف صرف یہ ہے کہ دوسری صورت میں یعنی رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین معمول بہا ہے یا منسوخ؟ دو (۲) امام کہتے ہیں کہ ان دو جگہوں میں رفع یدین منسوخ نہیں ہوا ہے بلکہ معمول بہا ہے اور دو (۲) امام فرماتے ہیں کہ ان دو جگہوں میں بھی رفع یدین منسوخ ہو گیا ہے۔

صرف دو صورتیں ہی ممکن ہیں:

۱۔ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین مانا جائے۔ باقی روایتوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ سب روایتیں تو ہیں۔ مگر پہلے زمانے کی ہیں جو بعد میں منسوخ ہو گئی ہیں۔

۲۔ ہر ادبچ نیچ میں رفع یدین مانا جائے اور باقی روایتوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ پہلے زمانے کی ہیں، جس وقت صرف انہی مواقع میں رفع یدین تھا۔ درمیان کی کوئی روایت لینا کوئی معقول نقطہ نظر نہیں ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ نے یہ سمجھا کہ رفع یدین تدریجاً ختم کیا گیا ہے اور آخر میں صرف ایک جگہ باقی رہ گیا ہے۔ ان کا یہ سمجھنا بایں وجہ قابل قبول ہے کہ دوسرے دو امام بھی فی الجملہ نسخ کو تسلیم کرتے ہیں۔

قائلین رفع یدین کا نقطہ نظر اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہے کہ وہ ایک طرف نسخ بھی تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف آخری روایت بھی نہیں لیتے، بلکہ درمیانی مرحلہ کی روایت لیتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح بھی معقول نہیں ہو سکتی۔

نسخ رفع یدین کے واضح دلائل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو جناب رسول اللہ ﷺ کے خادم خصوصی، بدری صحابی، نماز میں حضور ﷺ کے قریب صف اول کے لوگوں میں شامل اور سفر و حضر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے حالات کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ انہوں نے ان مقامات کے رفع یدین کو دیکھا تھا مگر انہوں نے ان کو روایت نہیں کیا۔ روایت کیا تو اسی رفع یدین کو جو نسخ سے محفوظ رہا اور جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ثابت ہوا۔

حضرت حصین بن عبدالرحمنؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو ان سے عمرو بن مرہؓ نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت عت کی مسجد میں نماز پڑھی تو مجھ سے حضرت علقمہ بن وائلؓ نے اپنے والد حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث بیان کی کہ حضرت وائل بن حجرؓ نے جناب

رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین کیا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ علقمہ کے والد نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی ایک دن دیکھا اور رفع یدین یاد کر لیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (جو حضور ﷺ کو واکلؓ سے زیادہ دیکھنے اور ساتھ رہنے والے تھے) وہ حضور ﷺ کا یہ عمل یاد نہ رکھ سکے؟ پھر حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: سن لو! رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت ہی ہے۔

(رواہ الدارقطنی: کتاب الصلاة، باب ذکر التکبیر و رفع الیدین عند الافتتاح رقم ۱۱۰۶؛ واستادہ صحیح، آثار السنن ص ۱۵۱ رقم ۴۰۰، طبع مکتبۃ البشری، کراچی ۱۳۳۲ھ)

علامہ بدرالدین عینیؒ نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”والذی یحتج به الخصم الرفع محمول علی أنه کان فی ابتداء الاسلام، ثم نسخ۔ والدلیل علیہ أن عبد الله بن الزبیر رأى رجلاً یرفع یدیه فی الصلوة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع۔ فقال له: لا تفعل، فإن هذا شیء فعله رسول الله ﷺ ثم ترکہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ:- جن احادیث سے قائلین رفع یدین نے دلیل پکڑی ہے۔ وہ زمانہ ابتداء اسلام کی ہیں۔ پھر رفع یدین منسوخ ہو گیا۔ اس کی دلیل یہی حدیث عبد اللہ بن زبیرؓ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو آپؐ نے اس سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفع یدین کیا۔ پھر چھوڑ دیا تھا۔“

اس حدیث میں واضح طور پر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے رفع یدین سے ممانعت کر دی۔ اور فرمایا: حضور ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا تھا پھر چھوڑ دیا تھا۔ نسخ رفع یدین کے سلسلے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بڑی واضح ہے۔

حدثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم عن عبد الله ابن عمر قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عند الركوع فلما هاجر النبي ﷺ إلى المدينة ترك رفع الیدین فی داخل الصلاة عند الركوع وثبت علی دفع الیدین فی بدء الصلاة... توفي (أخبار الفقهاء والحدثین ص ۲۱۳، واستادہ صحیح) ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز

کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

فائدہ:-

اس صحیح حدیث میں مکی ومدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع یدین کرنے والا عمل مکہ سے شروع ہو کر مدینہ میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جاری رہا۔ پھر ایام اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل السنۃ والجماعت (احناف) وغیرہ عامل ہیں۔ (اس حدیث کی تحقیق اور اس پر کیے گئے اعتراضات کا جواب باب نمبر ۱۰ میں ۱۰۵ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے)۔

علامہ بدرالدین عینیؒ شرح سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں:

والجواب عن أحاديث الرفع أنها منسوخة بدليل ما روى عن ابن مسعود أنه قال: رفع رسول الله ﷺ فرفعنا. وترك فتركنا. على أن ترك الرفع عند تعارض الأخبار أولى، لأنه لو ثبت الرفع لأنزلوا درجته على السنة؛ ولأن ترك الرفع مع ثبوته لا يوجب الفساد. أعني: فساد الصلاة والتحصيل مع عدم الثبوت يوجب فساد الصلاة لأنه اشتغال بعمل اليمين جميعاً، وهو تفسير العمل الكثير.

(شرح سنن ابی داؤد تالیف علامہ بدرالدین عینیؒ ج ۲ ص ۳۹۰ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ)

ترجمہ:- رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تھا تو ہم نے بھی رفع یدین کیا پھر آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا۔ اس لیے روایات کے تعارض کے وقت ترک رفع یدین ہی اولیٰ ہے۔ کیونکہ رفع یدین اگر ثابت ہو تو قائلین رفع یدین اس کو سنت (فعلی) کے درجہ میں ہی رکھتے ہیں اور اس لیے بھی کہ رفع یدین کا ثبوت ہونے کے باوجود ترک رفع یدین کرنا فساد صلوٰۃ کا باعث نہیں ہے جبکہ عدم ثبوت کے باوجود رفع یدین کرنا فساد صلوٰۃ کا سبب ہوگا کیونکہ ایسا کرنے سے دونوں ہاتھ اکٹھے مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی کو عمل کثیر کہتے ہیں (جو کہ فاسد صلوٰۃ ہے)۔

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانیؒ (المتوفی ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

ولا يرفع يديه الا في التكبيرة الأولى..... والذي يروى من الرفع محمول على

الابتداء، کذا نُقِلَ عن ابن الزبیر۔ (الہدایہ شرح ہدایہ البتہ ج ۱ ص ۲۰۹ طبع مکتبۃ البعثی، کراچی)
یعنی ”اور سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی تکبیر کے ساتھ رفعِ یدین نہ کرے۔ اور جو رفعِ یدین کے متعلق بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے ابتدائی دور کے متعلق ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے نقل کیا جاتا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ شروع میں جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں رفعِ یدین کرتے رہے ہیں، بعد میں ترک کر دیا۔ آپ ﷺ کے آخری قول و عمل سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن (ج ۳ ص ۸۳، ۸۴) میں اس کے بارے میں شافی بحث کی ہے۔

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: ”رفعِ یدین نہ کرنا سکون ہے، جو نماز میں مطلوب ہے کیونکہ اس میں خشوع ہے اور رفعِ یدین کرنا یہ حرکت ہے جو خشوع کے منافی ہے۔ اس لیے یہ منسوخ ہونا چاہیے“ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۹)

نواب مدنی حسنؒ کا نسخِ رفعِ یدین کا اقرار

نسخِ رفعِ یدین کے دلائل بہت مضبوط ہیں۔ قرآن پاک، احادیث مبارکہ (قولی، فعلی اور تقریری)، خلفائے راشدینؓ، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے تعامل سے ترکِ یدین ہی ثابت ہے اور یہی سنت ہے۔ اسی لیے غیر مقلدین کے مجدد، محدث، مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ اپنی کتاب ”الروضۃ الندیہ“ میں رفعِ یدین کی بحث میں فرماتے ہیں:

۱ ”رفعِ یدین کی طرح ترکِ رفعِ یدین بھی سنت ہے“ (الروضۃ الندیہ ص ۹۴)۔

۲ ”ان آخر الأمرین ترکِ الرفع۔ ولا یدوی مدۃ التروک۔ فیحمل أنه ترکہ فی ایام البرضی“۔ آخر میں آپ ﷺ نے رفعِ یدین چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے رفعِ یدین کب چھوڑا تھا؟ ایک احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایام علالت میں رفعِ یدین چھوڑ دیا تھا (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

۳ حضرت ابن مسعودؓ نے جو ترکِ رفعِ یدین روایت کیا ہے۔ اس سے آپؐ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا“ (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

نواب صدیق حسن خانؒ کی اس تحریر سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو ترکِ رفعِ یدین کی روایت کی ہے۔ اس میں ترکِ رفعِ یدین سے آخر وقت کا ترک ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے آخر میں رفعِ یدین ترک کر دیا تھا۔

۲:- نواب صاحبؒ نے بھی یہی ایک احتمال پیش کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایامِ علالت میں رفعِ یدین ترک کر دیا تھا۔

یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ سے ساری زندگی کا رفعِ یدین ثابت نہیں بلکہ حضور ﷺ نے رفعِ یدین ترک کر دیا تھا۔ حیاتِ طیبہ کے کس حصہ میں رفعِ یدین کو ترک کیا تھا۔ سونواب صاحبؒ نے اس کی نشاندہی کر دی ہے یعنی ایامِ علالت میں۔

امام بخاریؒ کا قانون ہے: ”انما یؤخذ بالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ“ (بخاری ج ۱ ص ۱۵ و ۱۶)۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل ہوگا۔

غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان خود اقرار کر رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفعِ یدین ترک کر دیا تھا اور امام بخاریؒ کا قانون کہ عمل آخری فعل پر ہوگا۔ لہذا ترکِ یدین ہی سنت نبوی ہے۔

حضرت امام طحاویؒ کا نسخِ رفعِ یدین کے بارے میں طرزِ استدلال

حضرت امام طحاویؒ بھی اکثر محدثین کی طرح ہر زمانہ کی احادیث لائے ہیں۔ پہلے زمانہ کی بھی اور بعد کے زمانہ کی بھی۔ لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ صرف آخری زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ اسی طرح سارے محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناخ ہوتی ہیں (نودی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)۔

حضرت امام طحاویؒ پہلے رفعِ یدین کی احادیث لائے ہیں۔ اس میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو حمید ساعدیؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث لائے ہیں۔ پھر اس کے بعد ترکِ رفعِ یدین کی احادیث میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث لا کر اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ رفعِ یدین کی احادیث منسوخ ہیں۔ (جیسا کہ اگلے عنوان میں اس کی مزید وضاحت دوسرے محدثین سے بھی کی گئی ہے)۔ پھر اس کے بعد حضرت وائل بن حجرؓ کی رفعِ یدین والی روایت پر حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا تبصرہ بیان کیا ہے۔

۱۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجرؓ کی رفعِ یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے بیان کی تو آپؓ نے فرمایا: ”حضرت وائلؓ نے ایک مرتبہ یہ کرتے دیکھا جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاسوں مرتبہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے“

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۸؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۱، ۱۲ رقم ۶۲۱ طبع دار بلندیہ ریاض ۱۴۲۰ھ)
 ۲۔ حضرت عمرو بن مرہؓ کہتے ہیں کہ میں حضر موت کی مسجد میں داخل ہوا تو (وہاں) حضرت علقمہ بن وائلؓ، اپنے باپ کے واسطے سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ جب میں نے رفع یدین کی یہ روایت بیان کی تو امام ابراہیم نخعیؒ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا: ”(عجیب بات ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ جو صرف ایک آدھ دن کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے)۔ انہوں نے تو رفع یدین دیکھی اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ساری عمر حضور ﷺ کے ساتھ رہے)، انہوں نے آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا“ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۹)
 اسی طرح امام طحاوی نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا تَضَادَّتِ الْأَثَارُ فِي ذَلِكَ، وَجِبَ انْ نَظَرَ إِلَى مَا عَلَيْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ، الَّذِي قَدْ جَرَتْ عَلَيْهِ عَادَاتُهُمْ، فَيَعْمَلُ عَلَى ذَلِكَ، وَيَكُونُ نَاسِخًا لَهَا خَالِفَهُ.

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۵ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان؛ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹، باب الطفل يموت، أصله عليه أم لا؟ تحت حدیث ۲۸۲۹ طبع دار لکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

”جب آثار و روایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔“
 حضرت امام طحاویؒ نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آثار پیش فرمائے ہیں:

نسخ رفع یدین پر حضرت عمرؓ کے اثر سے استدلال

عن الأسود قال رأيتُ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود.
 (طحاوی: رفع الیدین رقم الحدیث ۱۳۲۹؛ صحیح الزیلعی۔۔ نسب الراية ج ۱ ص ۸۰؛ وخذار جالہ ثقافت، درایہ ج ۱ ص ۱۵۲؛ وخذار صحیح علی مسلم، الجوهر النقی ج ۲ ص ۷۵)

حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

امام طحاویؒ اس اثر کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ حضرت عمرؓ ہیں جو اس حدیث میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ حسن بن عیاشؒ اگرچہ اس

حدیث کا مدار یہی ہے۔ یہ ثقہ اور حجت ہے۔ یہ بات امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے کہی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ پر یہ مخفی رہا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کا آپؐ سے کم درجہ کے حضرات کو اور جوان کے ساتھ تھے، انہوں نے اس کے برعکس دیکھا، جس کو حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دیکھا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ پر کسی نے انکار بھی نہ کیا۔ یہ ہمارے نزدیک محال ہے۔ (اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ) حضرت عمرؓ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۹۴ تحت حدیث رقم ۱۳۲۹)

نسخِ رفع یدین پر حضرت علیؓ کے اثر سے استدلال

عن عاصم بن کلیب عن أبيه أن علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة، ثم لا يرفع بعد.

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۶، رقم ۶۱۹؛ محمد الزیلعی۔ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۳۸۰؛ قال ابن حجر: رواه ثقات، درایۃ ج ۱ ص ۱۵۲؛ قال العینی فی العمدة اسناداً عامماً صحیح علی شرط مسلم، عمدة القاری ج ۵ ص ۴۰۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حضرت عاصم بن کلیبؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کوٹتے تھے۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: وہ حدیث جو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے رفع یدین کے بارے میں مرفوعاً منقول ہے جس میں ایک راوی ابن ابی زناد ہیں۔ چونکہ حضرت علیؓ کا عمل اس کے خلاف ہے۔ لہذا یہ حدیث یا تو سقیم (ضعیف) ہے یا اس حدیث میں رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں ہے جیسا کہ اس راوی ابن ابی زناد کے علاوہ دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے۔

فان ابن خزيمة حدثنا قال: ثنا عبد الله بن بن رجاء ح وحدثنا ابن أبي داود قال: ثنا

عبد الله بن صالح والوهبي. قالوا: أخبرنا عبد العزيز بن أبي سلمة، عن عبد الله بن الفضل

پس ان راویوں نے ابن ابی الزناد کے مثل ہی سنداً و متناً حدیث بیان کی ہے۔ ان راویوں

نے رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ لہذا یہ حدیث اگر محفوظ ہے، اور ابن ابی الزناد کی

حدیث خطا ہے، تو تمہارے لیے اس حدیث کا حجت ہونا خطا ہو گیا ہے۔

اور اگر وہ حدیث جو ابن ابی الزناد نے روایت کی ہے، وہ صحیح ہے کیونکہ اس میں دوسرے راویوں سے زیادہ روایت کیا گیا ہے۔ تو حضرت علیؓ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفعِ یدین کرتے دیکھا ہو۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے بعد رفعِ یدین کو چھوڑ دیا ہو۔ اس کی وجہ سوائے اس کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفعِ یدین کا نسخ یقیناً ثابت ہو چکا ہے۔ پس حضرت علیؓ کی ترکِ رفعِ یدین کی حدیث جب صحیح ہے تو یہ ترکِ رفعِ یدین والوں کے لیے ایک پختہ دلیل اور حجت ہے۔

(طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۹۲، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۵، ۶، ۷، ۸، طبع داربلنسیہ، ریاض ۱۴۲۰ھ)

نسخِ رفعِ یدین پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر سے استدلال

عَنْ اَبِرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الْاِفْتِتَاحِ۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴، رقم ۱۳۲۸)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں شروع کے علاوہ کسی حصے میں رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام طحاویؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے اتصال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مطالبہ کیا گیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؓ نے فرمایا: جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک راوی معلوم ہوتا ہے۔ جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے۔“

(ملخصاً طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: کان ابراہیم لا یوسل عن عبد اللہ الا ما صحیح عندہ وتواترت بہ الروایۃ عندہ۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۳، ۱۴، طبع داربلنسیہ، ریاض ۱۴۲۰ھ)

نسخِ رفعِ یدین پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال

عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہما فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلوۃ (طحاوی: باب رفع الیدین رقم الحدیث ۱۳۲۳)۔

ترجمہ:- حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی افتاء میں نماز پڑھی میں نے دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ماردیٹی فرماتے ہیں: ”وہذا سند صحیح“۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: ”باسناد صحیح“
(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو، جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو وہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے: ”راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یہ اس کا موجب ہوتا ہے کہ اس روایت پر عمل نہیں ہوگا۔ یہی احناف کا اصول ہے“ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔ اور صحابیؓ کے بارے میں ہے: ”صحابہ یا کسی صحابی کا اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا اس حدیث کو مطعون بنادیتا ہے“ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔

اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع یدین پر تھا۔ اس اثر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ”یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؐ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہو گئی“ (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)۔

وہ کام جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا منسوخ ہو چکا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رفع یدین کی روایات مروی ہیں وہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی ہیں۔ جس کو آپؐ نے بعد میں ترک کر دیا تھا۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ: جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کی احادیث روایت کرنے والے ہیں۔ وہ خود بھی تارک رفع یدین ہیں۔ یہ ان احادیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے ابوداؤد کی اس روایت کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جبکہ امام ابوداؤدؒ اس سے کچھ قبل یہ قاعدہ لکھ چکے ہیں کہ جب روایات ایک دوسرے سے متعارض ہوں تو اصحاب رسول کے عمل کو دیکھا جائے گا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ مجاہدؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ترک رفع یدین بیان کرتے ہیں لیکن طاؤسؒ نے مجاہدؒ رحمہ اللہ کے خلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل رفع الیدین

عند الركوع وعند الرفع منه بھی روایت کیا ہے جو ان کی روایت مرفوعہ کے مطابق ہے۔ لیکن اس کے جواب میں امام طحاویؒ نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ شروع میں اپنی روایت مرفوعہ کے مطابق عمل کرتے ہوں گے لیکن بعد میں جب انہیں رفع یدین کے نسخ کا علم ہوا ہوگا تو انہوں نے رفع یدین چھوڑ دیا ہوگا (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۲ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔

مشکل الآثار میں حضرت امام طحاوی کا استدلال

حضرت امام طحاویؒ اپنی کتاب ”مشکل الآثار“ میں پہلے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رفع یدین کے تین مقامات (تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت)، پھر چار مقامات (تین مذکورہ بالا اور چوتھا دو رکعت سے اٹھتے وقت) کا ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں: ”فعرفنا بما ذکرنا أنه لا تُرْفَعُ الأيدي في الصلاة إلا في التكبيرة الأولى منها“۔ یعنی ”ان احادیث سے ہم پہچان گئے کہ نماز میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہی رفع یدین ہے“۔

شبہ:۔ اگر کوئی کہے کہ امام مالکؒ اور سفیانؒ بن عیینہؒ تو امام زہریؒ سے تین دفعہ رفع یدین روایت کرتے ہیں (مشکل الآثار رقم الحدیث ۶۲۲، ۶۲۳) جبکہ عبید اللہ بن عمرؓ امام زہریؒ سے چار دفعہ روایت کرتے ہیں (مشکل الآثار رقم الحدیث ۶۲۳)۔ اسی طرح عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر خفض و رفع، رکوع و سجود، قیام و قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے“۔

یہ حدیث اوپر مذکور حدیث کے خلاف ہے۔ اسی طرح ایوب عن نافع عن ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو بھی ایسا ہی کرتے تھے“۔

اس طرح ایوبؓ نے امام مالکؒ اور سفیانؒ کی تو موافقت کی مگر عبید اللہ کے مخالف روایت کیا ہے۔ اسی طرح ایوبؓ نے نافع اور طاؤس سے سجدوں کی رفع یدین بھی روایت کی ہے اور خود ایوب کا عمل بھی سجدوں میں رفع یدین کا تھا۔ اس کے بعد امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ”جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یعنی راویوں کی احادیث میں زیادتی کو قبول کرنا لازم ہے۔ اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے افعال کو بغیر کسی دلیل کے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ لہذا رفع یدین تو صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہی کرنا چاہیے کیونکہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی شان ہرگز یہ نہ تھی کہ وہ نبی

پاک ﷺ نے ایک کام کیا ہو اور وہ بلا دلیل اس کو چھوڑ دیں جب تک اس کام کا منسوخ ہونا ان کے نزدیک اظہر من الشمس نہ ہو۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت طاؤسؓ نے تو حضرت ابن عمرؓ سے رفع یدین بھی روایت کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا واضح ہو گیا تو انہوں نے رفع یدین چھوڑ دیا جیسا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت ابن عمرؓ کا عمل بیان کرتے ہیں۔ ان کے آثار میں یہی اولیٰ ہے خصوصاً جبکہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ کا عمل بھی ترک رفع یدین ہی ہے۔ حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں (مشکل الآثار رقم الحدیث ۶۲۶)۔ اسی طرح مشہور فقیہ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ (پیدائش ۱۰ھ، وفات ۹۳ھ) فرماتے ہیں: ”میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔“

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نماز کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں جو مقام و مرتبہ تھا۔ یہ حضرات نماز کے وقت پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقام تو ان حضرات کے بعد ہی تھا۔ لہذا ان حضرات کی بیان کردہ روایت ہی زیادہ اولیٰ ہے (ملخصاً تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۶، ۱۷، طبع دار بلنسیہ، ریاض)۔

رفع یدین پر نظری استدلال

آخر میں حضرت امام طحاویؒ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں وجہ نظر پیش فرمائی ہے۔ ان کی نظر کا حاصل یہ ہے کہ تکبیر افتتاح کے ساتھ رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے۔ اور تکبیر سجود کے ساتھ رفع یدین کا ترک سب کے ہاں سنت ہے۔ اختلاف دو جگہ ہے۔ تکبیر رکوع کے وقت اور تسبیح کے وقت۔ اس کا فیصلہ یوں کرنا چاہیے کہ اگر تکبیر رکوع کی مناسبت تکبیر افتتاح سے زیادہ ہے تو اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اگر تکبیر رکوع کی مشابہت تکبیر سجود سے ہے تو اس کے ساتھ ملانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ تکبیر رکوع کو تکبیر سجود سے مناسبت ہے کیونکہ دونوں سنت ہیں۔ تکبیر افتتاح سے اتنی مشابہت نہیں کہ وہ فرض ہے۔ اس لیے اس کو تکبیر سجود کے ساتھ ملحق کرنا چاہیے۔ جیسے تکبیر سجود کے ساتھ رفع یدین نہیں، تکبیر رکوع کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیے۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۹۵ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

رفع یدین پر اجماع فقہاء سے استدلال

امام طحاویؒ نے اس باب کے آخر میں حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کے اس اثر کو بیان کر کے یہ

بات پایہ تکمیل تک پہنچا دی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے دور میں ترکِ رفعِ یدین ہی مروج تھا: عن ابی بکر بن عیاش، قال: ما رأیتُ فقیہاً قط یفعلہ یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الأولى، (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔

حضرت ابو بکر بن عیاشؓ (پیدائش ۱۰۰ھ، وفات ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: ”میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا“۔

محدثین کے ترجمۃ الباب سے استدلال

محدثین کے ترجمۃ الباب سے پتہ چلتا ہے کہ رفعِ یدین میں نسخ و ترک کا سلسلہ مستقل چلتا رہا ہے۔ چنانچہ جہاں محدثین کرام رفعِ یدین کا باب لائے ہیں تو وہیں ترکِ رفعِ یدین کا باب بھی لاتے ہیں۔ رفعِ یدین کے باب میں رفعِ یدین کی حدیثیں اور ترکِ رفعِ یدین کے باب میں ترکِ رفعِ یدین کی حدیثیں۔

ناسخ منسوخ کا قاعدہ

علامہ نوویؒ نے جو قاعدہ مسلم شریف کی شرح میں بیان کیا ہے۔ اس پر غور کریں وہ یہ ہے کہ محدثین ہر زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ پہلے زمانہ کی بھی اور بعد کے زمانہ کی بھی۔ لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ صرف آخری زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر عوام کو پہلے زمانہ کی روایات کا پتہ نہ بھی چلے تو ان کے دین میں کوئی نقص نہیں آتا۔ لیکن محدثین ہر زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ تو ان کا طریقہ یہ ہے۔ مثلاً امام مسلمؒ (ج ۱ ص ۱۵۶) باب لاتے ہیں۔ باب الوضوء مما مست النار اس میں تقریباً بارہ (۱۲) احادیث لائے ہیں۔ جن میں وضوء مما مست النار ہے۔ مطلب یہ ہے وہ چیز جو آگ پر پکی ہو اس کے کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ دوبارہ وضوء کرنا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت جابرؓ سے روایت لائے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بھونی بکری کا گوشت کھایا۔ پھر نیا وضوء نہیں فرمایا۔ اسی وضوء سے نماز ادا فرمائی۔ اس پر امام نوویؒ لکھتے ہیں: باب الوضوء مما مست النار ذکر مسلم رحمہم اللہ فی هذا الباب الأحادیث الواردة بالوضوء مما مست النار ثم عقبها بالأحادیث الواردة بترك الوضوء مما مست النار فكانه يشير الى أن الوضوء منسوخ. وهذه عادة مسلم وغيره من أئمة الحديث يذكرون الأحادیث التي يروونها منسوخة ثم يعقبونها بالناسخ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۵۶)۔

”امام مسلمؒ نے اس باب میں پہلے ان احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز

کھانے سے وضوء کے ٹوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ احادیث لائے ہیں جن میں یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ گویا وہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ پہلی احادیث منسوخ ہیں۔ یہ صرف امام مسلم کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ سارے محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔“

پہلا قاعدہ:-

علامہ نوویؒ نے یہاں ایک قاعدہ بتا دیا کہ محدثین حدیث لکھنے کے بعد یہ نہیں لکھتے۔ ہذا حدیث ناسخ یا ہذا حدیث منسوخ۔ بلکہ وہ ترتیب ایسی قائم کرتے ہیں جس سے ان کا ناسخ منسوخ معلوم ہو جائے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے زمانہ کی حدیثیں پہلے لکھتے ہیں اور بعد والے زمانہ کی احادیث بعد میں لکھتے ہیں۔

دوسرا قاعدہ:-

دوسرا قاعدہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ پہلے زمانہ کی حدیث ہے یا بعد والے زمانہ کی۔ تو یہ صرف اس کتاب سے پتہ چلے گا جس میں دونوں قسم کی احادیث موجود ہیں۔ اور جس کتاب میں ایک ہی قسم کی احادیث ہوں گی۔ اس سے قطعاً یہ پتہ نہیں چلے گا کہ یہ پہلے زمانہ کی ہے یا بعد کے زمانہ کی۔

بخاری شریف میں رفع یدین کی دو احادیث ہیں۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث لائے ہیں۔ امام مسلمؒ نے تیسری روایت حضرت وائل بن حجرؓ کی پیش کی۔ لیکن اس کے بعد ترکِ رفع یدین کی احادیث نہیں ہیں۔ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ یہ پہلے زمانہ کی ہیں یا بعد کے زمانہ کی۔ اور یہ بھی پتہ نہ چل سکے کہ ان پر عمل جاری رہا یا نہیں رہا۔ امام نسائیؒ نے ترکِ ذلک کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس سے فیصلہ آسان ہو جاتا ہے۔

نسخِ رفع یدین پر سنن نسائی کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

تکبیر تحریر کی رفع یدین کے علاوہ باقی تمام مواقع میں رفع یدین کا متروک ہونا محدثین کرام خصوصاً امام نسائیؒ کے طرزِ عمل سے ماخوذ ہے۔ امام نسائیؒ ایک جلیل القدر، مستند اور مانے ہوئے محدث ہیں۔ ان کی کتاب ”سنن نسائی“ صحاح ستہ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ امام

نسائی نے اپنی کتاب میں رفع یدین کے متعدد ابواب قائم کیے ہیں۔ اور ترکِ رفع یدین پر استدلال کرتے ہوئے اسے آخر الامرین (آخری عمل) کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو رفع یدین اور ترکِ رفع یدین میں طبعی اور فطری ترتیب ہے۔ جلد بازی میں کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ترکِ رفع یدین کے ابواب سے امام نسائی کی مراد کبھی کبھی رفع یدین کا ترک کرنا ہے کیونکہ انہوں نے ایک باب سجدوں میں ترکِ رفع یدین کا باندھا ہے۔ رفع یدین کرنے والوں کی غالب اکثریت نے حتیٰ کہ غیر مقلدین نے بھی اسے ہمیشہ کے لیے ترک کیا ہوا ہے۔ لہذا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد ترکِ رفع یدین کے ابواب کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متروک ہے کیونکہ امام نسائی نے دلیل کے طور پر ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ذکر کیا ہے جو مطلقاً ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ سنن نسائی سے رفع یدین اور ترکِ رفع یدین کے ابواب یہ ہیں۔

۱۔ امام نسائی نے کتاب الافتتاح میں تکبیر تحریمہ کے لیے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔ باب: رفع الیدین قبل التکبیر

اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۲۔ باب: رفع الیدین حذو المنکبین

اس میں پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔ باب: رفع الیدین حیال الأذنین

اس میں حضرت وائلؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث لائے ہیں۔

ترکِ رفع یدین کی احادیث صرف انہیں مقامات کے رفع یدین کے لیے ہیں جو تکبیر تحریمہ کے علاوہ مقامات میں وارد ہوا ہے۔ ورنہ تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے ترک کی ایک بھی روایت موجود نہیں۔ چنانچہ یہ رفع یدین ہر قسم کے نسخ و ترک سے محفوظ ہے۔ جبکہ دیگر مقامات کا رفع یدین بالکل محفوظ نہیں۔

۲۔ امام نسائی نے کتاب الافتتاح میں رکوع کے لیے رفع یدین کے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔ باب: رفع الیدین للرکوع حذاء فروع الأذنین

رکوع کے لیے رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کا کانوں کی لو کے بالمقابل اٹھانا

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۲۔ باب: رفع الیدین للرکوع حذو المنکبین

رکوع کے لیے رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کا کندھوں کے برابر اٹھانا

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔

پھر ہر ایک کے ترک کا اکٹھا یہ باب قائم کیا۔

۳۔ باب: ترك ذلك۔ اس رفع یدین کے ترک میں باب

اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔ امام نسائی نے کتاب الافتتاح میں رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔ باب: رفع الیدین عند الرفع من الركوع

اس میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۲۔ باب: رفع الیدین حذو فروع الأذنین عند الرفع من الركوع

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔ باب: رفع الیدین حذو المنکبین عند الرفع من الركوع

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔

پھر ہر ایک کے ترک کا اکٹھا یہ باب قائم کیا۔

۴۔ باب: الرخصة في ترك ذلك۔ ”اس رفع یدین کے ترک میں رخصت میں باب“

۴۔ امام نسائی نے کتاب الافتتاح میں سجدوں کے وقت رفع یدین کے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔ باب: رفع الیدین للسجود سجدوں کے لیے رفع یدین کا باب

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی تین احادیث (رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷) لائے ہیں۔

۲۔ باب: ترك رفع الیدین عند السجود ”سجدوں کے وقت رفع یدین کا باب“

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔ باب: رفع الیدین عند الرفع من السجدة الأولى

پہلے سجدہ سے سرائٹھاتے وقت رفع یدین کا باب

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں (رقم ۱۱۴۳)۔

پھر ہر ایک کے ترک کا اکٹھا یہ باب قائم کیا۔

۴۔ باب: ترك ذلك بين السجدين۔ ”دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ترک“

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔

اب ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیں! امام نسائی ”آخری چار باب سجدوں کے وقت رفع یدین اور

اس کے ترک کے متعلق لائے ہیں۔ کتاب کی ترتیب کے مطابق ان کا ذکر بعد میں ہے لیکن متروک

اور منسوخ ہونے کے اعتبار سے سجدوں کا رفعِ یدین پہلے ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر قائلین رفعِ یدین کی اکثریت کا اتفاق ہے۔ اس لیے اس کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔

پہلے اور تیسرے ابواب میں امام نسائیؒ حضرت مالک بن الحویرثؒ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں سجدوں کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ پہلے باب کی حدیث کا متن مع سند یہ ہے۔

أخبرنا محمد بن المثنی، قال: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَوَتِهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَازِقَ بِهَا فَرْعَ أُذُنَيْهِ.

(صحیح نسائی باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۵؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

حضرت مالک بن الحویرثؒ فرماتے ہیں کہ: ”انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز کے شروع میں، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر، رفعِ یدین کرتے دیکھا۔“

تیسرے باب کی حدیث کا متن یہ ہے۔

عن مالك بن الحويرث: أن نبي الله ﷺ كان إذا دخل في الصلاة رفع يديه، وإذا ركع فعل مثل ذلك، وإذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذلك، وإذا رفع رأسه من السجود فعل مثل ذلك؛ كُله يعنى: رفع يديه.

(صحیح نسائی، رقم الحدیث ۱۱۴۳؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

اوپر والی حدیث میں سجدہ کو جاتے وقت رفعِ یدین ثابت کرنا مقصود ہے اور اس حدیث کا متن بھی لفظ واذا سجد کے علاوہ یہی ہے۔ جس سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین ثابت کرنا مقصود ہے۔

دوسرے اور چوتھے باب میں امام نسائیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے پہلے اور بعد رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ باب نمبر ۲ کی حدیث کے ”وكان لا يفعل ذلك في السجود“ کہ آپ ﷺ سجدہ میں جاتے ہوئے رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ یعنی نہ پہلے سجدہ میں جاتے وقت اور نہ دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے۔ اور باب نمبر ۴ کی حدیث کے آخر میں ہے: ”ولا يرفع بين السجدين“ کہ آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ یعنی پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ حدیث کے ان دونوں قسم کے الفاظ سے سجدوں میں رفعِ یدین کی مطلقاً نفی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ وہاں سے رفعِ یدین کے متروک ہونے کو بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ امام نسائیؒ کے استدلال کا تقاضا ہے یعنی پہلے

سجدوں میں رفعِ یدین ہوا کرتا تھا جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۸۵، ۱۱۲۳ میں ہے۔ بعد میں متروک ہو گیا۔ یہ نہیں کہ کبھی کر لیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ رفعِ یدین کرنے والوں کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان کی غالب اکثریت نے سجدوں کے وقت رفعِ یدین کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

امام نسائی نے رکوع سے پہلے کے رفعِ یدین کے دو ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلے باب میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع کو جاتے وقت کانوں کی لو کے برابر رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع کو جاتے وقت کندھوں کے بالمقابل رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ یعنی دونوں حدیثوں میں رکوع کو جاتے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ پہلی میں کانوں کی لو کے برابر اور دوسری میں کندھوں کے برابر۔

تیسرے باب میں امام نسائیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رفعِ یدین کی نفی کرتے ہوئے صرف پہلی مرتبہ رفعِ یدین یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن علقمة عن عبد الله قال: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُجِدْ (نسائی رقم ۱۰۲۶)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپؐ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفعِ یدین کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا۔“

غور فرمائیں! اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رکوع سے پہلے اور بعد رفعِ یدین کے بغیر اپنی نماز کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ پیش کیا ہے۔ جس کے بعد مضمون حدیث کے مرفوع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ کوئی آدمی رفعِ یدین کے بغیر پڑھی ہوئی نماز سے رسول اللہ ﷺ کی نماز ہونے کی نفی نہیں کر سکتا۔ امام نسائیؒ نے اس حدیث پر ”توکِ ذلک“ (اس رفعِ یدین کے ترک میں باب) کا عنوان قائم کر کے رکوع جاتے وقت رفعِ یدین کے متروک ہونے پر استدلال کیا ہے۔ جس طرح سجدوں میں رفعِ یدین کے متروک ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کبھی کر لیا اور کبھی چھوڑ دیا بلکہ ہمیشہ کے لیے متروک ہونا مراد ہے جیسا کہ قائلین رفعِ یدین کی اکثریت کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح رکوع جاتے وقت رفعِ یدین کے متروک ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہمیشہ کے لیے متروک ہو گیا کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا عمل بھی ترکِ رفعِ یدین ہی تھا۔

امام نسائیؒ نے رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین کے چار ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلے باب میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین کا ذکر

ہے۔ اگرچہ اس میں بھی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا ذکر ہے مگر حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث اس بارے میں زیادہ صریح ہے۔ لہذا اسے مستقل باب میں لائے ہیں۔ اس باب میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ کانوں کے سروں کے برابر اٹھانے کی تصریح ہے۔ اگلے باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھانے کا ذکر ہے۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ان دونوں حدیثوں کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ان دونوں میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ ایک میں کانوں کے سروں کے برابر اور دوسری میں کندھوں کے برابر۔ پھر امام نسائیؒ اگلے باب ”الرخصة فی ترک ذلک“۔ (اس رفع یدین کے ترک میں رخصت کے بارے میں باب) میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث دوسری سند سے لائے ہیں۔ جس میں ترک رفع یدین کا صریح ذکر ہے۔ حدیث کا متن یہ ہے:

عن علقمة عن عبد الله: أَنَّهُ قَالَ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً. (نسائی رقم ۱۰۵۸)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپؓ کھڑے ہوئے۔ پس صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔“

امام نسائیؒ اسی حدیث کو رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کے متروک ہونے کی دلیل کے طور پر لائے ہیں۔ البتہ دو مختلف سندوں اور متنوں کے ساتھ ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ دونوں سندیں اور متن صحیح اور مستقل حجت ہیں۔

رفع یدین پر سنن ابوداؤد کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام ابوداؤد نے پہلے باب: رفع الیدین فی الصلوة (نماز میں رفع یدین کا باب) قائم کیا۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی احادیث لائے ہیں۔ پھر اس کے بعد ترک رفع یدین والی حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث لائے ہیں۔ حضرت وائل بن حجرؓ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو رکوع اور سجدہ کی رفع یدین کا ذکر کیا، لیکن جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپؐ نے اپنا مشاہدہ صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کے بارے میں فرمایا اور بس۔

عن وائل بن حجر قال: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ
أُذُنَيْهِ قَالَ: ثُمَّ أَلَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ
وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَأُكْسِيَّةٌ (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔

حضرت وائل بن حجرؒ فرماتے ہیں: میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ افتتاحِ نماز کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔ فرمایا: پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور ان پر بڑے کوٹ اور اونی چادریں تھیں۔

اگر اس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؒ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفعِ یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؒ نے کسی ایک صحابیؒ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفعِ یدین کرتے تھے۔ اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عندالركوع رفعِ یدین منسوخ ہو گیا تھا۔ لہذا حضرت وائل بن حجرؒ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہو گئی۔

اس کے بعد باب: من لم يذكر الرفع عند الركوع (باب اس کا کہ جس نے رکوع کے وقت رفعِ یدین کا ذکر نہیں کیا) لائے۔ اس باب میں حدیث ابن مسعودؓ (رقم ۷۲۸) کو ذکر کیا۔ پھر حضرت براء بن عازبؓ سے حدیث (رقم ۷۴۹، ۷۵۰) ترقیم دارالمعرفہ، بیروت) بطریق یزید بن ابی زیادؓ روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں رفعِ یدین کرتے تھے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔ پھر تیسری حدیث (رقم ۷۵۱) اپنے شیخ حسن بن علیؒ کے واسطہ سے نقل کی کہ نماز میں ایک ہی بار شروع میں رفعِ یدین کیا ہے۔ پھر بطریق عیسیٰ اور حکمؓ کے حدیث براء بن عازبؓ بطور تائید لائے ہیں (رقم ۷۵۲)۔ اور آخر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی حدیث (رقم ۷۵۳) روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ دراز کر کے اٹھاتے تھے۔ اس طرح ترکِ رفعِ یدین کی احادیث تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمائیں۔

سبع رفعِ یدین پر سنن ترمذی کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام ترمذیؒ نے بھی رفعِ یدین کے باب میں پہلے حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پیش کی ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث روایت کی ہے۔ امام ترمذیؒ بھی دوسرے محدثین کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ رفعِ یدین منسوخ ہے۔

نوٹ:- ترمذی شریف کے پاک و ہند کے مروجہ نسخوں میں ترکِ رفعِ یدین کا باب سہو کتابت سے رہ گیا ہے۔ ورنہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث امام ترمذیؒ نے بھی ذکر کی ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وفی الباب عن البراء بن عازب (اس باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے) (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی)۔ فی الباب کا لفظ بتاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے پہلے اس حدیث کا ترجمہ الباب (یعنی باب کا عنوان) ضرور تھا۔ ظاہر ہے کہ جب حدیث ترکِ رفعِ یدین کی ہے تو باب بھی ترکِ رفعِ یدین کا ہی ہوگا۔ چنانچہ ترمذی کے صحیح ترین نسخوں میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے پہلے یہ باب موجود ہے۔ باب من لم یرفع یدیه الا فی اول مرة (باب اس کا کہ جس نے صرف پہلی مرتبہ ہی رفعِ یدین کیا)۔ مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاکرؒ نے شرح ترمذی (ج ۲ ص ۴۰ طبع قاہرہ) میں بھی باب قائم کیا ہے۔ اسی طرح زمانہ حال کے غیر مقلد الشیخ خلیل مأمون شیخانے ترمذی کا نسخہ جو اپنی تحقیق سے شائع کیا ہے۔ اس میں انہوں نے باب باندھا ہے: ”باب: ما جاء أنَّ النَّبِيَّ ﷺ لم يرفع الا في اول مرة“۔ ”باب اس کا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے صرف پہلی مرتبہ ہی رفعِ یدین کیا ہے“ (سنن ترمذی: ص ۱۳۱، رقم ۱۲۵۷، تحقیق الشیخ خلیل مأمون شیخا، طبع دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ)۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں نور الصباح ج ۱ ص ۱۰۱ تا ۱۰۶؛ اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۴۱۱، ۴۱۲)۔

ایک چیلنج

جس طرح ہم نے صحاح ستہ کی کتابوں سے دکھا دیا کہ رفعِ یدین کی حدیث پہلے ہے اور ترکِ رفعِ یدین کی بعد میں ہیں۔ (حالانکہ یہ سب شافعیوں کی کتابیں ہیں کیونکہ اکثر مصنفین شافعی ہیں)۔ اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ غیر مقلدین صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب لائیں جس میں ترکِ رفعِ یدین کا باب یا حدیث پہلے ہو اور رفعِ یدین کی حدیث یا باب بعد میں ہوتا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ترکِ رفعِ یدین والی روایات منسوخ اور رفعِ یدین والی ناسخ ہیں۔

نسخِ رفعِ یدین پر مصنف ابن ابی شیبہ کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

اسی طرح امام بخاریؒ کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے بھی یہی طرز اختیار کیا ہے۔ محدث ابن ابی شیبہؒ نے ایک باب ”باب من كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة“ قائم کر کے رفعِ یدین کی

روایات (رقم ۲۴۴۰ تا ۲۴۵۴) جمع فرمائیں۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت مالک بن الحویرثؓ، حضرت انسؓ اور حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی احادیث لائے ہیں۔ تو دوسرا باب ”باب من کان یرفع یدہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود“ قائم کیا جس میں ترک رفع یدین کی احادیث (۲۴۵۵ تا ۲۴۶۹) ذکر فرمائیں۔ اس میں حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع احادیث لائے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین میں حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت شعبیؒ، حضرات اصحاب علیؓ اور اصحاب ابن مسعودؓ، حضرت خثیمہؒ، حضرت قیسؒ، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ، حضرت اسودؓ، حضرت علقمہؒ کے آثار ذکر کیے ہیں۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اس بات کی وضاحت کردی کہ رفع یدین والی احادیث منسوخ ہیں۔ کیونکہ خیر القرون کا تعامل ترک رفع یدین ہی تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴ تا ۲۳۷ طبع اول؛ ج ۲ ص ۴۰۹ تا ۴۱۸ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی طبع ثانی ۱۴۲۸ھ)۔

نسخ رفع یدین پر مصنف عبدالرزاق کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (المتوفی ۲۱۱ھ) نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں باب قائم کیا ہے: باب: تکبیرۃ الافتتاح و رفع الیدین۔ اس میں پہلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت وائل بن حجرؓ سے رفع یدین والی روایات اور پھر کچھ آثار ذکر کیے ہیں۔ پھر اس کے بعد ترک رفع یدین کی مرفوع حدیث حضرت براء بن عازبؓ کی دوسندوں (رقم ۲۵۳۳، ۲۵۳۴) سے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دو روایات (۲۵۳۶، ۲۵۳۷) اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اثر (رقم ۲۵۳۸) لائے ہیں۔ اور باقی محدثین کی طرح اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳ تا ۴۶ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت سن ۱۴۰۱ھ)

نسخ رفع یدین پر مؤطا امام محمد کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام محمد بن حسن شیبائیؒ نے بھی یہی طرز اختیار کیا ہے۔ وہ بھی اپنے مؤطا میں پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع اور موقوف حدیث رفع یدین کی لائے ہیں۔ پھر ترک رفع یدین کی حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث کو لائے ہیں۔ پھر صحابہ میں سے حضرت علیؓ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور تابعین کرام رحمہ اللہ میں حضرت علی بن حسینؓ المعروف زین العابدینؓ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے آثار کو ذکر کیا ہے جس سے یہ بات واضح کر دی ہے کہ خیر القرون میں ترکِ رفعِ یدین کا تعامل ہی جاری تھا۔ رفعِ یدین روایات پر عمل نہیں تھا۔ حضرت امام محمدؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ترکِ رفعِ یدین کی ترجیح بھی ثابت کر دی۔ اجماع خیر القرون بھی بیان کر دیا۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب میں سے کسی ایک سے بھی نہ پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفعِ یدین کرنے کا مسئلہ سنا، (اور نہ ہی کسی کو پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفعِ یدین کرتے دیکھا)۔ وہ صرف نماز کی ابتداء میں رفعِ یدین کرتے تھے“ (موطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفعِ یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؓ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

بہر حال ان اکابر محدثینؓ کے ابواب خود بتاتے ہیں کہ رفعِ یدین میں ترک و نسخ کا عمل جاری رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں رفعِ یدین کی حدیث ہے تو وہیں ترکِ رفعِ یدین کی بھی۔

قولی اور فعلی سنت میں فرق

شبہ:- غیر مقلدین ماضی استمراری سے دوام پر استدلال کرتے ہیں۔
جواب:- عقود دو قسم کے ہوتے ہیں: قولی اور فعلی۔ عقودِ قولیہ میں دوام ہوتا ہے جیسے اسلام اور نکاح۔ انسان زبان سے اسلام قبول کرتا ہے۔ اس کا اسلام دائمی ہوتا ہے جب تک کلمہ کفر نہ کہے۔ اسی طرح نکاح زبانی وعدہ ہے۔ وہ نکاح دائمی ہوتا ہے جب تک طلاق نہ ہو۔ اسی طرح اگر رفعِ یدین جناب رسول اللہ ﷺ کے قول سے ثابت ہوتا تو دوام ثابت ہو جاتا۔ چونکہ غیر مقلدین کے پاس قولی حدیث نہیں اس لیے دوام ثابت نہیں کر سکتے۔ ترکِ رفعِ یدین کی احادیث قولی، فعلی اور تقریری تینوں قسم کی موجود ہیں۔ لہذا اس کا دوام ثابت ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر ۴)

قول کے مقابلہ فعل ذاتی طور پر دوام پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً:

۱:- مسلم (ج ۱ ص ۲۵۴) میں وتر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بیان ہے اور کان یصلی کے الفاظ کے ساتھ ہے جو ماضی استمراری ہے۔ حدیث اس طرح ہے۔ عن أبي سلمة قال: سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ. فقالت (عائشة) كان يصلی ثلاث عشرة ركعة يصلی

ثمان رکعاتِ ثَمَّ یوترُ ثم یصلی رکعتین وهو جالس الحدیث۔
ترجمہ:- حضرت ابوسلمہؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نبی ﷺ تیرہ (۱۳) رکعتیں پڑھتے تھے۔ (پہلے) آپ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ (تین) وتر پڑھتے۔ پھر آپ دو رکعتیں بیٹھ کر ادا فرماتے الحدیث۔

اس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں: قلت: الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما ﷺ بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر وبيان جواز النفل جالساً ولم يواظب على ذلك بل فعله مرة او مرتين او مراتٍ قليلةٍ. ولا تغتر بقولها كان یصلی. فان المختار الذي عليه الاكثرون والمحققون من الأصولیین ان لفظة "كان" لا يلزم منها الدوام ولا التكرار. وانما هي فعل ماضٍ يدل على وقوعه مرةً فان دلّ دليل على التكرار عمل به والا فلا تقتضيه بوضعها (مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)۔

ترجمہ:- حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہاں جو ماضی استمراری کے ساتھ وتروں کے بعد نفل پڑھنے کا ذکر ہے۔ یہ اس لیے ہے تاکہ ایک تو یہ پتہ چل جائے کہ وتروں کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے۔ دوسرا یہ پتہ چل جائے کہ نفل بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضور ﷺ نے ان نوافل پر ہمیشگی نہیں فرمائی بلکہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا چند مرتبہ آپ ﷺ نے یہ نوافل ادا کیے ہیں۔ اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ یہاں کان یصلی ماضی استمراری کا لفظ ہے۔ اس لیے کہ اکثر اصولیین اور محققین کے نزدیک کان دوام اور تکرار کے لیے نہیں آتا بلکہ ایک دفعہ فعل کے لیے وضع کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی خارجی قرینہ اس کے علاوہ مل جائے جو دوام پر دلالت کرتا ہو تو علیحدہ بات ہے ورنہ صرف ایک ہی دفعہ فعل کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

ماضی استمراری کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لیے ہے (نووی ج ۱ ص ۲۵۴: مجمع البحار ج ۲ ص ۲۲۵، مسک الختام ج ۱ ص ۵۶)۔ اس سے مواظبت (دوام) بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں قرائن اجتہادیہ سے کہیں مجتہد دوام مراد لیتا ہے۔ کہیں دوام مراد نہیں لیتا۔ احناف کے ہاں سب قرائن سے بڑا قرینہ تعامل خلفائے راشدینؓ یا تعامل خیر القرون بلا نکیر ہے۔ اگرچہ فعل رسول اللہ ﷺ ماضی استمراری سے بھی ثابت ہو۔ ان کے بعد اگر تعامل جاری ہو تو وہ قرینہ عمل پر مواظبت (دوام) کا ہوگا۔ اگر تعامل جاری نہ رہا تو وہ قرینہ ترک مواظبت پر ہوگا۔

مناطقہ کی زبان میں کان یصلی ماضی استمراری قضیہ مہملہ ہے جس میں جزیہ تو یقینی ہوتا ہے لیکن

کلیہ کے لیے کسی خارجی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ اگر مجتہد نے کسی حدیث میں ماضی استمراری کو دوام کے معنی میں لیا ہے تو اس نے اجتہادی قرائن سے لیا ہے نہ کہ بطور نص۔ اگر کسی نے جو یہ مراد لیا ہے تو اس کو اپنے اصل پر قائم رکھا ہے۔

۲:- حدیث میں ہے: ”کان يطوف على نسائه بغسل واحد“۔ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے۔ لیکن حسب تحقیق محدثین یہ واقعہ صرف ایک دفعہ ہوا۔ لہذا یہ نہ سنت ہے نہ مستحب۔

۳:- جناب رسول اللہ ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۵، ۳۶، ۳۷)

۴:- جناب رسول اللہ ﷺ کا حالت جنابت میں سونا (بخاری ج ۱ ص ۴۴)۔

۵:- جناب رسول اللہ ﷺ کا روزے کی حالت میں ازواج مطہرات سے بوس و کنار کرنا (بخاری ج ۱ ص ۲۵۸)

۶:- جناب رسول اللہ ﷺ کا قبلہ کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کرنا۔

۷:- جناب رسول اللہ ﷺ کا نماز میں کن انکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا۔

۸:- جناب رسول اللہ ﷺ کا وضو کے بعد بیویوں کا بوسہ لینا۔ (مشکوٰۃ: کان یقبل)

۹:- جناب رسول اللہ ﷺ کا نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا۔

۱۰:- جناب رسول اللہ ﷺ کا بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا (بخاری ج ۱ ص ۷۴)۔

۱۱:- جناب رسول اللہ ﷺ کا جوتے پہن کر نماز پڑھنا (بخاری ج ۱ ص ۵۶)۔

۱۲:- حائضہ بیوی کی گود میں سہارا لگا کر قرآن پڑھا کرتے (ماضی استمراری)

(بخاری ج ۱ ص ۴۴)

۱۳:- حائضہ بیوی سے مباشرت کیا کرتے (ماضی استمراری) (بخاری ج ۱ ص ۴۴)۔

اس طرح کے بہت سے افعال جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں مگر نہ ان کو کوئی سنت سمجھتا ہے نہ مستحب۔ نہ ہی کوئی ان کے دوام کا قائل ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی شخص یہ کام نہ کرے تو کوئی اس کو خلاف سنت کا طعنہ نہ دے گا۔

ان افعال کا ایک آدھ دفعہ کرنا تو جناب رسول اللہ ﷺ سے یقیناً ثابت ہے لیکن ان کا سنت یا مستحب ہونا بھی یقیناً غلط ہے۔ بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے۔ بعض فعلی روایات سے اس کا ایک آدھ مرتبہ کرنا ثابت تو ہے لیکن نہ اس کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ مستحب ہونا۔ یہی بات حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے کہ حضرت وائلؓ نے صرف ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ

کو رفعِ یدین کرتے دیکھا۔ جس سے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ سنت وہی ہے جو باقی حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کی اور اس پر عمل فرمایا یعنی رفعِ یدین نہ کرنا۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حدیثوں کو پرکھنے میں صرّاف اور نقاد تھے اور بلند پایہ علماء اور محدثین میں سے تھے“ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۹)۔ اسی لیے تو اس صرّاف حدیث نے ترکِ رفعِ یدین کی روایات کو پرکھنے کے بعد مضبوط اور صحیح سمجھ کر ان پر عمل کیا اور رفعِ یدین کی روایات کو غیر معمول بہا اور مؤول ہونے کے باعث چھوڑ دیا۔

اگر بالفرض غیر مقلدین کی بیان کردہ تمام روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو بھی ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے رفعِ یدین پر مواظبت و دوام ثابت ہوتا ہو۔ آخری وقت نبوی ﷺ میں ہی رفعِ یدین کا ثبوت ہو تو ان میں سے ایک حدیث میں بھی مکمل دعویٰ موجود نہیں ہے۔ ان تمام روایات سے زیادہ سے زیادہ ایک آدھ مرتبہ رفعِ یدین کرنے کی صراحت ملتی ہے۔ جیسے پہلی رات کا چاند طلوع ہو تو کروڑہا لوگ بھی اس کے طلوع کی خبر دیں تو چاند تو ایک ہی طلوع ہوا، اور ایک ہی بار طلوع ہوا، نہ کہ کئی مرتبہ۔ پس ان تمام روایات و احادیث سے ایک آدھ مرتبہ رفعِ یدین کا ثبوت تو صراحتاً ہوگا۔ ہاں یہ رفعِ یدین باقی رہی یا باقی نہ رہی۔ اس سے یہ احادیث بالکل خاموش ہیں۔

ترکِ رفعِ یدین کا متواتر ہونا

ترکِ رفعِ یدین کی روایات کا کشیدہ ہونا

گذشتہ ابواب میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد رفعِ یدین نہ کرنے کے بارے میں قرآنی آیات، قولی احادیث، فعلی احادیث اور تقریری احادیث ہر قسم کے دلائل موجود ہیں اور غیر مقلدین کے پاس صرف فعلی احادیث ہیں اور وہ ہمارے پاس بھی ہیں۔ جتنی مرضی روایات وہ پیش کریں مگر ہیں وہ سب ہی فعلی حدیثیں۔ نہ وہ اس موضوع پر کوئی قرآنی آیت لاسکے ہیں نہ قولی حدیث، نہ تقریری حدیث۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود یہ کہنا کہ رفعِ یدین کی روایات زیادہ ہیں اور متواتر ہیں۔ یہ تو کسی مجنون کا کام ہوگا۔

حضرت مولانا محمد حسن سنہلیؒ فرماتے ہیں: ”لیس فی جانب الرفع إلا عدة أحادیث فعلیة“ (تسبیح النظام فی مسند الامام ص ۱۶۹ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)۔ ”رفعِ یدین کی روایات چند ہیں، وہ بھی صرف فعلی“۔ اور فرماتے ہیں: ”اعلم أنّ الاحادیث المرفوعة والموقوفة فی جانب ترک

الرفع ايضاً كثيرة. عامتها صحيحة أو حسنة“ (تسقيق النظام ص ۱۵۹)۔ ”جان لے! بے شک ترک رفع یدین کی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ بھی بکثرت ہیں اور اکثر صحیح یا حسن ہیں۔“

پھر ترک رفع یدین کی قولی اور فعلی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”فهذا كله من انموذج احاديث عدم رفع اليدين عامتها فعلية، وما قبل الأخير قولی اور دناها لرغم أنف من يختلق أن لا حديث في جانب ترك الرفع و عدمه و نفيه، و انما الأحاديث قد تظافرت و تمالات على الرفع صحاحاً و حسناً و ضعافاً. ومع ذلك كله قد تر كنا كثيراً من الأخبار مخافة التطويل“ (تسقيق النظام ص ۱۷۱)۔

ترجمہ:- یہ ترک رفع یدین کی احادیث کا ایک نمونہ ہے جس میں اکثر احادیث فعلی ہیں اور جو آخری سے پہلی والی حدیث ہے وہ قولی ہے۔ ہم نے یہ سب احادیث اس لیے بیان کی ہیں اس شخص کے علی الرغم جس نے یہ بات بنا ڈالی ہے کہ ترک رفع یدین کی جانب ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ بیشک اس ترک رفع یدین میں مرفوع حدیثیں موجود ہیں جن میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کی صحیح مسلم والی قولی حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

”فهذا حديث قولی راجع على الفعلی، فما بال أقوامٍ يرفعون بأيديهم كيف يرفعونه بألسنتهم مع أنه ليس في أيديهم إلا عدة أخبار فعلية۔“

(تسقيق النظام فی سند الامام الاعظم ص ۷۰ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)

”ترک رفع یدین کی یہ قولی حدیث فعلی احادیث پر رائج ہے۔ پس ان اقوام کا کیسا حال ہے جو ہاتھوں کو تو اٹھاتے ہیں مگر اپنی زبانوں کو بھی بلند کرتے رہتے ہیں (یعنی طعنہ زنی کرتے ہیں)۔ حالانکہ ان کے پاس صرف چند فعلی احادیث ہیں اور بس۔“

ترک رفع یدین کی احادیث کا متواتر ہونا

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”واما المرفوعات ففي بعضها ذكر الرفع، وفي بعضها ذكر الترك، وبعضها ساكتة، فاذا تمسكنا بما فيه ذكر الترك، فيقل عدد أحاديثنا، ويكثر عدد أحاديثهم واذا تمسكنا بالساكات ايضاً، فانهم يذكرون جميع صفة الصلاة مع المستحبات ولا يذكرون رفع اليدين الا في الاستفتاح فتبادر تلك الأحاديث لنا فيكثر عدد أحاديثنا من عدد أحاديثهم، واكثر الناس

عن هذا غافلون۔ (العرف الخدی ص ۱۳۶ طبع الطاف ایندسز، کراچی)

”احادیث مرفوعہ میں سے بعض میں تو رفع یدین کا ذکر ہے اور بعض میں ترک رفع یدین کی صراحت ہے۔ اور بعض اس بارے میں ساکت ہیں۔ جب ہم نے ان حدیثوں کو شمار کیا جن میں ترک رفع یدین کی صراحت ہے تو ہماری احادیث کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ اور رفع یدین کی احادیث کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم نے ان حدیثوں کو بھی ساتھ ملا لیا جو ساکت ہیں۔ چونکہ ان احادیث میں مستحبات سمیت صلوٰۃ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے اور کسی قسم کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔ تو ہماری احادیث میں ان کا شمار ہوگا۔ اس طرح ہماری احادیث کی تعداد ان کی احادیث سے بہت بڑھ جاتی ہے۔ اکثر لوگ اس بات سے غافل ہیں۔“

نبی کریم ﷺ کا زیادہ تر عمل ترک رفع کا تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ سے نقل فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ کا اکثر عمل ترک رفع یدین تھا۔ حضرت مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجرؒ کی رفع یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعیؒ کے سامنے بیان کی تو آپؐ نے فرمایا: ”حضرت وائلؒ نے ایک مرتبہ یہ کرتے دیکھا جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

(مٹاوی رقم الحدیث ۱۳۱۸)۔

حضرت عمرو بن مرہؓ نے حضرت وائل بن حجرؒ کی رفع یدین والی روایت بیان کی تو حضرت امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: ”میں نہیں جانتا کہ شاید حضرت وائل بن حجرؒ نے صرف ایک اسی دن جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور اس رفع یدین کو یاد رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے تھے) ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہ رکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔“ (موطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔

(نیل الفرقین ص ۱۶۶ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

اس میں امام ابراہیم نخعیؒ نے صاف واضح فرمادیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اکثری عمل ترک رفع یدین تھا۔ اسی بات کو علامہ موصوف نے برقرار رکھا۔ خیر القرون میں کسی نے امام ابراہیم نخعیؒ کی تردید نہیں کی۔ دوسری بات امام نخعیؒ کے ارشاد سے یہ ثابت ہوئی کہ رفع یدین کی

حدیث نہ سنداً متواتر ہے اور نہ عملاً۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ ترکِ رفعِ یدین ہی امامِ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک عملاً متواتر تھی اور امامِ ابراہیم نخعی ترکِ رفعِ یدین کو سنداً بھی متواتر فرماتے ہیں:

وقد حدثني من لا أحصى عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أنه رفع يديه في بدء الصلوة فقط. وحكاة عن النبي ﷺ. وعبد الله عالم بشرائع الاسلام وحدوده. متفقد لأحوال النبي ﷺ. ملازم له في إقامته وفي أسفاره. وقد صلى مع النبي ﷺ ما لا

يحصي

(مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

”مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلامی شرائع اور حدود کے پورے عالم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے احوال کی جستجو فرمانے والے تھے۔ آپؐ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے تھے۔ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپؐ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں“ (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)

تواترِ اسنادی

رفعِ یدین کے رواۃ کا زیادہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ نبی ﷺ کا اکثر عمل رفعِ یدین تھا بلکہ ہو سکتا ہے کہ کم ہونے کے باوجود اس کے راوی زیادہ ہوں کیونکہ رفعِ یدین وجودی فعل ہے اور علامہ انور شاہؒ یہ قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ کثرتِ روایت ہمیشہ وجودی فعل کی ہوتی ہے۔ اور راوی اکثر عدی کی روایت نہیں کرتے۔ (نیل الفرقین ص ۲۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی) اور ترک کی نقل بہت کم ہوتی ہے کیونکہ وہ تروک میں سے ہے اگرچہ فی نفسہ وہ کثیر ہو۔ (نیل الفرقین ص ۲۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ کثرت سے کسی بات کا نقل ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ فعل جناب رسول اللہ ﷺ نے زیادہ دفعہ کیا ہوگا۔ کیونکہ وجودی فعل کو اکثر نقل کرتے ہیں بخلاف عدی کے کہ اس کو بغیر کسی داعیہ کے بیان ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ ترک فی نفسہ زیادہ ہوتا ہے۔ (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۰؛ نیل الفرقین ص ۹۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

مثال اول:- جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک آدھ دفعہ جوتا پہن کر نماز ادا فرمائی۔ اس کی روایت سنداً متواتر ہے۔ (طحاوی)۔ حالانکہ امت میں جوتے اتار کر نماز پڑھنا عملاً متواتر ہے۔

مثال دوم:۔ شق قمر ایک رات ہوا۔ جس کو کتنے صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ مگر باقی عمر مبارک کے ۶۳ سال کسی رات شق قمر نہ ہوا۔ اس کو راویوں نے سرے سے روایت ہی نہیں کیا۔

پھر اس قول میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ کتنی جگہ رفع یدین سنداً متواتر ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ ۱۲ صحابہ رضی اللہ عنہم سے رفع یدین کی حدیث مروی ہے (نیل الفرقان ص ۶۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی) اور پھر جو مزید تحقیق فرمائی تو پانچ یا چھ صحابہ سے رفع یدین کا ثبوت مانا (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۹)۔ نیز علامہ انور شاہ مطلقاً کو بھی اپنے دلائل میں شمار فرماتے ہیں۔ (نیل الفرقان ص ۱۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۰)

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

”اگر ہم ان احادیث کو بھی ساتھ ملا لیں جن میں صفتِ صلوٰۃ بیان ہوئی ہے۔ اور پھر بھی ان میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے تو ترکِ رفع کی تعداد بڑھ جاتی ہے کیونکہ ضرورتِ بیان کے وقت سکوت کرنے کو ترک کی دلیل کہا جائے گا۔ ظاہر ہے صفتِ صلوٰۃ کی جن احادیث میں سارے افعالِ صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ ارکان، واجبات، سنن و آداب سب ذکر ہوئے اور صرف رفع یدین کا ذکر ان میں نہیں ہوا۔ اور ہوا تو صرف تکبیر تحریمہ والے رفع کا۔ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ تو ایسی صورت میں وہ احادیث حنفیہ اور مالکیہ کی موافقت میں شمار ہو سکتی ہیں۔ اس طرح ان کی احادیث تصریح ترکِ رفع یدین والی احادیث کے ساتھ مل کے رفع یدین والی احادیث سے کہیں زیادہ ہو جائیں گی۔

(انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۴)

پھر تواتر ہو بھی تو ثبوت کا ہو گا نہ کہ دوام کا۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی ہونا قرآن پاک کی متواتر آیات سے ثابت ہے۔ اس سے ثبوتِ نبوت ہے۔ اس کو یوں کہنا کہ قرآن پاک کی متواتر آیات سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی تھے، یقیناً جھوٹ ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ حضور ﷺ نماز میں دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے۔ یہ سنداً متواتر ہے۔ بالکل جھوٹ ہے، بلکہ یہ تو کسی خبر واحد سے بھی ثابت نہیں۔

تواترِ عملی

علامہ انور شاہ فرماتے ہیں:

”اور سب شہروں میں تارکینِ رفع یدین بھی تھے۔ جن کا نام روایت نہیں کیا گیا۔ کیونکہ

جب تعامل اور تواتر جاری ہو جائے تو سند کے بیان سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اب سند کی اہمیت نہیں رہتی۔ پھر کچھ ناخلف آکر سندوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور جب سند نہیں پاتے تو تواترِ عملی کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ عادت اکثر مٹلی میں ابن حزم کی ہے۔ گویا اس کے نزدیک دنیا میں کوئی واقعہ ایسا ہوا ہی نہیں جس کی سند مذکور نہ ہو، حالانکہ یہ بات یقیناً غلط ہے۔ اس طرح وہ کئی اجماعیات کا انکار کر دیتے ہیں جو عملاً تو متواتر ہوں مگر سنداً احاد ہوں۔ اس طرح تخریب زیادہ ہوتی ہے تعمیر کم۔ اور یہ ضرر عظیم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ قرآن کس طرح تلاوتِ پوری دنیا میں متواتر ہے۔ لیکن اگر ہم قرآن پاک کی ہر ہر آیت کا اسنادی تواتر تلاش کرنے لگیں تو یقیناً عاجز آجائیں گے

(حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم؛ ج ۲ ص ۳۲۵ طبع جدید مع بخاری؛ نیل الفرقدین ص ۱۰۳، ۱۰۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

حضرت مولانا احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں: ”ترکِ رفعِ یدین کا تعامل تواتر کے ساتھ رہا ہے۔ اہل کوفہ تو تقریباً سارے ہی اس پر عامل تھے۔ امام مالکؒ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں بکثرت ترکِ رفعِ یدین والے تھے۔ جن کی وجہ سے امام مالکؒ نے اسی کو اختیار کیا۔ اور اسی طرح دوسرے بلادِ اسلامیہ میں رافضیوں کے ساتھ تارکین بھی رہے ہوں گے“ (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۴)۔

رفعِ یدین متواتر نہیں

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ رفعِ یدین کی احادیث متواتر ہیں۔ اگر اس سے مراد تکبیرِ افتتاح کی رفعِ یدین ہے تو یہ بات مسلم ہے۔ اور اگر اس سے مراد صلوٰۃ وتر کی رفعِ یدین مراد ہے تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ علامہ زیلیعیؒ نصب الراہ (ج ۱ ص ۳۹۱) میں فرماتے ہیں: ”قد تواترت الأخبار برفع الیدین فی الوتر“۔ ”وتر کی نماز میں رفعِ یدین کی احادیث متواتر ہیں“۔ تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے (خزائن السنن ص ۳۵۶)۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ”تواترِ رفعِ یدین کا دعویٰ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے جب خلفائے راشدینؓ اور دوسرے اکابر اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفعِ یدین کا عمل (بسنَد صحیح) ثابت ہے۔ اسی طرح فقہائے تابعینؒ خصوصاً حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اور شاگردوں سے ترکِ رفعِ یدین ثابت ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کا فرمان ہے: ”میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفعِ یدین کرتے نہیں دیکھا“۔ اگر تواتر کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ آیت

منسوخہ کی طرح ہے، اس کا تواتر اس کو منسوخ ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اس لیے کہ تواتر رفع یدین تو نماز میں مطلق رفع یدین کو ہی ہم تسلیم کرتے ہیں (اور وہ صرف تکبیر تحریمہ ہے)۔ اور خصوصاً رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کے تواتر کا دعویٰ تو یہ غیر مسلم ہے۔ ودون اثباتہ خرط القتاد، واللہ اعلم (اعلاء السنن ج ۳ ص ۸۰)

حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمن کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ”وإدعاء التواتر عند اختلاف الروايات واختلاف الصحابة واختلاف التابعين واختلاف الأئمة المجتهدين من المضحكات“۔
(کشف المغفل عن وجه الموطأ ج ۱ ص ۱۸۲ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)

ترجمہ:- احادیث و روایات، صحابہ جنؓ، تابعینؓ اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کے باوجود تواتر کا دعویٰ کرنا مضحکہ خیز ہے۔

روایات رفع یدین کی تعداد

جہاں تک رفع یدین کی روایات کا تعلق ہے تو وہ ہر آدمی کے سامنے ہیں جو اصطلاحی تواتر تک نہیں پہنچتے۔ شاید اسی لیے سنجیدگی کے ساتھ یہ دعویٰ رفع یدین کے قائلین اولین میں سے بھی کسی نے نہیں کیا۔ اگرچہ اس سلسلے میں ان کے دعوے بہت کچھ ہیں۔ پچاس صحابہ کرام جنؓ سے چار سو احادیث و آثار کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں صرف سترہ صحابہ کرام جنؓ سے مرفوع روایت کے مروی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر چودہ نام لکھے ہیں۔ اور نام بھی محض بے سند لکھے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب جزء رفع یدین میں سند کے ساتھ نصف کے قریب ہی نام شمار کیے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس سے رفع یدین کا دوام بطور نص ثابت ہو۔ امام ترمذیؒ نے بھی پندرہ (۱۵) صحابہؓ کا نام لیا ہے۔ ان ۱۵ میں سے متفق علیہ صرف دو حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی ہیں۔ ان دونوں میں نہ کوئی بدری ہے، نہ خلیفہ راشد اور نہ عمرہ مبشرہ صحابہ میں سے۔ ان دونوں سے بھی صرف فعلی احادیث ہیں۔

امام ترمذیؒ نے جو نام بیان کیے ہیں۔ ان میں ایک نام حضرت عمیر لیشیؓ کا بھی ہے۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ”امام ترمذیؒ کو حضرت عمیر لیشیؓ کی روایت کی طرف اشارہ نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ تو قریب ہے کہ موضوع ہو“۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۷۲)

امام بیہقیؒ نے اگرچہ بیس نام شمار کیے ہیں لیکن سند کے ساتھ ان میں سے پندرہ صحابہ جنؓ کی روایات موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ السنن الکبریٰ میں سند کے ساتھ صرف سات مرفوع

روایات کا ذکر ہے۔ حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکی نے التمهید اور الاستذکار میں صرف تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرفوع روایات کا حوالہ دیا ہے۔ غیر مقلد علامہ شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۹۵) میں چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرفوع روایات کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے: ”پس یہ چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کے ساتھ حضرت ابو حمید ساعدیؓ بھی ہیں، جنہوں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھ کر دکھائی اور اسے رسول اللہ ﷺ کی نماز قرار دیا۔“

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وأما تعداد الصحابة فهنا العدد، وفي "الفتح" نحو خمسين، فقد سقط منه نصف من كلام الشوكاني وقدمر، وهو كذلك في عبارة "الاستذكار" نحو ثلاثة وعشرين رجلاً، وفيهم نقد أيضاً، وخلص من كلام البيهقي آخر الميزان، وقد مر في النصف الباقي أيضاً أشياء، وقد أسقطنا في حديث أبي حميد أربعة من عشرة، ونقل في "التخریج" من كلام البيهقي خمسة عشر بأسانيد صحيحة يحتج بها، وقد مر الكلام في الحديث عن أبي بكر وعمر مرفوعاً، وأن الصواب أنه موقوف في حديث أنس أيضاً، وكذلك الظاهر في حديث أبي موسى، فبقى نحو اثني عشر لا أزيد، فذهب في المبالغات نحو ثلاثة أرباع، وبقى نحو ربع أو الربع كثير، وحصلنا من الخمسين على نحو اثني عشر، وإن أخذنا بلفظ: كل خفض ورفع، فعدد الرفع أزيد منهم، وخلص من عدد الأحاديث نحو خمسة أو ستة: حديث علي مع اختلاف في ذكر الرفع والساقون أثبت، وحديث ابن عمر رضی اللہ عنہما ومالك بن الحويرث رضی اللہ عنہما على وجوهها، وحديث وائل على اختلاف في ألفاظه، وحديث أبي حميد على اختلاف في الذكر وعدمه، وحديث جابر، ونحو هذا العدد من الجانب الآخر أيضاً، كما سيظهر. إن شاء الله. (لعدد أحاديثها فهي نحو سبعة) نعم .

طرقها قليلة (نيل الفرقين ص ۶۵، ۶۶)۔

ترجمہ:- اور (رفع یدین کے مسئلہ) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد یہ ہے۔ فتح الباری میں تعداد تقریباً پچاس ہے۔ قاضی شوکانی کے کلام سے نصف تعداد گھٹ گئی۔ علامہ ابن عبد البر نے رواۃ رفع کی تعداد تیس (۲۳) لکھی۔ اور ان میں بھی نقد و کلام ہے۔ اور امام بیہقی کے کلام سے نقد و میزان سے کچھ اور چھانٹ دیئے گئے۔ اور باقی جو آدھے بچے ان میں سے بھی کچھ کی بحث اوپر گزر چکی ہے۔ اور حضرت ابو حمیدؓ کی حدیث سے دس میں سے چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر کو ہم نے ساقط کر دیا۔ اور ”التخریج“ میں امام بیہقی کے کلام سے پندرہ

احادیث صحیحہ سے احتجاج کیا گیا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مرفوع احادیث پر کلام گزر چکا ہے۔ اور حق و صواب یہ ہے کہ حدیث انسؓ موقوف ہے۔ اور اسی طرح حدیث ابوموسیٰؓ بھی موقوف ہی ہے۔ تو اس طرح تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہے۔ لہذا تین چوتھائی تو مبالغہ کی نذر ہو گئے اور باقی ایک چوتھائی رہ گئے۔ (اور چوتھائی بھی بہت زیادہ ہیں)۔ اس طرح تعداد پچاس سے بارہ رہ گئی۔ اور اگر ہم وہ روایات جن میں کل خفض و رفع کے الفاظ ہیں ان کو الگ کر لیں تو تعداد صرف پانچ یا چھ رہ جاتی ہے۔ حدیث حضرت علیؓ، جس میں رفع یدین کے ذکر میں اختلاف بھی ہے، اور رفع یدین کے ذکر کو نہ بیان کرنے والی احادیث کے راوی زیادہ ثقہ و ثبت ہیں۔ اور حدیث ابن عمرؓ اور حدیث مالک بن الحویرثؓ دونوں طرح سے مروی ہیں۔ اور حدیث وائلؓ میں الفاظ کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ اور حدیث ابو حمید ساعدیؓ میں رفع یدین کے ذکر اور عدم ذکر دونوں ہیں۔ اور اسی طرح حضرت جابرؓ کی حدیث ہے۔ اور اتنی تعداد تو دوسری جانب بھی ہے (یعنی ان احادیث کی تعداد سات ہے)۔ ہاں! ان کے طرق قلیل ہیں۔“

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مزید فرماتے ہیں:

”وفی کل من حدیث ابن عمرؓ من طریق نافع و حدیث ابی ہریرہؓ، و حدیث وائلؓ و حدیث جابرؓ جاء فی کل خفض و رفع، وفی حدیث مالک بن الحویرثؓ بعضہ، وانما یخلص من ذلک حدیث ابی حمید فقط۔ وقد عمل بہ احمد مراراً، فکیف بالأعلال، بل هو تردد، وعندنا هو جنس واحد خفف شیئاً ومیز شیئاً۔“ (ماشیئیل الفرقین ص ۶۶)

ترجمہ:- ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کے طرق میں سے خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے نافع کے طریق میں، حدیث ابو ہریرہؓ، حدیث وائلؓ اور حدیث جابرؓ کے طرق میں فی کل خفض و رفع (یعنی ہر اونچ نیچ میں رفع یدین) کے الفاظ منقول ہیں۔ اور اسی طرح حدیث مالک بن الحویرثؓ میں اس کا بعض منقول ہے۔ صرف حدیث ابو حمید ہی باقی رہ گئی۔ امام احمد نے اس پر کبھی کبھار عمل کیا ہے۔ پس ایک معلول حدیث کے ساتھ کیسے عمل ہو سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو اس بارے میں متردد ہیں۔ اور ہمارے نزدیک وہ ایک ہی جنس سے ہے جس میں کچھ کی تخفیف کی گئی ہے اور بعض کی چھانٹی کی گئی۔“

حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے اسی مضمون کو ایک دوسرے انداز میں یوں بیان کیا ہے

”حضرت (مولانا انور شاہ کشمیری) نے محدثین کے مبالغات پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ مختصر یہ کہ امام بخاریؒ نے لکھا کہ سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رفع کی احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے رواة رفع کی تعداد تیس (۲۳) لکھی۔ بیہقیؒ نے تیس (۳۰) لکھی۔ عراقیؒ نے پچاس تک عدد پہنچا دیا۔ حالانکہ ان میں صرف تحریمہ والی بھی ہیں، جن میں مواضع ثلاثہ کا کچھ ذکر نہیں۔ پھر بیہقیؒ نے خود اقرار کر لیا کہ ۳۰ میں سے پندرہ (۱۵) کی اسناد صحیح ہیں، حالانکہ ان میں بھی متکلم فیہ احادیث ہیں۔ غرض عدد گھٹتے گھٹتے پانچ یا چھ کا رہ گیا۔ یہ محدثین کے مبالغات کا حال ہے۔ اور دوسری جانب بھی ترک رفع کی بھی چھ سات احادیث ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براءؓ، حضرت کعب بن عجرہؓ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر ان کے ساتھ وہ احادیث بھی شامل کر لیں کہ جن میں نماز کی ساری کیفیت بیان ہوئی ہے اور اول تکبیر تحریمہ کا ذکر بھی ہے مگر ان میں رفع یدین عند الركوع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو ہماری احادیث کی تعداد رفع والی احادیث سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً دارقطنی باب ذکر الركوع والسجود وما یجزی فیہما (ج ۱ ص ۳۴۵، طبع السید عبد اللہ ہاشم یمانی بالمدينة المنورة) میں حدیث انسؓ میں نماز کی پوری تفصیل اور صرف اول تکبیر پر رفع یدین ہے پھر نہیں ہے۔ اسی طرح التاج الجامع للاصول (ج ۱ ص ۱۶۹) باب الركوع والتسبیح فیہ میں ابو حمید الساعدیؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے“

(انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۳۳)۔

اگر تمام روایات پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے تو شاید پچاس صحابہؓ میں سے پانچ کی روایات بھی ایسی نہ ہوں جس سے رفع یدین کے قائلین کے مکمل موقف کی تائید ہو سکے۔ اسی لیے علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ”وقد اعترف البيهقي بأن ما يحتاج به قد خمس عشرة ولكن بعد النخل والسبر تبقى عندهم ستة احاديث فقط“ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷)۔

”حضرت امام بیہقیؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اختلافی رفع یدین پر جن احادیث کے ساتھ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ پندرہ ہیں لیکن چھان بین کے بعد ان کے پاس صرف چھ احادیث باقی رہ جائیں گی۔“

علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے جن چھ احادیث کے باقی رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں سجدوں میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ غیر مقلدین کے

نزدیک تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ہے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں ہے۔ لہذا ان کے پاس چھ میں سے صرف تین حدیثیں باقی بچیں گی۔ پورے ذخیرہ حدیث میں ان کے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان تین حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی کتاب ”نور العینین“ میں اگرچہ تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام شمار کیے ہیں مگر صرف آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث بیان فرمائی ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت مالک بن الحویرثؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت ابو حمید ساعدیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ (ان روایات پر تفصیلی بحث اگلے باب میں بیان کی گئی ہے)۔ ان میں سے صرف دو حدیثیں ان کے موقف پر دلالت کرتی ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل بھی ترک رفع یدین کا ہے۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی ابوداؤد وغیرہ والی حدیث ضعیف ہے۔ بخاری میں ان سے مروی حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ باقی احادیث ان کے موقف کے مطابق نہیں ہیں۔ اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح روایات ترک رفع یدین کی ہیں۔

غیر مقلدین کے دعوے کی حقیقت

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ غیر مقلدین کے پاس ان کے مسلک کے مطابق صرف دو یا تین احادیث ہی ہیں۔ لیکن چار سو احادیث و آثار کا شور سب سے زیادہ یہی لوگ مچاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ سب انہی کے خلاف ہیں۔ محدثین کرامؒ جنہوں نے اپنی عمریں حدیث کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہیں انہیں پندرہ سے زیادہ احادیث نہ مل سکیں اور غیر مقلدین جن کے پاس حدیث کا صرف نام ہی نام ہے۔ وہ شور مچا رہے ہیں کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چار سو احادیث و آثار ہیں۔ چنانچہ دورِ حاضر میں عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے اس پر دور سالے بھی لکھے جا چکے ہیں۔ ایک ”اثبات رفع یدین“ اور دوسرا ”الرسائل“۔ حالانکہ ان دونوں میں تیرہ یا چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث سے زیادہ نہیں ہیں۔ جنہیں تیرہ یا چودہ احادیث کہا جاسکتا ہے مگر حدیث کی جتنی کتابیں انہیں مل سکی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے انہی چودہ، پندرہ احادیث کو بار بار الگ نمبر شمار کر کے ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں یہ علمی دنیا میں بہت بڑا جھوٹ ہے، وہیں عوام کے ساتھ زبردست خیانت ہے۔ اللہ رب العزت ہر مسلمان کو جھوٹ اور خیانت سے محفوظ فرمائے۔

شیخ محمد الدین فیروز آبادیؒ کا دعویٰ

شیخ محمد الدین فیروز آبادیؒ فرماتے ہیں: ”ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے۔ اس کے

علاوہ نہیں۔ اور راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں چار صحیح حدیثیں مرفوع و موقوف ثابت ہیں۔ اس کو عشرہ مبشرہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے۔ اور رفع یدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں“ (شرح سفر السعادة ص ۶۲ فارسی)۔ اسی بات کو حکیم صادق سیالکوٹی نے ”صلوة رسول“ میں بڑی شد و مد سے عنوان: ”رفع یدین کے متعلق چار سو روایتیں“ باندھ کر بیان کیا ہے (صلوة الرسول ص ۱۹۷؛ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور، اگست ۲۰۰۴ء)۔

- فنِ مبالغہ آرائی کا کمال دیکھیے کہ شیخ فیروز آبادی نے ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالیں:
- ۱۔ ”ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے“۔ حالانکہ پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جو صحیح بھی ہو اور سالم عن المعارضہ بھی ہو۔
 - ۲۔ ”رفع یدین کے مسئلے میں چار صحیح حدیثیں مرفوع و موقوف ثابت ہیں“۔ حالانکہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو ان کی شرائط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں، وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جاسکتا۔
 - ۳۔ چار سو حدیثوں کے باوجود یہ مسئلہ شیخ فیروز آبادی کے نزدیک پھر بھی متواتر نہیں بلکہ ”متواتر کے مشابہ“ ہے۔ خدا جانے کہ ان کے نزدیک کسی مسئلے کے تواتر ہونے کے لیے کتنے ”چار سو“ کی ضرورت ہوگی؟

۴۔ ”رفع یدین کو عشرہ مبشرہ ﷺ نے روایت کیا ہے“۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ ﷺ میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اس کے مقابلے میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے، جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں، ترکِ رفع یدین صحیح اُسانید سے ثابت ہے۔ افسوس ہے! کہ شیخ فیروز آبادیؒ کی عشرہ مبشرہ ﷺ سے مروی روایات کا سراغ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو نہ ملا، ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں۔

۵۔ ”آنحضرت ﷺ ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے“۔ غالباً شیخ فیروز آبادیؒ کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منسوب کردہ وہ روایت ہے جس کو امام بیہقیؒ نے ذکر کیا ہے:

”پس ہمیشہ رہی آپ ﷺ کی نماز، یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔“

مگر یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے دور ادوی کذاب ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ عجیب بات ہے کہ امام بیہقیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ایسے اکابر بھی نہ صرف اس روایت پر خاموشی سے گزر

گئے، بلکہ اس کو رفع یدین کے دلائل میں ذکر کر جاتے ہیں۔ اس سے ان حضرات کی اس مسئلے میں بے بسی واضح ہے۔

۶۔ ”رفع یدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں“۔ حالانکہ اکابر محدثین سے صحیح روایات پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں تو اور کیا ہے؟

عبدالرشید انصاری اور زبیر علی زئی کے دعوے

اس عبارت کی تخریج میں جناب زبیر علی زئی صاحب نے ایک فہرست تو جناب عبدالرشید انصاری صاحب کی کتاب ”الرسائل“ سے دی ہے۔ اس میں بائیس (۲۲) کتابوں کے حوالے تھے۔ جناب عبدالرشید انصاری نے عوام کو جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے دھوکا دینے کے لیے چوالیس (۴۴) صحابہ کے نام درج کیے ہیں۔

(الرسائل فی تحقیق المسائل طبع سوم ص ۷۷، ۷۸، ۷۹)

جن میں سے حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوسعود انصاریؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت عبد اللہ بن جابر البیاضیؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، حضرت عمران بن حصینؓ سے ان کا مکمل دعویٰ کسی ضعیف سند سے بھی ثابت نہیں۔ ایک ہی سانس میں انیس (۱۹) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر صریح دھوکا۔

الاصابہ (ج ۱ ص ۱۴۴) میں حضرت بریدہؓ، الاصابہ (ج ۲ ص ۷۰) میں حضرت عدی بن عجلانؓ، اور الاصابہ (ج ۱ ص ۵۸۰) میں حضرت زیاد بن حارثؓ کے بارہ میں ہے کہ یہ صحابیؓ نہیں تھے۔ مگر ان لوگوں نے ان کو صحابیؓ بنا دیا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت ابواسیدؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت ابوقنادہؓ کا ذکر حدیث ابو حمید ساعدیؓ میں ہے۔ یہ حدیث نہ صحیح ہے، نہ دوام رفع یدین پر نص صریح۔ بلکہ اس سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ ایک ایسی مجلس جس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؓ موجود تھے۔ کسی کو بھی رفع یدین کا علم بھی نہ تھا عمل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے متروک عمل کو سنت قرار دینا غیر مقلدین ہی کا کارنامہ ہے۔ کاش یہ لوگ سنت کی تعریف ہی جان لیتے (تجلیات مندرج ۴ ص ۳۶)۔

باقی آٹھ یا نو صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو ان غیر مقلدین نے خود ہی نقل نہیں کیا کیونکہ وہ ان کے نزدیک

بھی نہ صحیح ہیں نہ ان میں مکمل دعویٰ، نہ دوام پر نص صریح۔ پھر ان کا نام لکھ کر عوام کو دھوکا دیا ہے۔
اگرچہ نمبر ۲۳۹ ہیں مگر روایات صرف آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہیں۔ ۹۵ نمبر صرف ایک حدیث ابن عمرؓ کو دیے ہیں۔ ۲۷ نمبر صرف حضرت مالک بن الحویرثؓ کی روایت کو دیے ہیں جو حضور ﷺ کی خدمت میں صرف بیس دن رہے (بخاری ج ۱ ص ۸۸)۔ ۴۳ نمبر حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو دیے ہیں۔ یہ بھی مسافر صحابیؓ ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہے۔ تین احادیث کو ۱۲۴ نمبر دیے۔ عوام کو ایسا فریب کسی نے بھی نہ دیا۔ ان میں بھی کسی حدیث میں مکمل دعویٰ، نہ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی دوام پر نص صریح۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی حدیث یہی نقل کی ہے۔ وہیں ”الجوہر النقی“ میں دونوں کا ضعف درج تھا۔ ان غیر مقلدین نے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ نہ ہی صحیح، نہ ان میں مکمل دعویٰ، نہ ہی دوام پر نص صریح۔ ہاں ان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رفع یدین ایسا متروک عمل تھا کہ خیر القرون میں کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا (تجلیات صفحہ ج ۴ ص ۳۶۸)۔

حکیم محمود بن مولانا محمد اسماعیل سلفی کا دعویٰ۔

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ، غیر مقلدین کی طرف سے رفع یدین عند الركوع کا دعویٰ کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو روایت کرتے ہیں، کے متعلق ”شمس العلیٰ فی جواب شمس الضحیٰ“ میں فرماتے ہیں: ”بات کو مختصر کرنے کے لیے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے غیر مقلدین حضرات رفع یدین عند الركوع ذکر کرتے ہیں حالانکہ ان سے کسی صحیح سند سے تو کجا، کسی ضعیف سند سے بھی رفع یدین کا ذکر مروی نہیں ہوا: حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت زیاد بن حارثؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت ابو امامہ باہلیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت عبد اللہ بن جابر البیاضیؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت حکم بن عمیرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام درداءؓ، صحابیہ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت قتادہؓ، صحابی، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابوسعود انصاریؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ۔

ان ۲۶ حضرات سے رفع یدین عند الركوع کی کوئی بھی سند موجود نہیں ہے۔ بغیر سند کے ان حضرات کا ویسے نام ہی ذکر کر دیا گیا ہے۔ پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے نصف سے زائد حضرات کی

طرف رفع یدین عندالركوع کی بغیر سند نسبت کر دی گئی ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۲۱، ۱۲۲)۔

باقی نصف روایات کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۲۷) حضرت معاذؓ کی روایت (طبرانی ج ۲۰ ص ۷۴) جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ اس کی سند

میں خصب بن محمدؒ راوی بہت بڑا جھوٹا ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۱۶، ۱۲۲)۔

(۲۸) حضرت فلتانؓ کی روایت میں رفع یدین عندالركوع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نیز سند کے لحاظ

سے من گھڑت نظر آتی ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۲۲)۔

(۲۹) حضرت ابانؓ کی روایت بھی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے متعلق ہے اور سند بھی مذکور نہیں۔

(نور الصباح ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

(۳۰) حضرت اعرابیؓ کی روایت کی سند میں مجہول راوی ہے اور سند بھی ضعیف ہے۔ علامہ

نورالدین بیہقیؒ فرماتے ہیں: ”رواہ احمد فیہ رجل لم یسمہ“ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱)۔

(۳۱) حضرت براء بن عازبؓ: حضرت براءؓ سے کئی سندوں سے رفع یدین صرف عندالافتتاح

مروی ہے اور بعض روایتوں میں افتتاح کے بعد والے رفع یدین کا ترک بھی مذکور ہے جو سندوں

کے لحاظ سے بعض صحیح ہیں اور بعض حسن درجہ کی ہیں (تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۴، ۵، ۸)۔ ان سے

رفع یدین کی روایت اب سب روایتوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ اور سخت قسم کی ضعیف ہے جو کہ

قابل التفات نہیں کیونکہ اس کی سند میں ابراہیم بن بشارؒ راوی ہے جو سخت قسم کا مجروح ہے

(نور الصباح ج ۲ ص ۱۲۵)۔

(۳۲) حضرت عمیر لیثیؓ: ان کی روایت میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جو غیر مقلدین

کے مذہب کے خلاف ہے۔ نیز اس کی سند میں رفدہ بن قضاہ ضعیف راوی ہے۔ یہ روایت منقطع

بھی ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔

(نور الصباح ج ۲ ص ۱۲۸)

(۳۳) حضرت ابوسعید خدریؓ: آپؐ نبی کریم ﷺ سے رفع یدین عندالركوع ہرگز روایت نہیں

کرتے۔ ان سے ترک رفع یدین مرفوعاً مروی ہے (۱، ۵، ۴، ۹، ۴)۔ ان کے اپنے عمل کے طور

پر ایک سخت ضعیف سند کے ساتھ رفع یدین عندالركوع کا ذکر ملتا ہے جس کی سند میں ایک ضعیف

راوی لیث بن ابی سلیمؒ ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۳۰)۔

(۳۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ: آپؐ مرفوعاً صرف تکبیرات ہی بیان کرتے ہیں (۳، ۹، ۴) اور

حضرت جابرؓ جب اپنے ساتھیوں کو نماز میں تو صرف تکبیر کی تعلیم دیتے تھے (۵.۴.۴)۔ ان سے رفع یدین کی روایت کا ایک راوی ابو حذیفہ ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ضعفہ الترمذی: امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۲۱)۔

محدث سلیمانیؒ فرماتے ہیں: اس نے جو حدیث ابوالزبیرؒ کے واسطے سے حضرت جابرؓ سے رفع یدین کی روایت کی ہے۔ محدثینؒ اس کا انکار کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۳۰)۔ تیسرا راوی ابوالزبیرؒ ہے جو پرلے درجے کا دلس ہے اور یہاں وہ عن سے روایت کرتا ہے۔ اس لیے حدیث صحیح نہیں۔

(۳۵) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ: آپؓ مرفوعاً اور موقوفاً ترک رفع یدین روایت کرتے ہیں (۴.۱.۳؛ ۶.۲.۴؛ ۹.۲.۴؛ ۴.۲.۵)۔ ان سے رفع یدین کی روایت جھوٹی اور من گھڑت ہے اس کی سند میں عمر بن ریاح واقع ہے جو دجال ہے جو جھوٹی اور باطل روایتیں بیان کر دیتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: متروک الحدیث و کذبہ بعضهم (تقریب) ”متروک الحدیث ہے اور بعض محدثین کرام رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے“۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”مجھے میرے استاذ عمرو بن علی الفلاسؒ نے بتایا کہ عمر بن ریاح راوی جو ابن طاؤسؒ سے روایت کرتا ہے، دجال ہے“ (التاریخ الصغیر ص ۲۰۲)۔ پھر عمر بن ریاحؒ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جبکہ غیر مقلدین حضرات اس کے منکر ہیں۔

(۳۶) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ: ان کی مرفوع حدیثوں میں رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ثابت ہے (۴.۸.۵)۔ ان کا اپنا عمل (۵.۴.۶) اور ان کی اولاد کا عمل بھی یہی ہے (۶.۲.۲)۔ ان سے رفع یدین عند الركوع کی کوئی حدیث صحیح سند سے ثابت نہیں۔ ان کی ابوداؤد والی روایت میں ایک راوی عبد اللہ بن لہیعہؒ ہے جو کہ باتفاق اکثر محدثین اور غیر مقلدین ضعیف ہے۔ دوسرا راوی میمون مکی مجہول ہے۔ اس میں سجود کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے جو کہ غیر مقلدین کے خلاف ہے (نور الصباح ج ۱ ص ۲۱۰، ۲۱۱؛ ج ۲ ص ۱۳۴، ۱۳۵)۔ اس حدیث سے تو رفع یدین کا متروک ہونا معلوم ہوتا ہے (۶.۲.۱)۔

(۳۷) حضرت علیؓ: آپؓ سے رک رفع یدین کی روایت مرفوعاً اور موقوفاً صحیح ہے (۴.۴.۱؛ ۴.۸.۱؛ ۵.۱.۳)۔ رفع یدین والی روایت میں عبد الرحمن بن ابی الزناد ضعیف اور مختلط الحدیث ہے (یعنی آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا)۔ اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے رفع یدین کا ذکر آگیا ہے ورنہ جب ثقہ راوی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں تو رفع یدین کا ذکر نہیں کرتے (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۵)۔

(۳۸) حضرت عمرؓ: ان سے ترک رفع یدین ہی بسند صحیح مروی ہے (۵.۱.۲)۔ سنن بیہقی (ج ۲ ص ۷۴) میں جو روایت ہے۔ یہ روایت مجہول ہے کیونکہ اس میں ایک راوی رجلاً من اصحابہ مجہول ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کا ذکر کرنا وہم ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؓ اور امام دارقطنیؒ کا فیصلہ بھی یہی ہے (نصب الراية ج ۱ ص ۴۱۵؛ نور الصباح ج ۱ ص ۱۷۲ تا ۱۷۴؛ ج ۲ ص ۱۴۰، ۱۴۱)۔

(۳۹) حضرت ابو قتادہؓ: ان کا ذکر ابو داؤد (رقم ۷۳۰) کی روایت میں راوی عبد الحمید بن جعفرؒ کی غلطی اور وہم ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)

(۴۰) حضرت ابو حمید ساعدیؓ: اس روایت میں رفع یدین کا ذکر عبد الحمید کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے آگیا ہے۔ صحیح روایت بخاری (ج ۱ ص ۱۱۴؛ بخاری رقم ۸۲۸) میں ہے۔ اس میں رفع یدین صرف عند الافتتاح ہے (۴.۴.۲) (ملاحظہ فرمائیں: ۱.۶؛ ۴.۸)۔

(۴۱) حضرت ابو اسید ساعدیؓ: ان کا ذکر بھی حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں ہے۔ لیکن یہ طرق صحیح نہیں ہیں (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)۔

(۴۲) حضرت محمد بن مسلمہؓ: ان کا ذکر بھی حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں ہے۔ لیکن یہ طرق صحیح نہیں ہیں (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)۔

(۴۳) حضرت سہل بن ساعد ساعدیؓ: ان کا ذکر بھی حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں ہے۔ لیکن یہ طرق صحیح نہیں ہیں (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)۔

(۴۴) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ: ان سے مروی روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے لیکن یہ روایت نہ تو مرفوعاً صحیح ہے نہ موقوفاً۔ (ملاحظہ فرمائیں ۶.۸)۔

(۴۵) حضرت ابو ہریرہؓ: حضرت ابو ہریرہؓ سے ترک رفع یدین ہی مرفوعاً اور موقوفاً بسند صحیح ثابت ہے (۴.۱.۱؛ ۴.۳.۴؛ ۴.۳.۴؛ ۸.۳.۴؛ ۴.۳.۵)۔ ان سے رفع یدین کی روایات کا جواب باب ۸ میں دے دیا گیا ہے (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۷)۔ جناب خالد گر جاکھیؒ غیر مقلد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے رفع یدین عند الافتتاح کی روایتیں بھی نقل کی ہیں چنانچہ وہ خود اقرار کرتے ہیں: تیسری حدیث کہ لوگ رفع یدین چھوڑ گئے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ پہلی رفع یدین بھی چھوڑ گئے تھے جو کہ متنازعہ فیہ نہیں سمجھی جاتی (جزء خالد ص ۱۸۹)۔ جب لوگ پہلی رفع یدین چھوڑ گئے تھے تو رکوع کے وقت تو یقیناً چھوڑ گئے تھے۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ کا پہلی رفع یدین کے چھوڑنے پر ملامت کرنا اور کرنے کو سنت بنانا مگر رکوع کی رفع یدین کے چھوڑنے پر اعتراض نہ کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ رکوع کے وقت رفع یدین یقیناً منسوخ ہو چکا تھا

(نور الصباح ج ۲ ص ۱۶۸)۔

(۴۶) حضرت انسؓ: آپؐ سے تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین مرفوعاً (۴.۷.۲) اور موقوفاً (۵.۴.۵) مروی ہے۔ ان سے رکوع کے وقت رفع یدین کا مرفوعاً مروی ہونا درست نہیں کیونکہ محدثین کرامؒ اس کو مرفوع تسلیم نہیں کرتے (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۴ طبع بیروت؛ سنن دارقطنی رقم ۱۱۰۴)۔ اس روایت کی سند میں حمید راوی مدلس ہے اور وہ روایت عنہ سے روایت کرتا ہے۔ مدلس راوی کا عنعنہ سے روایت بیان کرنا محدثین کرامؒ کے ہاں قبول نہیں (طبقات المدلسین ص ۱۲)۔ دارقطنی (رقم ۱۱۰۴) اور ابن ابی شیبہ (رقم ۲۴۴۹) میں سجدہ کے وقت بھی رفع یدین مروی ہے۔ اس میں بھی راوی یہی حمید ہے۔ امام دارقطنیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: ”حمیدؒ سے اس کو مرفوع صرف عبد الوہابؒ ہی بیان کرتے ہیں۔ حق اور صواب یہی ہے کہ یہ حضرت انسؓ کا اپنا عمل ہی ہے۔“ عبد الوہاب بن عبد الجید الثقفیؒ اگرچہ ثقہ ہے مگر وفات سے تین سال پہلے حافظہ متغیر ہو گیا تھا (التقریب: ۴۲۶۱)۔ سجدہ کے وقت رفع یدین کے غیر مقلدین قائل ہی نہیں ہیں۔

(۴۷) حضرت ابو بکر صدیقؓ: حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ترک رفع یدین ہی بسند صحیح اور حسن ثابت ہے (۴.۷.۲: ۱.۱.۵)۔ آپؐ سے رفع یدین کی روایت کے پہلے راوی امام حاکم شیعہ ہیں یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔ جس سے استدلال درست نہیں ہے (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۸)۔ اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خیر القرون میں پوری تین صدیوں میں صرف چار پانچ آدمی رکوع کی رفع یدین کرنے والے تھے اور تین صدیوں تک یہ رفع یدین ایک ایسی منکرات تھی کہ جب کوئی کر بیٹھتا تو فوراً لوگ پکڑ کر پوچھتے کہ یہ کیا ہے؟

(۴۸) حضرت مالک بن حویرثؓ: حضرت مالک بن حویرثؓ کی تعلیم صلوٰۃ والی حدیث میں رفع یدین نہیں (۴.۴.۵)۔ ان سے رفع یدین والی حدیث میں سخت اضطراب ہے۔ ان سے رکوع کے علاوہ سجدہ کرتے ہوئے اور سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے بھی موجود ہے۔ (جس کے غیر مقلدین منکر ہیں) (ملاحظہ فرمائیں: ۲.۸: ۷.۲.۲)۔

(۴۹) حضرت وائل بن حجرؓ: ان سے مرفوعاً ترک رفع یدین ہی مروی ہے (۸.۶.۴: ۳.۱.۸)۔ ان سے مروی رفع یدین کی روایت کو تعادل خیر القرون حاصل نہیں ہے (۶.۳.۴)۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر ۸ کا حصہ ۸۔۳۔

(۵۰) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ترک رفع یدین مرفوعاً (۴.۶.۱: ۳.۱.۴) اور موقوفاً (۴.۸.۷) مروی ہے۔ اگرچہ ان سے رفع یدین بھی مرفوعاً مروی ہے مگر وہ روایت

مضطرب اور خیر القرون کے تعامل کے خلاف اور منسوخ ہے (ملاحظہ فرمائیں ۸:۱:۱۶)۔

محمود بن اسحاق اور امام بیہقی کے دعوے

جزء رفع یدین (تحت رقم ۱) اور سنن بیہقی (ج ۲ ص ۷۴) میں محمود بن اسحاقؒ حضرت امام بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ وہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوقتاہدہ انصاریؒ، (۲) حضرت ابواسید الساعدی بدریؒ، (۳) حضرت محمد بن مسلمہ بدریؒ، (۴) حضرت سہل بن سعد الساعدیؒ، (۵) حضرت عبداللہ بن عمرؒ، (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؒ، (۷) حضرت انس بن مالکؒ، (۸) حضرت ابوہریرہؒ، (۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؒ، (۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوامؒ، (۱۱) حضرت وائل بن حجر حضرمیؒ، (۱۲) حضرت مالک بن حویرثؒ، (۱۳) حضرت ابوموسیٰ اشعریؒ، (۱۴) حضرت ابوحمید ساعدیؒ۔

جزء رفع یدین میں امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ ۱۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث رفع یدین روایت کی ہے۔ مگر بعد میں ۱۴ نام لکھے ہیں۔ حضرت علیؒ کا نام ملا کر پندرہ ہو جائیں گے۔ یہاں نام محض بے سند لکھے ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کو چاہیے تھا کہ صحیح سندوں کے ساتھ ان ۱۷ صحابہ کرامؒ کی احادیث نقل فرمادیتے مگر سارے رسالے میں سند کے ساتھ نصف کے قریب پیش کی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس سے رفع یدین کا دوام بطور نص ثابت ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رفع یدین کی چار سو سے زائد احادیث ہیں، وہ امام بخاریؒ کو نہایت قلیل الحدیث سمجھتے ہیں۔ اوپر ان سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا حال بیان کر دیا گیا ہے۔

جزء رفع یدین محمود بن اسحاقؒ کی کتاب ہے جو امام بخاریؒ سے روایت کرتا ہے۔ محمود بن اسحاقؒ مجہول ہے۔ اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی اور یہ محمود بن اسحاق الخزازؒ جھوٹ بھی بولتا ہے۔ یہاں بھی محمود بن اسحاقؒ یہ بات یزوی مجہول کے صیغے سے روایت کرتا ہے جو کہ ان روایات کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؒ کا بھی شامل کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؒ سے یہ رفع یدین کسی کتاب میں جو حدیث کی ہو اس میں مروی نہیں ہے۔ یہ محمود بن اسحاقؒ کا خالص جھوٹ ہے۔ حضرت مولانا بدیع الدین الراشدی السندھی غیر مقلد لکھتے ہیں: ”وَأَمَّا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ فَلَمْ أَقِفْ عَلَى رَوَايَتِهِ عَنْهُ“ (جلاء العینین ص ۲۱) ”حضرت عبد

اللہ بن عمرو بن عاصؓ کی روایت سے میں واقف نہیں ہوا۔ اسی طرح جناب زبیر علی زئیؓ غیر مقلد بھی فرماتے ہیں: ”ان صحابہ میں سے اکثر کی روایات اسی کتاب یا دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں سوائے ابن العاصؓ کے (جزء رفع یدین مترجم ص ۳۳)۔

مولانا بدیع الدین الراشدی السندھی غیر مقلد اور زبیر علی زئیؓ غیر مقلد نے سترہ کی گنتی پوری کرنے کے لیے تین اور نام شامل کیے ہیں: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ام درداءؓ۔ حضرت ام درداءؓ کبریٰ صحابیہ ہیں جن کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی ہے۔ وہ رفع یدین کی راویہ نہیں ہیں۔ گویا ان دونوں نے یہاں بھی حضرت ام درداءؓ کو صحابیہ بنا کر جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ام درداءؓ کو صحابیہ بنانا بھی محمود بن اسحاقؒ کا جھوٹ ہے۔ یہ ام درداءؓ تابعیہ ہیں۔ محمود بن اسحاقؒ الخزاعیؒ حضرت ام درداءؓ کبریٰؓ کو اگر رفع یدین کے راویوں میں شمار کرتے ہیں تو کسی سند سے بھی ان سے رفع یدین مروی نہیں ہے۔ اگر ام درداءؓ صغریٰؓ کو صحابیہ بنانا چاہتے ہیں۔ تو یہ محمود بن اسحاقؒ کی جہالت ہے۔ بالاتفاق حضرت ام درداءؓ صغریٰؓ صحابیہ نہیں ہیں۔ محمود بن اسحاقؒ نے جزء رفع یدین (رقم ۲۴، ۲۵) منسوب امام بخاریؒ میں جس سند سے رفع یدین حضرت ام درداءؓ سے بیان کیا ہے: اسماعیل بن عیاش عن عبد ربہ بن سلیمان ہے۔ دونوں سندوں میں ”عبد ربہ“ جو مجہول ہے اور دوسرا راوی اسماعیل بن عیاش ہے جس کی روایت اہل حجاز سے ضعیف ہے۔ پس نہ تو یہ روایات صحیح ہیں اور نہ دعویٰ کے مطابق ہیں کیونکہ کسی ایک میں بھی پوری دس جگہ کی رفع یدین مذکور نہیں۔ غیر مقلدین نے دونوں سندوں میں بھی تحریف کی ہے۔

(جزء رفع الیدین مترجم مولانا محمد امین اوکاڑوی ص ۲۸۲)

اسی طرح امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر (ص ۸۷ ق ۲ ج ۳ المجلد السادس نمبر ۶۵) میں ”عبد ربہ“ کے ترجمہ میں دو سندوں سے ام درداءؓ سے رفع یدین بیان کیا ہے۔ دونوں سندوں کا دارودار ”اسماعیل بن عیاش عن عبد ربہ بن سلیمان“ پر ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس مقام پر ہرگز نہیں فرمایا کہ اس ام درداءؓ سے مراد کبریٰؓ ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ اس ام درداءؓ سے مراد صغریٰؓ ہی ہے چنانچہ التاریخ الصغیر (ص ۹۰) میں ہے: ”حدثني احمد بن محمد قال: أخبرنا عبد الله قال: أخبرنا اسماعيل بن عياش قال: حدثني عبد ربہ بن سليمان قال: حججت مع أم درداء سنة احدى وثمانين“۔ ”اسماعیل بن عیاشؒ نے کہا کہ مجھے عبد ربہ بن سلیمانؒ نے بتایا کہ مجھے حضرت ام درداءؓ کے ساتھ ۸۱ھ میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔“ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ عبد ربہ بن سلیمانؒ حضرت ام درداءؓ صغریٰؓ کا شاگرد ہے اور

”اور یہ ام درداء صغریٰ ہیں“ یعنی صحابیہ نہیں ہیں (ملخصاً نور الصباح ج ۱ مقدمہ ص ۲۲ تا ۲۴ برقی: ج ۲ ص ۱۱۷، ۱۱۸)۔

پہلے تو جناب زبیر علی زئی صاحب نے ”الرسائل“ کے حوالے سے چار سو احادیث کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد خود زبیر صاحب نے پچاس (۵۰) کتابوں کی فہرست پوری کرنے کے بعد لکھا ہے: ”یہ چار سو سے زیادہ روایات ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتب ہیں جنہیں عجلت میں دیکھا نہیں گیا۔ اور مذکورہ بالا کتب میں دیگر بہت سی روایات ہیں جن کے تتبع کا ہمارے پاس وقت نہیں“ (تسهيل الوصول الى تخريج و تعليق صلوة الرسول ﷺ ص ۱۹۷، ۹۸)

۱۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء۔

اب زبیر صاحب اور دیگر غیر مقلدین حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ ان چار سو سے زائد روایات میں سے صرف اور صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں غیر مقلدین کی رفع یدین کا مکمل مسئلہ ہو کہ دو سجدوں سے اٹھ کر (دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں) رفع یدین ممنوع ہے۔ اور دو رکعتوں سے اٹھ کر (تیسری رکعت کے شروع میں) رفع یدین کندھوں تک سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔ اور دو سجدوں سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ممنوع ہے۔ اور ہر رکوع سے پہلے اور بعد کندھوں تک رفع یدین سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس میں ایک جگہ جہاں رفع یدین کرنا ہے، رفع یدین چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور جہاں آپ ﷺ نے رفع یدین نہیں کی وہاں ایک جگہ بھی رفع یدین کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ طریقہ آپ ﷺ کا وفات تک رہا۔

بقول غیر مقلدین کے ”ان چار سوا حدیث میں عشرہ مبشرہ ﷺ سے بھی ان کی مکمل رفع یدین کے بارہ میں احادیث ہیں جن میں صراحت ہے کہ حضور ﷺ اس دنیا سے رحلت فرمانے تک یہ رفع یدین کرتے رہے۔“ یہ بھی نبی پاک ﷺ اور عشرہ مبشرہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ نامعلوم یہاں زبیر صاحب کو شاید سانپ سونگھ گیا کہ نہ تو اس کی تخریج کی اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حقیقت

یہی ہے کہ زبیر صاحب پچاس سے زیادہ کتب کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی اس سے عاجز رہے ہیں کہ ان عشرہ مبشرہ رحمہ اللہ میں سے کسی ایک سے بھی ایسی حدیث پیش کرتے کہ آپ ﷺ آخر عمر تک یہ مکمل اختلافی رفع یدین کرتے رہے۔ مگر گونگے ہو گئے ہیں، حق بات نہیں کہہ سکے۔

اگر ”الرسائل فی تحقیق المسائل“، ”اثبات رفع یدین“ اور جناب زبیر صاحب کی ”تسهيل الوصول الى تخريج و تعليق صلوة الرسول“ میں بیان کردہ تمام روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے رفع یدین پر مواظبت و دوام ثابت ہوتا ہو۔ آخری وقت نبوی ﷺ میں ہی رفع یدین کا ثبوت ہو۔ تو ان میں سے ایک حدیث میں بھی مکمل دعویٰ موجود نہیں ہے۔

ان تمام روایات سے زیادہ سے زیادہ ایک آدھ مرتبہ رفع یدین کرنے کی صراحت ملتی ہے۔ جیسے پہلی رات کا چاند طلوع ہو تو کروڑ ہا لوگ بھی اس کے طلوع کی خبر دیں تو چاند ایک ہی طلوع ہوا، اور ایک ہی بار طلوع ہوا، نہ کہ کئی مرتبہ۔ پس ان تمام روایات و احادیث سے ایک آدھ مرتبہ رفع یدین کا ثبوت صراحتاً ہوگا۔ ہاں رفع یدین باقی رہی یا باقی نہ رہی۔ اس سے یہ احادیث بالکل خاموش ہیں۔

اختلافی رفع یدین کے دوام کا رد

البتہ پہلی تکبیر کی رفع یدین کا باقی رہنا اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کے بعد نماز کے اندر رفع یدین کا باقی رہنا زیادہ سے زیادہ استحباب حال یا قیاس جلی سے ہوگا۔ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو قیاس حدیث سے ٹکرائے، وہ مردود ہے۔ ان کے اس قیاس کو کہ جب حضور ﷺ نے رفع یدین کی ہے تو کرتے ہی رہے ہوں گے۔ ان احادیث نے ٹھکرایا جن سے جناب رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ، جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور امت کی اکثریت کا ترک رفع یدین کرنا تو اجرِ عملی کے ساتھ واضح ہے۔ پھر یاد رہے کہ ہماری پیش کردہ احادیث غیر مقلدین کی پیش کردہ احادیث سے ہرگز معارض نہیں۔ کیونکہ وہ بقائے رفع یدین سے ساکت ہیں اور یہ ترک رفع یدین پر نص ناطق۔ اور ظاہر ہے کہ ساکت اور ناطق میں کوئی معارضہ نہیں ہوتا (تجلیات صفحہ ۲ ص ۳۹۸)

تکبیر تحریمہ کا رفعِ یدین

اور پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا جمہور کے نزدیک فرض ہے اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کرنے کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”اجمعت الأمة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها“ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

”اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کرنا مستحب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین کرنے میں امت میں اختلاف ہے۔“

تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفعِ یدین کرنا عبادت ہے۔ الحمد للہ! ہم لوگ اسی اتفاقی اور اجماعی رفعِ یدین پر قائم ہیں اور اختلافی رفعِ یدین سے بچتے ہیں تاکہ جہاں تک ہو سکے ہماری نماز اختلاف سے محفوظ رہے۔ یاد رہے کہ حضرت امام مالکؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے کہ رکوع کے ساتھ رفعِ یدین مستحب نہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

چونکہ محدثین کرام رحمہ اللہ کو سند کے ساتھ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلافی رفعِ یدین کی روایات نہ مل سکیں۔ اس لیے انہوں نے اس قول کو اختلافی رفعِ یدین کی بجائے نماز کے شروع میں متفقہ رفعِ یدین پر محمول کیا ہے لیکن شاید اس کے لیے بھی پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث سند کے ساتھ نہ مل سکیں۔ چونکہ یہ قول علامہ عراقیؒ سے منقول ہے۔ اس لیے علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ”علامہ زین الدین عراقیؒ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ رفعِ یدین کے راوی پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ صرف شروع نماز میں رفعِ یدین کے بارے میں صحیح ہے“ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷)۔

مشہور غیر مقلد علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں: ”وجع العراقي عدد من روى رفع اليدين في ابتداء الصلوة فبلغوا خمسين صحابياً، منهم العشرة المشهود لهم بالجنة“

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۸۴)

ترجمہ: ”علامہ عراقیؒ نے ان حضرات کا شمار کیا ہے جن سے ابتداء نماز میں رفعِ یدین کی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ ان کی تعداد پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچی ہے۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہؓ بھی شامل ہیں۔“

یہی بات محدث یمن علامہ امیر صنعائیؒ نے فرمائی ہے: ”حافظ ابن حجرؒ نے شیخ الاسلام بلقینیؒ کے

مشائخ کے ذکر میں کہا ہے کہ علامہ زین الدین عراقی نے نماز کے شروع میں رفع یدین کے راویوں کی تعداد جمع کی ہے جو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتی ہے“ (العدة حاشیہ شرح عمدہ ج ۲ ص ۲۹۴)

علامہ امیر ایمانی غیر مقلد لکھتے ہیں: ”ابتداء نماز میں رفع یدین کی روایت کرنے والے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ امام بیہقی نے امام حاکم سے روایت کی ہے کہ ہم ایسی کوئی سنت نہیں جانتے جس کو جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے پر حضرات خلفاء راشدینؓ، پھر عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، پھر ان کے بعد والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (باوجود دراز شہروں میں پھیل جانے کے) متفق ہوں، سوائے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی سنت کے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: ”یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ ہمارے استاذ ابو عبد اللہ حاکم نے فرمائی ہے۔ جو لوگ اس رفع یدین کو واجب کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا اتنا مضبوط ثبوت ہے تو پھر یہ اس مقام میں واجب ہونا چاہئے، لیکن جمہور اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز کی سنتوں میں سے ہے“ (بل السلام ج ۱ ص ۱۰۱ طبع فاروقی دہلی؛ ج ۱ ص ۲۵۰ طبع مصر)۔

غیر مقلدین حضرات کے مذہب کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ”تکبیر تحریمہ کے وقت بیشک پچاس (۵۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین روایت کیا ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں اور بہت سے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغیر کسی استثناء کے اس رفع یدین کو روایت کیا ہے“ (الروضۃ الندیہ فی شرح الدرر البہیہ ص ۴۳)۔

ان عبارات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

- ۱۔ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو رفع یدین منقول ہے وہ صرف تکبیر تحریمہ والی رفع یدین ہے۔ کوئی اور نہیں۔
- ۲۔ امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ جس رفع یدین کے بارے میں حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق بیان کرتے ہیں۔ وہ یہی نماز کی تکبیر تحریمہ والا رفع یدین ہے نہ کہ کوئی اور۔
- ۳۔ رفع یدین کے وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف بھی اسی رفع یدین کے بارے میں ہے جو نماز کے افتتاح کے وقت ہے۔

پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی روایت کو علامہ عراقی کی بیان کردہ اس روایت کے بارے میں امام ابن دقین العیدؒ کو شرح صدر نہیں ہے کہ نماز کے شروع میں رفع یدین پر ہی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا جزم و یقین ہی کیا جائے۔ علامہ ولی الدین عراقیؒ کو جب شیخ کے اس خیال پر اطلاع ہوئی تو وہ اپنے والد کی بتائی ہوئی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سے متزلزل ہو گئے۔ یہ

ساری صورتِ حال خود انہی کے قلم سے ملاحظہ کیجیے۔ وہ فرماتے ہیں:

”قال الشيخ تقي الدين في الالهام جزمه ليس بجيد. فانما الجزم انما يكون مع الصحة. ولعله لا يصح عن جملة العشرة. قلت: ولذلك أتى والدي رحمه الله بصيغة التمريض. فقال: وزُويّ اه“

(طرح التغريب فی شرح التقریب ج ۲ ص ۲۳۰ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)۔

”شیخ تقی الدین اپنی کتاب المام میں فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ ﷺ کی طرف جزم و یقین کے ساتھ رفع یدین کی نسبت درست نہیں ہے کیونکہ جزم و یقین کے ساتھ نسبت تو صحت ثابت ہو جانے کے بعد ہی درست ہوتی ہے اور شاید تمام عشرہ مبشرہ ﷺ سے رفع یدین کی صحت ثابت نہ ہو سکے۔ اس پر ولی الدین عراقی فرماتے ہیں کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے صیغہ تمريض یعنی زُويّ (روایت کیا گیا ہے) مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے۔“

حقیقت یہی ہے کہ انہوں نے زُويّ (روایت کیا گیا ہے) مجہول کا صیغہ عشرہ مبشرہ ﷺ سمیت پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کے بارے میں ہی استعمال کیا ہے۔ لہذا جب نماز کے شروع میں اتفاقی رفع یدین کے راوی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عدد ہی یقینی نہ رہا، تو اختلافی رفع یدین کے بارے میں فنِ حدیث کے یتیموں کی طرف سے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چار سو احادیث و آثار جمع کرنے کا تاثر جناب رسول اللہ ﷺ کی اس سچی پیش گوئی کا مصداق معلوم ہوتا ہے: ”يكون في آخر الزمان، دجالون، كذابون، يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباءكم فاياكم واياهم! لا يضلونكم ولا يفتنونكم“ (مسلم رقم ۱۶) ”آخری زمانے میں ایسے دجال و کذاب ہوں گے جو ایسی حدیثوں کو پیش کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی۔ پس تم ان سے بچو! کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔“

غیر مقلدین کے علاوہ آج کل کون ہے جس نے اس آخری زمانہ میں احادیث کے نام پر ہی لوگوں کو گمراہ کرنے کا دھندا شروع کر رکھا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب روایت ”فما زالت تلك صلوة حتى لقي الله تعالى“ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب روایت ”أقسم بالله ان كانت لهي صلوة حتى فارق الدنيا۔“ جیسی موضوع روایات کو جاننے کے باوجود رفع یدین کو رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل ثابت کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال شروع کر رکھا ہے۔

نسخِ رفعِ یدین اور جنابِ زبیر علی زنی کے شبہات

مشہور غیر مقلد جنابِ زبیر علی زنی نے اپنی کتاب ”نور العینین (ص ۱۵۶، ۱۵۷)“ میں نسخِ رفعِ یدین کا انکار کرتے ہوئے درج ذیل شبہات کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ ان کے جوابات متفرق جگہوں پر دیئے گئے ہیں۔ تاہم تکمیل فائدہ کے لیے یہاں بعض اشارات بیان کر دیئے جاتے ہیں۔

شبہ ۱:- اس کا صریح ناسخ موجود نہیں ہے۔

جواب:- ۱:- ایک تو نسخِ حقیقی ہوتا ہے کہ خود جنابِ رسول اللہ ﷺ فرمادیں جیسا کہ جنابِ رسول اللہ کا فرمانا کہ میں نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب اجازت دیتا ہوں۔ تو قبروں کی زیارت سے منع کی حدیث منسوخ ہوگئی اور اجازت کی حدیث ناسخ قرار پائی۔ دوسرا نسخِ اجتہادی ہوتا ہے کہ اجتہادی قرائن سے کسی حدیث کا مقدم یا مؤخر ہونا معلوم ہو جائے۔ اس بارے میں امام مسلمؒ نے صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۵۶) میں آگ پر پکی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو ٹوٹنے اور وضو نہ ٹوٹنے کی احادیث ذکر کی ہیں۔ حضرت امام نوویؒ شرح مسلم (ج ۱ ص ۱۵۶) میں فرماتے ہیں: ”امام مسلمؒ نے اس باب میں پہلے ان احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء کے ٹوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ احادیث لائے ہیں جن میں یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ گویا وہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ پہلی احادیث منسوخ ہیں۔ یہ صرف امام مسلمؒ کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ سارے محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔“ امام نوویؒ نے محدثین کا قاعدہ بیان فرمادیا کہ وہ احادیث کے ساتھ ناسخ یا منسوخ کا لفظ نہیں لکھتے۔ البتہ ان کا اصول یہ ہے کہ پہلے پہلے زمانہ کی احادیث لاتے ہیں اور بعد میں بعد والے زمانہ کی یعنی ناسخ احادیث لاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وضاحت حدیث کی ان کتابوں سے ہوگی جن میں دونوں طرف کی احادیث ہوں۔ اگر کسی کتاب میں صرف ایک پہلو کی احادیث ہوں تو یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ یہ حدیث پہلے زمانے کی ہے یا بعد کے زمانے کی۔

امام بخاریؒ نے بھی صحیح بخاری (ج ۱ ص ۹۶) میں یہ اصول تحریر فرمایا ہے: ”انما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی ﷺ“ کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو اختیار کیا جائے گا۔ پھر امام بخاریؒ، بخاری شریف (ج ۱ ص ۱۰۲) میں رفعِ یدین کی دو احادیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ

اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث لائے ہیں۔ مگر ایک پہلو کی احادیث لائے ہیں۔ اس لیے پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ پہلے زمانہ کی ہیں یا بعد کے زمانہ کی۔ اور یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ ان پر عمل جاری رہا یا نہیں رہا۔ ہاں امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام عبدالرزاقؒ اپنی کتاب مصنف میں پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور بعد میں ترکِ رفع یدین کی۔ امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ بھی پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور پھر ترکِ رفع یدین کی۔ اس طرح امام بخاریؒ کے جلیل القدر شاگرد امام نسائیؒ اپنی سنن (ج ۱ ص ۱۵۸) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی رفع یدین والی وہ دونوں احادیث لائے ہیں جو امام بخاریؒ لائے ہیں اور بعد میں ترکِ ذلک کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) والی دونوں احادیث کو متروک قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام مسلمؒ رفع یدین کی تین احادیث لائے ہیں۔ دو بخاری شریف والی یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث (ج ۱ ص ۱۶۸) اور تیسری روایت حضرت وائل بن حجرؓ کی (ج ۱ ص ۱۷۳) کی۔ ان کے بعد امام نسائیؒ (ج ۱ ص ۱۶۱) مسلم والی تینوں احادیث لائے ہیں۔ ان کے بعد الرخصة فی ترک ذلک کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس سے فیصلہ آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ کے چہیتے شاگرد امام ترمذیؒ نے بھی رفع یدین کے باب میں پہلے حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی پیش کی ہے۔ اس کے بعد ترکِ رفع یدین والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث روایت کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ بھی رفع یدین کی احادیث ذکر کر کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی ترکِ رفع یدین کی احادیث لائے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے اساتذہ اور تلامذہ بھی اس بات پر اتفاق کر رہے ہیں کہ رفع یدین کرنے کی احادیث پہلے زمانہ کی ہیں اور منسوخ ہیں اور ترکِ رفع یدین کی احادیث آخری زمانہ کی ہیں اور ناسخ ہیں۔ خود امام بخاریؒ اگر صحیح بخاریؒ میں رفع یدین کی احادیث لکھ کر ان کے بقاء یا نسخ سے خاموش گزر گئے ہیں مگر جزء رفع یدین میں امام اوزاعیؒ سے نقل فرمائے ہیں کہ نماز کے اندر کھڑے ہو کر جن تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے۔ ذلک الأمر الاول: یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے (جزء رفع یدین رقم ۱۰۸)۔ اب ظاہر ہے کہ تکبیر تحریمہ تو شرط نماز ہے اور خارج ہے۔ رکوع سے پہلے کھڑے ہو کر رفع یدین، رکوع سے اٹھنے کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین اور تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر رفع یدین کو ہی امام اوزاعیؒ اہر اول

فرما رہے ہیں۔ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں کہ پہلے ترک کی حدیث ہو، پھر رفع کی (تجلیات صفحہ ۲ ص ۱۲۱)۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں اس باب کا حصہ ۲-۷۔ (محدثین کے ترجمہ الباب سے استدلال)۔

۲:- حضور ﷺ کی آخری نماز جس کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کر رہی ہیں، اس میں بھی صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔ (ملاحظہ ہو باب نمبر ۴ کا حصہ ۱۰-۴)۔ آپ کی آخری نماز بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام محدثین اپنی کتابوں میں ذکر کر رہے ہیں مگر کسی نے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام طحاویؒ نے خصوصاً نسخ رفع یدین کو خلفائے راشدینؓ خصوصاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ترک رفع یدین کے عمل سے جو ان کے زمانہ خلافت کا ہے۔ رفع یدین کو منسوخ ثابت کیا ہے (ملاحظہ فرمائیں اس باب کا حصہ ۷-۳)۔

۳:- منسوخ کا معنی ہے: چھوڑ دینا، ترک کر دینا۔ ترک رفع یدین کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ملاحظہ فرمائیں:-

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، حدیث نمبر ۶۱۴ مطبوعہ بیروت، لبنان)

سند اس کی نہایت صحیح ہے۔ امام حمیدیؒ اور سفیان بن عیینہؒ دونوں مکہ مکرمہ کے ممتاز محدثین میں سے ہیں اور زہریؒ، سالمؒ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ کے ممتاز محدثین میں سے ہیں۔ سند کے راوی مکہ اور مدینہ کے محدثین ہیں اور بس۔ ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (نسائی)، حضرت براء بن عازبؓ (ابوداؤد)، حضرت ابو ہریرہؓ (الاستذکار)، حضرت ابومالک اشعریؓ (مسند احمد)، حضرت علی الرضیؓ (علل دارقطنی) اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: اس کتاب کا باب نمبر ۴ جس میں ۱۳۵ روایات سے ثابت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عمل ترک رفع یدین ہی تھا۔

۴:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین

(کے عمل) پر ثابت رہے۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۲ رقم ۸۷۳، واسنادہ صحیح)
 فائدہ:- اس صحیح حدیث میں مکی ومدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع یدین کرنے والا عمل مکہ سے شروع ہو کر مدینہ میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جاری رہا۔ پھر ایام اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل السنۃ والجماعت (احناف) وغیرہ عامل ہیں۔ اس حدیث کی تفصیل باب نمبر ۱۰ میں حصہ ۵-۱۰ میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کے متعلق حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر شبہات کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیں۔
 شبہ ۲:- صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے مبارک دور میں رفع یدین پر عمل ہوتا رہا ہے اور رفع الیدین کا ترک کسی صحابی سے بھی باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

جواب:- جناب زبیر علی زئی کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ حضرات خلفائے راشدین: حضرت ابو بکر صدیقؓ، (دارقطنی رقم ۱۱۲۰؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱) حضرت عمر فاروقؓ (طحاوی رقم ۱۳۲۹؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹) اور حضرت علی المرتضیٰؓ (طحاوی رقم ۱۳۲۰؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷) نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے اس مسئلہ میں بسند کچھ منقول نہیں۔ البتہ قیاس یہی ہے کہ اپنے پیش رو حضرات کی موافقت میں آپؓ کا معمول بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رہا ہوگا۔ جلیل القدر تابعی و محدث ابواسحاق سبعمیؓ کا بیان ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب و تبعین تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب صحابہ و تابعین ہی تھے۔ خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور کوفہ ان تینوں مقامات میں عام معمول صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تھا۔ اس کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔ تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین و انصارؓ سے پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ مکہ مکرمہ میں دو صحابہؓ و تابعینؓ میں ترک رفع یدین ہی عملاً متواتر تھی جیسا کہ میمون مکیؓ تابعی کے قول سے ظاہر ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۹)۔ مدینہ منورہ میں بھی خیر القرون میں عملی تواتر ترک رفع یدین ہی متواتر تھا جیسا کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں: ”تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مجھے علم نہیں“ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱)۔ کوفہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؓ میں سنداً و عملاً ترک رفع یدین ہی متواتر تھا جیسا کہ امام ابراہیم نخعیؒ کے ارشاد سے واضح ہے (مسند امام اعظم رقم ۹۶؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔ دو صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؓ میں رفع یدین کو اوپر اور اجنبی فعل سمجھا جاتا تھا جیسا کہ میمون مکیؓ (ابوداؤد رقم ۷۳۹؛ مسند احمد رقم ۲۶۲۲) نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بارہ میں اور

وہیب بن خالدؒ نے عبداللہ بن طاؤس تیمیؒ کے بارہ میں فرمایا (ابوداؤد رقم ۷۴۰؛ نسائی رقم ۱۱۴) اور قاضی محارب بن دثارؒ (مسند احمد رقم ۶۹۹۲) اور ان کے بیٹے حضرت سالمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کا ترکِ رفعِ یدین اس کتاب کے باب نمبر ۵ اور ۶ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔

شبہ ۳:- ترکِ رفعِ یدین ہی ثابت نہیں۔ لہذا دعویٰ نسخ کیسا؟

جواب:- ترکِ رفعِ یدین جناب رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ، اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظامؒ اور تبع تابعینؒ سے باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ ان سب حضرات سے ترکِ رفعِ یدین اس کتاب کے باب نمبر ۴، ۵ اور ۶ میں باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ ان کا انکار منکر حدیث ہی کر سکتا ہے۔

خود غیر مقلدین کے اکابرین بھی اس کا اقرار کر رہے ہیں: ”رفعِ یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں اور دونوں سنت ہیں۔ دونوں عمل جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔“

۱:- حضرت مولانا محمد اسماعیل دہلوی کی طرف منسوب کتاب میں ہے: ”ولا یلام تارکہ وان ترک مدۃ عمرہ“ (تنویر العینین ص ۵)۔ ”اس کے ترک کرنے والوں کو ملامت نہیں کرنی چاہیے اگرچہ وہ ساری عمر رفعِ یدین نہ کرے۔“

۲:- مولانا سید نذیر حسین صاحب کے مکتوبہ و مصدقہ فتوؤں کا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱ پر ہے: ”در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفعِ یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت بد اشتن سراز رکوع منازعت و مخاصمت و مشامت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواہد بود زیرا کہ رفع و عدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت است۔ چہ دلائل طرفین دریں باب موجود“

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱ بحوالہ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۰)۔

یعنی (سوال میں) درج صورت میں علمائے حقانی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین کرنے میں لڑنا، جھگڑنا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا مذہبی تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفعِ یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔“

۳:- مولوی عبداللہ غزنویؒ لکھتے ہیں: ”سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین! اس مسئلہ کے بارے میں کہ رفعِ یدین قبل رکوع و بعد رکوع اور تیسری رکعت کے قیام کے لیے اٹھتے وقت سنت مؤکدہ ہے کہ اس کے تارک کو برا بھلا کہا جائے یا یہ سنت غیر مؤکدہ ہے کہ اس کا کرنے والا

ثواب کا مستحق ہوگا اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی رفعِ یدین نہ کرے جیسا کہ مولانا اسماعیل دہلویؒ نے تنویر العینین میں لکھا ہے۔

جواب:- حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف مباح ہے کہ وہ قنوت (فجر میں) پڑھے یا نہ پڑھے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نماز میں رفعِ یدین کرنا یا نہ کرنا الخ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنے رسالہ سنت الجمعہ میں لکھتے ہیں: ”بیشک علمائے سلف کبھی یہ کرتے تھے اور کبھی نہیں۔ اور یہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ دو کام مشہور ہوں کہ کبھی تو نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں اور کبھی بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور کبھی سرّاً۔ اور کبھی اس کے ساتھ نماز شروع فرماتے تھے اور کبھی اس کے بغیر۔ اور کبھی رفعِ یدین کرتے تھے اور کبھی رفعِ یدین نہیں کرتے تھے“ (فتاویٰ غزنویہ ص ۳۴ بحوالہ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۱، ۱۵۲)۔

۴:- مولانا زبیر علی زئی کے استاذ محترم حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ لکھتے ہیں: ”ویجوز السنن الأمرین جمیعاً“ (تعلیقات السلفیہ علی سنن نسائی ج ۱ ص ۱۰۲)۔ ”یعنی رفعِ یدین اور ترکِ رفعِ یدین دونوں کا سنت ہونا جائز ہے۔“

۵:- مسائل ثلاثہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک

مشہور غیر مقلد محقق عالم ربانی حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ سے مسائل ثلاثہ کے بارے میں استفسار کیا گیا۔ آپؒ نے جو فتویٰ زیب رقم فرمایا۔ وہ مع سوال اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک سوال:- آمین باللہ وبالسر، قراءت خلف الامام اور منع قراءت خلف الامام اور رفعِ یدین اور عدم رفعِ یدین کی معتبر حدیثیں کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اور مندرجہ بالا موقعوں میں ایک ایک طریقہ پر عمل کرنے سے بہر نفع دوسری حدیث کا ترک لازم آئے گا۔ اگر ایک وقت میں ایک حدیث پر، دوسرے وقت میں دوسری حدیث کے موافق عمل کیا جائے تو اس کی ہدایت نہ ہونے سے کسی حدیث پر عمل نہ رہا۔ بلکہ اپنی خواہش پر چلنا ہوا۔ پھر تقلید ائمہ سے نکلنے کے بعد کوئی شخص عامل بالحدیث کیسے ہو سکتا ہے؟

خلاصۃ الجواب:- اتباع اسوہ اور اطاعت جیسا کہ کرنے میں ہوتی ہے ویسا ہی نہ کرنے میں ہوتی ہے۔ پس بعض اوقات میں اس کا کرنا اس لیے سنت ہے کہ نبی ﷺ نے بعض اوقات میں ایسا کیا ہے۔ اسی طرح گا ہے اس کا نہ کرنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بعض اوقات اس کا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں مسئلہ جہر بسملہ اور قنوت فجر کی بحث میں لکھا ہے۔ اور وہ

انصاف کہ جس کو ایک منصف عالم پسند کرتا ہے یہ ہے کہ آپؐ نے (نماز فجر میں) قنوت پڑھی بھی ہے اور پڑھنا ترک بھی کر دیا ہے اور آپؐ بسم اللہ کو اکثر پوشیدہ پڑھتے تھے اور کبھی جہر سے پڑھتے تھے اور قنوت کو اکثر چھوڑتے تھے اور کبھی پڑھتے تھے (زاد المعاد ص ۶۹)۔ پس اہل حدیث کرنے اور نہ کرنے دونوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں اور اس کے چھوڑ دینے کو بدعت نہیں کہتے اور نہ ہی چھوڑ دینے والے کو سنت کا مخالف کہتے ہیں۔ پس اس صورت میں اپنی خواہش کی پیروی کرنا کہاں ہے۔ یہ تو ”بہ یفعل“ اور ”بہ یترک“ کا مصداق ہے (مجموعہ فتاویٰ عبد الجبار ص ۱۶۴)

یعنی کرنے والا آپؐ ہی کی پیروی کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے اور چھوڑنے والا بھی آپؐ کی اطاعت کے پیش نظر ایسا کرتا ہے۔ مقصود دونوں کا اتباع سنت ہے جو دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ کے اس تفصیلی جواب سے مسائل ثلاثہ (مسئلہ آمین، فاتحہ خلف الامام، رفع یدین) پر جو روشنی پڑتی ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

۱:- آمین اونچی کہنا یا آہستہ کہنا، امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا یا نہ پڑھنا، نماز میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا، ان مسائل کے دونوں پہلو (فعل اور ترک) بلا ریب کتب صحاح کی معتبر روایتوں سے ثابت ہیں۔

۲:- فعل اور ترک (کرنے اور نہ کرنے) کے لحاظ سے جس پہلو کو بھی اختیار کیا جائے۔ عین اتباع سنت نبوی ہے۔

۳:- ایک وقت میں ایک جہت کو اختیار کر کے اس پر عمل کرنے سے اگرچہ بظاہر جانب مخالف کا ترک لازم آتا ہے مگر حقیقت میں ترک نہیں۔ اور نہ ہی اپنی خواہش کی پیروی ہے۔ بلکہ وہ بھی اتباع سنت ہی ہے۔

۴:- مسائل مذکورہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک یہ ہے کہ وہ کرنے اور نہ کرنے دونوں کو سنت سمجھتے ہیں اور فعل و ترک دونوں جہتوں سے آپؐ کی اقتداء کرتے ہیں اور نہ کرنے کو بدعت نہیں سمجھتے اور نہ تارک کو مخالفت سنت کہتے ہیں۔

۶:- غیر مقلدین کے مذہب کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خانؒ بھی نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی حسنی تلمیذ شیخ الكل مولانا نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں: ”تعب کی بات یہ ہے کہ نواب صدیق حسن خان احناف کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ پس رفع یدین تکبیر تحریمہ کے سوانہ کرتے تھے اور آمین بالجہر سورت فاتحہ کے بعد بھی نہ کہتے تھے اور اپنے ہاتھ سینے پر نہ رکھتے تھے“ (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۹۱، ۱۹۲)۔

اس لیے زبیر علی زئی کا ترک رفع یدین کا انکار دراصل احادیث نبویہ کا انکار ہے۔

شعبہ ۴:- نسخ و منسوخ کی کتابوں میں رفع یدین کا ذکر ہی نہیں۔

جواب:- جب احادیث کی کتابوں میں ابواب کی ترتیب سے یہ بات ثابت ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ اور امت کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ سجدوں کی رفع یدین منسوخ ہے۔ جس کو اسی باب ۷ میں تفصیلاً ثابت کر دیا ہے۔ صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔ جزء رفع یدین میں حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسى قال: يا ابا عمرو ما تقول في رفع الایدی مع كل تكبيرة وهو قائم في الصلوة قال: ذلك الامر الاول. (جزء رفع الیدین رقم ۱۰۶)۔

ترجمہ:- حضرت فدیك بن سلیمان ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ ”یہ پہلے دور کی بات ہے۔“

اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو امر اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ یاد رہے کہ تکبیر تحریمہ تو شرط نماز ہے اور نماز سے خارج ہے۔ رکوع سے پہلے قیام میں رفع یدین کرنا، رکوع کے بعد قومہ میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا اور تیسری رکعت کے شروع میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، یہ سب نماز کے اندر حالت قیام کی رفع یدین نہیں ہے؟ امام بخاری نے امام اوزاعیؒ سے نقل فرمادیا: ”ذلك الامر الاول“۔ جب رفع یدین دور اول کی بات ثابت ہو گئی تو ترکِ رفع یدین کی احادیث یقیناً آخری دور سے متعلق ہیں۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بخاری، مسلم یا باقی صحاح ستہ میں جس قدر احادیث رفع یدین کی ہیں۔ وہ دور اول سے متعلق اور منسوخ ہیں۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ رفع یدین پر عمل جاری نہیں رہا بلکہ ترکِ رفع یدین پر عمل جاری رہا۔

شعبہ ۵:- نبی کریم ۹ھ اور ۱۰ھ میں رفع یدین کرتے رہے ہیں۔ کس سن ہجری میں رفع یدین منسوخ یا ترک کر دیا گیا تھا؟

جواب:- اس کا مفصل جواب اس باب کے حصہ ۷.۵.۸ بعنوان ”غیر مقلد زبیر علی زئی کا دوسرا دعویٰ اور اس کا جواب“ اور اس کے مابعد مفصل دے دیا گیا۔ حضرت وائل بن حجرؒ نے دوسری آمد کے ترکِ رفع یدین ہی دیکھا تھا (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ نے بھی بخاری (رقم ۸۱۸) رفع یدین کے بغیر ہی پڑھ کر دکھائی۔ مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں: آخر میں آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعودؓ نے جو

ترک رفع یدین روایت کیا ہے۔ اس سے آپؐ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا۔

(الروضۃ الندیہ ص ۹۵)

شبہ ۶:- اگر رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا تو پھر تکبیر تحریمہ، قنوت اور عیدین والا کس طرح اس نسخ سے بچ گیا؟

جواب:- نماز وتر اور نماز عید میں رفع یدین کی بحث

ہم لوگ صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین اس لیے کرتے ہیں کہ رفع یدین کا ان دو مقاموں میں ترک یا منع کی کوئی صریح اور صحیح روایت نہیں ہے۔ جبکہ نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ مقامات میں ترک رفع یدین کی صحیح اور صریح روایات موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں باب نمبر ۴، ۵، ۶۔ ان تین ابواب میں ترک رفع یدین رکوع وغیرہ کے وقت صریح روایات مرفوعاً، موقوفاً اور تعامل خیر القرون بیان کیا گیا ہے۔ صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں، جس میں صراحۃً ترک رفع یدین بیان کیا گیا ہو۔

۲۔ نماز وتر اور نماز عید کا طریقہ دیگر نمازوں سے مختلف ہے۔ نماز وتر میں دعائے قنوت ہوتی ہے اور نماز عیدین میں عام نمازوں کی نسبت زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ پھر ان میں رفع یدین بغیر ذکر کے نہیں ہوتا بلکہ رفع یدین کے ساتھ تکبیر ہوتی ہے۔ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد (ج ۱ ص ۲۱۸) میں لکھا ہے کہ نماز عید کے طریقہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کچھ مروی نہیں ہے۔ اس لیے تمام علماء نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استدلال کیا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اور شیخ عبد الوہاب نجدیؒ نے مختصر زاد المعاد میں نماز عید کے بیان میں لکھتے ہیں: ”وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما مع تحریرہ للاتباع، یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ۔“ (مختصر زاد المعاد ص ۳۳؛ زاد المعاد ص ۱۴۶ طبع مؤسس الرسلۃ ناشرون، بیروت ۱۴۲۲ھ واللفظ لہ)۔ ”حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اتباع سنت کی تحری میں نماز عید میں تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔“

ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد کے ایک صفحے میں عیدین کی تکبیرات زوائد کے ساتھ رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ اس کے اگلے صفحے میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اسی طریقے سے عیدین کی نماز سکھایا کرتے تھے (دیکھئے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۷، ۲۱۸)

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”عن عبد اللہ أنه کان یقرأ فی آخر رکعة من الوتر ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعة۔ (جزء رفع الیدین رقم ۹۶)۔

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وتروں کی آخری رکعت میں ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ پڑھتے تھے۔ پھر رفع یدین کرتے تھے۔ پھر رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔“ (مزید دیکھیے ۸، ۹)۔

شبہ ۷:- نبی ﷺ کی ساری زندگی میں صرف ایک نماز کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے رفع یدین نہ کیا ہو۔ جب ترک ہی ثابت نہیں ہے تو نسخ کس طرح ثابت ہوگا؟

جواب:- جناب رسول اللہ ﷺ سے ترکِ رفع یدین قولاً، عملاً اور تقریراً ثابت ہے۔ حضور ﷺ رفع یدین کرنے والوں پر ناراض بھی ہوئے اور ان کو شریر گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ بھی دی ہے۔ آپ ﷺ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کا حکم دیا ہے جیسا کہ باب نمبر ۴ میں ۱۳۸ احادیث سے ثابت کیا ہے۔

شبہ ۸:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ کسی صحابی نے کسی کو بھی رفع یدین کرنے پر نہیں مارا۔ لہذا دعویٰ نسخ باطل ہے۔
جواب:-

۱:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ موقوف روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اس روایت کا دارودار ایک شامی راوی ولید بن مسلم پر ہے۔ جو کہ منفرد ہے اور مختلط الحدیث ہے۔ اور اس کی روایتیں ضعیف ہیں۔

۱۔ خود ولید بن مسلم کے شاگرد امام احمدؒ فرماتے ہیں: ”اختلفت علیہ احادیث ما سمع وما لم یسمع وکانت له منکرات“ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۵۴)۔ ولید بن مسلم پر وہ احادیث جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنی تھی اور وہ احادیث جو نہ سنی تھی۔ رل مل گئی ہیں اور اس کی روایات منکر (اوپری) ہیں۔

۲۔ نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں: ”ولید بن مسلم کثیر الخطاء ہے“ (تہذیب)۔

۳۔ حضرت امام ابوداؤدؒ کتاب الدیات میں فرماتے ہیں: أن الولید بن مسلم أخبرهم عن ابن جریر..... قال ابوداؤد: هذا لم یزوه إلا الولید، لا ندی هو صحیح أم لا؟ (ابوداؤد رقم ۵۸۶، باب فی من تطبب ولا یعلم منه طب فأعنت ج ۲ ص ۲۸۵ مکتبہ رحمانیہ لاہور)۔ ولید بن مسلمؒ نے اگرچہ تصریح سماع أخبرهم کے کی صیغہ سے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ ولید بن مسلمؒ کی یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔

۴۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ثقة لكنه کثیر التذلیس والتسویة (تقریب ص ۳۷۱)۔

۵۔ ولید بن مسلمؒ کی ایک روایت باوجود تحدیث اور صحیح مسلمؒ میں ہونے کے اس کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”ضعیف بل باطل“ (نودی شرح مسلم ج ۱ ص ۹۰)۔ ”ضعیف بلکہ باطل (حق کے مخالف) ہے“

۶۔ ترمذیؒ ”باب فی المسح علی الخفین اعلاہ واسفلہ“ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؒ سے روایت

ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے موزے کے اعلیٰ اور اسفل حصہ کا مسح کیا ہے (ترمذی رقم ۹۷۷)۔ جس کی سند یوں ہے: حدثنا أبو الوليد الدمشقي، قال: حدثنا الوليد بن مسلم، قال: أخبرني ثور بن يزيد الخ - امام ترمذی فرماتے ہیں: ”وهذا حديث معلول، لم يسنده عن ثور بن يزيد غير الوليد بن مسلم. قال أبو عيسى: سألت أبا زرعة و محمد بن اسماعيل، عن هذا الحديث، فقالا: ليس بصحيح الخ“۔

”اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو صیغہ سماع سے ولید بن مسلم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے امام ابو زرعة اور امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ تو دونوں نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔“

امام عبد الرحمن بن ابی حاتم نے اپنے باپ حضرت ابو حاتم اور ابو زرعة سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مسلم کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ علامہ ابن حزم نے فرمایا: ولید بن مسلم نے دو جگہ پر خطا کی ہے۔ امام اثرم نے فرمایا: امام احمد نے ولید بن مسلم کو ضعیف قرار دیا ہے (دیکھیے تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۹۹)۔ حالانکہ اپنے استاد سے اخبرنی کے جملہ سے روایت کیا ہے۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۶۸۸) میں هشام بن عمار حدثنا الوليد حدثنا الأوزاعي الخ۔ اس سند کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں: ”رواته ثقات لكنه منكر“۔ ”اس کے راوی ثقہ ہیں مگر منکر (ضعیف) ہے۔“ اس کے حاشیہ میں علامہ معلمی غیر مقلد لکھتے ہیں: ”علته أن الوليد يدلّس التسوية وكذا هشام فيما يظهر“ کہ اس کی سند کی علت یہ ہے کہ ولید بن مسلم تدلیس التسویہ کرتا ہے اور اسی طرح هشام جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے۔ تحدیث کے باوجود معلمی غیر مقلد تدلیس التسویہ کا الزام ولید بن مسلم پر لگا رہا ہے۔

۸۔ عن مكحول عن محمود عن أبي نعيم أنه سمع عبادة بن الصامت الخ کی حدیث قراءۃ خلف الامام کی سند میں ابو نعیم کا اضافہ ولید بن مسلم کی غلطی ہے چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں: ”وقد غلط الوليد بن مسلم في اسناده“ (کتاب القراءۃ)۔ ”اور ولید بن مسلم نے اس کی سند میں غلطی کی ہے۔“

۹۔ امام بیہقی فرماتے ہیں: ”وروي من وجه آخر ضعيف عن أبي الدرداء“۔ ”اور ایک ضعیف سند سے حضرت ابو درداء سے مروی ہے۔“ پھر امام بیہقی نے باب من کرہ أخذ الأجرة علیہ کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے جو بواسطہ ”ولید بن مسلم حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن اسماعيل بن عبيد الله، عن أم الدرداء عن أبي الدرداء، أن رسول الله قال: من أخذ

قوساً علی تعلیم القرآن، قلّٰد اللّٰه قوساً من نار۔“ پھر امام دحیمؒ سے نقل کیا ہے: ”لیس له اصل“ کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۶ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)۔ اب ولید بن مسلمؒ صیغہ سماع حَدَّثَنَا سے روایت کر رہا ہے۔ مگر امام بیہقیؒ ”ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ محدث شام امام دحیمؒ اس حدیث کو بے اصل کہتے ہیں۔ علامہ ماردینی حنفیؒ کا یہ کہنا کہ ”سند اس کی جید ہے اور اس کے بے اصل ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی“۔ ان سے اس بارے ذہول ہو گیا ہے۔ کیونکہ امام دحیمؒ محدث شام ہیں اور ولید بن مسلمؒ بھی شامی ہیں۔ شام کی حدیثوں کے پرکھنے میں امام دحیمؒ زیادہ ماہر ہیں اور اس روایت کے بے اصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے راوی ولید بن مسلمؒ ہیں۔ نیز سعید بن عبدالعزیز اختلاف کا شکار ہو گئے تھے۔

۱۰۔ اس لیے علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے ابن عمرؓ کی کنکریوں والی روایت بیان کر کے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ابن عمرؓ سے اس فعل کے صدور کا انکار کیا ہے (مخلی)۔ صحیح روایتوں کے مقابلہ میں خلط ملط روایتوں کا پیش کرنا غیر مقلدین حضرات کا مقام ہے۔ (خدا ہدایت دے)

۲۔ اس کے کئی شاگرد ہیں۔ وہ مختلف الفاظ میں ان سے روایت کرتے ہیں:

۱۔ عبد اللہ بن زبیر الحمیدیؒ۔ ان کے الفاظ عن ولید بن مسلم سمعت زید بن واقد سمعت نافعاً سے یہ ہیں:

(الف)۔ أن ابن عمر اذا رأى رجلاً لا يرفع يديه كلما خفض ورفع حصبة حتى يرفع يديه (مسند الحمیدی ج ۲ ص ۷۷۷ رقم ۶۱۵)۔ ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی کو ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے نہ دیکھتے تو اس کو کنکریاں مارتے“۔ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کی جائے تو چار رکعت میں ۲۸ جگہ بنتی ہے۔ جبکہ غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں۔ گویا ہر چار رکعت میں اٹھارہ پتھروں کے حق دار ہیں۔ یہ تو ان کی کتاب میں ہے۔

(ب)۔ حدثني الحميدي انبانا الوليد بن مسلم قال سمعت زید بن واقد يحدث عن نافع أن ابن عمر كان اذا رأى رجلاً لا يرفع يديه اذا ركع واذا رفع رماه بالحصي (جزء رفع الیدین عن الحمیدی رقم الحدیث ۱۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے الفاظ حدیث میں بہت تصرف فرمایا ہے۔ اسی روایت کے بھروسے پر جناب زبیر علی زئیؒ صحیح روایات کا انکار کر رہے ہیں۔

۲۔ عيسى بن أبي عمران. كان ابن عمر إذا رأى رجلاً يصلي لا يرفع كلاً خفص ورفع حصبة حتى يرفع

(دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۲ رقم ۱۱۰۵ طبع نشر السنۃ، ملتان؛ مترجم جزء سوم ص ۳۴۴ رقم ۱۱۰۳ طبع شبیر برادرز، لاہور)

۳۔ أحمد بن حنبل۔ کان ابن عمر اذا رأى مصلياً لا يرفع يديه في الصلوة حصبه وأمره أن يرفع يديه (مسائل الامام احمد بن حنبل رواية ابنه عبد الله بن احمد ص ۷۰؛ التمهيد لابن عبد البر ج ۹ ص ۲۲۴؛ معرفة علوم الحديث حاكم ص ۲۱۸؛ مناقب احمد، ابن الجوزي ص ۸۸)۔

جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی نمازی کو دیکھتے کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے۔

۴۔ اسحاق بن ابراہیم۔ أن ابن عمر كان اذا رأى رجلاً لا يرفع يديه في الصلوة عند الركوع ورفع رأسه حصبه (معرفة السنن والآثار ج ۱ ص ۵۶۲)۔

۵۔ کان ابن عمر اذا رأى رجلاً لا يرفع يديه حصبه وأمره أن يرفع يديه (التمهيد لابن عبد البر ج ۵ ص ۶۵ بحوالہ جلاء العینین ص ۵۳)
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی شخص کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے اور رفع یدین کرنے کا حکم فرماتے۔

یہ مختلف الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ اس تمہید کی روایت میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ امام احمد صرف رفع یدین کا لفظ روایت کرتے ہیں، لیکن محل رفع یدین سے خاموش ہیں۔ ان سے ابتداء نماز میں رفع یدین کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ امام حمیدی اور عیسیٰ بن عمران محل رفع یدین ہر اونچ نیچ بیان کرتے ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم تو متن کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھال لیا کرتے تھے، جیسے اوپر والی روایت میں انہوں نے کیا۔ جزء بخاری میں یہاں تدلیس کی گئی کہ سند تو حمیدی کی لگادی گئی اور متن اسحاق کا لگادیا گیا، یعنی رکوع کی رفع یدین۔ امام احمد کی روایت جس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے، محل رفع یدین کا ذکر نہیں۔ اگر محل رفع یدین کی تعیین اجماع سے کرنی ہے تو یہاں تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مراد لی جائے گی۔ لہذا ولید بن مسلم کی بیان کردہ یہ روایت باوجود تحدیث کے قابل قبول نہیں کیونکہ وہ اس میں منفرد ہے اور کسی راوی نے یہ روایت بیان نہیں کی۔ جس سے اس کی متابعت ہوتی ہو۔ اور بغیر متابعت کے اس راوی کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

۳۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن (ج ۲ ص ۶۶) میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ رکوع کے وقت ہی رفع یدین نہ کرنے پر کنکریوں سے مارتے تھے۔ لہذا اس اثر کو اس اختلافی رفع یدین کا عنوان نہیں بنایا جاسکتا۔ پس اس سے استدلال بھی صحیح نہ ہوگا۔ اس اثر کے الفاظ اس طرح ہیں: أنه اذا رأى مصلياً لا يرفع يديه في الصلوة حصبه یعنی جب وہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کر رہا ہے تو اسے کنکریوں سے

ماتے۔ تو ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نکیر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نہ کرنے پر ہو، نہ کہ مطلق ترک رفع یدین پر۔ اور تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تاکید ظاہر ہے۔

۴: حضرت ابن عمرؓ کا عمل سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۹۱) اور ابن قدامہ (المغنی ج ۱ ص ۵۴۴) میں ہے جب امام رکوع میں ہوتا تھا تو اس سے رکوع میں ملنے کیلئے صرف ایک مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور دوسری مرتبہ تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے تھے تو جس سے ثابت ہوا کہ وہ اس وقت یقیناً رفع یدین نہ کرتے تھے تو جب وہ خود رفع یدین کے تارک تھے تو دوسروں کو اس موقع پر کنکریاں مارنے کی نسبت ان کی طرف درست کیسے ہو سکتی ہے؟

شبہ ۹: رفع یدین کی احادیث میں ”کان“ کا لفظ آیا ہے۔ جو دوام کا مقتضی ہے۔ لہذا دعویٰ نسخ مردود ہے۔

جواب:۔ احادیث میں ”کان“ کا لفظ دوام کو مقتضی نہیں ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ”اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ یہاں کان یصلی ماضی استمراری کا لفظ ہے۔ اس لیے کہ اکثر اصولیین اور محققین کے نزدیک کان دوام اور تکرار کے لیے نہیں آتا بلکہ ایک دفعہ فعل کے لیے وضع کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی خارجی قرینہ اس کے علاوہ مل جائے جو دوام پر دلالت کرتا ہو تو علیحدہ بات ہے ورنہ صرف ایک ہی دفعہ فعل کے لیے وضع کیا گیا ہے۔“ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)۔ اس کی مفصل بحث اس باب کے حصہ ۵.۷ (قوی اور فعلی سنت میں فرق) اور بقدر ضرورت باب نمبر ۸ میں ۸.۱.۳ میں موجود ہے۔

شبہ ۱۰: حافظ زبیر علی زئی صاحب نے المنار المہیف (ص ۱۳۷) کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے: نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرنے کی ممانعت کی ساری احادیث باطل ہیں۔ ان میں کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کہ انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع الیدین کیا۔ اس کے بعد حافظ زبیر صاحب فرماتے ہیں: نسخ کے دعوے داروں کا فرض ہے کہ پہلے ترک تو ثابت کریں۔

جواب:۔ رفع یدین کے ثبوت کا جواب شبہ نمبر ۳ میں دیا جا چکا ہے۔ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی مکمل بحث باب ۸.۲ میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں صرف چند اشارات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حضرت ملا علی القاریؒ اپنی کتاب ”الموضوعات الکبیر“ میں جناب زبیر علی زئی کے پیش کردہ شبہ کا جواب دیتے ہیں: ”قلت: حدیث ابن مسعودؓ رواہ أبو داؤد والترمذی.... قال

الترمذی حدیث حسن وأخرجه النسائی عن ابن المبارك بسندهما الخ“ (الموضوعات الكبير لملا علی القاری ص ۱۱۰ مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۳۱۵ھ)۔ یعنی ”میں کہتا ہوں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ امام نسائیؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس قول کی پرزور تردید فرمائی ہے۔ اور پوری چوبیس سطروں میں ترک رفع یدین کی احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ بلکہ رفع یدین کو منسوخ ثابت کیا ہے (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۷۸)۔ ملا علی القاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بھی امام ترمذیؒ کے کلام کو نقل کیا ہے (مرقاۃ ج ۲ ص ۴۸۶)۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی اس حدیث پر ”تہذیب السنن“ میں بحث کی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: ”هذا الحديث روى بأربعة الفاظ. أحدها قوله: ”رفع يديه في أول مرة ثم لم يعد“. والثانية: ”فلم يدفع يديه إلا مرة“. والثالثة: ”رفع يديه في أول مرة“. والرابعة: ”رفع يديه مرة واحدة“. والادراج ممكن في قوله ”ثم لم يعد“. وأما باقيها فاما ان يكون قد روى بالمعنى، واما يكون صحيحاً“ (مختصر سنن ابی داؤد للحافظ منذری مع تہذیب الامام ابن قیم الجوزیہ۔ مطبع المکتبۃ الاثریہ، سانکھل۔ طبع ثانیہ ۱۳۹۹ھ)۔ یعنی ”یہ حدیث چار الفاظ سے مروی ہے:

۱۔ رفع يديه في أول مرة ثم لم يعد۔ ۲۔ فلم يدفع يديه إلا مرة۔

۳۔ رفع يديه في أول مرة۔ ۴۔ رفع يديه مرة واحدة۔

ممکن ہے کہ ادراج اس قول ”ثم لم يعد“ میں ہو۔ جبکہ دوسرے الفاظ روایت بالمعنی کے طور پر ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ الفاظ صحیح ہوں۔“

حافظ ابن قیمؒ اپنی مشہور کتاب ”زاد المعاد“ میں فرماتے ہیں: پس جب امام مقتدیوں کی تعلیم کے لیے (دعائے قنوت) کو بھی جہر سے پڑھے۔ تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمرؓ ثناء کے الفاظ مقتدیوں کی خاطر کبھی جہر سے پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ جہر سے پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا پڑھنا سنت ہے (حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں منفرد ہیں کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سورت فاتحہ کو جنازہ میں پڑھنے کے قائل نہیں تھے)۔ اور اس سلسلہ میں امام کا آمین کو بالجہر پڑھنا بھی (یعنی تعلیم کی غرض سے) مباح اختلاف کے قبیل سے ہے۔ ”وهذا من الاختلاف المباح الذي لا يُعْتَفُ فيه من فعله. ولا من تركه. وهذا كرفع اليدين في

الصلاة وترکہ۔ یعنی ”ان چیزوں میں اختلاف مباح ہے جن میں کسی طرف بھی سختی کرنی درست نہیں۔ جو کرتا ہے اس کے لیے بھی اور جو نہیں کرتا اس کے لیے بھی گنجائش ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا نماز میں رفعِ یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح درست ہے۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ص ۸۸ طبع مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

اسی طرح حافظ ابن قیمؒ کے استاذ محترم علامہ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) بھی رفعِ یدین کے اختلاف کو افضل اور غیر افضل پر محمول کرتے ہیں (فتاویٰ ج ۲ ص ۶۷۳)۔

مشہور غیر مقلد علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں: ”پس جب صحیح طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت کبھی رفعِ یدین کرتے تھے اور یہ بھی اسی طرح ثابت ہے کہ کبھی رفعِ یدین نہیں کرتے تھے اور یہ سب مباح ہے، فرض نہیں۔ اور ہمارے لیے گنجائش ہے کہ ہم اسی طرح نماز پڑھیں۔ پس اگر ہم رفعِ یدین کریں گے تو ہم نے نماز اسی طرح پڑھی جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے۔ اور اگر ہم رفعِ یدین نہ کریں پھر بھی ہم نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح حضور ﷺ پڑھتے تھے“ (محلّی ج ۲ ص ۱۷۲)۔ پس معلوم ہوا کہ ترکِ رفعِ یدین ان حضرات کے نزدیک ثابت ہے۔ غیر مقلدین کے علماء کے کچھ مزید حوالے ۷.۱۱.۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ بہت سے محدثین کرامؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ نماز آپؐ نے کوفہ میں پڑھ کر دکھائی اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرامؓ اور ہزاروں تابعینؓ تھے۔ کسی نے اس حدیث کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان سب کا متواتر عمل اسی حدیث کے مطابق رہا۔ لیکن چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کی حدیث نفس کے خلاف تھی۔ اس لیے اس کے انکار کے لیے یہ بہانہ بنایا کہ ابو داؤد کے کسی پرانے نسخے میں اس حدیث کے بعد ابو داؤد کا یہ قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی سے اس حدیث کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی مگر بعض غیر مقلدین نے اس کا ترجمہ ”من گھڑت“ تک کر دیا۔ جب اس نسخے کا ثبوت مانگا گیا تو نسخہ ابن الاعرابی کا نام لے دیا۔ جب نسخہ ابن الاعرابی کو دیکھا گیا تو اس میں یہ عبارت (بریکٹ) میں ملی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بھی اس کا ہونا وہی ہے نہ کہ یقینی۔ اگر ہوتی بھی تو ابن الاعرابی کا نسخہ ناقص بھی ہے اور پہلے کا بھی۔ لہٰذا لوئی کا نسخہ سب سے آخری نسخہ ہے۔ جب اس میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر امام ابو داؤد کی رائے تھی بھی تو آخر میں انہوں نے رجوع فرمالیا۔ اسی لیے اس آخری نسخہ سے اس کو نکال دیا (تجلیات صفحہ ج ۱ ص ۴۳۱، ۴۳۲)۔ اس حدیث کو بہت مارے غیر

مقلدین نے بھی صحیح کہا ہے مثلاً علامہ ابن حزم، علامہ ناصر الدین البانی، علامہ احمد شاکر، شعیب ارناؤط، زہیر الشاویش وغیرہ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ۴.۸.۲.۱)

حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ”المنار المنیف“ میں تو صحیح حدیثوں کو موضوع تک کہا ہے۔ مثلاً ایک حدیث ہے: ”العجوة والصخرة من الجنة“ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۱، ۶۵) ”عجوة اور صخرہ (پتھر) جنت سے ہیں۔“ اس روایت کی علامہ ذہبیؒ اور امام حاکمؒ نے تصحیح کی ہے (مستدرک حاکم مع التلخیص ج ۴ ص ۱۲۰، ۲۰۳) لیکن حافظ ابن قیمؒ نے المنار المنیف (ص ۸۷) میں اس کو بے اصل کہا ہے حالانکہ ”العجوة من الجنة“ بخاری میں بھی موجود ہے المنار المنیف (ص ۶۰) میں ہے: ”وکل حدیث فیہ یا حمیراء أو ذکر الحمیراء فهو کذب مختلق“ ”ہر وہ حدیث جس میں یا حمیراء ہے یا حمیراء کا ذکر ہے۔ وہ جھوٹ ہے، گھڑی ہوئی ہے“ حالانکہ کئی سندوں سے صحیح ہے: دیکھیے مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۱۹، ج ۴ ص ۴۷۱)۔ سنن کبریٰ نسائی میں دو حدیثیں ہیں دونوں صحیح ہیں (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۳۹ طبع قدیم)۔ مشکل الآثار طحاوی (ج ۱ ص ۱۱۷) میں یا حمیراء ہے اور طبرانی اوسط (ج ۲ ص ۹۱) میں یا حمیراء ہے۔ اور الترغیب والترہیب منذری (ج ۴ ص ۲۴۱) میں یا حمیراء ہے وقال أيضاً هذا مرسل جید وغیرہ وغیرہ۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا شرعی حکم

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا جمہور کے نزدیک فرض ہے۔ نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین جو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے دوام و استمرار کے ساتھ ثابت ہے اور جس کے ثبوت میں کسی کو قابل ذکر اختلاف نہیں ہے۔ وہ بھی مستحب یا زیادہ سے زیادہ سنت ہے۔ جس کے ترک سے نماز میں ایسی خرابی لازم نہیں آتی، جس کی وجہ سے نماز کا اعادہ لازم آتا ہو۔ البتہ اس کا عادت ترک کرنا موجب گناہ ہے۔ نماز کا اعادہ پھر بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ مسی الصلوۃ (یعنی نماز کو خراب کر کے پڑھنے والے) کو نماز کی تعلیم دیتے وقت تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم بھی فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل معمول بہ تو بے شک ہے مگر مامور بہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اسے زیادہ سے زیادہ سنت ہی کہا جاسکتا ہے اور مستحب کہنے کی صورت میں تو اس کی شرعی حیثیت اور بھی نرم ہو جاتی ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”اجمعت الأمة علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرة الاحرام واختلفوا فیما سواها“ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔ ”اس بات پر امت

کا اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنے میں امت میں اختلاف ہے۔“

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اس سے اختلاف نہیں کیا بلکہ اس سے بھی نرم تعبیر اختیار کرنے کی تجویز پیش کی ہے کہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کے جواز پر علماء کا اجماع ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۴ طبع دار السلام، ریاض)۔

جب متفق علیہ رفع یدین کا یہ حکم ہے تو اختلافی رفع یدین کا حکم جو ہو سکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔ جو لوگ اس رفع یدین کے مسئلے پر دن رات نمازیوں سے الجھتے ہیں اور امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے سے گریز نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ سنت کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہیں پہلے رفع یدین پر امت کے اجماعی موقف سے سبق سیکھنا چاہیے۔

رفع یدین کہاں تک؟

نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ کانوں تک یا سینوں تک یا سینے اور کندھوں تک؟ اگر انصاف کے ساتھ دیکھا جائے تو صرف یہی ایک قول ہے جسے امت کی اجماعی حیثیت حاصل ہے۔ ”دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے مالائی حصہ کے برابر ہوں اور انگوٹھوں کے سرے کانوں کے نرم حصوں کے برابر ہوں اور ہاتھوں کی پشت کندھوں کے برابر ہو“۔ کہنے والا اسے کانوں کے برابر سے بھی تعبیر کر سکتا ہے اور کندھوں کے برابر کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔

۱۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ بیان فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے۔ رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بہما أذنیہ۔ تو کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے“۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

۲۔ سیدنا وائل بن حجرؒ فرماتے ہیں: ”أنه رأى النبی ﷺ رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ کبر وصف ہمام حیاں أذنیہ۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے۔ ہمام راوی نے کہا: ”کانوں تک آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے“ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۳)

۳۔ عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه، قال: ”صليتُ خلف رسول الله ﷺ، فلما افتتح

الصلاة: كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَازَتْهُ أُذُنَيْهِ. الحديث“

(نسائی رقم ۸۷۹؛ قال الالبانی: حدیث صحیح؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر اٹھایا کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے۔“

۴۔ عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن أبيه قال: رأيْتُ رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى جاوز بهما أُذُنَيْهِ۔ (مسند احمد رقم ۱۵۶۶۷)۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی۔ تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں سے تجاوز کر گئے۔“

۵۔ حضرت براء بن عازبؓ کی مرفوع حدیث میں ہے: ”رفع يديه حتى تكون ابهاماه حذاء أُذُنَيْهِ“۔ ”آپ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر یعنی نرم حصوں کے برابر ہوتے“ (مسند احمد رقم ۱۸۱۹۹)

اس حدیث کو امام دارقطنیؒ نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔ اور بعض اسانید میں یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

۶۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ آنکھوں دیکھی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حين قام الى الصلاة رفع يديه حتى كانتا بحمال منكبيه وحاذي ابهاميه أُذُنَيْهِ ثم كبر“۔

(ابوداؤد رقم ۷۲۴)

”جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اس طرح اٹھائے کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر تھے۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔“

نماز کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھ اٹھانے کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ صرف تعبیرات کا فرق ہے۔ کوئی ”یحاذی بہما منکبہ“ کہ ”آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے“ کہہ دیتا ہے۔ اور کوئی ”یحاذی بہما أُذُنَيْهِ“ کہ ”آپ ﷺ اپنے

دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے“ کہہ دیتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے: ”رفع یدیدہ حتیٰ کانتا بحیال منکبہ وحاذئی بابہامیہ اُذنیہ“۔ ”آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اس طرح اٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے (نرم حصوں کے) برابر ہوتے۔“

حضرت امام شافعیؒ نے بھی رفع یدین کی مختلف تعبیرات کو اسی طرح جمع فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ”لیکن رفع یدین کا طریقہ پس ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اس طرح اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے سروں کے برابر ہوں اور دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے نرم حصوں کے برابر ہوں اور دونوں ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر ہوں۔ پس ان کے قول کندھوں کے برابر کا یہی معنی ہے۔ امام شافعیؒ نے حدیث کی مختلف روایات کو اسی طرح جمع فرمایا ہے جسے اہل علم نے پسند کیا ہے“ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

غور فرمائیے! اس عبارت میں علامہ نوویؒ نے حدیث کے لفظ حذو منکبہ کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے، جو اوپر ترجمہ میں بیان ہوئی ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کندھوں کے برابر ہوں۔ تو وہ حضرت وائل بن حجرؒ کی مفصل حدیث اور اس کی ہم معنی متعدد احادیث کی مخالفت کرتا ہے۔ جبکہ حضرت وائل بن حجرؒ کی مفصل حدیث کے مطابق عمل کرنے والا کندھوں کے برابر تمام احادیث پر عمل کرتا ہے۔

مسئلہ رفع یدین کا حکم

رفع یدین ابتداء نماز میں سنت ہے۔ اس کے بعد رکوع کو جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے، سجد تین کے درمیان اور پہلے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کے وقت ترکِ رفع یدین سنت ہے۔ چونکہ قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرامؓ کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا ہے۔ لہذا یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

ومغزی الکلام أن الیدین مشغولتان بوظائف عند الترتک أيضاً، وانما قلّ النقل فی

الترتک لکونه من الترتک مع کونه کثیراً فی نفسه کأخفاء بسم الله، وأخفاء آمین،

وترتک جلسة الاستراحة. (نیل الفرقین ص ۲۵ طبع مجلس علمی کراچی ۱۳۲۳ھ)

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ ترکِ رفع یدین میں بھی نمازی کے دونوں ہاتھ (نماز کے)

وظائف میں مشغول ہوتے ہیں۔ ترکِ رفعِ یدین کے نقل کی روایات کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ترکِ رفعِ یدین فی نفسہ زیادہ ہونے کے باوجود کم منقول ہوتا ہے جیسا کہ بسم اللہ کا نماز میں آہستہ پڑھنا، آمین کا آہستہ کہنا اور جلسہ استراحت کا ترک کرنا۔

حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمن کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ”احادیث مرفوعہ اس مسئلہ میں متعارض ہیں۔ کسی سے رفع اور کسی سے ترک ثابت ہے اور کسی حدیث قولی میں رفع یدین کا امر موجود نہیں اور نہ کوئی حدیث فعلی دوام رفع پر دال ہے۔ اور حدیث قولی ممانعت کی بظاہر اور بالاطلاق اس رفع یدین کی ممانعت کو بھی شامل ہے۔ اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم بعد وفات حضور ﷺ خصوصاً عمل کوفہ و مدینہ و مکہ تو ترک رفع یدین ہی پر معلوم ہوتا ہے اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضور ﷺ کی وفات کے بعد روایتاً عمل رفع یدین ثابت ہوتا ہے، درایتاً ان سے ہی ترک رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ اور خلفائے راشدین کا بھی عمل ترک رفع یدین پر معلوم ہوتا ہے اور رفع یدین نماز کے بہت مواقع میں مشروع ہو کر منسوخ بھی ہو چکا۔ اس جماعت حقہ نے اصل ترک رفع یدین کو کہا اور رفع یدین کو منسوخ کہا۔ پھر اس جماعت میں دو فریق ہو گئے:

فریق اول نسخِ اباحت کا قائل ہوا اور ترک رفع یدین کو مامور بہ اور رفع یدین کو منہیات میں شمار کر کے کراہت کا قائل ہوا۔

فریق دوم نسخِ استحباب کا قائل ہوا یعنی اباحت علیٰ حالہ باقی ہے جیسا کہ شرح سفر السعاده میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے اور شیخ ابن الہمام کی تقریر سے نکلتا ہے۔ یہ راقم الحروف (محمد اشفاق الرحمن کاندھلویؒ) بھی ادلہ پر نظر کر کے اسی فریق کے قول کو تحقیقاً اور فریق اول کے قول کو تقلیداً حق سمجھتا ہے“ (نور العینین ص ۸۴، ۸۵)

حضرات فقہائے احنافؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رفع یدین رکوع وغیرہ کے وقت سنت نہیں بلکہ ترک رفع یدین سنت ہے۔ احناف کے اس میں دو مسلک مشہور ہیں:

۱۔ بعض حضرات نسخ رفع یدین کے قائل ہیں۔ امام طحاویؒ، ملا علی قاریؒ، حافظ ابن ہمامؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کا ثبوت تھا مگر بعد کو منسوخ ہوا کیونکہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین کی روایات مروی ہیں۔ انہی سے پھر ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں۔ اور عمل بھی ترک رفع یدین کا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ۔ بعض حدیثوں کو غیر مقلدین خود بھی منسوخ مانتے ہیں جیسے سجدوں کے وقت رفع یدین۔

۲۔ بعض حضرات رائج اور مرجوح کا قول کرتے ہیں کہ چونکہ رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں مروی ہیں مگر ترک رفع یدین خشوع نماز کے زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے ترک رفع یدین رائج اور افضل ہے۔ چونکہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے وقت قوی دلائل سے ثابت ہے۔ لہذا وہ محل نزاع سے خارج ہے۔ حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروٹی فرماتے ہیں: ”مؤلف کتاب ہذا کے ہاں رائج اور مرجوح کا مسلک پسندیدہ ہے اور اسی کے مطابق دلائل قائم کیے جائیں گے“ (نور الصباح ج ۱ ص ۳۰) مگر جلد ثانی (ص ۲۲۸) میں فرماتے ہیں: ”راقم الحروف اپنے اس نظریہ سے کہ ”رائج اور مرجوح کا مسلک پسندیدہ ہے“ سے رجوع کرتے ہوئے ناخ و منسوخ کا مسلک پسند کرتا ہے اور اسی کو ترجیح دیتا ہے۔“

غیر مقلدین کے ہاں رفع یدین کرنے، نہ کرنے کا حکم

اختلافی مقامات میں رفع یدین کے بارے میں عملی طور پر تو غیر مقلد اتنے متعصب ہیں کہ اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں گویا یہی ان کے ہاں کامل دین و ایمان ہے اور ان کی تحریریں اس کے بارے میں مختلف ہیں کہیں مستحب لکھ دیا کہیں ضروری کہہ دیا چنانچہ:

۱۔ غیر مقلدین کے جماعتی فتاویٰ علمائے حدیث میں اس کو مستحب لکھا ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۳، ۱۵۶)

۲۔ میاں نذیر حسین صاحب فرماتے ہیں: ”علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا، جھگڑنا وغیرہ تعصب سے خالی نہیں، کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۶۱)

۳۔ مولانا عبد الجبار غزنوی کے والد مولانا محمد داؤد غزنوی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں (اگرچہ عمر بھر نہ کرے) (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۱، ۱۵۲)

۴۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک آدمی پہلے ہی سے با وضو ہو، لیکن زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے پھر وضو کر لے۔ اسی لیے رفع یدین کا ترک، ترک ثواب ہے نہ ترک فعل سنت۔ فافہم“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۰۸، ۶۰۹)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: رفع یدین نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۴)

نوٹ:- رفع یدین پر وضو جتنا ثواب ہمیں حدیث میں نہیں ملا۔

۵۔ حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے پہلے تو رفع یدین کو چہرے کے غازے (سرخی پاؤڈر) سے تشبیہ دی، پھر مسواک سے ملا کر کہا کہ جیسے مسواک کرنے سے ستر گنا ثواب بڑھ جاتا ہے، اتنا ہی رفع یدین کا ثواب ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۹، ۲۰۰)۔

نوٹ:- مسواک کے ستر گنا ثواب کی تو ایک ضعیف حدیث ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۹، ۲۰۰) مگر اس رفع یدین کے ثواب کے ستر گنا کی کوئی ضعیف حدیث بھی ہمیں نہیں ملی۔

۶۔ علامہ وحید الزمان صاحب نے اس رفع یدین کو جوتا پہن کر نماز پڑھنے جیسی سنت قرار دیا ہے (تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۵۶)۔ یعنی جو یہ رفع یدین کرتا ہے وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے والے جیسا ہے اور جو رفع یدین نہیں کرتا وہ جوتا اتار کر نماز پڑھنے والے کی طرح ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: رفع یدین و آمین بالجہر سے روکنے والے کو ایسا ہی گناہ ہوگا جیسا کہ گانے بجانے سے روکنے والے اور محفل میلاد اور رکی فاتحہ سے روکنے والے کو ہوتا ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۱۸)

۷۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب نور العینین میں پانچواں باب قائم کیا ہے: ”رفع الیدین کرنا ضروری ہے“ (نور العینین ص ۱۸۱)۔

اور جن جگہوں میں یہ رفع یدین نہیں کرتے وہاں رفع یدین حرام ہے یا مکروہ، نماز باطل ہوگی یا ناقص؟ یہ حکم ان کی کسی مسلمہ کتاب میں نہیں ملا۔

آخر میں ہم علامہ ابن تیمیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ”نمازی خواہ رفع یدین کریں یا نہ کریں۔ اس سے ان کی نماز میں نہ کوئی خرابی واقع ہوگی اور نہ ہی ان کی نماز باطل ہوگی۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کسی کے نزدیک بھی اس سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوگی۔ اور اگر امام نے رفع یدین کیا اور مقتدیوں نے نہ کیا یا مقتدیوں نے رفع یدین کیا اور امام نے نہ کیا۔ اس صورت میں بھی کسی کی نماز میں کوئی خرابی اور فتور نہیں آئے گا۔“ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۵۳)

غیر مقلدین کی بے بسی

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: آپ حیران ہوں گے یہ مسئلہ (رفع یدین) جناب رسول اللہ ﷺ کے پورے تیس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع

یدین نہ کرو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین نہ کرو۔

اگر غیر مقلد ہمت اور جرأت کر کے صرف ایک، صرف ایک اور صرف ایک ہی قولی حدیث پیش کر دے جس میں ان کا مدعی بطور نص موجود ہو یعنی:

۱۔ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم ہو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع ہو۔

۲۔ رکوع کے شروع اور آخر میں رفع یدین کا حکم ہو اور سجدہ کے شروع اور آخر میں رفع یدین سے منع فرمایا ہو۔
اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین کی قولی حدیث سے سنت ثابت نہ کر سکے اور قیامت تک نہ کر سکے گا تو کم از کم جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے زیر بحث رفع یدین کا اتنا ہی ثواب ثابت کر دے جتنا اشراق کی نماز، تحیۃ الوضو اور مسواک کا ثواب ہے۔

(تحقیق مسئلہ رفع یدین، تجلیات صفحہ ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵)

حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیرویؒ غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں:

۱۔ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے دکھادیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا ہو کہ رفع یدین کیا کرو۔

۲۔ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے دکھادیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کی فضیلت اور ثواب کا بیان کیا ہو۔

۳۔ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے (بشرطیکہ موضوع نہ ہو) دکھادیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آخری عمر تک رفع یدین کیا ہو (نور الصباح مقدمہ طبع دوم)

ترک رفع یدین کے بائیس (۲۲) وجوہ ترجیح

۱۔ مذہب احناف سے واقفیت رکھنے والے اشخاص اس سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلک احناف کا اصول ہے کہ جب روایات کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو احناف (کثر اللہ سوادہم) ان روایات کو لیتے ہیں یعنی معمول بہا قرار دیتے ہیں جو قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھیں۔ مسئلہ رفع یدین میں بھی وہ روایات جو ترک رفع یدین کو بیان کرتی ہیں وہ قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المؤمنون: ۱، ۲)۔

ترجمہ:- ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (البقرة: ۲۳۸)

ترجمہ:- تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کا۔ اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

۲۔ رفع یدین یدین کی تمام روایات فعلی ہیں۔ پورے ذخیرہ احادیث میں ایک روایت بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا امر کیا گیا ہو جبکہ ترک رفع یدین کی روایات فعلی بھی ہیں اور قولی بھی۔ اور قولی روایات معارضہ سے محفوظ ہیں، جیسے مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث بطریق تميم بن طرفہ۔ آپ ﷺ کا فرمان: ”کیا بات ہے! میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شیر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو“۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ کا مختصر کہنا مخدوش ہے۔

وجہ اول:- دونوں حدیثوں کا کتب متداولہ میں تغاّر طرق

وجہ ثانی:- دونوں کے الفاظ کی کمی بیشی

وجہ ثالث:- دونوں ارشادوں کا وقت اور محل ارشاد جدا ہونا۔

اور اگر دونوں کو ایک ہی مان لیا جائے تب بھی صرف یہ حاصل ہوگا کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا وقت اور محل سلام کے وقت کا رفع یدین تھا۔ لیکن ممانعت عام الفاظ ”أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ“ سے فرمائی۔ جس کے معنی ہیں: نماز میں رفع یدین نہ کرو۔ پس ممانعت کا وقت اور سبب گو خاص ہے لیکن ممانعت عام الفاظ سے فرمائی گئی ہے۔ اس لیے خصوص مورد کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوگا۔ نیز اگر اس کو سلام سے متعلق بھی مان لیا جائے تو اثناء صلوٰۃ میں رفع یدین کی ممانعت اسی روایت سے دلالت النص کے طور پر بدرجہ اولیٰ ہوتی ہے۔ اس لیے ترک رفع یدین رائج ہے۔

۳۔ خلفاء راشدینؓ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ترک رفع یدین عمل کے باعث بالخصوص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ، جو مستحبات کے خلاف عمل کرنے پر بھی نکیر فرمایا کرتے تھے۔ اور بالخصوص امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے عمل بلکہ مذہب ترک رفع یدین ہونے کے باعث، جیسا کہ ان کے اصحاب کے عمل سے ظاہر ہے۔ اس کو کون نہیں جانتا کہ جس صحابیؓ کو

حضور ﷺ سے زائد شرف حضور حاصل ہوگا۔ اسی قدر اس کو علم شریعت زیادہ حاصل ہوگا۔ پس حضرت علیؓ دس سال کی عمر میں حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ ﷺ ہی کی آغوش صحبت میں تربیت پاتے رہے۔ اس وجہ سے ان کو حضور ﷺ کے افعال مشاہدہ کرنے کا اور اقوال سماعت کرنے کا جس قدر موقع ملا اتنا کسی کو نہ ملا ہوگا۔ پس خلفاء راشدین کا عمل دو متعارض میں ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں نصوص دوام اور افضلیت سے ساکت ہوں تو جس نصوص (نص) کی جمع یعنی قرآن و سنت رسولؐ کے دلائل پر خلفاء راشدین کا عمل ہوگا۔ اس عمل سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضور ﷺ کا دوام اس پر تھا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے باوجود ملازمِ صحبت ہونے کے رفعِ یدین ایک مرتبہ بھی منقول نہیں ہے۔ اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے رفعِ یدین منقول ہے۔ ان میں سے ملازمینِ صحبت سے ترکِ رفعِ یدین بھی منقول ہے۔ اس لیے یقیناً یہ رفعِ یدین کی حکایت و بیان منسوخ ہونے سے پہلے کی ہے یا احیاناً دو اتفاقی عمل کا بیان ہے۔ ورنہ ایسا واقعہ جو روزانہ پانچ وقت کی نمازوں میں پیش آتا ہو، کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ اور پیش بھی آیا ہو مدت العمر! اور مخفی بھی رہے سفر و حضر کے ملازمِ صحبت سے! پس یقیناً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دوامی عمل ترکِ رفعِ یدین کا، یہ یقینی پتہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ نے رفعِ یدین ابتداء میں اختیار فرمایا۔ مدارِ صلوٰۃ اس پر نہیں رہا۔ ورنہ ایک ملازمِ صحبت سے مخفی رہنا ناممکن ہے۔ اور ملازمِ صحبت بھی ایسے! خلوت و جلوت میں ہمراہ رہنے کی وجہ سے نام صاحبِ سر رسول اللہ ﷺ ہو گیا تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے۔ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس قدر آتے جاتے دیکھا کہ ہم انہیں حضور ﷺ کے اہل بیت سے گمان کرتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جس کی نسبت مجھے علم نہ ہو کہ کس امر میں اتری ہے۔ یہ بھی انہی کا قول ہے کہ قرآن مجید کا مجھ سے اگر کسی کو زیادہ علم ہوتا تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاتا۔ پس ایسے علم (زیادہ علم والے) اور ملازمتِ صحبت کا عمل ایک نص کی ترجیح کے لیے کافی ہے زائد قاضی شوکانیؒ کی رائے سے بدرجہا بہتر ہے۔

۵۔ رفعِ یدین کے رواۃ، عہدِ رسالت میں یا تو جوان صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں یا وہ لوگ ہیں جنہوں نے بارگاہِ رسالت میں چند ہی روز قیام کیا ہے۔ یہ لوگ نماز کے بارے میں نازل ہونے والے تدریجی احکام کے عینی شاہد نہیں ہیں، جبکہ ترکِ رفعِ یدین کے راوی وہ صحابہ کرامؓ ہیں جو ان احکام کے تجربے اور مشاہدے سے گذرے ہیں اور انہیں اول سے آخر تک نماز کے بارے میں نازل ہونے والے

تدریجی احکام کا پوری بصیرت کے ساتھ علم ہے۔ اس لیے ترکِ رفعِ یدین رائج ہے۔

۶۔ ترکِ رفعِ یدین کی روایت کو فقہائے روادے (راویوں) کے باعث رفعِ یدین کی روایت پر ترجیح ہے۔ چنانچہ خود امام ابوحنیفہؒ نے اسی مسئلہ رفعِ یدین میں امام اوزاعیؒ کو، جن کی رکاب پکڑ کر امام مالکؒ چلتے تھے، مناظرہ میں ساکت کیا۔ اور ترکِ رفعِ یدین کے راویوں کا رفعِ یدین والی روایت کے روادے سے فقیہ ہونا ثابت کیا۔

(مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۹۷؛ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حضرت امام اوزاعیؒ کے ساتھ مناظرہ کی تفصیل دیکھیے ۴.۱۲)

اس مناظرہ میں امام صاحبؒ نے ابن مسعودؓ کی حدیث کو تفقہ روادے سے ترجیح دی۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب احادیث بالمعنی بھی روایت کی جاتی تھیں۔ تو بلاشبہ بلحاظ تفقہ روادے کو ترجیح ہونی چاہیے۔ اس کو کون نہیں جانتا کہ ایک حقیقت شناس اور دقیقہ فہم ایک مضمون کو جس قدر احتیاط سے ادا کرے گا۔ دوسرا شخص ادا نہیں کر سکتا۔

اس مناظرہ میں امام اوزاعیؒ نے محدثین کے ایک اصول کو مدِ نظر رکھا کہ سندِ عالی کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس اصول کی بنیاد محدثین کی رائے ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ نے کتاب و سنت کے اصول کو مدِ نظر رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی فقہ کو ہی خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا۔

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”واذا كان عمر رضي الله عنه، و علي رضي الله عنه، وابن مسعود رضي الله عنه موضعهم من الصلاة مع رسول الله ﷺ موضعهم على ذلك، ثم عمر بعدهم على مثله، لم يكن شيء مما روى في القبول أولى ما روى عنه“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۶۸ طبع مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ) ”جب حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہونے کا جو مقام و مرتبہ تھا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت عمرؓ اس مقام پر فائز ہو گئے۔ جو نماز کا طریقہ ان حضرات سے منقول ہو گا وہ اولیٰ ہے۔“

حضرت ملا علی قاریؒ نے حضرت امام اعظمؒ اور امام اوزاعیؒ کے مناظرہ کی روایت کو بیان کر کے اس سے ترکِ رفعِ یدین کی دلیل پکڑی ہے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۶۷ طبع مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ)۔ امام اوزاعیؒ لا جواب ہوئے بلکہ جیسا کہ جزء رفعِ یدین میں ہے کہ وہ نسخِ رفعِ یدین کے قائل ہو گئے۔ ”حضرت فدیک بن سلیمان ابو عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام

اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابو عمرو! آپ رفعِ یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے۔ ”ذلک الامر الاول۔ (جزء رفع الیدین بخاری رقم ۱۰۶)۔ یہی وہ مناظرہ ہے جس میں امام اعظمؒ نے پوری جرأت سے فرمایا: ”کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے (بلا معارض) کچھ صحیح ثابت نہیں۔“ یعنی سنیتِ رفعِ یدین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔ بالکل یہی موقف حضرت امام مالکؒ کا ہے۔ ابن القاسمؒ فرماتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین (کی احادیث) ضعیف ہیں (المَدَوْنَةُ الْكُبْرَى ج ۱ ص ۱۶۵، طبع بیروت)۔ امام مالکؒ کا وصال ۱۷۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہی ہوا اور کسی ایک عالم نے بھی اس خیر القرون میں امام مالکؒ کے اس قول کی تردید نہ فرمائی۔ اس حدیث پر مفصل بحث بیان کر دی گئی ہے۔

۷۔ رفعِ یدین کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہمیشہ رفعِ یدین کا نہیں رہا۔ ان سے ترکِ رفعِ یدین کی روایات بھی بہ سند صحیح منقول ہیں۔ جبکہ ترکِ رفعِ یدین کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل ہمیشہ ترکِ رفعِ یدین کا رہا۔ ان سے رفعِ یدین کا کہیں بھی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے ترکِ رفعِ یدین رائج ہے۔

۸۔ رفعِ یدین کی بعض قسمیں وہ ہیں جو بالاتفاق متروک ہیں جیسے دونوں سجدوں کے درمیان رفعِ یدین کرنا۔ یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس میں نسخ واقع ہو چکا ہے۔ لہذا متفق علیہ کو لینا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

۹۔ نماز میں حرکات سے سکون کی طرف انتقال واقع ہوتا رہا ہے جیسا کہ ابتداء اسلام میں نماز میں چلنا پھرنا، بات چیت کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا۔ جب اس بارہ میں روایتوں میں تعارض ہوا تو احناف نے ان روایات کو لیا جو سکون پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۰۔ روایات رفعِ یدین کو روایات ترکِ رفعِ یدین سے تعارض ہی نہیں۔ اس لیے کہ اول الذکر صرف ثبوت و وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس سے رائد کسی امر کی مثبت نہیں۔ اور ثانی الذکر اول کے وجود کے بعد ترک کو بیان کرتی ہیں۔ اس لیے تعارض ہی نہیں۔

۱۱۔ عہد رسالت میں ترکِ رفعِ یدین پر عمل کی کثرت رہی اور رفعِ یدین پر کم عمل ہوا جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؒ کی روایت پر، حضرت ابراہیم نخعیؒ کے تبصرہ سے واضح ہے کہ دونوں عمل میں ایک اور پچاس کی نسبت رہی۔ اس لیے ترکِ رفعِ یدین رائج ہے۔

۱۲۔ خلافتِ راشدہ میں ترکِ رفعِ یدین کا تعامل رہا۔ اس لیے ترکِ رفعِ یدین ہی رائج ہے۔
 ۱۳۔ کبار تابعین کا باوجود رفعِ یدین کی حدیث پیش ہونے کے اس کو مسترد کر دینا اور ترک کر دینا اور رفعِ یدین کی روایت کو ترجیح دینا بتلاتا ہے کہ ترکِ رفعِ یدین کی احادیث رائج اور اثبت ہیں۔ جیسے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام مالکؒ۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

والتابعی اذا أفتى بما رواه دلّ على ثبوته عنده (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۱۷)

ترجمہ:- جب تابعی اپنی روایت کے مطابق (عمل کرے اور) فتویٰ دے تو وہ روایت اس کے نزدیک ثابت ہے۔ پس وہ محدثین جو ان کے بہت بعد کے ہیں ان کا رفعِ یدین کو ترجیح دینا یقینی اور حتمی طور پر ان قدماء سے مرجوح ہوگا۔ جو ان سے علم اور قرب نبوت ہر دو صورت سے فائق ہیں۔

نیز یہی وجہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نسائی نے جو حدیث حضرت مالک بن الحویرثؒ کی تخریج کی ہے اور باقرار حافظ ابن حجرؒ وہ اصح بھی ہے۔ اس میں سجدوں کی رفعِ یدین بھی مذکور ہے۔ حالانکہ تمام اہل سنت اس رفعِ یدین کے نسخ کے قائل ہیں۔ یہی روایات ہیں جن کو احناف اختلافی رفعِ یدین کے نسخ میں بیان کرتے ہیں۔ پس اس کا نسخ ماننا مستلزم ہے تسلیم نسخ متنازع فیہ کو۔ فافہم!

۱۴۔ کبار ائمہ اور مجتہدین کا ترکِ رفعِ یدین کو صحیح سمجھنا حتیٰ کہ خود بھی اس پر عمل کرنا ترجیح روایات ترکِ رفعِ یدین کے لیے کافی ہے۔ جیسے وکیعؒ، سفیان ثوریؒ، شعبیؒ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، ابواسحق وغیرہ۔

۱۵۔ جب قولی اور فعلی روایات میں تعارض ہو جائے تو قولی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ احناف کی روایات قولی ہیں اور غیر مقلدین کی فعلی۔ لہذا احناف کی تائید کرنے والی روایات رائج قرار پائیں گی۔

۱۶۔ فعلی روایات متعارض ہیں اور قولی روایات تعارض سے خالی ہیں۔ لہذا فعلی روایات کی حجیت تعارض کی وجہ سے باقی نہ رہے گی۔ اور قولی روایات حجت رہیں گی۔

۱۷۔ ترکِ رفع کی روایات کے راوی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جو معمر اور فقیہ تھے اور پہلی صف میں کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بخلاف رفعِ یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ وہ بچے تھے جو نو عمری کی وجہ سے غزوہ احد میں شرکت سے محروم رہے۔ سب سے پہلی جنگ جس میں یہ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے۔

۱۸۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواضع میں رفعِ یدین کرنا تعارض روایات کی وجہ سے سنیت اور نسخ سنیت میں دائر ہے۔ جب کوئی چیز سنیت اور بدعت میں دائر ہو یعنی اس کے سنیت یا بدعت ہونے میں شبہ ہو، تو اس کے بدعت ہونے کے پہلو کو رائج قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ محرم کو منہج پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۱۹۔ احادیث رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علیؓ وغیرہ سے اپنی روایات کے خلاف اقوال و افعال ثابت ہیں۔ اسی طرح ان کے تلامذہ مجاہدؓ، عبد العزیز بن حکیمؓ اور محارب بن دثارؓ سے اور اسی طرح تلمیذ التلمیذ امام مالکؓ، امام محمدؓ، وکیعؓ، سفیان ثوریؓ وغیرہ اساتذہ امام بخاریؒ سے۔ اور یہ سب رفع یدین کی روایت کے راوی ہیں۔ اور راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو اس کی روایت نسخ پر محمول ہوتی ہے۔ اور رفع یدین کی روایت میں قریب قریب ہر طبقہ میں یہ امر موجود ہے۔

۲۰۔ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کا متواتر عمل ہے۔ اس لیے وہی رائج ہیں۔

۲۱۔ اساتذہ کے درجہ کے دو بڑے امام (حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ)، ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ تلامذہ کے درجہ کے دو امام (حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) رفع یدین کے قائل ہیں۔ اس لیے ترک رفع یدین رائج ہے۔

۲۲۔ مشہور اسلامی مراکز یعنی مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ کے دور تک ترک رفع یدین پر تعامل رہا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں بھی ترک رفع یدین پر تعامل رہا۔ کوفہ میں ابتداء سے کئی صدیوں تک صرف ترک رفع یدین ہی پر عمل رہا۔ اس لیے ترک رفع یدین ہی رائج ہے۔

دوام رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں

رفع یدین کے آخری عمل ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ غیر مقلدین اپنی تحریر و تقریر میں اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ حنفی لوگ رفع یدین نہیں کرتے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع یدین کیا ہے۔ غیر مقلدین نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں پورے وثوق سے بیان کیا ہے۔ غیر مقلدین درج ذیل دو روایات اور ایک دلیل اس سلسلے میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حدیث عبداللہ بن عمرؓ خلافیات بیہقی والی۔ یہ حدیث موضوع ہے۔

۲۔ حدیث ابو ہریرہؓ کتاب المعجم والی۔ یہ حدیث بھی باطل ہے۔

۳۔ رفع یدین کی ہمیشگی کا مدار حدیث پر نہیں

خلافیات بیہقی والی حدیث عبداللہ بن عمرؓ موضوع ہے

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی مفصل بحث باب ۱۰۶ میں کر دی گئی ہے۔ خود زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے بھی اس کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے (نور العینین ۳۲۷)۔ اسی طرح کا اقرار

دوسرے غیر مقلدین نے بھی کیا ہے (ملاحظہ کیجیے باب ۱۰۶)۔ اس اقرار کے باوجود جھوٹ کو سچ بنانے کی جو جسارت اس فرقہ میں جناب زبیر صاحب کو نصیب ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی نے اس حدیث کی تسہیل الوصول میں پوری حمایت کی ہے۔ وہ اس حدیث کی تحقیق و تخریج میں لکھتے ہیں: ”التلخیص الحبر والی اس روایت میں دو راوی: عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمن بن قریش سخت مجروح ہیں۔ لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔ اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے۔ اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔“ بلفظہ (تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۲ء)

یہاں زبیر علی زئی صاحب نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اللہ رے یہ جسارت! یہ حدیث موضوع ہے جس کا بیان کرنا جائز نہیں۔ اس حدیث میں دو راوی وضاع اور کذاب ہیں۔ جن کے نام عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمن بن قریش ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کے ہاں ایسی جھوٹی روایات کا بیان کرنا کوئی حرج نہ ہو تو الگ بات ہے مگر اہل سنت والجماعت کے ہاں تو ایسی روایات کا پیش کرنا دوزخ میں ٹھکانا تیار کرنا ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار“ (مسلم)۔ یہ حدیث متواتر ہے۔

اب زبیر صاحب کا اصول حدیث کا متفقہ لفظ استعمال کر کے رعب ڈالنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ اصول حدیث تو امتیوں کی آراء کا مجموعہ ہے۔ آپ کب سے اہل حدیث سے اہل الرائے بن گئے ہیں۔ پھر یہ ان بے چاروں پر بھی جھوٹ بولا ہے۔ کسی نے نہیں کہا کہ جھوٹ شواہد سے سچ ہو جاتا ہے۔ خود یہ جھوٹی حدیث بھی غیر مقلدین کے دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔ زبیر صاحب اس جھوٹی حدیث سے ہی دس جگہ اثبات رفع یدین اور اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین کی گنتی پوری کر دیں۔

خلافتِ نبوی والی حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شواہد کا حال

غیر مقلدین کے شواہد کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے ذہن نشین کر لیں کہ شاہد سے شہادت کیا لینی ہے کہ ”چار رکعت نماز میں دس جگہ اثبات رفع یدین (کندھوں تک کی صراحت)، اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین کی صراحت اور وفات تک کی بھی صراحت ہو“۔ جب یہ تین باتیں ہوں گی تو اس کو شاہد مان لیا جائے گا۔ اب زبیر شواہد کا حال ملاحظہ فرمائیے۔

شاہد نمبر ۱:- المعجم لابن الاعرابی میں ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر بتائی جس میں رکوع سے پہلے کا رفع یدین مذکور ہے اور آخر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (کتاب المعجم ج ۱ ص ۲۲۶ رقم ۱۴۲: تسهیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول ﷺ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء)۔

حضور ﷺ نے تحریمہ میں ایک ہاتھ اٹھایا۔ یہ معلوم نہیں کہاں تک۔ رکوع کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے۔ معلوم نہیں کہاں تک۔ یعنی دس جگہ رفع یدین کی بجائے دو جگہ رفع یدین کا اثبات ہے۔ اور اٹھارہ جگہ رفع یدین کے ترک کی بھی صراحت نہیں۔ ہاں فارق الدنيا کا لفظ ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ غیر مقلدین کے اعتقاد کے مطابق وفات تک نماز میں آٹھ جگہ اثباتی سنتوں کے تارک رہے اور اٹھارہ جگہ ترک والی سنتوں کے تارک رہے۔ یہ حدیث بھی باطل ہے۔ اس کی پوری بحث باب ۷۔۱۰ میں کر دی گئی ہے۔

شاہد نمبر ۲:- زبیر صاحب کہتے ہیں: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔“ حالانکہ سند میں زہریؒ اور ابن جریجؒ کی تالیس ہے اور اس دو وجہ سے خود زبیر صاحب کے ہاں یہ ضعیف ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر کرنے والا راوی یحییٰ بن ایوب بھی متکلم فیہ ہے۔ اور فارق الدنيا والا جملہ رفع یدین والی حدیث میں نہیں، رفع یدین کے بغیر تکبیر والی حدیث میں ہے۔ ایسا استدلال جناب زبیر صاحب کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک جگہ لکھا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور دوسری جگہ لکھا ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اب زبیر صاحب دونوں فقروں کو ملا کر خلاصہ نکال لیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ اسی طرح زبیر صاحب ہمت کر کے قرآن کی آیت غلام حلیم سے ”غلام“ اٹھالیں اور برسولِ یأتی من بعدی اسمہ احمد سے احمد اور رسول کا لفظ اٹھا کر جوڑ لیں: غلام احمد رسول۔ تو یقیناً قادیانی اسے اپنا امام مان لیں گے۔

شاہد نمبر ۳:- زبیر صاحب لکھتے ہیں: ”حضرت مالک بن الحویرثؒ غزوہ تبوک (اوائل جولائی ۶۳۰ء بمطابق ۹ھ کما وقع فی فتح الباری) کے موقع پر حضور ﷺ کے پاس آئے (بحوالہ ابن سعد)۔ اب انہوں نے کیا دیکھا: رکوع اور سجدوں کی رفع یدین۔ ۲۵ جگہ کا اثبات، نفی کسی جگہ کی نہیں۔ البتہ تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین بھی انہوں نے ذکر نہ کی۔ نہ دس جگہ کا اثبات، نہ اٹھارہ جگہ کی نفی۔ نہ وفات تک کا ذکر۔ ۹ھ کا ذکر جو فتح الباری اور طبقات ابن سعد کے حوالہ سے کیا

ہے۔ طبقات ابن سعد میں کسی ضعیف سند سے بھی حضرت مالک بن الحویرثؓ کا ۹ھ میں تشریف لانا مذکور نہیں۔ ۹ھ کے بعد سجدوں کی رفعِ یدین کا ترک ثابت کریں۔ تیسری رکعت کے شروع کی رفعِ یدین کا ثبوت ۹ھ کے بعد دیں۔ ہاں بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳) میں حضرت مالک بن الحویرثؓ کا اپنے گھر والوں کو نماز سکھانے کا ذکر ہے۔ وہاں کسی رفعِ یدین کا بھی ذکر نہیں۔ جبکہ اصول ہے: السکوت فی معرض البیان بیان۔ اس کی مزید تفصیل ۷.۸.۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شاہد نمبر ۴: حضرت وائل بن حجرؓ کو پیش کیا ہے کہ ان کی پہلی آمد ۹ھ میں بتائی ہے حوالہ عمدۃ القاری کا دیا ہے لیکن یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں (تجلیات صفحہ ۴ ص ۳۴۹)۔ اور دوسری آمد ۱۰ھ میں ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ ابوداؤد میں ۱۰ھ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ابوداؤد میں پہلی روایت میں تکبیر تحریمہ، رکوع اور سجود کی رفعِ یدین کا ذکر ہے اور اس پر امام حسن بصریؒ کا تبصرہ بھی ہے۔ پھر دوسری روایت میں صرف تحریمہ اور رکوع کی رفعِ یدین کا ذکر ہے اور دوسری آمد کے وقت صرف تحریمہ کی رفعِ یدین کا ذکر ہے اور بس۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ آخر میں صرف تکبیر تحریمہ کی رفعِ یدین رہ گئی تھی۔ اس کی مزید تفصیل ۷.۸.۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شاہد نمبر ۵: خود زبیر صاحب دعویٰ کرتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ سے ساری زندگی میں ایک دن بھی کسی نماز یا کسی ایک رکعت میں ترکِ رفعِ یدین ثابت نہیں“۔ جناب زبیر صاحب کی اس بڑی کوئی حیثیت نہیں۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ترکِ رفعِ یدین عملاً متواتر ہے۔ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۰ھ)، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفعِ یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے“ (موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفعِ یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔ یعنی خیر القرون میں رفعِ یدین روایت بھی شاذ تھی اور عملاً بھی شاذ تھی۔ اور ترکِ رفعِ یدین سنداً بھی متواتر تھی جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعی بھی فرماتے ہیں: ”حدثنی من لا أحصى“۔ مجھے اتنے لوگوں نے (ترکِ رفعِ یدین کی) حدیث پہنائی کہ میں ان کو گن نہیں سکتا (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔ اور ترکِ رفعِ یدین عملاً بھی متواتر تھی۔ ان متواترات کا انکار کر کے آج غیر مقلدین اپنا ایمان خراب کر رہے ہیں۔

غیر مقلدین کا اقرار کہ رفع یدین کے دوام کا مدار حدیث پر نہیں

غیر مقلدین یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا مذہب صرف قرآن و حدیث ہے۔ یہ ان کا صرف دعویٰ ہی ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ رفع یدین کے دوام پر ان کے پاس کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے۔

۱:- غیر مقلدین کے محقق مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ مسئلہ رفع یدین کے استمرار پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وحديث البيهقي: ما زالت الخ، ضعيف جداً، لكن مدار استمرار الرفع ودوامه

وعدم نسخه ليس على هذا الحديث كما زعمه بعضهم، بل بالصيغة البشعة

بالمواظبة.. (التعليقات السلفية ج ٢ ص ١٣ طبع المكتبة السلفية، لاہور ١٣٢٢ھ)

”بیہقی کی حدیث: فما زالت تلك صلوٰۃ حتیٰ لقی اللہ تعالیٰ سخت قسم کی ضعیف ہے لیکن رفع یدین کی ہمیشگی، مداومت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا مدار اس حدیث پر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ اس کا مدار صیغہ پر ہے جو ہمیشگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔“

گویا زبیر علی زئی صاحب کے استاذ علامہ عطاء اللہ حنیف صاحب نے واضح اعتراف کر لیا ہے کہ مسئلہ رفع یدین پر غیر مقلدین کے پاس ایک بھی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں صراحت ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ آخر وقت تک رفع یدین کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ کا ثبوت دیا جاتا ہے تو وہ بھی صیغہ اور لفظ کی کھینچا تانی سے۔

۲:- جناب زبیر علی زئی صاحب نے بھی اپنے استاد گرامی کی طرح اعتراف کیا ہے۔ فرماتے

ہیں۔ ”اس مضمون کے آخر میں انوار خورشید صاحب نے فما زالت الخ والی موضوع روایت پیش کر کے اہل حدیث کا مذاق اڑایا ہے کہ ان کے دعویٰ رفع الیدین کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے۔ جس میں عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمن بن قریش دونوں وضاع و کذاب راوی ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔ تاہم ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے نبی ﷺ کی وفات تک رفع

المیدین کا ثبوت ملتا ہے، (نور العینین ص ۳۲)۔ پھر ایک ضعیف اور مجہول روایت پیش کی ہے۔ (اس کا ضعف باب ۰۰۷۱ میں مفصل بیان کر دیا گیا ہے۔)

غیر مقلد زبیر علی زئی کے دعوے کی حقیقت

جناب زبیر علی زکی صاحب نے اپنی کتاب ”نور العینین“ میں صفحہ ۳۲۶ تک بڑی محنت و

ابو عبد اللہ محمد بن احمد الرطبی القاضی الاطروش کے متعلق کہا: ”مجھے اس کے حالات نہیں ملے“ (نور العینین ص ۳۳۸)۔ لہذا جناب زبیر علی زئی صاحب نے اپنے مذہب کی حمایت میں مجہول راویوں کی حدیث کو بنیاد فرمایا ہے۔

۵۔ پھر جناب زبیر علی زئی صاحب نے مسند الشامیین (ج ۲ ص ۳۵) کی روایت لکھی۔ اس روایت میں بھی رکوع سے پہلے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اور خود ہی اقرار بھی کیا: اس حدیث کے راوی یعقوب بن سفیان الفارسی کی توثیق نہیں ملی۔ اور حصین بن وہب کے متعلق بھی خود ہی لکھا کہ ”مجھے حالات نہیں ملے“ (نور العینین ص ۳۳۹)۔

حدیث ابو ہریرہؓ اور جناب زبیر علی زئیؓ کی تحریفات

جناب زبیر علی زئیؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث نور العینین کے صفحہ ۳۳۹ میں ذکر کرنے کے باوجود پھر نور العینین کے صفحہ ۳۲۹ میں بھی ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ ابوداؤد کے الفاظ ”واذا رفع للسجود فعل مثل ذلك“ کا معنی کرتے ہیں: جب (رکوع کے بعد) سجدوں کے لیے کھڑے ہوتے (نور العینین ص ۳۲۹)۔

اسی طرح ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ ”واذا رکع فعل مثل ذلك واذا سجد فعل مثل ذلك“ ہیں جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے۔“

جس کا معنی حافظ زبیر علی زئیؓ نے یوں کیا ہے: جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے (نور العینین ص ۱۱۸)۔ جناب زبیر صاحب نے کیسی تحریف کی ہے۔ اذا سجد کا معنی رکوع سے کھڑے ہونے کا کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی عقل ہے! اور کیسی تحریف ہے!

پھر خود ہی زبیر علی زئیؓ کہتے ہیں: اس روایت کی سند امام زہریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے (نور العینین ص ۳۲۹)۔ علاوہ ازیں اس کی سند میں یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری ہے۔ اس راوی کے متعلق بحث ۷.۸.۴ میں بیان کر دی گئی ہے۔ پھر زبیر علی زئیؓ فرماتے ہیں: آپ روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ عثمان بن الحکم الجذامیؒ نے بھی یہ روایت امام ابن جریج سے بیان کی ہے (نور العینین ص ۳۳۰)۔ اول تو اس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ جس کے معنی میں زبیر علی زئیؓ تحریف کرتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ دوسرے متابعت کے بارے میں علامہ

جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزلیعی الحنفیؒ (المتوفی ۶۲۲ھ) فرماتے ہیں:

وقد تابع یحییٰ بنُ أیوب علیٰ هذا المتن عثمان بن الحکم الجذامی عن ابن جریج، ذکره الدارقطنی فی "علله"، وكذلك تابعه صالح بن أبي الأخضر عن ابن جریج، رواه ابنُ أبي حاتم فی "علله" أيضاً، لكن ضعف الدارقطنی الأول، وأبو حاتم الثاني، قال الدارقطنی: وقد خالفه عبد الرزاق، فرواه عن ابن جریج بلفظ التكبير دون الرفع، وهو الصحيح. فقال ابنُ أبي حاتم: سألتُ أبي عن حديث رواه صالح بن أبي الأخضر عن أبي بكر بن الحارث، قال: صَلَّى بنا أبو هريرة، فكان يرفع يديه إذا سجد، وإذا نهض من الركعتين، وقال: اني أشبهكم صلاة برسول الله ﷺ، فقال أبي: هذا خطأ، انما هو كان يكبر فقط، ليس فيه رفع اليدين، انتهى (نصب الراية ج ۱ ص ۴۸۷)۔

ترجمہ:- عثمان بن الحکم الجذامیؒ نے ابن جریجؒ سے اس متن پر یحییٰ بن ایوب کی موافقت کی ہے۔ اس کا ذکر دارقطنیؒ نے اپنی کتاب "العلل" میں کیا ہے۔ اور اسی طرح صالح بن ابی الاخضرؒ نے ابن جریجؒ سے بھی متابعت کی ہے۔ اس کو ابن ابی حاتمؒ نے اپنی کتاب "العلل" میں روایت کیا ہے۔ لیکن امام دارقطنیؒ نے پہلی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (کیونکہ اس کی سند میں عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف راوی موجود ہے)۔ امام ابو حاتمؒ نے دوسری روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (کیونکہ اس میں صالح بن ابی الاخضر ضعیف راوی موجود ہے)۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا: محدث عبد الرزاقؒ نے جو ثقہ ہے، اس نے عثمان بن الحکم الجذامیؒ کی مخالفت کی ہے۔ اس نے ابن جریجؒ سے تکبیر کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ رفع یدین کا ذکر اس میں موجود نہیں ہے اور یہی صحیح بات ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح احادیث میں صرف تکبیرات کا ذکر مرفوعاً اور موقوفاً ہی مروی ہے، رفع یدین کا ذکر ہرگز نہیں ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۰، ۲۹۱؛ صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۹۵؛ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۸ رقم ۲۴۹۶ طبع اول۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ۱. ۱. ۴، ۲. ۴، ۳. ۴، ۵. ۴، ۳)۔ لہذا یحییٰ بن ایوبؒ اور عثمان بن الحکم الجذامیؒ کی روایت ضعیف ہونے کے ساتھ شاذ بھی ہے۔ زبیر علی زئیؒ لکھتے ہیں: عثمان بن الحکم پر امام ابو حاتمؒ نے معمولی جرح کی ہے (نور العینین ص ۳۳۰)۔ امام ابو حاتمؒ نے معمولی جرح نہیں کی بلکہ وہ فرماتے ہیں: لیس بامتن (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲)۔ "مضبوط نہیں ہے"۔ اور وقال أبو عمر لیس بالقوی (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲)۔ "محدث ابو عمر ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ قوی نہیں ہے"۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ امام دارقطنی نے بھی اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر زبیر علی زئی لکھتے ہیں: جناب انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں: اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے (نور العینین ص ۳۳۴)۔ جب اس میں محدثین کرام رحمہ اللہ رفع یدین کو صحیح نہیں مانتے تو احادیث کو ٹکڑوں میں ماننے کا کیا فائدہ؟ زبیر علی زئی لکھتے ہیں ”حافظ ابن حجر (بتصحیح حدیثہ) وغیرہم نے اس کی توثیق کی ہے“ (نور العینین ص ۳۳۴)۔ یہ خالص جھوٹ ہے کہ حافظ ابن حجر نے عثمان بن الحکم کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۲۱۹) میں فرماتے ہیں: رواہ ابوداؤد و رجالہ رجال الصحیح کہ ابوداؤد کی روایت کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور ابوداؤد میں عثمان بن الحکم الجذامی نہیں ہے اور نہ صحیح کے رجال میں سے ہے۔

غیر مقلد زبیر علی زئی کا دوسرا دعویٰ اور اس کا جواب

غیر مقلدین کی مشہور کتاب ”نماز نبوی“ میں ہے: ”حضرت وائل بن حجر ۹ھ اور ۱۰ھ میں (دو مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ لہذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ھ تک رفع یدین کرتے تھے۔ ۱۱ھ میں نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ لہذا آخر عمر تک رفع یدین ثابت ہوا (نماز نبوی ص ۲۰۷)۔ جناب زبیر علی زئی لکھتے ہیں: سیدنا مالک بن الحویرثؓ بنو لیث کے وفد میں غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے۔ غزوہ تبوک ۹ھ ہجری میں ہوا تھا۔ غیر مقلدین کہا کرتے ہیں: حضرت وائلؓ ۹ھ میں اسلام لائے پھر دوبارہ ۱۰ھ میں آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ کہتے ہیں: اب ہم نے ۱۰ھ تک رفع یدین ثابت کر دی ہے۔ ۱۱ھ میں آپ ﷺ صرف دو ماہ گیارہ دن حیات رہے۔ ان دو ماہ گیارہ دن میں اس کا منسوخ ہونا ثابت کریں۔ جواب:-

۱۔ امام نسائی محدث ہیں۔ جنہوں نے حضرت وائلؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ دونوں کی روایات کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے منسوخ قرار دیا۔ امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے بھی ان رفع یدین کی روایات کے بعد ترک رفع یدین کا باب باندھا ہے یا بعد میں ترک رفع یدین کی روایات لائے ہیں۔ اسی طرح کا انداز امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔

۲۔ غیر مقلدین ابوداؤد شریف کی ساری احادیث نہیں پڑھتے۔ ۱۰ھ میں جب حضرت وائلؓ حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں

دیکھا۔ فرماتے ہیں : ثُمَّ أَتَيْنَهُمْ فَرَأَيْتَهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَاكْسِيَّةٌ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم ۷۲۸)۔ پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور ان پر بڑے کوٹ اور ادنی چادریں تھیں۔ اگر اس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفعِ یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفعِ یدین کرتے تھے۔ اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عند الركوع رفعِ یدین منسوخ ہو گیا تھا۔ لہذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہو گئی۔ اگر غیر مقلدین کہیں اس میں رکوع کی نفی تو نہیں ہے۔ ہم کہیں گے۔ یہاں سجدوں کی بھی نفی نہیں ہے۔

اسی طرح ترک رفعِ یدین حضرت مالک بن الحویرثؓ سے بھی مروی ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے پاس پوری زندگی میں صرف بیس راتیں رہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۸، ۹۵)۔ پھر جب حضرت مالک بن الحویرثؓ کے گھر جانے کا وقت آیا تو آپ ﷺ سے حضرت مالک بن الحویرثؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: ”آپ کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ ہم پچھلے لوگوں کو جا کر بتائیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۸)۔ تو آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ”صلوا کما رأیتونی اصلی“ (بخاری ج ۱ ص ۸۸) کہ نماز پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ واپس لوٹے تو بخاری شریف (ج ۱ ص ۱۱۳) میں ہے کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”کیا میں تم کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (پڑھ کر) نہ بتاؤں؟“ چنانچہ جب نماز پڑھ کر دکھادی تو اس میں کہیں بھی رفعِ یدین نہیں کیا۔ صرف تکبیر کہی۔

عن أبي قلابَةَ: أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أَنْبِئُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: وَذَلِكَ فِي غَيْرِ حِزْنٍ صَلَاةٍ فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيْئَةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً. (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸)

حضرت ابو قلابہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: ”کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتاؤں؟“ ابو قلابہؓ کہتے ہیں: ”وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر

کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ الحدیث ۳۔ اگر زبیر علی زئی اس سے حضرت مالک بن حویرثؓ کا متأخر الاسلام ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا تاحیات رفع یدین کرنا ثابت کرنا چاہتے ہیں تو زبیر صاحب کا یہ استدلال مردود ہے۔ اہل حدیث کے مایہ ناز محدث عبدالرحمن مبارک پوریؒ لکھتے ہیں:

”متأخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے“ (تحقیق الکلام ص ۷۵) مزید لکھتے ہیں: ”راوی کا آخری ایام میں سلمان ہونے سے روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے“ (تحقیق الکلام ص ۷۶)

۴۔ اس سے دوام رفع یدین پر استدلال درست نہیں، کیونکہ حضرت مالک بن الحویرثؓ کل بیس روز تک جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے (بخاری ج ۱ ص ۸۸) حافظ ابن حجرؒ نے بھی اصابۃ (ج ۳ ص ۳۲۲) میں بیان کیا ہے۔ ان کی روایت سے دوام کیسے ثابت ہو گیا؟ اسی طرح حضرت ابو حمیدؓ بھی زیادہ عرصہ آپ ﷺ کی خدمت میں نہیں رہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: تم ہم سے زیادہ نہ تابع رہے اور نہ صحبت میں رہے۔

۵۔ حضرت وائل بن حجرؒ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی بیان کردہ دونوں روایتوں میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ غیر مقلدین اس مقام پر بھی رفع یدین کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے آخری زمانہ کے عمل کے خلاف ہے۔ اس طرح غیر مقلدین کے بیان کردہ قانون کے مطابق ثابت ہوا کہ تیسری رکعت میں رفع یدین نہیں ہے۔

۶۔ اسی طرح حضرت وائل بن حجرؒ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۳) اور حضرت مالک بن الحویرثؓ (نسائی: باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۶؛ نسائی ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۷۲؛ مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶، ۴۳۷؛ صحیح ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۵) دونوں سے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین منقول ہے۔ حالانکہ غیر مقلدین سجدوں کی رفع یدین کا انکار کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت وائل بن حجرؒ کی روایت (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۴، ۷۲۵) میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے جبکہ غیر مقلدین سینے تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری زمانہ کا عمل کانوں تک ہاتھ اٹھانا ہے۔ جس پر احناف کا عمل ہے۔

۸۔ حضرت وائل بن حجرؒ کی روایت (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۷) میں ہے کہ نماز میں

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور کلائی پر ہونا چاہیے۔ یہ طریقہ بھی اہل سنت کا ہے۔ غیر مقلدین کا عمل اس حدیث کے برعکس ہے۔

جب غیر مقلدین حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی بیان کردہ روایتوں کو ہی مدار بناتے ہیں تو پھر تیسری رکعت کا رفع یدین کیوں نہیں چھوڑتے؟ اپنے ہاتھوں کو کانوں تک کیوں نہیں اٹھاتے؟ اور اپنے ہاتھوں کو درست طریقہ سے کیوں نہیں باندھتے؟ جب غیر مقلدین کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں اور ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری زمانے کا عمل بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد کسی حدیث سے اس کی مخالفت ثابت نہیں تو ان پر خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ خیالی پلاؤ کیوں پکاتے ہو؟ احناف کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ترک رفع یدین ثابت ہے۔ اس لیے ہم ان پر عمل کرتے ہیں۔

غیر مقلد زبیر علی زنی کا دعویٰ نسخ اور اس کا جواب

اسی طرح غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق جناب زبیر علی زنی نے ایک اور جگہ بھی دعویٰ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: چونکہ سیدنا ابو ہریرہؓ نبی ﷺ کے پاس آخری دور میں رہے ہیں۔ لہذا سیدنا ابو ہریرہؓ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ آخری اور نسخ ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے جو کہ منسوخ ہو (نور العینین ص ۳۲۸، ۳۲۹)۔

جواب:- حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح احادیث میں ترک رفع یدین ہی ثابت ہے۔ اور اسی کو ہی وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ارشاد فرماتے ہیں۔ صرف دو احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱:- حضرت ابو ہریرہؓ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے، خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں، رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ آپؐ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر (رکوع سے سراٹھاتے وقت) سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے اور اس کے بعد سجدہ سے پہلے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سراٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ ہر رکعت میں نماز سے فارغ ہونے تک آپؐ کا یہی معمول تھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔ وصال مبارک تک آپ ﷺ کی نماز اسی طرح تھی۔“

(بخاری رقم ۸۰۳؛ مسند احمد رقم ۸۲۷۳)

اس صحیح حدیث میں تکبیر تحریمہ اور رکوع و سجود کے مواقع پر صرف تکبیرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ رفع یدین کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ ﷺ کی نماز کی ترتیب عملی طور پر بتائی۔ آپ ﷺ کی زندگی کی آخری نمازوں کا حوالہ بھی دیا ہے کہ دنیا سے جدا ہونے تک آپ ﷺ کی نماز یہی تھی۔ اس میں حضرت ابو ہریرہؓ سے رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے کہ رکوع سے اٹھتے یا رکوع میں جاتے وقت آپ ﷺ نے رفع یدین کیا ہو۔ یہ بات متفقہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری اعمال کو ہی سنت قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد منسوخ ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔

۲:- حضرت ابو بکر بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے اور پھر اس حال میں کہ آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر پوری نماز میں فارغ ہونے تک آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ پھر جب دو رکعتوں میں تشہد کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے: ”میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں“ (مسلم رقم ۸۶۸)۔

اس صحیح حدیث میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

رفع یدین ہمیشہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے بہت عرصہ پہلے غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”اور یہ بھی نہ ہو تو آپ آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں کسی نص سے آپ ﷺ کا رفع یدین ثابت کیجیے۔ اور دس کی جگہ بیس لیجیے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجیے! زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے، چہ جائے کہ متفق علیہ ہو“۔ (ادلہ کاملہ ص ۳۵)

غیر مقلدین نے جو کچھ اس سلسلے میں پیش کیا ہے۔ وہ اوپر بیان کر دیا ہے۔ غیر مقلدین اپنے مذہب کو بچانے کے لیے ادھر ادھر ٹاٹا ٹوٹیاں مارتے رہے ہیں۔ آج تک ایسی روایت بھی پیش نہیں کر سکے جس کے متن کے یہ لفظ ہوں: ”رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی تھی“ جبکہ ہمارے موقف کے مطابق غیر مقلدین علماء کے اقوال موجود ہیں:

۱۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ فرماتے ہیں:

”بیہقی کی حدیث: فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ سخت قسم کی ضعیف ہے لیکن رفعِ یدین کی ہمیشگی، مداومت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا مدار اس حدیث پر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ اس کا مدار صیغہ پر ہے جو ہمیشگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔“
(التعلیقات السلفیہ ج ۲ ص ۱۲ طبع المکتبۃ السلفیہ، لاہور ۱۴۲۲ھ)

ظاہر ہے ہمارا مطالبہ قیاس کا نہیں، حدیث کا ہے۔

۲۔ انہی کے شاگرد مولانا زبیر علی زئیؒ فرماتے ہیں:

☆ ”اگر اسے اہل حدیث علماء نے سنت مؤکدہ اور سنت متواترہ لکھا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟“ (نور العینین ص ۳۲۴)

☆ ”اگر کسی اہل حدیث نے رفعِ الیدین کو واجب، فرض اور اس کے ترک کو نقصانِ صلوٰۃ وغیرہ لکھ دیا ہے تو ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟“ (نور العینین ص ۳۲۵)

ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ غیر مقلدین کا ذاتی فیصلہ ہے۔ حدیث کے الفاظ نہیں۔
۳۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں: ”رفعِ یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفعِ یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱)

اگر رفعِ یدین ہمیشہ کرنا ثابت ہوتا تو دہلوی صاحب کا یہ ارشاد وارد ہوتا؟ یہ بھی واضح رہے کہ رفعِ یدین کرنے کے بارے میں جھگڑنے والا جاہل اور متعصب ہے اور رفعِ یدین نہ کرنے والا عالم اور انصاف پسند ہے۔

۴۔ نواب صدیق حسن فرماتے ہیں:

☆ ”ترکِ رفعِ یدین بھی سنت ہے۔“ (الروضۃ الندیہ ص ۹۴)

☆ آخر میں آپ ﷺ نے رفعِ یدین چھوڑ دیا تھا۔ (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)

☆ حضرت ابن مسعودؓ نے جو ترکِ رفعِ روایت کیا ہے۔ اس سے آپؐ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا۔ (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے آخر میں رفعِ یدین ترک فرما دیا تھا۔ امام بخاریؒ کا قانون ہے: ”انما یؤخذ بالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ“ (بخاری ج ۱ ص ۴۱۵)۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل ہوگا۔

غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان خود اقرار کر رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفعِ

یدین ترک کر دیا تھا اور امام بخاریؒ کا قانون کہ ٹہل آخری نعل پر ہوگا۔ امام بخاری کی بیان کردہ دو حدیثوں میں بھی اس کا بیان ہے۔

ترک رفع یدین پر امام بخاری کی بیان کردہ دو احادیث

۱۔ حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں دو سندوں کے ساتھ حضرت ابو حمید ساعدیؒ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی تفصیل بیان کی ہے:

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا أَحْفَظُكُمْ لِمَلُوءَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأْيُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكَبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَّكَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَّارٍ مَكَانَهُ. الحديث. (بخاری رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲)

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز (یعنی اس کی تفصیلات) آپ سب لوگوں سے زیادہ یاد ہے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) میں نے آپ کو دیکھا نماز شروع کرتے ہوئے جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کندھوں تک لے جاتے۔ اور جب رکوع میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے، پھر اپنی کمر کو پوری طرح موڑ دیتے (اور بالکل سیدھی برابر کر دیتے) پھر رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بالکل سیدھے اس طرح کھڑے ہو جاتے کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر منکا (یعنی ہر جوڑ) ٹھیک اپنی جگہ پر آ جاتا (جہاں سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں وہ رہتا ہے)۔ الحديث

اس حدیث میں صحابی رسول سیدنا ابو حمید الساعدیؒ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک ہی دفعہ رفع یدین بیان کیا ہے۔ رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں حضرت ابو حمید ساعدیؒ نے فرمایا ہے: أَنَا أَحْفَظُكُمْ لِمَلُوءَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأْيُهُ۔ انہوں نے أَحْفَظُ کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی جو نماز محفوظ رہی ہے، وہ یہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین تو محفوظ رہی ہے اس کے علاوہ کوئی رفع یدین محفوظ نہیں رہی۔ اس مجلس میں کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ موجود تھے لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ آپؐ نے رکوع کی رفع یدین چھوڑ کر خلاف سنت نماز پڑھی ہے۔

۲۔ حضرت امام بخاریؒ جزء رفع یدین میں فرماتے ہیں:

”بیشک عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز سکھلائی ہے۔ پس وہ کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرے بھائی نے سچ کہا ہے۔ ہم

اسلام کے ابتدائی دور میں اسی طرح کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس کا حکم دیا گیا (کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں)۔ امام بخاریؒ نے کہا: محقق علماء کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں سے یہی روایت محفوظ ہے (جزء رفع یدین مترجم ص ۵۸۔ ترجمہ زبیر علی زئی)۔

معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث صحیح اور محفوظ ہے۔ اس روایت میں صرف ابتدائی رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔ حضرت سعدؓ نے بھی اس بات کی تائید کی ہے اور تطبیق (رکوع کے وقت اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کی تردید کی ہے۔ اور نماز میں صرف ایک بار رفع یدین کرنے کی تصدیق ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت (صرف ایک بار رفع یدین کرنے) کو بڑے فخر سے پیش کر رہے ہیں۔

اس کے حاشیے میں زبیر علی زئی نے لکھا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔ اسے ابن خزیمہ (۱۹۶)، دار قطنی (۳۳۹/۱) اور ابن جارود (۱۹۶) نے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم (۳۵۴) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے (جزء رفع یدین مترجم ص ۵۸۔ ترجمہ زبیر علی زئی)۔



باب ۸

قائلین رفع یدین کے دلائل اور ان کا جائزہ

غیر مقلدین سے اہل سنت والجماعت کا بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک مشہور مسئلہ رفع یدین کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر دونوں اطراف سے کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ رفع یدین کے مسئلے میں حنفیہ کا موقف ٹھیک سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے پورے تیس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے بھی رفع یدین کرنے کا مسئلہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین نہ کرو (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۳۶۴)۔

مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کا مسلک اور عمل

غیر مقلدین کے دعوے کا پہلا حصہ

غیر مقلدین کے مسلک کا پہلا حصہ یہ ہے کہ نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں وہ چار روایات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ روایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، رقم ۷۳۹) (ملاحظہ فرمائیں ۱۸)

۱۔ حضرت امام ابوداؤد نے اس حدیث کے متعلق فرمایا: ”لیس بمرفوع“: یعنی یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی نہیں ہے (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

۲۔ خود روایت ابراہیمؒ کا مواقع رفع یدین میں مختلف ہونا۔ نیز اسی سند میں سجدہ کے وقت رفع یدین کا ذکر بھی ہے (جزء رفع یدین رقم ۱۳، ۱۴؛ حاشیہ مشکوٰۃ تحقیق البانی ج ۱ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۷۹۴)۔

۳۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ہمیشگی کا کوئی لفظ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ترک رفع یدین کی روایت کا موجود ہونا (مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۳۴ رقم ۱۲۵۱ دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، رقم ۶۱۴؛ مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۷۱)۔

۵۔ اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع یدین پر تھا۔

(طحاوی: رقم الحدیث ۱۳۲۳؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸)

۲۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی روایت (ملاحظہ فرمائیں ۴۸)

۱۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی صحیح روایت جو بخاری (ج ۱ ص ۱۱۴، رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲) میں ہے۔ اس میں رکوع اور تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔

۲۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۰) کی سند میں عبد الحمید بن جعفر بدعتی، تقدیر کا منکر اور ضعیف راوی ہے۔ اس نے رفع یدین کا اضافہ کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبد الحمید بن جعفر جو محمد بن عمرو سے روایت کرتا ہے، وہ متکلم فیہ ہے۔ ائمہ جرح و تعدیل نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام طحاویؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ حدیث منقطع بھی ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث نہ محمد بن عمرو بن عطاء نے براہ راست حضرت ابو حمیدؓ سے سنی اور نہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کا ذکر اس حدیث میں ہے۔“ (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۴ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹)

۳۔ غیر مقلدین بخاری کی صحیح حدیث چھوڑ کر اس جھوٹی روایت پر فریفتہ ہیں۔

۴۔ اس حدیث میں بھی دوام رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث (ملاحظہ فرمائیں ۷۸)

۱۔ ان کی صحیح حدیث بخاری (ج ۱ ص ۱۱۰، رقم ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳) اور مسلم (رقم ۸۶۷) میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔

۲۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۸) کی سند میں رفع یدین کا ذکر ہے، لیکن راوی ابن جریج ہے جس نے ۹۰ عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۵۱)۔ دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب ہے جو ضعیف ہے۔

۳۔ اس حدیث میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔

۴۔ خود حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد جو نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس میں رفع یدین

نہیں کرتے تھے (موطا محمد رقم ۱۰۳؛ موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۳؛ بخاری رقم الحدیث ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳؛ مسلم رقم الحدیث ۸۶۷؛ ابوداؤد رقم ۸۳۶؛ ترمذی رقم ۳۵۴ مختصراً؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ مسند احمد رقم الحدیث ۷۲۱۹؛ دارمی رقم ۱۲۴۸؛ مصنف عبد الرزاق رقم ۲۴۹۲، ۲۴۹۳؛ موطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لابن یوسف رقم ۱۰۸)۔ پس معلوم ہوا کہ پہلی تکبیر کے علاوہ کوئی رفع یدین باقی نہیں رہی۔

۴۔ حضرت علیؓ کی روایت (ملاحظہ فرمائیں ۵۸)

- ۱۔ ان کی صحیح روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ (مسلم رقم ۱۸۱۱؛ مشکوٰۃ رقم ۸۱۳)
- ۲۔ خود حضرت علیؓ اور آپؐ کے ہزاروں ساتھی اور شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰؛ موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷)۔
- ۳۔ ایک ضعیف روایت (ابوداؤد رقم ۷۴۴) جس کا راوی ابن ابی الزناد ہے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ خلاصہ:۔ ان چاروں میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ ان چاروں ضعیف روایتوں میں بھی ہمیشہ رفع یدین کا ذکر نہیں۔ ان چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک بھی ہمیشہ رفع یدین نہ کرتا تھا۔ ان میں سے دو روایتوں میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ جس پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے۔

دعویٰ کا دوسرا حصہ

دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں آپ ﷺ نے کبھی رفع یدین نہیں کیا۔ اس بارے میں غیر مقلدین کے پاس ایک بھی صریح حدیث نہیں ہے۔

دعویٰ کا تیسرا حصہ

رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں کے وقت کبھی رفع یدین نہ کی۔ اس حصہ کے متعلق غیر مقلد حضرت مالک بن حویرثؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی روایات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم آخر عمر میں اسلام لائے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ آخری عمر تک رفع یدین کرتے رہے۔ مگر اس بارے میں وہ کئی باتیں چھپاتے ہیں۔

۱۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث (ملاحظہ فرمائیں ۲۸)

- ۱۔ اس حدیث کی ایک سند میں ابو قلابہ ہے، جو ناصبی مذہب کا تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔

۲۔ دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔
 ۳۔ نسائی نے اس (نصر بن عاصم) سے سجدہ کی رفع یدین بھی روایت کی ہے (نسائی رقم ۱۰۸۵، ۱۱۴۳)۔ تو اب غیر مقلدین کا آدھی حدیث کو ماننا اور آدھی کو چھوڑنا ”أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض“ کا مصداق ہے۔

۲۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت (ملاحظہ فرمائیں ۸، ۳)

اس روایت کے دو طریق ہیں۔

- ۱۔ ایک طریق میں سجدہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۳؛ حاشیہ مشکوٰۃ بتحقیق البانی ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۷۹۷)۔ جس کو غیر مقلد چھپاتے ہیں۔ اس پر عمل نہیں کرتے۔
- ۲۔ دوسرے طریق میں خود حضرت وائلؓ نے وضاحت فرمادی کہ جب دوسری دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے، بعد کی کسی رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا (ابوداؤد رقم ۷۲۸) اور کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہ فرمایا۔ گویا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آخر عہد نبوی میں رفع یدین کے تارک تھے۔ لیکن غیر مقلدین عوام کے سامنے اس کو بیان نہیں کرتے۔ (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰)

غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ کیا ہے؟

غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اٹھارہ جگہ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری نماز تک آپ ﷺ کا عمل یہی رہا۔ جو اس طرح رفع یدین نہ کرے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے غیر مقلدین کی دلیل ایسی آیت یا حدیث ہوگی جن میں مندرجہ ذیل پانچ باتیں صحتاً ثابت ہوں:

۱۔ اٹھارہ (۱۸) جگہ کاٹ یا ترک، کیونکہ کلمہ شریف میں نفی پہلے ہے اثبات بعد میں۔

۲۔ دس جگہ کندھوں تک تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا اور ان کا حکم۔

۳۔ ہمیشہ یا آخر عمر کی صراحت ہو۔

۴۔ اختلافی رفع یدین کے تارک کی نماز نہیں ہوتی۔

۵۔ اس حدیث کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو۔ کیونکہ غیر مقلدین کے ہاں دلیل شرعی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا نبی ﷺ کا ارشاد ہے (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۴۴۳)

غیر مقلدین کی اختیار کردہ رفع یدین کا شاذ ہونا

جس طرح قرآن پاک دس (سات متواتر اور تین مشہور) قاریوں کی قراءت سے امت کو ملا ہے۔ جو قراءت دس قاریوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہو وہ شاذ اور مردود ہے۔ قرآن ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس روایت پر ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی عمل نہ کیا ہو۔ وہ قطعاً اور یقیناً شاذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اذکار دئی فرماتے ہیں: ”یہ یاد رہے کہ جتنی جگہ رفع یدین غیر مقلدین کرتے ہیں یہ نفیاً و اثباتاً و سنداً بھی بالکل شاذ ہے اور عملاً بھی بالکل شاذ ہے۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ سے۔ ان کے جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ غیر مقلدین والی رفع یدین خلفائے راشدینؓ اور عشرہ مبشرہؓ کرتے تھے۔ یہ بالکل بے ثبوت ہے۔ کبھی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ سنداً اور عملاً متواتر ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ یہ سنداً اور عملاً دونوں طرح شاذ ہے“ (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۱۶۶)

غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق کوئی بھی دلیل نہیں ہے

غیر مقلدین اگرچہ رفع یدین کے مسئلے میں بے شمار احادیث موجود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کے مسلک کے مطابق ایک بھی مرفوع حدیث صحیح اور صریح نہیں ہے۔ ان کے ”محقق دوراں“ جناب زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب ”نور العینین“ میں صرف آٹھ (۸) حدیثیں بیان کی ہیں اور ان کی صحت کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا یہاں صرف انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور اس کا جواب

غیر مقلدین مسئلہ رفع یدین میں سب سے زیادہ جس صحابیؓ کی حدیث کو پیش کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ اس حدیث پر عمل کرنے میں کچھ علمی موانع اور مشکلات ہیں جن پر نظر کر لینا مناسب ہے۔

مِن حَدِيثِ

حضرت امام بخاریؒ نے حدیث عبداللہ بن عمرؓ کو چار مختلف سندوں سے پیش کیا ہے اور اس حدیث پر چار ہی باب باندھے ہیں۔

اسْتَلْبَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاجِ سِوَاءِ
تَكْبِيرِ تَحْرِيمِهِ فِي نَمَازٍ شُرُوعٍ كَرْتِهِ فِي بَرَابَرِ دُونِ هَاتِهِ اِثْنَانًا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوِ مَنْكَبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ هَاهُنَا كَذَلِكَ أَيْضاً. وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ. (بخاری رقم ۷۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ شانوں کے برابر اٹھاتے، اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے، اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے، تب بھی دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے، اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (دونوں) کہتے (لیکن) سجدے میں یہ (عمل) نہ کرتے تھے۔“

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ ﷺ کے عمل سے نماز کے شروع میں، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت تین مقامات پر رفع یدین کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں تیسری رکعت کے لیے اٹھنے پر رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ جو غیر مقلدین کا معمول ہے۔

۲۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ
تکبیر اور رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزَّهَرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ حَذْوِ مَنْكَبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَكْبُرُ لِلرُّكُوعِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ. (بخاری رقم ۷۳۶)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں شانوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب آپ ﷺ رکوع کے لیے تکبیر کہتے، یہی (اس وقت بھی) کرتے، اور یہی جب آپ ﷺ (رکوع سے) اپنا سر اٹھاتے (اس وقت بھی) کرتے۔ اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے (لیکن) سجدہ میں آپ ﷺ یہ (عمل) نہ کرتے تھے۔“

اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا ذکر ہے جو کہ پہلی روایت میں نہیں تھا۔ اس روایت میں بھی تیسری رکعت کے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔

۳۔ باب: اِلَىٰ اَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ۔ ”ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے؟“

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزَّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يَكْبُرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَهُ مِثْلَهُ. وَإِذَا رَفَعَ قَالَ سَمِعَ اللَّهَ لِمَنْ حَمَدَهُ. فَعَلَهُ مِثْلَهُ. وَقَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ. (بخاری رقم ۷۳۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں تکبیر شروع کی تو تکبیر کہتے وقت آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے کہ ان کو اپنے دونوں شانوں کے برابر کر لیا۔ اور جب آپ ﷺ نے رکوع کے لیے تکبیر کہی، تب بھی اسی طرح کیا۔ اور جب سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہا تب بھی اسی طرح کیا۔ اور رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (بھی) کہا اور یہ (بات) آپ ﷺ سجدہ کرتے وقت نہ کرتے تھے، اور نہ اس وقت جب سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے۔“

پہلی دونوں روایتوں میں سجدوں میں رفع یدین کی نفی تھی کہ آپ ﷺ نماز کے شروع اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے، اور سجدوں میں نہیں کرتے تھے، جبکہ اس روایت میں وہ نفی نہیں ہے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت نہیں کرتے تھے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ کسی بھی صاحبِ شعور سے مخفی نہیں۔

۴۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ۔

”جب دو رکعت پڑھ کر اٹھے تو دونوں ہاتھ اٹھائے۔“

حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهَ لِمَنْ حَمَدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ۔ وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا (بخاری رقم ۷۳۹)۔

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوئے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کیا۔ اور جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا اور جب سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہا تو رفع یدین کیا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے تو رفع یدین

کیا۔ اس کو جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مرفوع کیا۔ اس کو حماد بن سلمہ نے ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (یعنی موقوف) روایت کیا ہے۔

غور فرمائیں! اس روایت میں تیسری رکعت کا رفع یدین ہے، جو کہ پہلی تینوں روایتوں میں بالکل نہیں۔ پہلی دو روایتوں میں سجدوں میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے۔ تیسری روایت میں سجدہ میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا انکار ہے جبکہ اس چوتھی روایت میں سجدوں کا ذکر تک نہیں ہے۔ پہلی روایتوں میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے لیکن اس روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ غیر مقلدین اسی چوتھی روایت پر اعتماد کرتے ہیں۔

اس حدیث میں نہ تو اٹھارہ (۱۸) جگہ رفع یدین کی نفی ہے، نہ ہی یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ کہاں تک اٹھائے، نہ ہی ہمیشہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ جیسے ”بَالَ قَائِمًا“ کا ترجمہ ہے: ”آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔“ اس کا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث میں ”رَفَعَ“ ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی ہے: ”آپ ﷺ نے رفع یدین کیا۔“ اس کا ترجمہ ماضی استمراری والا کرنا غلط ہے۔

ان احادیث میں رفع یدین کے متعلق چار باتیں بیان ہوئی ہیں:

- ۱۔ نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔ (کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی احادیث کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کی ہیں۔ جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔)
- ۲۔ جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو پھر بھی رفع یدین کرتے۔
- ۳۔ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (سجدوں میں رفع یدین کی احادیث کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کی ہیں۔ جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔)
- ۴۔ چوتھی روایت میں تیسری رکعت کا رفع یدین ہے، جو کہ پہلی تینوں روایتوں میں بالکل نہیں۔ (یہ روایت موقوف ہے)

حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک سنہری سند مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے۔ یہ روایت اسی سنہری سند سے مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں موجود ہے۔ ان دونوں کتابوں میں روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔

مالك عن نافع أنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوِ مَنْكَبَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا حَذْوِ ذَلِكَ.

(مؤطا امام مالک رقم ۲۰۵؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۰؛ جزء رفع یدین رقم ۷۳)

”حضرت امام مالک حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز شروع کی تو کندھوں کے برابر تک رفع یدین کی۔ اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو اس سے کم ہاتھ اٹھائے۔“

ان دونوں کتابوں میں رفع یدین پانچ جگہ تھی۔ مگر بخاری کی اس روایت میں دس جگہ کا ذکر ہے۔ مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل تھا، حضور ﷺ کی طرف مرفوع نہ تھی۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کو جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع کر دیا گیا۔ اسی لیے حضرت امام ابوداؤد نے امام بخاری کی زندگی میں ہی اس غلطی کی نشان دہی فرمادی۔ ”قال ابوداؤد: الصحيح قول ابن عمر ليس بمرفوع“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ ”صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع نہیں۔“

مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں جو وضاحت تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تلبیر تحریمہ کے وقت تو ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس سے کم ہاتھ اٹھائے۔ یہ بات صحیح بخاری سے بھی حذف کر دی گئی اور جزء رفع یدین سے بھی۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: ”قال ابوداؤد: رواه الليث بن سعد ومالك وايبوب وابن جريج موقوفاً“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ چنانچہ اس غلطی کو تسلیم کر لیا گیا۔ قال البخاری: ”والمحفوظ ما روئى عبید اللہ وايبوب ومالك وابن جريج والليث وعدة من اهل الحجاز واهل العراق عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه“۔ (جزء رفع یدین رقم ۸۱)

یعنی امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ سب اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری نے جو رواہ حماد بن سلمة عن ايوب عن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ تعلیق بیان کی ہے یہ جزء رفع یدین (رقم الحدیث ۵۲، ۵۳) پر مکمل موجود ہے۔ اس میں اذا قام من الركعتين کی رفع یدین نہیں ہے۔ تو گویا امام بخاری نے اس دسویں رفع یدین کے غیر محفوظ ہونے کا اشارہ فرمادیا۔ اس کی وضاحت بھی امام ابوداؤد نے بھی فرمادی تھی۔ واسندہ حماد بن سلمة وحاده عن ايوب ومالك ”الرفع اذا قام من السجدة“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

آخری عبارت ابن طہمان اور موسیٰ بن عقبہ والی تعلیق جو آخر میں امام بخاری لائے ہیں۔ وہ بیہقی (ج ۲ ص ۷۱) میں ہے اس میں نہ اذا قام من الركعتين ہے اور نہ مرفوع ہے۔ یہ تھا آخری اشارہ امام بخاری کا کہ نہ مرفوع ہے نہ دسویں رفع یدین ثابت۔

سند کا حال

اس حدیث میں ایک راوی عبد الاعلیٰؓ ہے یہ متکلم فیہ ہے، قدری ہے۔ بندارؒ فرماتے ہیں: واللہ لا یدری ای رجلیہ اطول (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۱)۔ باوجود متکلم فیہ ہونے کے محدث عبد الوہاب ثقفی کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ عبد الاعلیٰؓ اس کو مرفوع بیان کرتا ہے جیسا کہ بخاری (رقم ۷۳۹) میں ہے۔ اور عبد الوہاب اس کو موقوف بیان کرتا ہے جیسا کہ جزء رفع یدین بخاری (رقم ۷۹) میں ہے۔

حدیث عبد اللہ بن عمرؓ کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف

یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس چوتھی حدیث کے بارے میں محدثین کا یہ اختلاف بھی مشہور ہے کہ آیا وہ موقوف ہے یا مرفوع؟ اس کے مرفوع ہونے میں محدثین کا اتفاق نہیں ہے۔

۱۔ حضرت امام بخاریؒ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رواہ حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ۔ رواہ ابن طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عقیبة مَحْتَضَرًا (بخاری رقم ۷۳۹)۔

ترجمہ:- اس کو حماد بن سلمہ نے ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (یعنی موقوف) روایت کیا ہے

اس عبارت سے حضرت امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کی گئی ہے۔ موقوف کا مطلب یہ ہے کہ یہ صرف حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا طریقہ (قول و فعل) نہیں ہے۔ صحیح بات ہے بھی یہی جیسا کہ امام بخاریؒ کے شاگرد حضرت امام ابوداؤدؒ نے سنن ابوداؤد (رقم الحدیث ۷۴۱) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں بہت اختلاف ہے۔ حضرت سالمؓ اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں جبکہ حضرت نافعؓ اس کو موقوف بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانی مالکیؒ شرح مؤطا مالک میں لکھتے ہیں:

”امام اصیلیؒ نے کہا ہے کہ امام مالکؒ نے اس روایت پر عمل اس لیے نہیں کیا کہ حضرت نافعؓ نے اس کو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ پر موقوف بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت ان چار روایتوں میں سے ایک ہے جہاں حضرت سالمؓ اور حضرت نافعؓ کا اختلاف ہے۔ (الیٰ) اس لیے جب سالمؓ اور نافعؓ نے اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کیا ہے تو امام مالکؒ نے اپنے مشہور قول

میں رفع یدین کے استحباب کو ترک کر دیا ہے کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ نماز کو (بندوں) کے افعال سے بچایا جائے۔ (زر قانی شرح مؤطا مالک ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

۳۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”امام اسماعیلیؒ نے اپنے بعض مشائخ سے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔ امام اسماعیلیؒ نے مزید کہا ہے کہ عبد اللہ بن ادریس، عبد الوہاب ثقفیؒ اور معتمر بن سلیمانؒ سب کے سب عبد الاعلیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے عبید اللہ سے روایت کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں“

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۸ طبع دار السلام ریاض)

۴۔ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں: وعبد الأعلى ینفرد برفعه الی النبی ﷺ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۷)۔ ”یعنی صرف عبد الاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے (باقی راوی اسے مرفوع بیان نہیں کرتے)۔

۵۔ حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ”قال ابوداؤد: الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع“ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ ”صحیح بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع نہیں“

۶۔ امام ولی الدین عراقیؒ نے بھی امام ابوداؤدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے (طرح القریب ص ۲۶۲) ۷۔ مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی امام ابوداؤدؒ کے اس قول کی تائید کی ہے۔ (ضعیف سنن ابی داؤد ص ۲۷۲ رقم ۱۵۲)

۸۔ قاضی شوکانیؒ نے بھی امام ابوداؤدؒ کا قول نقل کیا ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۴)۔ مزید لکھتے ہیں: ”امام دارقطنیؒ نے کتاب العلل میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے“ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۴)۔

۹۔ امام عقیلیؒ بھی حدیث ابن عمرؓ عن نافع نقل کر کے کھلے لفظوں میں لکھتے ہیں: هذا اولی (ضعفاء الکبیر ج ۲ ص ۶۸)۔ اس روایت کا موقوف ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔

۱۰۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام محمدؒ نے اسے نافع سے موقوف ہی بیان کیا ہے

(مؤطا امام مالک رقم ۲۰۵؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۰)۔

ان سب کے بعد عجیب بات تو یہ ہے کہ جزء رفع یدین (رقم ۸۱) میں ہے: ”وزادو کیع عن العمری عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ أنه کان یرفع یدیہ اذا رکع واذا سجد“۔ ترجمہ:

”وکیج نے العمری سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ زیادت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔“ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادت مقبول ہے۔ اب تو رفع یدین کی تعداد دس کی بجائے چھبیس رفع یدین بن گئیں۔

علامہ ناصر الدین البانیؒ حاشیہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ”قد صَحَّ عَنْهُ ﷺ الرُّفْعُ فِي السُّجُودِ، وَمَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ“۔ (مشکوٰۃ بتحقیق البانی رقم ۷۹۳)۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے سجدوں میں بھی رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے اسی طرح ہر تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین ثابت ہے۔

حدیث کا معنی

ان احادیث میں ”رَفَعَ يَدَيْهِ“ کہ آپ ﷺ نے رفع یدین کیا۔ تو اتنا ثبوت تو بخاری میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا بھی ہے (بخاری ج ۱ ص ۳۵، ۳۶)۔ تو کیا وجہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنت مؤکدہ متواترہ نہ کہا جائے اور رفع یدین کو کہا جائے، جیسے ”بَالَقَائِمًا“ ماضی مطلق ہے۔ جس سے صرف ایک دفعہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہوا۔ اس لیے ”رَفَعَ يَدَيْهِ“ سے بھی ایک ہی دفعہ رفع یدین ثابت ہوگی۔

۲۔ اگر کوئی ماضی استمراری ”يُزِفَعُ يَدَيْهِ“ سے استدلال کرے جو بخاری میں پہلی جگہ ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذُوْ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ۔ ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ شانوں کے برابر اٹھاتے۔“

امام بخاریؒ نے بھی یہ لفظ صرف تکبیر افتتاح کے وقت ہی کہا ہے۔ یعنی تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کے باب میں تو کان یرفع یدیه تھا۔ چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے تکبیر افتتاح والے رفع یدین میں مواظبت پائی گئی ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ اسی حدیث میں رکوع والے رفع یدین میں اور باقی تین ابواب میں رفع یدیه ہی ہے۔ اسی مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد اور مسلم شریف میں تو ہر جگہ رفع یدیه ہے۔ اسی طرح بخاری میں دوسرے صحابی حضرت مالک بن حویرثؒ (بخاری رقم ۷۳۷) کی روایت میں صرف رَفَعَ يَدَيْهِ ہے۔

اسی طرح ماضی استمراری کا صیغہ بخاری شریف میں اور جگہ بھی ہے:

۱۔ کان یصلی فی نعلیه۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۶)۔ ”آپ ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے“

۲۔ کان یصلی وهو حامل امامۃ بنت العاص۔ (بخاری ج ۱ ص ۷۴)۔

”آپ ﷺ اپنی نواسی امامہ بنت ابوالعاص کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔“

۳۔ کان یبشر وهو صائم۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۸)۔

”آپ ﷺ روزہ میں بیوی سے مباشرت یعنی بوس و کنار فرمایا کرتے تھے۔“

۳۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ہمیشگی کا کوئی لفظ نہیں۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۱۰) میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے تکبیرات انتقال کے ساتھ نماز پڑھائی اور آخر میں فرمایا: ”یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز کا طریقہ ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ خالق حقیقی سے جا ملے۔“ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

یہ ہے اس حدیث کا حال جس کو غیر مقلدین سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سب تابعین عظام اور سب ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اپنا معمول بنا رہے ہیں۔

تعامل خیر القسرون اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ

۱۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ربیع (بصری)، لیث (کوفی)، طاؤس (یمنی)، سالم (مدنی)، ابو زبیر (مکی)، محارب بن دثار (کوفی) اور نافع (مدنی) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھا (جزء رفع الیدین رقم الحدیث ۲۸)۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حج کے موقع کا ہو سکتا ہے۔ جہاں مکی، مدنی، کوفی، یمنی، اور بصری سب اکٹھے ہوتے ہیں۔

۲۔ بہر حال حج کے موقع پر ان سات شخصوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو ان میں سے حضرت سالم مدنیؓ (مسند احمد رقم الحدیث ۵۰۳۴) اور حضرت محارب بن دثار قاضیؓ کوفہ (مسند احمد رقم الحدیث ۶۹۹۲) نے سوال کر دیا: ماہذا؟ ظاہر ہے کہ ساری نماز میں رفع یدین بوقت رکوع اور بوقت قیام رکعت سوم ہی انوکھی بات دیکھی۔ اسی لیے اس کا سوال کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت رفع یدین کا بالکل رواج نہ تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی ہی تھی جیسے کوئی متواتر قراءت کی تلاوت کرتا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اگر کوئی متواتر قراءت کے خلاف کوئی شاذ قراءت پڑھتا تو فوراً سننے والا پوچھتا: ”ماہذا؟“ یہ کیا ہے؟ الغرض رفع یدین نہ کرنا تعامل متواتر تھی اور رفع یدین عملاً شاذ۔

۳۔ حضرت قاضی محارب بن دثارؓ کوفی تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت سالمؓ تو مدنی تھے اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرزند تھے۔ ان کا سوال اس بات کی واضح

دلیل ہے کہ مدینہ میں کوئی رفع یدین نہیں کرتا تھا، بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہ عادت نہ تھی، ورنہ بیٹا تو اعتراض نہ کرتا، کبھی ایک مرتبہ کی ہوگی اور ان سب نے دیکھ لیا، ورنہ عادت نہ تھی۔

۴:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رفع یدین کی۔ جب اعتراض ہوا تو حدیث سنادی۔ اصولِ محدثین پر تو یہ حدیث موقوف ہے، کیونکہ اس کو مرفوع کرنے میں سالم منفرد ہے اور باقی چھ موقوفاً ہی روایت کرتے ہیں۔ جماعت کے خلاف سالم کا تفرد قابلِ حجت کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی لیے امام ابوداؤد نے فرمایا ہے: ”لیس بمرفوع“ یہ مرفوع نہیں (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

۵:- حضرت سالم بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ ”ما ہذا؟“ کیوں فرماتے؟ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنادی تو ایک آدھ بار انہوں نے بھی کی تو حضرت جابرؓ نے سوال کیا۔ فرماتے ہیں: ”فَسَأَلْتُ سَالِيَهُ عَنْ ذَلِكَ“۔ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے اس بارے سوال کیا۔ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۰۶)۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہدِ تابعین میں رفع یدین کی پوزیشن یہی تھی، جو متواتر قراءت کے خلاف کسی شاذ قراءت کی ہوتی ہے۔ ساری نماز میں اگر کوئی قابلِ اعتراض بات تھی تو یہی تھی۔

بیان رفع یدین کا ایک خاص داعیہ

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

ونفس نقل ابن عمر رفع الیدین يدل على أنه قد كان وقع الترك كثيراً، فاعتنى به كأنه يحیی سنة، والا فمن يروى أنه ﷺ كان يركع ويسجد مثلاً في الصلاة الا اذا دعا الحال فذقه ينقص عنك كرباً ضاق بها الصدر، وليس في حديثه الا ذكر الرفع لا غيره من صفة الصلاة، كما في حديث غيره فلا يخلو من هذا الاشعار، فان في مض لمطبعاً (نیل الفرقہین مع بسط الیدین حاشیہ ص ۳۱)۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شاگرد حضرت کشمیریؒ) نے اس کو یوں فرماتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اگر وہ نماز کی پوری تفصیلی کیفیت بیان فرماتے اور اس تفصیل میں ایک جزء رفع یدین بھی ہوتا تو اس کی نوعیت دوسری ہوتی اور سمجھا جاسکتا تھا کہ یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے لیکن اس روایت میں یہ صورت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ تمام تفصیلات کو ترک کر کے صرف ایک جزء رفع یدین کو نقل کر رہے ہیں اور دونوں کے درمیان اس کی نفی بھی فرما رہے ہیں۔ جبکہ یہ ایک ایسا

جز ہے کہ اگر عہد رسالت میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اس عمل کی مداومت تسلیم کر لی جائے تو ماننا پڑے گا کہ روزانہ فرض کی سترہ رکعتوں میں ۳۴ مرتبہ یہ عمل ہوتا تھا اور اگر سنن و نوافل کو بھی شامل کر لیا جائے تو روزانہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو جائے گی۔ پھر جب یہ عمل اتنی کثرت سے کیا جا رہا تھا تو نماز کی تمام کیفیات سے صرف نظر کر کے صرف اسی جز کو اہمیت سے بیان کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی تمام کیفیات کو چھوڑ کر یہ بیان کرے کہ عہد رسالت میں ہر رکعت میں دو سجدے ہوا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ خاص صورتِ حال اور مخصوص داعیہ کے بغیر ایسی بات کا نقل کرنا، سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ اس لیے روایت میں ہر باذوق انسان کے لیے اشارہ واضح طور پر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خصوصی احوال کے تقاضے میں اس پر زور فرماتے رہے۔ اور وہ خصوصی احوال یہ تھے کہ اس زمانہ میں رفع یدین کا عمل بالکل گوشہٴ خمول میں چلا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کی طرف خصوصی توجہات مبذول فرمائیں تاکہ وہ چیز بالکل متروک نہ ہو جائے جسے وہ سنت سمجھ رہے ہیں“

(رفع یدین: مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۰۵)۔

حضرت مولانا فخر الدین احمد مزید فرماتے ہیں:

”حضرت ابن عمرؓ ترک رفع یدین کو خلاف سنت نہیں سمجھتے تھے۔ اور سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا طریقہ، خلفائے راشدین کا عمل اور صحابہ کرام کا تعامل سب ان کے سامنے ہے اور اسی لیے وہ ترک رفع یدین بھی کرتے تھے جیسا کہ مجاہد کی روایت سے ثابت ہے۔ مسند حمیدی میں اور مسند ابوعوانہ میں تو اصح اسانید سے ثابت ہے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ رفع یدین کا عمل بالکل معدوم ہو جا رہا ہے اور وہ بھی حضور ﷺ سے ثابت شدہ عمل ہے تو انہوں نے احیاء سنت کے جذبہ کے تحت ایسا کیا“ (رفع یدین: مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۰۷)۔

یہ روایت متواتر نہیں

۱:- جس طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس کے مرفوع کرنے میں حضرت سالم منفرد ہیں اور اس حدیث کے سرے سے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے چہ جائیکہ اس کو متواتر کہا جائے، اسی طرح حضرت سالمؓ سے اس کو صحیح سند سے صرف زہریؒ روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس کو متواتر کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ جو لوگ عوام میں یہ غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ حدیث رفع

یدین متواتر ہے اور متواتر کا تارک کافر ہوتا ہے۔ اس رفع یدین کا حال تواتر کا نہیں بلکہ عملاً شذوذ کا سا حال ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے:

۱۔ وضو میں جناب رسول اللہ ﷺ کا مسواک فرمانا محدثین کے نزدیک متواتر ہے مگر پھر بھی اس کا تارک نہ کافر ہے اور نہ بے وضو۔

۲۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ دوہری اقامت حضرت بلالؓ سے متواتر ہے (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۵ تحت رقم ۸۰۵ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔ مگر غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

۳۔ نمازوں میں امام کا جہری فاتحہ سے پہلے بسم اللہ شریف کا آہستہ پڑھنا جناب رسول اللہ ﷺ سے متواتر ہے (طحاوی ج ۱ ص ۲۶۰ تحت رقم ۱۱۶۰) مگر غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

۴۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنا تواتر سے ثابت ہے (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۳ طبع پاکستان)، مگر غیر مقلدین اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور نہ مستحب۔

۲:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ میں آباد رہے۔ اس لیے ان کی حدیث مدنی سند سے مروی ہے۔ حضرت امام مالکؒ عالیٰ سند سے (مالک عن نافع عن ابن عمرؓ) اس کو موقوف روایت کرتے ہیں اور ہاتھ اٹھانے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور رکوع سے اٹھتے وقت اس سے بھی کم۔ اور رکوع جانے سے پہلے رفع یدین کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ (موطا امام مالک رقم ۲۰۵؛ موطا امام محمد رقم ۱۰۰)

حضرت امام مالکؒ سند نازل سے (مالک عن زہری عن سالم عن ابن عمرؓ) اس کو مرفوع روایت کرتے ہیں مگر مختلف الفاظ سے۔ امام مالکؒ سے تقریباً بتیس (۳۲) شاگرد اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

۱۔ جن میں سے اٹھارہ (۱۸) شاگرد رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے سترہ (۱۷) شاگرد ”رَفَعَ يَدَيْهِ“ بیان کرتے ہیں۔ اور ایک شاگرد عبداللہ بن مسلمہؒ ”يَرْفَعُ يَدَيْهِ“ بیان کرتا ہے۔

۲۔ بارہ (۱۲) شاگرد رکوع سے پہلے رفع یدین بیان نہیں کرتے۔ صرف رکوع سے اٹھنے کی رفع یدین بیان کرتے ہیں۔

۳۔ دو (۲) شاگرد صاحب مدونۃ الکبریٰ اور عبداللہ بن عون الخزازؒ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین روایت کرتے ہیں اور تحریمہ کے بعد کی رفع یدین کی نفی کرتے ہیں۔ مدونۃ الکبریٰ کے الفاظ یوں ہیں: ”ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح التکبیر

للصلوة۔ (مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۱۷ طبع قدیم)۔ ”رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب آپ ﷺ نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے تھے۔“ اس میں جزاء مقدم اور شرط مؤخر ہے جو حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ اور عبد اللہ بن عون الخراز کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ”ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود۔“ (خلافيات للبيهقي. نصب الراية ج ۱ ص ۴۷۹)۔ ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔“ اس حدیث میں ثم لا یعود کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

گویا حضرت امام مالکؒ کی اس روایت میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا تو بلا معارضہ ثابت ہے۔ لیکن رکوع کی رفع یدین کے بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ ہاں امام مالکؒ نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تو رفع یدین کرنا عملاً متواتر ہے مگر تحریمہ کے بعد رکوع، سجدہ وغیرہ میں رفع یدین نہ کرنا عملاً متواتر ہے۔ حضرت امام مالکؒ تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کرنے کو پہچانتے تک نہیں (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷ طبع مصر؛ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار لکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالکؒ کے اساتذہ، آپؒ کے ساتھی اور آپؒ کے تمام شاگرد بھی اگرچہ رفع یدین کی روایت کو بیان کرتے تھے مگر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ورنہ حضرت امام مالکؒ سائبہ کلہیہ استعمال نہ فرماتے کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتا ہو۔ مدونۃ الکبریٰ کے الفاظ یہ ہیں: ”قال مالک لا أعرف رفع یدین فی شیء من تکبیر الصلوۃ لانی خفض و لانی رفع إلا فی افتتاح الصلوۃ۔ قال ابن قاسم وکان رفع یدین عند مالک ضعيفاً“ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷ طبع مصر؛ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار لکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)۔ ”امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نماز کی ابتداء کے علاوہ کسی تکبیر یا اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ ابتدائی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے مسلک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔“ حضرت امام مالکؒ کے نہ پہچاننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس حدیث کو جانتے نہ تھے، کیونکہ اس حدیث کو انہوں نے اپنے دس (۱۰) ساتھیوں کے ساتھ اپنے استاد سے سنا اور خود چھبیس (۲۶) شاگردوں کو یہ حدیث سنائی، بلکہ مطلب یہ تھا کہ کسی ایسے آدمی کو میں نہیں پہچانتا جو اس پر عمل کرتا ہو۔

۳۔ حضرت امام زہریؒ کے دوسرے شاگرد اس حدیث میں امام سفیان بن عیینہؒ کی ہیں۔ ان سے

بھی تقریباً بتیس (۳۲) شاگرد ہی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں مگر سب کے سب اذا رکعوا اذا رفع رأسه من الركوع کی شرط تو روایت کرتے ہیں مگر رفع یدیهما یرفع یدیه کی جزاء بیان نہیں کرتے بلکہ مسند حمیدی اور صحیح ابو عوانہ میں جزاء فلا یرفع یدیهما ہے۔ البتہ عملی تواتر مکہ مکرمہ میں بھی ترک رفع یدین پر رہا جیسا کہ میمون مکیؒ سے ابو داؤد (رقم الحدیث ۷۳۹) میں سالبہ کلیہ ہے۔ صلیٰ صلوٰۃ لہم أرحم الراحمین۔ کہ میں نے یہ رفع یدین والی نماز پڑھتے کسی کو کبھی دیکھا ہی نہیں (تجلیات صفحہ ۲ ص ۵۴۹، ۵۵۰)۔

تعامل اہل مدینہ اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ

فقہ مالکی کا دار و مدار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات پر ہوتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ کے امام ہیں۔ حج کے لیے مکہ مکرمہ بھی تشریف لے گئے اور یہ دونوں وہ مقدس شہر ہیں جہاں دنیائے اسلام سے ہر مذہب و مسلک کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کی یہ شہادت نہایت وقیع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ بالکل متروک تھی۔ حضرت امام مالکؒ کی اس شہادت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث کے چھتیس (۳۶) راوی بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت امام مالکؒ ان سب کو جانتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی رفع یدین کرتا ہوتا تو حضرت امام مالکؒ کبھی یہ نہ فرماتے کہ میں اس رفع یدین کو پہچانتا تک نہیں۔

حضرت امام مالکؒ نے جو اس حدیث کو ضعیف فرمایا۔ اس کے تین مطلب ہو سکتے ہیں:

- ۱۔ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے جو موجب ضعف ہے۔
- ۲۔ اس کے متن میں اضطراب ہے اور اضطراب موجب ضعف ہے۔
- ۳۔ یہ خیر القرون کے متواتر تعامل کے خلاف عملاً شاذ ہے اور شذوذ موجب ضعف ہے۔

حدیث عبداللہ بن عمرؓ کے طرق

حدیث ابن عمرؓ کے طرق کی تفصیل یوں ہے:

- ۱۔ مدونۃ الکبریٰ (ج ۱ ص ۷۱) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ اسی روایت کی بنا پر حضرت امام مالکؒ نے ترک رفع یدین اختیار کیا ہے۔
- ۲۔ امام بخاریؒ کے استاد امام حمیدیؒ کی مسند حمیدی (رقم ۶۱۳) اور صحیح ابو عوانہ (رقم ۱۲۵۱ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت) میں تکبیر تحریمہ کے سوا باقی مقامات میں رفع یدین کی نفی ہے۔

۳۔ مؤطا امام مالک (رقم ۲۰۰، ۲۰۵) کی روایت میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔ سجدوں میں رفع یدین کی نفی ہے۔

۴۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۶) اور مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸) کی روایت میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔

۵۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۹) کی ایک روایت میں ان تین جگہوں کے علاوہ تیسری رکعت میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

۶۔ امام بخاری کے رسالے ”جزء رفع یدین“ (رقم ۱۳، ۱۴) اور (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۵۹۰) کی روایت میں ان چار جگہوں کے علاوہ سجدے کے لیے رفع یدین کا ذکر ہے۔

۷۔ امام طحاویؒ کی ”مشکل الآثار“ کی روایت میں ہر اونچ نیچ (کل خفض و رفع) رکوع و سجود، قیام و قعود اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر ہے (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۰ طبع ریاض؛ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹؛ معارف السنن ج ۲ ص ۴۷۴)۔

۸۔ عن عبد الرزاق عن ابن جریج عن نافع: أن ابن عمر كان يكبر بیدیه حين يستفتح، وحين يركع، وحين يقول: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمَدَهُ، وحين يرفع رأسه من الركوع، وحين يستوي قائماً: قلتُ لنافع: أكان ابن عمر رضی اللہ عنہ يجعل الأول أرفعهن؟ قال: لا۔

(جزء رفع یدین بخاری رقم ۴۰؛ مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۴۳، ۴۴ رقم ۲۵۲۳)۔

حضرت امام نافعؒ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ تکبیر کہتے تھے، جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نافعؒ سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں ہاتھ زیادہ اونچا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

وعند أبي داود قال: لا. سواء. قلتُ: أشر لي فأشار الي الشديين، أو أسفل من ذلك۔ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ برابر کرتے تھے۔ میں نے کہا: میرے لیے اشارہ کر کے بتلا دیجیے۔ تو انہوں نے پستانوں تک یا اس سے ذرا نیچے اشارہ کر کے بتلایا۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اس پر فرماتے ہیں: .

وهذا يدل على أن ابن عمر كان علماً فيه، وعلى خمول المسألة، والا فمن يطلب

الوصف الفعلي في الأمر الشهيد المستطير. (بيل الفرقدين ص ۵)

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کے متعلق علم تھا۔ اور یہ مسئلہ زاویہ خمول میں تھا۔ ورنہ ایک ایسے مسئلہ میں جو مشہور و معروف ہو، کون وصف فعلی کو طلب کرتا ہے؟

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متن میں اضطراب

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔

۱:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کا سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا بھی صحیح سند اور ماضی استمراری کے ساتھ ثابت ہے (جزء رفع یدین رقم ۱۳، ۱۴؛ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۵۹۰؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار لطحاوی ج ۲ ص ۲۰ طبع ریاض)۔ اور بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) اور مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸) کی روایت میں سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔ جب دونوں سندیں صحیح ہیں۔ تو اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو دونوں میں تعارض مان کر دونوں کو ساقط مانا جائے۔ پھر بھی اصل تو ترکِ رفع یدین ہی رہا۔ اس لیے سجدوں کے وقت رفع یدین کا نہ کرنا ہی معمول بہا رہا۔

۲:- اسی طرح اس حدیث میں رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔ اور پہلی تکبیر کے بعد ہر جگہ رفع یدین کا ترک بھی ثابت ہے (مسند حمیدی رقم ۶۱۴؛ صحیح ابوعوانہ رقم ۱۲۵۱؛ المدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۸؛ الخلافات بیہقی)۔ یہاں بھی تطبیق کی یہی صورت ہے کہ رفع یدین کی اور پھر چھوڑ دی۔ اس لیے ہم نے بھی چھوڑ دی۔ اور اگر بالفرض کوئی تعارض ہی مانے تو بھی اصل عدمِ رفع ہی ہوگی۔

۳:- تکبیر تحریمہ کی رفع یدین تمام احادیث میں ہے اور اس کے چھوڑنے کی ایک بھی حدیث نہیں۔ اس لیے اس کو کسی نے بھی نہیں چھوڑا۔

۴:- خلاصہ تمام متون کا یہ نکلا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کی۔ پھر چھوڑ دی۔ سب نے چھوڑ دی۔ اسی طرح رکوع کی رفع یدین کی۔ پھر چھوڑ دی۔ ہم نے بھی چھوڑ دی۔ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کی اور چھوڑی نہیں۔ ہم نے بھی نہیں چھوڑی۔

۵:- حضرت امام اوزاعیؒ بھی رفع یدین منسوخ سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسى قال: يا ابا عمرو ما تقول في رفع الايدي مع كل تكبيرة وهو قائم في الصلوة قال: ذلك الامر الاول. (جزء رفع الیدین رقم ۱۰۶)

حضرت فدیك بن سلیمان ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے۔

حدیث عبد اللہ بن عمرؓ ترکِ رفعِ یدین کی دلیل

یہ حدیث دراصل ترکِ رفعِ یدین کی دلیل ہے کیونکہ ”اذا“ کی جزاء محذوف تھی۔ عبارت اس طرح تھی۔ ”اِذَا ارَادَ اَنْ يَرْكُعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَاسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُهَا“ (مسند حمیدی رقم ۶۱۳؛ صحیح ابو عوانہ رقم ۱۲۵۱ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔ بعض محدثین کرام رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو تخریج کی ہے اس میں جزاء مذکور نہیں۔ بعض نے شرط کی جزاء ”رفعہا کذلک ایضاً“ ذکر کی ہے لیکن مسند حمیدی (رقم ۶۱۳) اور صحیح ابو عوانہ (رقم ۱۲۵۱) کی روایت میں جزاء ”لَا يَرْفَعُهَا“ مذکور ہے۔ صحیح ابو عوانہ کی حدیثیں صحیح ہیں۔ جب حدیث کی صحیح کتابوں سے ”لَا يَرْفَعُهَا“ کی جزاء بھی ثابت ہے۔ تو رفع یدین کی روایت ہی حتمی نہ رہی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل

قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو، جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو وہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے: ”راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یہ اس کا موجب ہوتا ہے کہ اس روایت پر عمل نہیں ہوگا۔ یہی احناف کا اصول ہے۔“ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔ اور صحابیؓ کے بارے میں ہے: ”صحابہ یا کسی صحابی کا اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا اس حدیث کو مطعون بنا دیتا ہے“ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔

اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا اپنا عمل ترکِ رفع یدین پر تھا۔

۱ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً ترکِ رفع یدین کی روایت کا موجود ہے۔ (صحیح ابو عوانہ رقم ۱۲۵۱؛ مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، رقم ۶۱۳؛ مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۷۱)۔

۲ اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا اپنا عمل ترکِ رفع یدین پر تھا (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۳؛ مصنف ابن

ابی شیبہ رقم ۲۳۶؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ دیکھیے (۵.۴.۱، ۸.۷.۴)۔

ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف تکبیر تحریرہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ”یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؐ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہو گئی“ (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)

وہ کام جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا منسوخ ہو چکا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رفع یدین کی روایات مروی ہیں۔ وہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی ہیں جس کو آپؐ نے بعد میں ترک کر دیا تھا۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے

۱۔ حافظ ابن حجرؒ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی دو حدیثیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ان الجمع بین الروایتین ممکن، وهو أنه لم یکن یراہ واجباً، ففعله تارةً وترکہ أخرى“ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۵) یعنی دونوں روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ایک بار رفع یدین کیا، دوسری بار چھوڑ دیا۔

۲۔ مولانا محمد اسماعیل غیری مقلد نے حضرت ابن عمرؓ کی مرویات میں یہی تطبیق دی ہے (سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۵۸)

۳۔ حضرت ملا علی قاریؒ بھی ترک رفع یدین کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”وقد صح عنه خلاف ذلك فيحمل على نسخ الأول. فتأمل!“ (موضوعات کبیر ص ۱۷۵)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح طور پر رفع یدین کرنے کے خلاف ثابت ہو چکا ہے۔ تو اب یہ اس بات پر محمول ہوگا کہ (رفع یدین کرنے کی) پہلی حدیث منسوخ ہے۔“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین کرنا تو یہ ایک آدھ دفعہ کا فعل تھا۔ جب تک ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا محقق نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اگر رفع یدین کرنا آپؐ کی عادت ہوتی تو آپؐ کے فرزند ارجمند حضرت سالمؓ جو دن رات آپؐ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے۔ وہ اس رفع یدین کے بارے ”ما هذا؟“ (یہ کیا ہے؟) کہہ کر تعجب کا اظہار نہ فرماتے (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔

یہ روایت مرجوح ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اگر رفع یدین کی روایت صحیح بھی تسلیم کر لی جائے، تب بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مقابلہ میں یہ مرجوح ہے کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات کا اختلاف ہو جائے تو محدثین کرامؓ کے ہاں ترجیح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ احمد محمد شاہ فرماتے ہیں: ”مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۱۳۹) میں ہے کہ حضرت علی بن مدینیؒ اور حضرت یحییٰ بن معینؒ کا مناظرہ ہوا۔ علی بن مدینی نے فرمایا: مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ابن معین نے فرمایا: ٹوٹ جاتا ہے۔ نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ ابن مدینی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پیش کی اور ابن معین نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث پیش کی۔ حضرت ابن مدینی نے فرمایا: جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتماع ہو جائے اور پھر اختلاف کریں تو ترجیح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ہوگی۔ اور حضرت ابن معین خاموش ہو گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے علی بن مدینیؒ کی تصدیق کی۔

(شرح ترمذی، علامہ شاہ کر، ج ۱ ص ۱۲۸؛ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اسے بسط الیدین میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

”واذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واختلفا، فابن مسعود اولیٰ ان یتبع، فقال له احمد: نعم۔ الدارقطنی ج ۱ ص ۵۵، والعارضۃ والمستدرک ج ۱ ص ۱۳۹“

(بسط الیدین ص ۵۹ طبع قدیم؛ نیل الفرقین مع ماثیۃ بسط الیدین ص ۱۶۶ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

مجتہدین کی طرف رجوع

الغرض حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں رفع یدین کا ذکر بھی ہے اور ترک رفع یدین کا ذکر بھی ہے۔ اس اختلاف کا حل غیر مقلدین کے اصول پر تو یہ ہے کہ وہ کسی صحیح اور صریح حدیث میں رفع یدین کے لیے واجب یا سنت مؤکدہ کا لفظ دکھادیں یا کسی صحیح صریح حدیث سے دکھادیں کہ رفع یدین کرنے کی حدیث صحیح ہے اور نہ کرنے کی ضعیف ہے کیونکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے سوا کسی غیر معصوم امتی کا قول حجت نہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک جب کتاب و سنت میں مسئلہ نہ ملے تو اجماع اور اجتہاد کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ہم نے جب ان کی طرف رجوع کیا تو اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام مالکؒ نے بتایا: ”میں کسی رفع یدین کرنے والے کو نہیں پہچانتا“۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل

ترکِ رفعِ یدین پر جاری رہا، نہ کہ رفعِ یدین پر۔

خیر القرون کے مجتہد حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی ترکِ رفعِ یدین کو ہی اختیار فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جب امام اوزاعیؒ کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو امام اوزاعیؒ نے یہی حدیث پیش کی (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۹۷ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ۱۲.۴)۔ اس مناظرہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اوزاعیؒ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مرکوز کرائی کہ محدث اور فقیہ کے فرق کو ملحوظ رکھو۔ محدث ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتا ہے۔ صحیح ہوں یا ضعیف، ناسخ ہوں یا منسوخ۔ اس کے برعکس فقیہ صرف ان احادیث کو لیتا ہے جس پر عمل جاری ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی قولی حدیث کی طرف رجوع

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیثوں میں تعارض معلوم ہے اور آپؓ کے عمل میں بھی۔ تعارض کے وقت دونوں قسم کی روایات ساقط ہو جائیں گی۔ تو پھر ترکِ رفعِ یدین ہی ثابت ہو گا۔ اس صورت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی قولی حدیث کو دیکھا جائے گا۔

عن ابن عباسؓ وابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال: "ترفع الایدی فی سبع مواطن، افتتاح الصلوۃ، واستقبال البیت، والصفاء والمروۃ، والموقفین، وعند الحجر"

(مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۵؛ طحاوی رقم ۳۷۴۰)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رفعِ یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز

کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵)

عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رکوع کی رفعِ یدین کی کوئی قولی حدیث منقول نہیں ہے۔ حضرت

عبداللہ بن عمرؓ کی قولی حدیث تعارض سے پاک ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صرف تکبیر تحریمہ کی رفع

یدین ہی باقی رہی ہے۔ جب قولی اور فعلی حدیث میں تعارض آجائے تو اصول حدیث کی رو سے ترجیح

قولی حدیث کو ہوتی ہے (مقدمہ نووی شرح مسلم)۔

حدیث حضرت مالک بن حویرثؓ اور اس کا جواب

حضرت ابو قتلابہؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت مالک بن حویرثؓ کو دیکھا۔ جب نماز پڑھتے تو

تکبیر کہتے اور رفعِ یدین کرتے۔ اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفعِ یدین کرتے اور جب رکوع

سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ اور حدیث سناتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی ایسا کرتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، رقم ۷۳۷)۔

جواب:-

حضرت مالک بن حویرثؓ کی تعلیمِ صلوٰۃ والی حدیث میں رفع یدین نہیں

حضرت مالک بن الحویرثؓ وہ صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے پاس پوری زندگی میں صرف بیس راتیں رہے (بخاری ج ۱ ص ۸۸، ۹۵)۔ پھر جب حضرت مالک بن الحویرثؓ کے گھر جانے کا وقت آیا تو آپ ﷺ سے حضرت مالک بن الحویرثؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: ”آپ کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ ہم پچھلے لوگوں کو جا کر بتائیں (بخاری ج ۱ ص ۸۸)۔ تو آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ”صلوا کما رأیتُمونی اصلی“ (بخاری ج ۱ ص ۸۸) کہ نماز پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ واپس لوٹے تو بخاری شریف (ج ۱ ص ۱۱۳) میں ہے کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”کیا میں تم کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (پڑھ کر) نہ بتاؤں؟“ چنانچہ جب نماز پڑھ کر دکھادی تو اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔ صرف تکبیر کہی۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ: أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أَنْبِئُكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِزْنٍ صَلَوةٍ فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيْئَةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً۔ الْحَدِيثُ (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸، ۸۱۹)

حضرت ابو قلابہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: ”کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتاؤں؟“ ابو قلابہؓ کہتے ہیں: ”وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔

اس حدیث میں حضرت مالک بن الحویرثؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی۔ مگر اس میں رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں نہ کرتے تھے۔

مکمل روایت نسائی اور مسند احمد میں ہے

یہ روایت غیر مقلدین کے موقف کے مطابق ہے ہی نہیں۔ جب اس سے پورا موقف ہی واضح نہیں ہوتا تو اسے پیش کرنے کا کیا معنی؟ غیر مقلدین تیسری رکعت کی ابتدا میں بھی رفع یدین کرتے ہیں اور اس رفع یدین کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ غیر مقلدین سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے بلکہ اس کی نفی کرتے ہیں جبکہ اس روایت میں سجدوں کی رفع یدین کی نفی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس حدیث میں سجدوں کی رفع یدین کا اثبات بھی ہے۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث مکمل بیان نہیں فرمائی۔ مکمل روایت نسائی اور مسند احمد میں ہے جس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرنے کے الفاظ ہیں۔

۱:- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هَاشِمٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ؛ كُلَّهُ. يَعْنِي: رَفَعَ يَدَيْهِ - (صحیح - نسائی، باب: رفع اليدين عند الرفع من السجدة الأولى، رقم الحديث ۱۱۴۳؛ طبع مكتبة المعارف، رياض ۱۴۲۹ھ)

ترجمہ:- حضرت مالک بن الحویرثؒ فرماتے ہیں: بیشک جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ اور جب رکوع کرتے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو ان سب مقامات میں رفع یدین کرتے تھے۔

۲:- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَوَتِهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يَحَاضِيَ بِهِمَا فَرْوَعًا أَذْنِيَهُ (صحیح، نسائی، باب رفع اليدين للسجود رقم الحديث ۱۰۸۵؛ طبع مكتبة المعارف، رياض ۱۴۲۹ھ)۔

ترجمہ حضرت مالک بن الحویرثؒ فرماتے ہیں کہ: ”انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز کے شروع میں، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر، رفع یدین کرتے دیکھا۔“

۳:- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث: أنه رأى نبي الله ﷺ رفع يديه فذكر مثله.
(صحیح - نسائی، باب: رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۶؛ طبع مکتبة المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

٤:- أخبرنا محمد بن الهيثمي، قال: حَدَّثَنَا معاذُ بْنُ هِشَامٍ، قال حدثني أبي، عن قتادةَ عَنِ،
نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ.....
فَذَكَرَ نَحْوَهُ. وَزَادَ فِيهِ: وَإِذَا رَكَعَ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ. وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلْ مِثْلَ
ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ. (صحیح - نسائی، باب: رفع اليدين للسجود
رقم الحديث ١٠٨٤؛ طبع مكتبة المعارف، رياض ١٣٢٩هـ).

۵:- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي، ثنا محمد بن جعفر، حدثنا سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يرفع يديه إذا أراد أن يركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه .
(مسند احمد رقم الحديث ۱۵۱۷۷)۔

٦:- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّهُ رَأَى نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ سَجْدَةٍ، حَتَّى يَحَاضِيَ بِهَا فِرْعَ أُذُنَيْهِ.

(مسند احمد رقم الحديث ١٥١٤٣)

٤:- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي، ثنا عفان، ثنا همام، ثنا قتادة، عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ فُرُوعِ أَذْنِيهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ. (مسند أحمد ج ٥ ص ٥٣ رقم الحديث ٢٠٠١٣)

٨:- حدثنا الصائغ بمكة قال: ثنا عفان قال: ثنا همام قال: أنبأ قتادة بأسنادة: أن
النبي ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ- (مسند ابوعوانه ج ١ ص ٣٣٦ رقم
١٢٦٣ طبع دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان ٢٠١٠هـ)

”نبی مکی ﷺ کانوں تک رکوع اور سجدے میں رفع یدین کرتے تھے۔“

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: بہت زیادہ صحیح روایت جس پر میں مطلع ہوا ہوں وہ ہے جو نسائی نے روایت کی ہے جس میں رفع یدین فی السجود کا ذکر ہے۔ اور سعید بن ابی عروبہؒ اس کے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ ہمام عن قتادہ اس کے متابع ہیں۔ اس کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹ طبع دار السلام، ریاض)۔ مسند احمد میں یہی روایت مختلف سندوں سے روایت

کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں: مسند احمد ج ۴ ص ۵۲۳، ۵۲۵ (طبع احیاء السنۃ گرجا کھ، گوجرانوالہ تحقیق مشہور غیر مقلد محمد خالد گرجا کھی)۔ اسی طرح علامہ ابن حزم ظاہری نے بھی حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث میں سجدوں کی رفع یدین کو تسلیم کیا ہے (مخفی ابن حزم ج ۳ ص ۸)۔ بلکہ علامہ ابن حزم نے رفع یدین کی کچھ روایات بیان کی ہیں جن میں سجدوں کی رفع یدین بھی موجود ہے۔ انہیں روایات کے بارے میں علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

”قال علی: فهذه آثار متظاهرة متواترة عن ابن عمر، وأبي حميد وأبي قتادة، ووائل بن حجر، ومالك بن الحويرث، وأنس وسواهم من أصحاب رسول الله ﷺ، وهذا يوجب يقين العلم“ (مخفی ابن حزم ج ۳ ص ۹)۔

اس عبارت میں علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے رفع یدین کی روایات کو متواتر قرار دیا ہے اور ان میں سجدوں کی رفع یدین بھی موجود ہے۔ تو ابن حزم کے نزدیک سجدوں کی رفع یدین متواتر ہوئی۔ غیر مقلدین سجدوں کی رفع یدین کے منکر ہو کر متواترات کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث میں حضرت قتادہؓ کے بہت سے شاگرد سجدہ کرتے وقت یا سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین بیان کرتے ہیں:

۱:- نسائی کی پہلی اور چوتھی احادیث جو ہم نے اس مقام پر بیان کی ہے۔ اس میں ہشامؒ نے اپنے استاذ قتادہؓ سے رفع یدین بین السجدتین کا ذکر کیا ہے۔

۲:- دوسری حدیث میں شعبہؒ نے قتادہؓ سے یہی بات نقل کی ہے۔

۳:- تیسری، پانچویں اور چھٹی احادیث میں سعیدؒ اپنے استاذ قتادہؓ سے رفع یدین بین السجدتین کا ذکر کرتے ہیں۔

۴:- باتویں اور آٹھویں احادیث میں ہمامؒ اپنے استاذ قتادہؓ سے رفع یدین بین السجدتین کا ذکر کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے مسند ابوعوانہ کے حوالہ سے سعیدؒ کا ایک متابع ہمامؒ بتایا ہے، حالانکہ یہ ہمامؒ - مسند احمد (ج ۵ ص ۵۳ رقم الحدیث ۲۰۰۱۴) میں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ سعیدؒ کے متابع شعبہؒ اور ہشامؒ بھی خود نسائی میں موجود ہیں جن پر حافظ ابن حجرؒ کی نظر نہیں پڑی۔ جناب محمد خالد گرجا کھیؒ غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب جزء رفع یدین (ص ۹۲ تا ۹۵) میں یہ روایات ذکر کی ہیں۔ اسی طرح مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں: ”علامہ ابن حزمؒ نے رفع یدین بین السجدتین کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ محدث ابن القطانؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ یہی حق اور صواب ہے جس

پر ہمارا عمل ہے۔ محلی ابن حزم ج ۴ ص ۸۷ تا ۹۵ کے مقام پر ہماری تعلیقات کا مطالعہ کریں (تعلیقات شاکر علی الترمذی ج ۲ ص ۲۲ تا ۲۳)۔ (مزید تحقیق ۷.۲.۲ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

حدیث مالک بن حویرثؓ کے طرق

۱۔ حضرت ابو قلابہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: ”کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتاؤں؟“ ابو قلابہؓ کہتے ہیں: ”وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸، ۸۱۹)۔ اس روایت میں رفع یدین کا مطلق ذکر نہیں ہے۔

۲۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲، رقم ۷۳۷) اور مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸، رقم ۸۶۳) کی روایت میں صرف تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے: تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

۳۔ سنن نسائی (ج ۱ ص ۱۶۵، رقم ۱۰۸۷) کی روایت میں ان تین جگہوں کے علاوہ چوتھی جگہ سجدے سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

۴۔ سنن نسائی (رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶) ہی کی روایت میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے: تین مندرجہ بالا مقامات، سجدے کو جاتے ہوئے اور سجدے سے اٹھتے ہوئے۔

مشہور غیر مقلد علامہ البانی فرماتے ہیں: ”وہی عند النسائی ایضاً (۱۵۸/۱) و زاد فی روایۃ له (۱۶۵/۱): واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجود حتی یحاذی بہا فروع أذنیہ۔ وسندہ صحیح“ (مشکوٰۃ بتحقیق البانی ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۷۹۵)۔ ”نسائی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔“ اور جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے اور جب آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے۔“ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۵۔ مسند ابو عوانہ کی روایت میں ہے:

”حدثنا الصائغ بمكة قال: ثنا عفان قال: ثنا همام قال: أنبأ قتادة بأسنادہ: أن النبی ﷺ کان یزفع یدینہ حیال أذنیہ فی التَّركُوعِ وَالسُّجُودِ“

(مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۳۶ رقم ۱۲۶۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:- ”نبی ﷺ کانوں تک رکوع اور سجدے میں رفع یدین کرتے تھے۔“

لہذا پہلی روایت میں حضرت مالک بن حویرثؓ نے جو نماز جناب رسول اللہ ﷺ والی پڑھ کر دکھائی، اس میں رفع یدین بالکل نہیں ہے۔ دوسری روایت جو ابو قتلابہؓ والی سند سے مروی ہے اس میں ۹ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے مگر اس میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت مالک بن حویرثؓ نے فرمایا ہو کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ یہ صراحت نصر بن عاصمؓ کی روایت میں ہے۔ جس میں ۲۵ جگہ رفع یدین کا اثبات مگر باقی تین جگہ کی نفی نہیں۔ لہذا غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق یہ حدیث ہے نہیں۔

نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد کا جواب: یہ روایت نصر بن عاصمؓ سے مروی ہے اور یہ نصر بن عاصمؓ ضعیف ہے۔ پھر بعض روایتوں میں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر نہیں ہے، بعض میں ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں اضطراب ہے اور یہ اضطراب ضعف روایت کا باعث ہے (ذیل الطالب ص ۲۹۵، ۲۹۶ ملخصاً، بحوالہ علمائے حدیث ج ۳ ص ۲۲۸، ۲۲۹)۔ نواب صاحبؒ کے نزدیک یہ روایت اضطراب کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

زبیر علی زئی کی حدیث میں تحریف

حافظ زبیر علی زئی صاحب اس روایت کے معنی میں تحریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہمام کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ فی الركوع (قبل الركوع) وفي السجود (قبل السجود) واذا رفع رأسه من الركوع۔ لہذا یہ روایت اپنے منطوق پر صریح نہیں ہے (نور العینین ص ۹۷)۔ جواب:- حافظ ابن حجرؒ نے جو اس ہمام کی روایت فی السجود سے رفع بین السجدتین کا مطلب سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے؟ حافظ ابن حجرؒ کی سمجھ ناقص ہے؟ اور زبیر علی زئی کی سمجھ کامل ہے؟ لا حول ولا قوة الا بالله!

زبیر علی زئی کا اجماع امت کے خلاف موقف

جناب زبیر علی زئی نے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں اجماع امت کے خلاف رفع یدین فی السجود کی نفی کی ہے۔ لکھتے ہیں: بعض کی روایات میں سجدوں والے رفع یدین کا ذکر ہے مگر قتادہ مدلس ہیں۔ اور سجدوں میں رفع یدین والے الفاظ میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔ لہذا یہ روایات ضعیف ہیں (نور العینین ص ۹۷)۔ جواب:-

۱۔ جناب زبیر علی زئی نے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں اجماع امت کے خلاف رفع یدین فی السجود کی نفی کی ہے۔ ان سے پہلے کسی نے بھی نسائی کی روایت کو ضعیف نہیں کہا۔ اگر وہ خود اپنی اور دوسرے غیر مقلدین کی کتابوں میں غور کر لیتے تو یہ نوبت نہ آتی

(تفصیل کے لیے دیکھیے قرۃ العینین بجواب نور العینین ص ۸۰، ۸۱)

۲۔ قاعدہ ہے کہ اگر قتادہؒ سے روایت کرنے والے شعبہ ہوں تو وہ معنعن (جس میں راوی عن فلان عن فلان سے روایت کرے) روایت بھی صحیح شمار ہوتی ہے (طبقات المدلسین ص ۲۱؛ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵۸)۔ اس قاعدہ کو جناب زبیر علی زئی خود بھی تسلیم کرتے ہیں: ”شعبہ کی روایت قتادہ سے تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے“ (نور العینین ص ۹۶، ۹۷)۔ اور یہاں پر قتادہؒ سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں۔ لہذا یہ روایت صحیح ہے۔ زبیر علی زئی کے استاد محترم جناب عطاء اللہ حنیفؒ کی کتاب ”التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی“ میں ذکر کردہ روایت ملاحظہ ہو۔

أخبرنا محمد بن مُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَوَتِهِ، إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُجَازِيَ بِهَا فِرْعَانَ أَوْ ذَنْبَهُ۔

(التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی باب رفع یدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۶؛ نسائی مع التعلیقات السلفیہ ج ۱ ص ۱۲۹ طبع قدیم)

حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا۔ رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر۔

اس حدیث میں سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر موجود ہے۔

زبیر علی زئی کا انکار حدیث

جناب زبیر علی زئی صاحب نے اس صحیح حدیث سے یوں چھٹکارا چاہا کہ اس صریح روایت کا انکار کر دیا۔ اور حدیث کی کتابوں میں موجود اس روایت شعبہ کا انکار کر دیا۔ اور یہ کہا: حافظ المزنی نے تحفۃ الاشراف میں شعبہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ لہذا یہ خطا قدیم ہے (نور العینین ص ۱۰۱)۔ شاید زبیر علی زئی کے کہنے ہی سے مکتبہ دار السلام والوں نے نسائی کی اس سند میں تحریف کر ڈالی ہے۔

جواب:- یہ خطا قدیم نہیں ہے بلکہ علامہ ابن قطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام (ج ۵ ص ۶۱۳) میں شعبہ کی روایت بین السجدتین ذکر کی ہے۔ کیا یہ سارے محدث خطائے قدیم کرتے رہے؟ لا

رفع یدین پر عمل ہوگا۔ بعینہ یہی جواب ہماری طرف سے رفع یدین عند الركوع میں ہے۔

حدیث کا ضعف

۱۔ اس حدیث میں نہ رفع یدین کے دوام کی صراحت ہے، نہ ہی اس حدیث میں واجب، سنت مؤکدہ یا مستحب کا لفظ ہے۔ نہ ہی حضرت مالک بن حویرثؓ ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے، بلکہ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۸۸، ۹۵) پر صراحت ہے کہ وہ صرف بیس دن جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے۔ حضرت مالک بن حویرثؓ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے، نہ اہل بدر واحد یا اہل بیعت رضوان والوں میں سے۔ ان حاضر باش صحابہ کے مقابلہ میں غیر مقلدین ان بیس رات کے مسافر کو ترجیح دے رہے ہیں۔

۲۔ حضرت مالک بن حویرثؓ بعد میں بصرہ میں مقیم رہے۔ بصرہ میں ہزاروں اہل سنت والجماعت محدثین موجود تھے۔ مگر یہ رفع یدین والی حدیث آپؐ سے کسی ایک سنی محدث نے روایت نہیں کی۔ اس کو روایت کرنے والے ایک تو ابوقلابہ ہیں جو ناصبیت کی طرف مائل ہیں (تقریب ص ۱۷۴)۔ دوسرے نصر بن عاصم ہیں جو خارجی ہیں (تہذیب)۔ آخر اتنی بڑی سنت کو روایت کرنے کے لیے کوئی بھی اہل سنت بصرہ میں کیوں نہیں؟

۳۔ حضرت ابوقلابہؓ انتہاء درجہ کے مدلس تھے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”امام شہید، من علماء التابعین، ثقة فی نفسه الا أنه یدلس عن لحقهم وعن لم یلحقهم، وكان له صحف، یحدث منها ویدلس“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۲۶)۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ابو قلابہ گو ثقہ تھے مگر غضب کے مدلس تھے۔۔۔۔۔۔ ابو قلابہ کی جن سے ملاقات ہوئی ان سے بھی اور جن سے ملاقات نہیں ہوئی، ان سے بھی۔ سب سے تدلیس کرتے تھے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۱)

مشہور غیر مقلد علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ نے ایک سند کو ابوقلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف کہا:
 قال: "اسنادہ ضعیف لعنعة أبي قلابة وهو مذکور بالتدلیس"

(ماشیع ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶۸ تحت رقم الحدیث ۲۰۴۳)

۴۔ حضرت ابوقلابہؓ کے دو شاگرد ہیں۔ ایک ایوب سختیائی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ”ثقة ثبت، حجة من كبار الفقهاء والعباد“ (تقریب ص ۴۱) ایوب کی روایت صحیح بخاری (رقم ۸۱۸، ۸۱۹) میں ہے، جس میں رفع یدین کا ذکر نہیں۔

۵۔ دوسرا شاگرد خالد الحذاء جو کہ بخاری شریف (ج ۱ ص ۱۰۲) میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث کے راوی ہیں۔ یہ خالد الحذاء خراب حافظے والا اور ضعیف راوی ہے۔ اس کی غلطی سے اس میں رفع یدین کا اضافہ ہوا۔

☆ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”وہ وثقة، يرسل، من الخامسة، وقد اشار حماد بن زيد الى أن حفظه تغير لما قدم من الشام“ (تقریب ص ۹۰)۔ اور وہ ثقہ ہے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے۔ حماد بن زید نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب ملک شام سے واپس آیا تو اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔ اس نے یہ حدیث رفع یدین کی شام سے آنے کے بعد ہی روایت کی ہے۔ جب کہ اس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ اور ایوب جیسے حافظ ضابط کی مخالفت کر رہا ہے۔ ایسی روایت ہرگز حجت نہیں۔

☆ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ”يكتب حديثه ولا يحتج به“ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۱) اس کی حدیث لکھی جائے اور حجت نہ پکڑی جائے۔

☆ امام شعبہؒ فرماتے ہیں: ”واكتف على عند البصريين في خالد الحذاء وهشام“۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۲)۔ اور میرے اوپر بصری راویوں میں معاملہ خالد الحذاء اور هشام کا چھپا دے۔

☆ امام ابن علیہؒ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا جس کو خالد روایت کرتا ہے۔ ”ولم يلتفت اليه ابن عليه وضعف امر خالد“۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۲)، تو ابن علیہ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور خالد الحذاء کو ضعیف قرار دیا۔

☆ عثمان بن سعید داری کہتے ہیں: میں نے سگی بن معین سے پوچھا: آپ کو داؤدؑ زیادہ پسند ہے یا خالد الحذاء؟ تو فرمانے لگے۔ داؤد یعنی بن ابی ہند (تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۸۴)۔

☆ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں: میں نے حماد بن زید سے پوچھا: خالد الحذاء کا حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے؟ جب سے وہ شام سے آئے ہیں۔ گویا اس کے حافظہ کو منکر جانا (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۹۳)۔ ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ خالد الحذاء خراب حافظہ والا اور ضعیف راوی تھا اور اس نے یہ حدیث شام سے آنے کے بعد روایت کی تھی۔ جب اس کا حافظہ خراب ہو چکا تھا۔

۶۔ خالد الحذاء کے چار شاگرد ہیں:

☆ ہشیم بن بشیر ہیں جن کی روایت بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۸۲۳) میں ہے۔ اس میں سرے سے رفع یدین کا ذکر ہی نہیں۔

☆ ابن علیہ ہیں۔ وہ خالد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے رفع یدین کی۔ نہ حضرت مالک بن حویرثؓ کے رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین کا ذکر ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۱۲ رقم ۲۴۵۲ طبع ادارۃ القرآن، کراچی طبع ثانی)

☆ تیسرے شاگرد صہیب ہیں۔ ان کی روایت میں ابو قلابہ کے رفع یدین کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ خالد کہتے ہیں: میں نے ابو قلابہ سے پوچھا: ”ما هذا یعنی رفع الیدین فی الصلوۃ“ یعنی یہ نماز کے اندر رفع یدین کرنے کا کیا مسئلہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: ”تعظیم“۔ (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم ج ۱ ص ۲۸۱)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت رفع یدین کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے یہ ”ما هذا؟“ کی تعبیر اختیار کی گئی۔

☆ چوتھے شاگرد خالد بن عبد اللہ الطحان ہیں۔ یہ حضرت مالک بن حویرثؓ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین کرنے کو ذکر کرتے ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر تین ہم استادوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

خلاصہ:- خلاصہ یہ نکلا کہ ابو قلابہ کے دو شاگردوں میں سے ایک خالد الحذاء، جس کا حافظہ خراب تھا۔ وہ حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر کرتا ہے۔ جب کہ اسکے مقابلے میں ابو قلابہ کے دوسرے شاگرد ایوب سختیانی جیسے حافظ، ضابط حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں کرتے۔ لہذا خالد نے ایوب جیسے حافظ ضابط کی مخالفت کی ہے۔ خالد کے چار شاگردوں میں سے چوتھے شاگرد خالد بن عبد اللہ نے تین ہم استادوں کی مخالفت کر کے رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ لہذا ایسی روایت ہرگز حجت نہیں۔

غیر مقلدین کا عوام کو دھوکہ

غیر مقلدین اس حدیث سے استدلال کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایک تو بخاری (ج ۱ ص ۸۸) میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت مالک بن الحویرثؓ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو جا کر نماز سکھاؤ۔ اس حکم کی جو تعمیل انہوں نے فرمائی اور جو نماز سکھائی وہ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۸۱۸، ۸۱۹) میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں۔ غیر مقلدین اس کو چھپا جاتے ہیں۔ یہ جملہ ”ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا“، یہ ابو قلابہؓ کے شاگرد ایوبؓ کی روایت میں ہے جس کی روایت صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۸۱۸، ۸۱۹) میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں۔ غیر مقلدین اس جملے کو ایوبؓ کی روایت سے اٹھا کر خالدؓ جیسے خراب حافظ والے کی روایت

سے ملادیتے ہیں۔ جس میں ادھوری رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ لہذا غیر مقلدین اس حدیث کے ساتھ ”يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَةَ عَنْ مَوَاضِعِهِ“ کا معاملہ کرتے ہیں۔

حدیث مالک بن حویرثؓ اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ کا اختلاف

حضرت مالک بن الحویرثؓ کی روایت دو باتوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے خلاف ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سجدوں کے وقت رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سجدوں کے وقت رفعِ یدین کرتے تھے

(نسائی رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۱۳۳؛ مسند احمد رقم ۱۵۱۷۷، ۱۵۱۷۸، ۱۵۱۷۹؛ مسند ابوعوانہ رقم ۱۲۶۳)۔

حدیث حضرت وائل بن حجرؓ اور اس کا جواب

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نماز میں داخل ہوئے۔ جب تکبیر کہی، رفعِ یدین کیا۔ ہام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا۔ پھر کپڑا پیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ دیا۔ اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفعِ یدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفعِ یدین کیا۔ پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا۔ (مسلم) جواب:-

یہ روایت ضعیف ہے اور غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے

اس روایت سے استدلال درست نہیں۔ حضرت وائلؓ کی حدیث کے کئی طریق ہیں۔ مسلم اور ابوداؤد کی سند میں محمد بن حجاجہ ہے۔ جو غالی قسم کا شیعہ تھا۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”کان یغلو فی التشیع“ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹۸)۔ شیعہ سجدہ کے وقت بھی رفعِ یدین کرتے ہیں۔ اس لیے ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۳) میں اس کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفعِ یدین کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: ”وزاد ابوداؤد فی روايته: واذا رفع رأسه

من السجود أيضاً رفع يديه. وسنده صحيح على شرط مسلم كما حققته في صحيحه۔ (۷۱۴) (تعلقات الالبانی علی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۹ حاشیہ حدیث نمبر ۷۹۷)۔

شیعہ یا بدعتی راوی کی کوئی ایسی بیان کردہ روایت جو اس کے مذہب کی تائید میں ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ لہذا یہ روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے یہ حدیث غیر مقلدین کے موافق نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف ہے جس طرح اس حدیث میں رکوع والی رفع یدین کا ذکر ہے اسی طرح سجدوں کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ سجدوں کی رفع یدین کے غیر مقلدین سخت منکر ہیں اور خلاف سنت سمجھتے ہیں۔

حضرت وائل کی دوسری روایت رفع یدین کے منسوخ ہونے میں صریح ہے

حضرت وائل بن حجرؓ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو رکوع اور سجدہ کی رفع یدین کا ذکر کیا، لیکن جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا مشاہدہ صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کے بارے میں فرمایا اور بس۔ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَأَرَأَيْتُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَىٰ صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَ أَكْسِيَّةٌ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم ۷۲۸)۔ ”پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور ان پر بڑے کوٹ اور اونی چادریں تھیں۔“

اگر اس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عند الركوع رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا۔ لہذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہو گئی۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”وفيه عند أبي داود من طريق شريك، قال: ثم أتيتهم فأرأيتهم يرفعون أيديهم إلى صدورهم في افتتاح الصلاة وعليهم برانس وأكسية. وهو ظاهر في تركه في المرة الثانية. ولم أر في طرقه في "المسند" والكنز ما يدافعه صريحاً“۔

(نیل الفرقہین ص ۲۳ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

”ابوداؤد میں جو روایت حضرت شریکؒ سے طریق سے مروی ہے۔ حضرت وائل بن حجرؒ فرماتے ہیں: ”میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دوبارہ آیا۔ تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ رفع یدین ابتدائے نماز میں سینوں تک ہاتھ کراٹھا کر رہے تھے اور ان پر برانڈیاں اور چادریں تھیں۔“ اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری مرتبہ کی آمد کے وقت رفع یدین رکوع کے وقت متروک ہو چکا تھا۔ میں نے مسند احمد اور کنز العمال میں دوسری بار کی آمد کے وقت کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میں ترکِ رفع یدین کی صراحت مدافعت ہو۔“

حدیث وائل بن حجرؒ اور تعامل خیر القرون

کسی حدیث کے معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کا اصل پیمانہ خیر القرون ہے۔ جس حدیث پر خیر القرون میں بلا تکثیر عمل جاری رہا ہو، آپ بھی اس پر عمل کرنے میں جھجک محسوس نہ کریں اور جس حدیث پر خیر القرون میں تکثیر ہوئی ہو، بعد والوں کے لفظی ہیر پھیر سے وہ معمول بہ نہیں بن سکتی۔ اب رفع یدین کے بارے میں عموماً اور حدیث وائل بن حجرؒ کے بارے میں خصوصاً خیر القرون کے امام ابراہیم نخعی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ جب ان کے سامنے یہ روایت پیش کی گئی تو آپؒ نے نہ صرف یہ کہ اسے رد کیا بلکہ غضب ناک بھی ہو گئے اور پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے ترک رفع یدین بیان کیا (موطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷؛ طبرانی ج ۲۲ ص ۱۲؛ دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۱؛ سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۱؛ مزید دیکھیے ۶، ۳، ۱۳ اور ۸، ۶، ۴)۔ جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حدیث وائلؒ کو جو کہ رفع یدین کے بارے میں ہے، قبول نہیں فرمایا اور اس کے مقابل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ترجیح دی ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حدیث کی پہچان میں صراف تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: ”امام اعظمؒ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی حدیث کی پہچان میں صراف تھے۔“ (کتاب العلل و معرفة الرجال ص ۱۴۰)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

اعتراض

مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں: امام بیہقیؒ ”کتاب المعرفہ میں حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بہتر بات یہ ہے حضرت وائلؒ کی بات کو اختیار کیا جائے کیونکہ وہ جلیل القدر صحابیؒ ہیں۔ پس ان کی حدیث کو اس شخص کے قول سے کس طرح رد کیا جاسکتا ہے جو مرتبہ میں ان سے کم ہے (العلیق المجدد ص ۹۳)۔“

جواب:- امام بیہقیؒ نے جو امام شافعیؒ سے اعتراض نقل کیا ہے اس کی نسبت امام شافعیؒ کی طرف درست نہیں کیونکہ یہاں مقابلہ حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت وائلؒ کا نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت وائلؓ کا ہے اور یقینی بات ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا مقام اور مرتبہ حضرت وائلؓ سے زیادہ ہے۔ لہذا بات حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی قابل اعتماد ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی ہیں۔ بلند پایہ محدث ہیں۔ ان کی بات کو تسلیم کرنا امام شافعیؒ کے قول سے بہتر ہے کیونکہ امام شافعیؒ نہ تو تابعی ہیں اور نہ کسی تابعیؒ کے شاگرد ہیں اور نہ کسی محدث نے امام شافعیؒ کو حدیث پر کھنے کا صراف قرار دیا ہے۔ تو صراف کے مقابلہ میں غیر صراف کی بات کس طرح درست ہو سکتی ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۹۲، ۱۹۳)۔

حضرت وائل بن حجرؓ کی قولی حدیث

حضرت وائل بن حجرؓ نے قولی حدیث میں بھی صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کا ذکر ہی کیا ہے۔ عن وائل بن حجر، قال: قال لي رسول الله ﷺ: يا وائل بن حجر! إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ جِذَاءَ أُذُنَيْكَ، وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا جِذَاءَ ثَدْيَيْهَا“ (مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۴)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے وائل بن حجر! جب تُو نماز ادا کرے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے برابر کرے۔“

حدیث و اہل بن حجرؒ اور امام احمدؒ اور حافظ ابن عبد البرؒ کا فیصلہ

حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے بھی قبول نہیں کیا۔ حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں: ”امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی ہم رفع یدین کریں، تو فرمایا: نہ کرو۔ میں (امام احمد) سالم عن عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ وائل بن حجرؓ کی روایت پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اس کے الفاظ مختلف ہیں۔ عاصم بن کلیب کی حدیث کے الفاظ عمرو بن مرہ کی حدیث کے خلاف ہیں“ (تمہید ج ۹ ص ۲۲۴)۔

امام احمدؒ کے اس قول سے دو باتوں کا پتہ چلا کہ حدیث وائل کے الفاظ مختلف ہیں یعنی اس میں اضطراب و اختلاف ہے۔ امام احمدؒ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کے قائل نہیں تھے۔ غیر مقلدین دوسری رکعت کے تشہد کے بعد جب تیسری رکعت کے لیے اٹھتے ہیں تو اس وقت بھی رفع یدین کرتے ہیں اور اس کو متواتر بھی کہہ دیتے ہیں حالانکہ ائمہ اربعہؒ کا اجماع ہے کہ اس مقام پر

رفع یدین نہیں ہے۔

حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں:

”ابو عمر کہتا ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ کا اپنی حدیث میں رفع یدین بین السجدتین کا اضافہ کرنا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے قول کے معارض ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے اور جب روایتوں میں تعارض ہو تو سنتیں ثابت نہیں ہو سکتیں اور حضرت وائلؓ نے چند دن جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے جب کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تاوقات رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ رہے۔ پس ابن عمرؓ کی حدیث حضرت وائلؓ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے کہ اس پر عمل کیا جائے“ (تمہید ج ۹ ص ۲۲۷)۔

پس حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، امام احمدؒ اور حافظ ابن عبد البرؒ کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں ہے۔

حدیث وائل بن حجرؓ کے طرق

۱:- امام مسلمؒ نے صرف رکوع کی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔

۲:- حضرت وائلؓ کی بعض روایتوں میں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر بھی موجود ہے (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۷۲۳؛ التہمید ج ۹ ص ۲۲۷)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: وائلؓ کی روایت میں ہمام نے رفع الیدین بین السجدتین کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن امام ابوداؤد نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں رفع الیدین بین السجدتین کا ذکر موجود ہے۔ عبدالوارث بن سعید اس روایت کا ثقہ راوی ہے۔

۳:- حضرت وائلؓ کی روایت میں تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر بھی موجود ہے:

☆ عن وائل بن حجر الحضرمی قال: ”رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه مع التكبير“ (مسند احمد رقم ۱۸۳۶۹)۔

”حضرت وائلؓ کہتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر اٹھنے بیٹھنے پر تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے۔“

☆ عن وائل بن حجر الحضرمی قال: ”أنه رأى النبي ﷺ يرفع يديه مع التكبير ويضع يمينه على يساره في الصلوة“ (مسند احمد رقم ۱۸۳۷۳)

حضرت وائلؓ کہتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر اٹھنے بیٹھنے پر تکبیر کہتے اور رفعِ یدین کرتے تھے اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔

۴:- امام نسائیؒ نے جو حدیث وائلؓ ذکر فرمائی ہے۔ اس میں رفعِ یدین کا ذکر صرف دو بار ہے (نسائی رقم ۱۱۰۲)
۵:- ابو داؤد کی دوسری روایت میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے (ابو داؤد رقم ۷۲۸)۔ لہذا اس روایت میں اضطراب ہے اور یہ موجب ضعف ہے۔

بحث حدیث ابو حمید الساعدیؒ اور اس کا جواب

سیدنا حضرت ابو حمید ساعدیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ کرامؓ (کی جماعت) میں کہا، جن میں حضرت ابو قتادہؓ بھی تھے: ”میں تم (سب) سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز جانتا ہوں۔ صحابہ کرامؓ جنی اللہ نے کہا وہ کیسے؟ نہ تو تم آپ ﷺ کی صحبت میں رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں! (واقعی صورت حال تو یہی ہے۔)۔ (یہ سن کر) صحابہ کرامؓ نے ان سے کہا: ”پھر (ہمارے روبرو رسول اللہ ﷺ کی نماز) بیان کرو۔ سیدنا ابو حمیدؒ نے کہا: ”جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ پھر تکبیر (تحریمہ) کہتے۔ پھر قرآن پڑھتے۔ پھر (رکوع کے لیے) تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے پر رکھتے۔ پھر (رکوع کے دوران) کمر سیدھی کرتے۔ پس نہ اپنا سر جھکاتے اور نہ بلند کرتے۔ (پیٹھ اور سر ہموار رکھتے)۔ اور پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو کہتے: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے کندھوں کے برابر کرتے اور (قوے میں اطمینان سے) سیدھے کھڑے ہو جاتے اور اللہ اَنْجِزْ کہتے۔ پھر زمین کی طرف سجدے کے لیے جھکتے۔ پس اپنے دونوں ہاتھ (بازو) اور پہلو رانوں (اور زمین) سے دور رکھتے اور اپنے دونوں ہاتھ (بازو) اور پہلو رانوں (اور زمین) سے دور رکھتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں کھولتے (اس طرح کہ انگلیوں کے سر قبلہ رخ ہوتے)۔ پھر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے (بچھا لیتے)“ الحدیث۔ (سنن ابو داؤد، رقم الحدیث ۷۳۰)۔

جواب:- اس حدیث کو غیر مقلدین بڑی زبردست دلیل سمجھتے ہیں مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

بخاری میں حدیث ابو حمید ساعدیؒ میں رفعِ یدین کا ذکر نہیں

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث میں رفعِ یدین رکوع وغیرہ کے وقت بیان کرنا عبد الحمید

بن جعفر کی غلطی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری (رقم ۸۲۸) میں حضرت ابو حمید ساعدیؒ کی حدیث بیان کی ہے۔ اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ہی ذکر ہے، کیونکہ بخاری کی سند میں عبد الحمید بن جعفر نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ امیر یماثیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ”حضرت ابو حمیدؒ کی حدیث صحیح بخاری کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اس میں رفع یدین صرف تکبیر افتتاح کے وقت ہے۔ بخلاف عبد الحمید بن جعفر کی روایت کے جو ابوداؤد میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا اثبات تین مواقع میں ہے“ (سبل السلام ج ۱ ص ۱۰۵)۔

حافظ ابن حجرؒ ”الدراۃ“ میں حدیث ابو حمید ساعدیؒ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”أصله فی البخاری“ (الدراۃ ج ۱ ص ۱۵۳)۔ ”حضرت ابو حمید ساعدیؒ کی اصل حدیث بخاری شریف میں ہے۔“ بخاری میں جو حضرت ابو حمید ساعدیؒ کی حدیث ہے اس میں رکوع والی رفع یدین نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اصلاً حدیث میں صرف ابتدا کی رفع یدین ہے، رکوع کی رفع یدین نہیں ہے۔ اب غیر مقلدین صحیح بخاری کی حدیث چھوڑ کر جسے حافظ ابن حجرؒ اصل قرار دیتے ہیں، ضعیف راویوں کی روایت کو قبول کرتے ہیں اور بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ یا للجب!

حدیث ابو حمید ساعدیؒ کی رفع یدین والی حدیث ضعیف ہے

اس حدیث کی سند میں عبد الحمید بن جعفر جو محمد بن عمرو سے روایت کرتا ہے، وہ متکلم فیہ ہے۔ ائمہ جرح و تعدیل نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

۱۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ”لا یحتج بہ“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۹)

۲۔ امام سفیان ثوریؒ بھی اس کی تضعیف کرتے تھے۔ ”کان الثوری یضعفه من اجل القدر“

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۹)

۳۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”وکان یحیی بن سعید یضعفه“ (تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۶ ص ۱۱۲)۔ امام الجرح والتعدیل یحیی بن سعید القطان بھی اس کی تضعیف کرتے تھے۔

۴۔ امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اس سے روایت بھی لیتے تھے۔ تو ابن معینؒ نے فرمایا: ”اس سے روایت بھی لیتے تھے اور ساتھ ہی اس کی تضعیف بھی کرتے تھے۔ یہ تقدیر کا بھی منکر تھا۔“ (تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۶ ص ۱۱۲)

۵۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: ”ربما أخطأ“ اس نے اکثر اوقات خطا کی ہے

(تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۶ ص ۱۱۲)

- ۶۔ امام نسائی فرماتے ہیں: ”لیس بالقوی“ (ضعفاء صغیر للنسائی ص ۴۸)۔
- ۷۔ امام ترمذی نے اس کی ایک روایت کو ”غیر اصح“ قرار دیا ہے چنانچہ حدیث کے آخر میں لکھا ہے ”وہذا اصح من حدیث عبد الحمید بن جعفر“ (ترمذی ص ۱۲۰۲ سورۃ حجر رقم ۳۱۲۵)۔
- ۸۔ امام طحاوی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے (طحاوی تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹)۔
- ۹۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں: ”والظاهر أنه غلط في هذا الحديث“ (نصب الراية ج ۱ ص ۳۳۲)۔
- ۱۰۔ حافظ ابن قیم نے ایک حدیث کے سلسلے میں ذکر کیا: ”ضعف يحيى بن سعيد والثوري عبد الحميد بن جعفر“ (زاد المعاد ج ۴ ص ۱۳۶)۔
- ”یحییٰ بن سعید اور امام ثوری نے عبد الحمید بن جعفر کو ضعیف قرار دیا ہے“۔
- ۱۱۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”محدث ابن المنذر نے فرمایا: اہل جرح عبد الحمید بن جعفر کو مضبوط نہیں مانتے اور اس روایت کی سند میں اعتراض ہے“ (تلخیص الحیث ج ۱ ص ۲۳۳)۔
- ۱۲۔ حافظ ابن حجر عبد الحمید بن جعفر کے ترجمے میں لکھتے ہیں: ”صدوق رعی با قدر، وربما وهم“ (تقریب ص ۱۹۶)۔ سچا ہے، تقدیر کے انکار کا الزام لگایا گیا ہے، اور اکثر اوقات بھول جاتا ہے۔

یہ روایت موقوف ہے

عبد الحمید بن جعفر نے ایک موقوف روایت کو مرفوع بیان کر دیا ہے۔ اس لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”بہت سے ائمہ کرام رحمہ اللہ نے اس کے وقف کو رفع پر صحیح کہا ہے۔ محدث ابن قطان نے اس تردد کی بنا اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ محدث ابن الجوزی نے عبد الحمید بن جعفر کی بنا پر اس روایت میں کلام کیا ہے۔ پس بیشک اس میں کلام ہے“ (تلخیص الحیث ج ۱ ص ۲۳۳)۔

یہ حدیث منقطع ہے

- ۱۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث نہ محمد بن عمرو بن عطاء نے براہ راست حضرت ابو حمیدؓ سے سنی اور نہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کا ذکر اس حدیث میں ہے“ (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۳ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹)۔
- ۲۔ امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ”میرے باپ فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے“ (کتاب العلل ص ۱۳۳)۔
- ۳۔ محمد بن عمرو بن عطاء اس کو عباس بن سہل سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد، عبد اللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں: ”أخبرنا فليح سمعت عباس بن سهل الساعدي فلم أحفظه“ (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یعنی یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں رہی۔
- ۴۔ امام طحاوی مزید فرماتے ہیں: ”وہ حدیث جو محمد بن عمرو بن عطاء نے روایت کی ہے۔ وہ غیر معروف

اور غیر متصل ہے۔ کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ حضرت ابو حمیدؓ کی مجلس میں حضرت ابوقنادہؓ حاضر تھے حالانکہ حضرت ابوقنادہؓ بہت عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے (طحاوی رقم الحدیث ۱۵۰۹)۔

۵۔ موسیٰ بن عبد اللہؓ کہتے ہیں: ”حضرت علیؓ نے حضرت ابوقنادہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں“ (طحاوی رقم ۶۷۷۲؛ نیز دیکھیے ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۶ طبع اول؛ بیہقی ج ۴ ص ۳۶؛ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱؛ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۹)۔ یہی روایت امام شعبیؒ سے ہے (الجوہر النقی ج ۴ ص ۳۶)۔

۶۔ امام یثیم بن عدیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت ابوقنادہؓ ۳۸ھ میں فوت ہوئے“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۶۸)۔
۷۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”راجح یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوقنادہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔“ (تلخیص الجبر ج ۲ ص ۱۶۰)

۸۔ امام ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں: ”حضرت علیؓ نے حضرت ابوقنادہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پس اس پر سات تکبیریں کہیں“ (ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۹ طبع اول)۔

۹۔ امام جلیل حافظ عراقیؒ کے استاذ الحدیث علامہ ابن ترکمانیؒ ”الجوہر النقی“ میں فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں کہ اس کی حدیث میں طعن کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہی امام یحییٰ بن سعیدؒ نے فرمایا ہے اور وہ اس بارے میں لوگوں کے امام ہیں۔ امام طحاویؒ نے فرمایا: اس روایت میں محمد بن عمرو بن عطاءؒ نے حضرت ابو حمید ساعدیؒ سے کچھ نہیں سنا اور نہ ہی حضرت ابوقنادہؓ سے کچھ سنا ہے کیونکہ اس روایت میں حضرت ابوقنادہؓ کا ذکر بھی ہے جبکہ حضرت ابوقنادہؓ، حضرت علیؓ کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔ اور آپؐ پر نماز جنازہ بھی حضرت علیؓ نے پڑھائی تھی۔ اسی طرح ہی یثیم بن عدیؒ نے کہا ہے۔ امام ابن عبد البرؒ نے کہا کہ یہ بات ہی صحیح ہے۔ اس طرح علامہ ابن حزمؒ نے کہا کہ اس روایت میں عبد الحمید گو وہم ہو گیا ہے (الجوہر النقی علی التبیہ ج ۲ ص ۶۹)۔

۱۰۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”حضرت علیؓ ۴۰ھ میں شہید ہوئے ہیں اور محمد بن عمرو بن عطاءؒ ۱۲ھ کے بعد فوت ہوئے تو اس کی عمر اسی (۸۰) سال سے کچھ زائد ہے تو اس عمر کے مطابق محمد بن عمرو بن عطاءؒ نے حضرت ابوقنادہؓ کا زمانہ نہیں پایا (نیل الفرقان ص ۴۴)۔

دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی اور حدیث کا منقطع اور ضعیف ہونا

سوال یہ ہے کہ حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی مجلس میں وہ دیگر دس صحابہ کون تھے؟ ان کے اسمائے گرامی کیا ہیں؟ اس مجلس کا حال کس نے آنکھوں سے دیکھ کر بیان کیا؟ ابوداؤد کی روایت میں اس مجلس کا

حال بیان کرنے والا محمد بن عمرو بن عطاء ہے، جو بیان کرتا ہے کہ اس مجلس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، لیکن ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف ایک صحابی حضرت ابوقنادہؓ کا نام وہ بتا سکا ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۰)۔

حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں بطریق عباس بن سہل الساعدیؓ کی روایت میں ہے کہ اس وقت یہ صحابہ بھی موجود تھے: حضرت سہل بن سعدؓ (وفات ۸۸ھ)، حضرت ابواسیدؓ (وفات ۳۰ھ)، حضرت ابو ہریرہؓ (وفات ۵۹ھ) اور حضرت محمد بن مسلمہؓ (وفات ۴۱ھ) (ابوداؤد ۷۳۴)۔ لیکن یہ حدیث بھی ضعیف اور منقطع ہی ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاء اس کو عباس بن سہل سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد، حضرت عبداللہ بن مبارکؓ سے روایت کرتے ہیں: ”أخبرنا فليح سمعتُ عباس بن سهل الساعدي فلم أحفظه“ (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یعنی ”یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں رہی“۔ نیز یہ راوی فلیح بن سلیمانؓ سخت ضعیف ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: ”ليس بالقوى“ یعنی قوی نہیں ہے (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۵۷ باب ثواب من صلى في اليوم واليلة ثنتي عشرة ركعة؛ كتاب الضعفاء والمتر وکین ص ۲۵)۔

اگر اس مجلس کا بیان کرنے والا عباس بن سہلؓ کو مان لیں تو وہ عمر میں محمد بن عمروؓ سے بھی چھوٹا ہے، کیونکہ محمد بن عمروؓ تو طبقہ ثالثہ کا ہے (تقریب ص ۳۱۳) اور عباس بن سہلؓ طبقہ رابعہ کا ہے (تقریب ص ۱۶۵)۔ پھر یہ بھی یقین نہیں کہ راوی عباسؓ ہے یا عیاشؓ۔ اگر دوسرا ہے تو بھی مجہول ہے (تجلیات صفحہ ۲ ص ۲۹۶) (تفصیل کے لیے دیکھیے: نور الصباح ج ۲ ص ۱۴۰ تا ۱۶۴)۔

ابوداؤد (رقم ۷۳۳) کی دوسری سند میں نام حضرت ابواسیدؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ مذکور ہیں۔ اس سند میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۳) کی اس سند میں محمد بن عمروؓ کا استاذ عباس یا عیاش بن سہل الساعدیؓ شک کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں موجود تھا جس میں اس کا باپ بھی موجود تھا۔

سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۰۱) میں ہے: محمد بن عمرو بن عطاء أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل الساعدي أنه كان في مجلس فيه أبوه۔ اس میں محمد بن عمرو بن عطاء کا استاذ مالک ہے۔ عیاش یا عباس نہیں۔ البتہ عیاش یا عباس (شک کے ساتھ) وہ مالکؓ کا استاذ ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: محمد بن عمرو بن عطاء قال حدثني رجل أنه وجد عشرة من أصحاب النبي ﷺ (طحاوی رقم ۱۵۰۵)۔ تو یہ سند کا اضطراب ہے جس کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں دوسرا اضطراب یہ ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاءؓ کا شاگرد عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک العمریؓ ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۳)۔ جس کو بعض راوی عبد اللہ بن عیسیٰ بھی کہہ دیتے

ہیں (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یہ کبھی اس روایت کو محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت کرتا ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۳؛ بیہقی ج ۲ ص ۱۰۱)۔ اور کبھی براہ راست العباس بن سہل الساعدیؒ عن ابی حمید ساعدیؒ سے روایت کرتا ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ درمیان میں محمد بن عمرو بن عطاء کا واسطہ چھوڑ دیتا ہے۔ امام بخاریؒ کے استاذ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی عیسیٰ بن عبد اللہ مجہول ہے اور ابن حبانؒ اس کو ثقات میں ذکر کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۱۷)۔ امام بخاریؒ نے بھی اس راوی کے ذکر کے ساتھ اس اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۳۸۹، ۳۹۰ المجلد السادس القسم الثاني)۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: عتبہ بن ابی حکیمؒ نے عبد اللہ بن عیسیٰؒ سے، انہوں نے العباس بن سہلؒ، انہوں نے حضرت ابو حمیدؒ سے روایت کی ہے لیکن درمیان میں محمد بن عمروؒ کا ذکر نہیں کیا، سند میں جو صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے محمد بن عمروؒ اس واقعہ کا حضرت ابو حمیدؒ سے خود راوی ہے (بیہقی ج ۲ ص ۱۰۲)۔ نیز اسی سند میں عتبہ نے عیسیٰ بن عبد اللہ کو عبد اللہ بن عیسیٰ بنا دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”عتبہ سچا تو ہے لیکن بہت خطا کار ہے“ (تقریب ص ۲۳۱)۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۳) اور بیہقی (ج ۲ ص ۱۰۱) میں ابو بدر شجاع بن الولیدؒ ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”سچا ہے لیکن اس سے کئی اغلاط ہوئیں ہیں (تقریب ص ۱۴۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان خطا کار راویوں نے اصل حدیث کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ اصل صحیح حدیث وہی ہے جو محمد بن عمروؒ حضرت ابو حمیدؒ سے بیان کرتا ہے جو بخاری (ج ۱ ص ۱۱۴) اور بیہقی (ج ۲ ص ۸۴، ۱۲۷) میں موجود ہے جس میں رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت موجود ہے۔

اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے: ”حدثنا محمد بن بشار حدثنا أبو عامر، حدثنا فليح بن سليمان حدثنا عباس بن سهل الساعدي قال: اجتمع أبو حميد وأبو اسيد الساعدي وسهل بن سعد و محمد بن مسلمة الخ“ (ابن ماجہ ص ۶۲ رقم ۸۶۳)۔ یہ سند بھی اوپر ذکر کردہ سند جیسی ہے، کیونکہ امام ابوداؤدؒ، حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں: ”أخذنا فليح سمعنا عباس بن سهل الساعدي فلم أحفظه، فحدثني، أراه ذكر عيسى بن عبد الله أنه سمعنا من عباس بن سهل قال: حضرت أبا حميد الساعدي“ (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یعنی ”ہمیں فلیحؒ نے خبر دی، اس نے کہا کہ میں نے عباس بن سہلؒ کو حدیث سناتے ہوئے سنا مگر مجھے یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں رہی۔ تو، پھر میرے خیال میں، عیسیٰ بن عبد اللہؒ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عباس بن سہلؒ سے سنی، اس نے کہا: میں حضرت ابو حمید ساعدیؒ کے پاس حاضر تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ فلیح بن سلیمانؒ نے خود حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے سامنے انکشاف کیا

کہ یہ حدیث جو عباس بن سہلؒ سے میں نے سنی تھی وہ مجھے بھول گئی۔ تو اب ان کا استاذ عیسیٰ بن عبد اللہؒ ہے اور وہ عباسؒ سے یہ حدیث نقل کرتا ہے۔ اور درمیان میں حضرت محمد بن عمرو بن عطاءؒ کا واسطہ چھوڑ دیتا ہے۔ امام بیہقیؒ سے منقول ہے کہ یہ سند درست نہیں ہے (بیہقی ج ۲ ص ۱۰۲)۔ لہذا یہ سند بھی اوپر ذکر کردہ سند سے ہی نکلی ہے۔ ابوداؤدؒ میں یہ معلق ہے مگر حضرت امام بخاریؒ نے اس بات کو متصل سند سے روایت کیا ہے: ”اور محمد بن مقاتلؒ نے فرمایا: مجھے عبد اللہ بن مبارکؒ نے خبر دی، انہوں نے فرمایا: مجھے فلیح بن سلیمانؒ نے بتایا کہ یہ حدیث میں نے عباس بن سہلؒ سے خود سنی تھی لیکن مجھے بھول گئی تھی الخ (التاریخ الکبیر للبخاری، المجلد السادس، القسم الثاني ج ۳ ص ۳۹۰)۔

لہذا فلیح بن سلیمانؒ کا اپنے استاذ عیسیٰ بن عبد اللہؒ (مجهول) کو چھپا کر عباس بن سہلؒ سے براہ راست یہ روایت نقل کرنا قطعاً درست نہیں۔

حکیم محمود احمد ظفر حنفی نے اپنی کتاب ”الکتاب المقبول فی صلوٰۃ الرسول ﷺ“ (ص ۳۷۰) میں حسب ذیل نام شمار کرائے ہیں:

- ۱:- حضرت ابوقنادہؒ (وفات ۳۸ھ) ۲:- حضرت ابواسیدؒ (وفات ۳۰ھ)
 - ۳:- حضرت سلمان فارسیؒ (وفات ۳۴ھ) ۴:- حضرت عمار بن یاسرؒ (وفات ۳۷ھ)
 - ۵:- حضرت ابوسعود بدریؒ (وفات ۳۸ھ) ۶:- حضرت محمد بن مسلمہؒ (وفات ۴۱ھ)
 - ۷:- حضرت زید بن ثابتؒ (وفات ۴۵ھ) ۸:- حضرت حسن بن علیؒ (وفات ۴۹ھ)
 - ۹:- حضرت سہل بن سعدؒ (وفات ۸۸ھ) ۱۰:- حضرت ابو حمید ساعدیؒ (وفات ۶۰ھ)
- سیدنا ابو حمید ساعدیؒ سے روایت کرنے والے اور اس واقعہ کو نقل کرنے والے محمد بن عمرو بن عطاءؒ ہیں جن کی ولادت ۴۰ھ میں ہوئی۔ سیدنا ابوقنادہؒ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے سیدنا ابو حمیدؒ سے سنا، یہ کیسے سنا؟ محمد بن عمرو بن عطاءؒ کی ولادت جب ۴۰ھ میں ہوئی تو کم از کم دس برس کی عمر میں انہوں نے اس واقعہ کو سنا یعنی ۵۰ھ میں اور اس وقت سیدنا ابوقنادہؒ کوفوت ہوئے ۱۲ سال ہو چکے تھے۔ ایسا ہی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی اس مجلس میں موجودگی بتائی جاتی ہے۔ وہ بھی سوائے سہل بن سعدؒ کے وفات پا چکے تھے۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ مگر غیر مقلدین کے مذہب کا دار و مدار اسی ضعیف حدیث پر ہے۔ غیر مقلدین کی کتاب نماز نبوی (ص ۱۷۸) میں ہے: ”اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع یدین منسوخ نہیں ہوا“۔ مثل مشہور ہے: ڈوبتے کو تینکے کا سہارا! غیر مقلدین ایسے ہی استدلال سے

صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں!

یہ روایت معلول و مضطرب ہے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ”اس حدیث کو کئی وجہ سے معلول قرار دیا گیا ہے: (۱) عبد الحمید بن جعفر ضعیف ہے۔ (۲) محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث نہ حضرت ابو حمید ساعدیؒ سے سنی، نہ ان دس اصحابؒ میں سے کسی اور سے جن کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ وہ دراصل ایک مجہول راوی سے روایت کرتا ہے جس کا نام بعض روایات میں عباس یا عیاش بن سہل ساعدیؒ آیا ہے۔ (۳) اس حدیث میں حضرت ابو قتادہؓ کی موجودگی بتائی گئی ہے مگر محمد بن عمرو نے حضرت ابو قتادہؓ کو نہیں پایا۔ (۴) اس حدیث کا لفظ: قالوا جمیعاً: صدقت آیا ہے۔ جو صرف ابو عاصم عن عبد الحمیدؒ کی سند میں ہے اور اسے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔

(بذل المجہود ج ۴ ص ۲۹۶، ۲۹۷ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے اور اضطراب موجب ضعف ہے۔

۱:- کسی روایت میں آتا ہے: محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی (ابوداؤد رقم ۷۳۰)۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ”حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے سمعت کے لفظ سے سماع کا اظہار کیا ہے۔ جب ثقہ راوی ایسا کرے تو روایت لائق اعتماد ہے۔ اگر وہ کسی اور روایت میں کسی راوی کا اضافہ کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو صرف اس وقت جائز ہوگا جب کہ راوی کا سماع ثابت ہو امام رجال حضرت شعبیؒ نے سماع کی نفی ہے کیونکہ اس راوی نے حضرت ابو حمیدؒ کو سرے سے دیکھا یا پایا ہی نہیں“ (بذل المجہود ج ۴ ص ۲۹۷ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔

۲:- کسی روایت میں ہے: محمد بن عمرو بن عطاء أحدہنی مالک عن عیاش أو عباس بن سہل الساعدی وکان فی مجلس فیہ أبوہ۔ (طحاوی رقم ۱۵۰۶؛ ابوداؤد رقم ۷۳۳)

۳:- کسی روایت میں آتا ہے: محمد بن عمرو بن عطاء قال حدثنی رجل أنه وجد عشرة من أصحاب النبی ﷺ (طحاوی رقم ۱۵۰۵)۔

۴:- کسی روایت میں توڑک کا اثبات ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۰) اور کسی روایت میں توڑک کی نفی ہے (طحاوی رقم ۱۵۰۶؛ ابوداؤد رقم ۷۳۳)۔

(دیکھیے: طحاوی ج ۱ ص ۲۹۴ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹، رقم الحدیث، ۱۵۰۵ تا ۱۵۰۹؛ بذل المجہود ج ۴ ص ۲۶۷ تا ۲۶۸، ۲۹۴ تا ۲۹۷؛ خزائن السنن ج ۲ ص ۱۰۴؛ قرۃ العینین از ریحان جاوید ص ۹۸ تا ۱۲۸؛ نور الصباح ج ۱ ص ۲۰۳ تا ۲۱۰؛ ج ۲ ص ۱۴۰ تا ۱۶۴)۔

حدیث میں انا اعلیٰکم والی بات درست نظر نہیں آتی

حضرت ابو حمید ساعدیؓ کا یہ کہنا: ”میں تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جانتا ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواباً یہ کہنا کہ تم نہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہو۔ اور نہ ہم سے پہلے مسلمان ہوئے ہو“۔ یہ بات درست نظر نہیں آتی، کیونکہ ابو حمید ساعدیؓ کی اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان دس میں حضرات ابواسید ساعدیؓ، محمد بن مسلمہؓ، ابو ہریرہؓ اور سہل بن سعد ساعدیؓ بھی تھے (ابوداؤد وغیرہ)۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ جنگ احد اور اس کے بعد دوسری اسلامی جنگوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کھڑے میں اسلام لائے۔ سہل بن سعد ساعدیؓ کسی جنگ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ تھے۔ کیونکہ یہ صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔ لہذا حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سہلؓ کس طرح حضرت ابو حمیدؓ سے کہہ سکتے ہیں: ”کہ تم نہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہو۔ اور نہ ہم سے پہلے مسلمان ہوئے ہو“۔ معلوم ہوتا ہے کہ راوی حدیث عبد الحمید بن جعفر کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے یہ جھوٹی بات اس روایت میں آگئی ہے ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب عدول اور سچے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے ہونے کی گواہی خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ لہذا یہ روایت قطعاً غلط ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۵۴، ۱۵۵)۔

حدیث میں انا اعلیٰکم فرمایا۔ انا اعلیٰکم نہیں فرمایا

ایک مجلس جس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم اور کئی تابعینؓ موجود ہیں۔ حضرت ابو حمید الساعدیؓ ایک دعویٰ کرتے ہیں: ”اَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ“ یعنی عملی طور پر اگرچہ میری اور آپ ﷺ کی نماز میں کوئی فرق نہیں، لیکن علمی طور پر مجھے بعض مسائل کی تم سے زیادہ واقفیت ہے، جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے۔ ان لوگوں نے کہا: ”فرمائیے! وہ کون سا مسئلہ ہے؟“ تو آپؐ نے رکوع کی رفع یدین اور تیسری رکعت کی رفع یدین کا مسئلہ بتایا۔ تو سب نے کہا: ”واقعی آپؐ نے سچ فرمایا کہ یہ مسئلہ صرف آپؐ کے ہی علم میں تھا“۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو صحابہ رضی اللہ عنہم میں رفع الیدین رکوع کے وقت اور تیسری رکعت کے شروع والی رفع یدین ایسی متروک تھی کہ اس پر عمل تو کیا،

اتنی بڑی مجلس جس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، ان کو اس مسئلے کا علم بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”یہ مسئلہ نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا، نہ اس پر کسی کو عمل کرتے دیکھا“۔ اب حدیث کا خلاصہ یہی نکلا کہ کسی زمانہ میں یہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ نے کی تھی مگر پھر ایسی متروک ہوئی کہ بعض متأخر الاسلام صحابہ کو اس کا علم تک نہ تھا (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۲۹۷)۔

لفظ رفع ید یہ شاذ ہے

امام احمد، ترمذی، ابن حبان، ابن ماجہ اور نسائی نے لفظ ”رفع ید یہ“ روایت کیا ہے نہ کہ ”یرفع ید یہ“۔ یہ لفظ شاذ ہے۔ صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے نہ کہ ہمیشہ رفع یدین کرنے کا (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۵۱۷)۔

حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب

جناب سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

”جناب رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو پھر بھی ایسا ہی کرتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پھر بھی ایسا ہی کرتے۔ اور دونوں سجدوں سے جب اٹھتے تو پھر بھی ایسا ہی کرتے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۳ رقم ۷۱۹؛ ابن ماجہ ص ۶۲؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹؛ ابن خزیمہ رقم ۵۸۴)۔

جواب:- یہ روایت ضعیف اور شاذ ہے جو لائق استدلال نہیں ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے

اس حدیث کی سند میں ایک ضعیف راوی عبد الرحمن بن ابی الزناد ہے۔ جو کہ خطا کار، مضطرب الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے۔ اس روایت میں رفع یدین کا ذکر کرنے میں منفرد ہے۔ جمہور محدثین کے ہاں یہ راوی ضعیف ہے۔

۱۔ حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں: ”عبد الرحمن بن ابی الزناد وہو ضعیف“ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۸، ۱۳۱، ۵۲، ۹۳، ۱۱۵، ج ۳ ص ۳۹، ج ۴ ص ۵ طبع ہند)

۲۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: ضعیف (ضعفاء صغیر ص ۷۷؛ ضعفاء و متروکین ص ۲۰۷)۔

۳۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ضَعَفَہ النسائی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)

۴۔ امام بیہقیؒ بن معینؒ فرماتے ہیں: ضعیف لیس بشیء لا یحتج بہ

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)

- ۵۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: مضطرب الحديث ضعيف (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)
- ۶۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں: ضعيف لا يحتج به ليس بشيء (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)
- ۷۔ اس راوی پر امام مالکؒ نے اپنے والد سے کتاب السبعة الفقهاء روایت کرنے پر تنقید کی ہے۔ اور اسے ضعیف بھی کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۲ مترجم)۔
- ۸۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”زیادہ قوی نہیں ہے“ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۲ مترجم)۔
- ۹۔ امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: ”کان عند أصحابنا ضعيفاً“ (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۶۰)۔ ہمارے حضرات محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔

۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن مہدیؒ بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۸) بلکہ حضرت عبدالرحمن بن مہدیؒ نے اس کی تمام حدیثوں پر قلم پھیر دیا تھا یعنی وہ سب کی سب غلط ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۲۹؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۷۲)۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ راوی ناقابل احتجاج، مجروح اور مضطرب الحدیث ہے۔

اصل حدیث میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں

اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ ایک راوی واقع ہے اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس روایت میں رفع یدین کا ذکر آگیا ہے ورنہ اصل حدیث میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند یہ ہے۔

الحسن بن علی حدثنا سليمان بن داود الهاشمي حدثنا عبد الرحمن بن أبي الزناد عن

موسى بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبد الرحمن بن الأعرج عن عبيد الله بن أبي

رافع عن علي بن أبي طالب عن رسول الله ﷺ (ابوداؤد)

عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کا شاگرد سلیمان بن داؤد البہاشمیؒ ہے۔ ابن ماجہ، مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں یہی شاگرد راوی ہے۔ البتہ ابن خزیمہ اور دارقطنی کی ایک روایت کے مطابق اس روایت کو عبد الرحمن بن ابی الزنادؒ سے روایت کرنے والا ایک اور شاگرد عبد اللہ بن وہب بھی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی الزناد القرشی المدنیؒ ہے یعنی مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے۔ علی بن المدینیؒ ”استاذ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”اس ابن ابی الزنادؒ نے جو روایت مدینہ منورہ میں بیان کی ہے۔ پس وہ صحیح ہے اور جو بغداد میں بیان کی ہے۔ اس کو بغداد والوں نے خراب کر دیا ہے“ (تحفة الاحوذی

ج ۱ ص ۱۰۰)۔

یعنی جب مدینہ منورہ میں رہتا تھا اس کا حافظہ اچھا تھا۔ حدیث صحیح بیان کرتا تھا۔ جب بغداد آیا تو حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ حدیث میں گڑبڑ کرتا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ”صَدُوْقُ، تَغَيَّرَ حِفْظُهُ لَمَّا قَدِمَ الْبَغْدَادَ“ (تقریب) سچا راوی ہے۔ لیکن جب بغداد آیا تو حافظہ متغیر و تبدیل ہو چکا تھا۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: ”امام سبکی بن معینؒ فرماتے ہیں کہ اس راوی نے جو روایت مدینہ منورہ میں بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔ تہذیب الکمال میں ہے جو اس راوی نے بغداد اور عراق میں روایت بیان کی ہے وہ مضطرب ہے“ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۵۰)۔ اس عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کا شاگرد سلیمان بن داؤد الہاشمیؒ یہ بغدادی ہے۔ دوسرا شاگرد عبداللہ بن وہبؒ وہ مصری ہے۔ مدنی راوی کوئی بھی روایت کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا محدثین کرام کے اس اصول کے مطابق اس کی حدیث یقیناً مضطرب اور ضعیف ہے جو ہرگز پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس کا تیسرا شاگرد اسماعیل بن ابی یونسؒ ہے (جزء رفع یدین رقم ۱) یہ مجہول ہے۔

ابن جریرؒ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں

اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کا استاذ موسیٰ بن عقبہؒ ہے۔ محدث ابن عدیؒ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اور یہ حدیث موسیٰ بن عقبہؒ سے عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کے سوا معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بھی اس کو روایت کرتا ہو۔ اس حدیث کے علاوہ بھی موسیٰ بن عقبہؒ سے عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کی حدیثوں کا یہی حال ہے۔ اور یہ روایت بھی موسیٰ بن عقبہؒ عن ابی الزبیر عن جابر سے مروی ہے۔ موسیٰؒ سے عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا۔ عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کی دیگر روایات بھی مذکورہ روایات کے علاوہ موجود ہیں۔ ان میں بھی بعض ایسی ہیں جن میں یہ متفرد ہے۔ اور کوئی دوسرا اس کی اس پر موافقت نہیں کرتا۔ یہ ان راویوں میں سے ہے کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے“ (کامل ابن عدی ج ۴ ص ۱۵۸)۔

محدث ابن عدیؒ نے بڑے پتہ کی بات بتائی ہے کہ موسیٰ بن عقبہؒ کی روایت میں یہ اکیلا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا اس کے موافق موسیٰؒ سے روایت نہیں کرتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے یہ عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ کی غلطی ہے۔ اسی طرح یہ رفع یدین والی روایت بھی عبدالرحمن بن ابی الزنادؒ اپنے استاذ موسیٰ بن عقبہؒ سے روایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اس کو روایت نہیں کرتا۔

حضرت ابن جریرؒ نے بھی اپنے استاذ موسیٰ بن عقبہؒ سے یہ روایت ذکر کی ہے لیکن اس میں

رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کی سند یوں ہے۔ ابن جریج أخبرنی موسیٰ بن عقبہ عن عبد اللہ بن الفضل عن عبد الرحمن الاعرج عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب أن رسول اللہ ﷺ الحدیث (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۷)

اس سند والی روایت کے متعلق مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں: ”اس حدیث کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں اور اس سند میں الحجاج الاعور ہے جو ثقہ ہے۔“ (التعلیق المغنی ج ۱ ص ۲۹۷) اسی طرح موسیٰ بن عقبہ کے علاوہ دوسرے راوی بھی یہ روایت کرتے ہیں، لیکن رفع یدین کا اس روایت میں نام و نشان تک نہیں ملتا (مسلم ج ۱ ص ۲۶۳؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۷)۔ امام ابوداؤد کی سند یہ ہے: حدثنا عبید اللہ بن معاذ ناأبی ناعبد العزیز بن أبی سلمة عن عمہ الماجشون بن أبی سلمة عن عبد الرحمن الاعرج عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الى الصلوة کبر ثم قال: وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض الخ الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۷ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان)۔

اس روایت میں بھی رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ اس روایت میں عبد الرحمن بن ابی زناد نہیں ہے۔ ثقہ راویوں نے حضرت علیؑ کی حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لہذا حضرت علیؑ کی طرف اس روایت کی نسبت درست نہ رہی ہے جبکہ حضرت علیؑ سے ترک رفع یدین کرنا صحیح سند سے ثابت ہے اور آپؐ کے شاگرد بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

حضرت علیؑ کی باقی روایات میں رفع یدین کا ذکر نہیں

حضرت علیؑ سے کئی روایات اس سلسلے میں مروی ہیں۔ ان میں سے سات سندوں کی تفصیل ۸.۱ میں ہے۔ جب اتنی سندوں کے خلاف صرف ایک سند میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے تو امام بخاری کے اصول پر تو اس کی سند صحیح بھی ہوتی تب بھی رفع یدین کا ثبوت نہ ہو سکتا۔ جیسا کہ انہوں نے ایک جگہ پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کا جواب صرف یہ دیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی تطبیق والی حدیث میں ”لم یعد“ نہیں اس لیے دوسری میں ثابت نہیں۔ جبکہ اس کی سند بھی ضعیف ہو اور خود امام بخاری کو اس کا اقرار بھی ہو۔

(جزء رفع الیدین للبخاری ترجمہ و تشریح از محمد امین اداکاری ص ۲۴۳)

امام بخاری نے اس کو صحیح بخاری میں روایت نہیں کیا

اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو امام بخاریؒ اس کو اپنی جامع صحیح بخاری میں نقل فرماتے۔ ان کا اس

روایت کو نقل نہ فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی۔

مثلیت صرف تکبیر میں ہے

اس حدیث میں رکوع وغیرہ کے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ فعل مثل ذلک سے رفع یدین کا ثبوت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ مثلیت صرف تکبیر میں ہے۔ چنانچہ افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت تکبیر اور رفع یدین کا ذکر ہے۔ تو یہ مشابہت بھی صرف تکبیر میں ہے۔ اس لیے کہ مشابہت تمام اجزاء میں ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ سے باقی تمام روایات میں صرف تکبیرات کا ذکر ہی ملتا ہے۔

اس روایت میں دوام کا ذکر نہیں

پھر اس حدیث میں نہ سنت مؤکدہ کا لفظ، نہ سنت غیر مؤکدہ کا، نہ ہمیشہ کا لفظ۔

یہ حدیث حضرت علیؓ کے عمل کے خلاف ہے

پھر اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اس سے ایک آدھ بار جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا۔ ساری عمر کرتے رہے یا چھوڑ دی۔ اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔ ہاں قیاس یہ کہتا ہے کہ رفع یدین کی تو کرتے رہے ہوں گے۔ اسی قیاس پر غیر مقلدین کا مذہب قائم ہے، مگر غیر مقلدین کا یہ قیاس حدیث کے خلاف ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا يحيى بن يحيى وخلف بن هشام جميعاً عن حماد قال: يحيى انا حماد بن زيد عن غيلان بن جريز عن مطرف بن عبد الله قال: صليتُ أنا وعمران بن حصين مع خلف بن أبي طالب، فكان اذا سجد كَبَّرُوا اذا رفع رأسه كَبَّرُوا اذا نهض من الركعتين كَبَّرَ. فلما انصرفنا من الصلوة قال: أخذ عمران بن حصين بيدي. ثم قال: لقد صلى بنا هذا صلوة محمد ﷺ، أو قال قد ذُكِّرَني هذا صلوة محمد ﷺ.

(مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ طبع قدیمی سبغانہ، کراچی)

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی۔ جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ”انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔“

حضرت عمران بن حصینؓ نے جو حضرت علیؓ کی نماز کو حضور ﷺ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس میں تکبیرات کا تو ذکر ہے مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔

محدث بے مثال، فقیہ، مجتہد حضرت امام محمد بن حسنؒ شیبانی فرماتے ہیں:

”جاء الثبت عن علي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود أنهما كانا لا يرفعان في شئ من ذلك إلا في تكبيرة الافتتاح“ (كتاب الحج ج ۱ ص ۹۲ طبع دار المعارف)۔

”حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بڑے مضبوط طریقے سے ثابت ہے کہ وہ سوائے تکبیر افتتاح کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

امام طحاویؒ کا طرز استدلال

امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

۱۔ رفع یدین والی حضرت علیؓ کی حدیث میں رفع یدین کا ذکر عبد الرحمن بن ابی الزناد کی خطا ہے۔
۲۔ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ ایک سنت کو وہ خود ہی روایت بھی کریں اور پھر خود خلاف سنت نماز بھی پڑھیں۔ ایک دفعہ بھی وہ ایک نماز بھی سنت کے مطابق نہ پڑھیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ رفع یدین کی حدیث حضرت علیؓ کے نزدیک منسوخ تھی۔ اسی طرح خود حضرت علیؓ اور آپؐ کے ہزاروں ساتھی اور شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۹۲ طبع بیروت)

یہ حدیث غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے

یہ حدیث غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اس میں دو سجدوں سے کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے جس کے غیر مقلدین خود منکر ہیں۔ جب یہ روایت خود ان کے اپنے عمل کے خلاف ہے تو اس کو پیش کر کے لوگوں سے دھوکہ دہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ غیر مقلدین کو چاہیے کہ پہلے اس پر خود عمل کریں اور ہر دو رکعت میں دو سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین شروع کر دیں۔ مگر وہ تو ان واضح الفاظ کی غلط تاویل کریں گے اور مسجد تین کور کعتین بنانے کی کوشش کریں گے مگر لا حاصل!

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور اس کا جواب

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ”میں آپ کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ تو

آپؐ نے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ پھر رفع یدین کیا۔ پھر فرمایا: اسی طرح کیا کرو۔ اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ رقم ۱۱۱۱)

جواب:-

مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف

اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں بہت اختلاف ہے۔

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اس کو حماد بن سلمہ سے موقوف بیان کرتے ہیں (بیہقی)۔ جبکہ نصر بن شمسؒ اور زید بن الحبابؒ اس کو حمادؒ سے مرفوع بیان کرتے ہیں (دارقطنی)۔
- ۲۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ غیر مقلد مٹلی میں اس کو موقوف بیان کرتے ہیں (نیل الفرقین ص ۵۱)
- ۳۔ علامہ انور شاہ فرماتے ہیں: ”والصواب أنه موقوف“۔ (نیل الفرقین ص ۷۸)

یہ روایت ضعیف ہے

- ۱۔ دج بن احمد شیخ دارقطنی اس روایت کی سند میں ہیں۔ یہ راوی اگرچہ ثقہ ہیں مگر اس راوی پر کذاب اور وضاع قسم کے راویوں نے موضوع (جعلی) روایات داخل کر کے اس کی حدیثوں میں ملا دی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ دج راوی قابل اعتماد نہ رہا۔ (دیکھیے میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۲۰، ۱۲۴)۔
- ۲۔ اس روایت کا دوسرا راوی اسحاق بن راہویہؒ ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کی وفات ۲۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور اپنی وفات سے پانچ ماہ پہلے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے ان ایام میں اسحاق بن راہویہؒ سے سنا تھا اور اس کی حدیث کو پھینک دیا تھا (تہذیب ج ۱ ص ۲۱۸)۔

- ۳۔ اب اس کا شاگرد اس روایت میں ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن شیرویہؒ (المتوفی ۳۰۵ھ) ہے (شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۴۶)۔ جو بالکل متاخرین شاگردوں میں ہے۔ اس کی روایت محدثین کے اصول کے مطابق درست نہیں ہے۔

- ۴۔ اس کی سند میں حماد بن سلمہؒ ہیں۔ جن کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ چنانچہ خود غیر مقلدین کے بڑے عالم مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں: اس اثر کی سند میں حماد بن سلمہؒ واقع ہیں اور آخر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں: تغیر حفظہ باخبرہ انتہی (تحقیق الکلام ج ۱ ص ۱۰۳)۔ حماد بن سلمہؒ کی وفات ۱۶۷ھ میں ہوئی

ہے۔ اور اس روایت کو ان سے روایت کرنے والا شاگرد نضر بن شمیل ہے جس کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی ہے جو کہ متأخر سماع والا ہے۔ اور نضر بن شمیل نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے ان کے حافظہ کے خراب ہونے کے بعد سنی ہے۔ لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں حماد بن سلمہ کی ایک روایت کے بارے میں امام ابوداؤد سے تضعیف نقل کرتے ہیں اور علامہ امیریمائی غیر مقلد اس کی شرح میں بہت سے محدثین سے حماد بن سلمہ کی روایت کے غیر محفوظ اور خطا ہونے کا فتوے نقل کرتے ہیں (سبل السلام ج ۱ ص ۷۷ باب الاذان حدیث ۱۵)۔ قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں: حماد بن سلمہ کے ادہام ہیں یعنی غلطیاں ہیں (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۴)۔

صحیح حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی صحیح حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد رکوع کیا اتنی دیر بعد سر اٹھانا تا کہ جتنی دیر امام رکوع میں رہے تم بھی اتنی دیر رکوع میں رہو)۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو تم ”اللهم ربنا لک الحمد“ کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کرے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ اس لئے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد تم نے سجدہ کیا، اتنی دیر بعد سر اٹھاؤ تا کہ جتنی دیر امام سجدے میں رہے تم بھی اتنی دیر سجدے میں رہو)“ (صحیح مسلم رقم ۹۰۳)۔

اس نماز باجماعت کے طریقہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے نماز کے طریقہ کی تعلیم

دی۔ آپؐ نے تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپؐ نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا، مگر رفع یدین کی تعلیم بالکل نہ فرمائی۔

۲۔ عن الأسود قال: قال أبو موسى قال: "لقد ذكرنا علي بن أبي طالب رضي الله عنه صلوة كنا نصليها مع رسول الله ﷺ، أما نسيناها أما تر كناها عمداً، يكبر كلباركع وكلباركع وكلما سجد۔" (مسند احمد رقم ۱۹۰۰۰)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ جب بھی رکوع کرتے، جب بھی سر اٹھاتے اور جب بھی سجدہ کرتے تو وہ تکبیر کہتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے تکبیر کا تو ذکر کیا مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

۳۔ عن أبي موسى الأشعري قال: "لقد صلى بنا علي بن أبي طالب رضي الله عنه صلوة ذكرنا بها صلوة كنا نصليها مع رسول الله ﷺ، فأما أن تكون نسيناها وأما أن نكون تركناها عمداً، يكبر في كل رفع ووضع وقيام وقعود۔" (مسند احمد رقم ۱۹۲۲۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے نماز پڑھائی۔ جس سے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ ہر اونچ نیچ، قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے۔

یہ روایت مرجوح ہے

اگر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔ فرماتے تھے: جب تک وہ زبردست عالم تم میں زندہ رہیں۔ مجھ سے مسائل پوچھا ہی نہ کرو (بخاری ج ۲ ص ۹۹)۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ اور اس کا جواب

حضرت ابو ہریرہؓ سے تین روایات مروی ہیں:

اول:- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو کندھوں کے برابر آپ رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع کرتے اور

جب سجدہ کرتے (ابن ماجہ ص ۶۲)۔

جواب: ابن ماجہ کی حدیث ضعیف ہے

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے جو کہ ضعیف ہے اور اس کی روایت غیر شامیین سے تو باتفاق محدثین کرام رحمہ اللہ مردود ہے

(نودی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸؛ ترمذی ج ۱ ص ۱۹، ۱۴۰، ج ۲ ص ۳۴، ۱۰۹؛ طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱؛ محلی ج ۱ ص ۲۵۷)۔

اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت بھی غیر شامیین سے ہے جو باتفاق محدثین کرام رحمہ اللہ ناقابل قبول ہے۔

دوم: حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک دوسری حدیث ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۰۸) میں رفع یدین کے باب میں آتی ہے۔

سوم: تیسری روایت صحیح ابن خزیمہ کی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہہ کر پھر رفع

یدین کندھوں تک کرتے۔ اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی

اسی طرح کرتے۔ اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔ جب دو رکعتوں پر کھڑے

ہوتے تو بھی اسی طرح کرتے (ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۱، ۳۴۲، ۶۹۳، ۶۹۵)۔

ابن خزیمہ کی روایت کے معنی میں حافظ زبیر علی زئی کی تحریف

تنبیہ: اس روایت میں ”واذا رکع فعل مثل ذلک واذا سجد فعل مثل ذلک“ کے الفاظ ہیں: اور

جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے۔

جس کا معنی حافظ زبیر علی زئی نے یوں کیا ہے: جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور

جب (رکوع سے کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے۔

جناب زبیر صاحب نے کیسی تحریف کی ہے! اذا سجد کا معنی رکوع سے کھڑے ہونے کا کر رہے

ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی عقل ہے!

جواب: مثلیت تکبیر کہنے میں ہے نہ کہ رفع یدین میں

اس روایت میں ”واذا رکع فعل مثل ذلک واذا سجد فعل مثل ذلک“ کے الفاظ ہیں: ”اور

جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے“ یہ مثلیت تکبیر

کہنے میں ہے نہ کہ رفع یدین میں۔

ابوداؤد اور ابن خزیمہ کی روایات ضعیف ہیں

یہ روایات ضعیف ہیں۔ اول: ان کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب غافقی ابو عباس مصری ہے۔ اگرچہ صحیحین میں اس سے احتجاج کیا گیا ہے مگر پھر بھی اس پر ائمہ نے جرح کی ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: اس کا حافظہ خراب ہے اور وہ خطا کرتا ہے۔

۲۔ محدث امام اسماعیلیؒ فرماتے ہیں: اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔

۳۔ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں: وہ منکر الحدیث ہے۔

۴۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: اس کی بعض حدیثوں میں اضطراب ہے۔

۵۔ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: وہ ضعیف ہے (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۸۶، ۱۸۷)۔

۶۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: اس میں کوئی خرابی ہے جیسا کہ امام احمد نے اس کے بارے کہا ہے کہ وہ خراب حافظہ والا ہے (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۹)۔

۷۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: سچا ہے۔ لیکن اکثر اوقات خطا کی ہے (تقریب ص ۲۷۴)۔

اگر ہم اس کو حسن درجہ کاراوی بھی مان لیں تب بھی رفع یدین اس کی خطا کا نتیجہ ہے۔

ثانی: اس کی سند میں دوسرا راوی ابن جریجؒ ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے۔ یہ روایت اس نے عنعنہ سے روایت کی ہے۔ ایسے راوی کی روایت باتفاق محدثین کرام رحمہم اللہ حجت نہیں ہوتی۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:

”ابن جریجؒ کی تدلیس سے بچ، کیونکہ وہ بری تدلیس والا ہے۔ وہ تدلیس نہیں کرتا مگر اس راوی سے جو کہ مجروح ہوتا ہے“ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۰۵)

امام یحییٰ بن معینؒ ابن جریج کے متعلق فرماتے ہیں: ”لیس بشئ فی الزہری“ (تہذیب ج ۶ ص ۴۰۴)۔ ابن جریج امام زہری سے روایت کرنے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ روایت بھی ابن جریج کی امام زہری کے طریق سے ہے۔ لہذا کسی کے رجالہ رجال الصحیح کہنے سے حدیث صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ سوء حفظ، تدلیس وغیرہ عیوب صحت حدیث کے منافی ہیں اور روایت بھی غیر صحیحین کی ہے۔

ثالث: حافظ زبیر صاحب خود ہی فرماتے ہیں:

تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے سابقہ روایتوں کے شاہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے (نور العینین ص ۱۱۸)۔

نیز فرماتے ہیں: ولہ شاهد عند الدارقطنی فی العلل کہا فی التلخیص الحبیہ ۲۱۴ و رجالہ

ثقات (نور العینین ص ۱۱۸)۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

”عن أبي سلمة عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه في كل خفض ورفع ويقول أنا أشبهكم صلاةً برسول الله ﷺ“ (كتاب العلل ج ۴ ص ۱۰۶)۔

حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بہت زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں تم سے نبی کریم ﷺ کی نماز کے ساتھ۔

پھر جناب زبیر علی زئی فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تلخیص الحیر میں رجالہ ثقات نہیں کہا۔ جب حافظ زبیر صاحب کے سامنے دارقطنی کی کتاب العلل کے راوی مذکور نہیں تو رجماً بالغیب کیسے کہہ دیا کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں؟ لاحول ولا قوة الا باللہ!

(نور الصباح ج ۲ ص ۲۶۸)

امام دارقطنی فرماتے ہیں: ”عمر بن علی کی متابعت رفع یدین پر کسی نے نہیں کی۔ دوسرے راوی تکبیر کے لفظ سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اور یہی صحیح روایت ہے“

(نصب الراية ج ۱ ص ۴۱۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح روایات میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے

اگر بالفرض یہ حدیثیں صحیح بھی ہوتیں تو ان میں ایک آدھ بار رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔ وہ رفع یدین باقی رہی یا نہ رہی۔ اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح روایات مرفوعاً و موقوفاً میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے

(بخاری رقم ۸۰۳؛ مسند احمد رقم ۸۲۷۳؛ مؤطا محمد رقم ۱۰۳؛ مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۳؛ بخاری رقم الحدیث ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳؛ مسلم رقم الحدیث ۸۶۷؛ ابو داؤد رقم ۸۳۶؛ ترمذی رقم ۳۵۴ مختصراً؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ مسند احمد رقم الحدیث ۷۲۱۹؛ دارمی رقم ۱۲۴۸؛ مصنف عبدالرزاق رقم ۲۴۹۲، ۲۴۹۳؛ مؤطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لابی یوسف رقم ۱۰۸)۔

حدیث حضرت ابو بکر صدیقؓ اور اس کا جواب

حضرت عطاء بن ابی رباحؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا: میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز

شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۳)۔

جواب:- یہ حدیث غیر ثابت ہے۔

یہ حدیث منقطع ہے

یہ حدیث منقطع ہے۔ کیونکہ الفاظ اس طرح ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار الزاهد أملأ من

اصل كتابه قال قال أبو اسمعيل محمد بن اسمعيل السلمي الخ۔

محمد بن عبد الله الصفار الزاهد نے اپنی کتاب سے یہ حدیث لکھوائی اور کہا کہ محمد بن اسماعیل سلمیٰ نے کہا ہے الخ۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہوں نے سلمیٰ سے خود نہیں سنی بلکہ ان کی کتاب سے نقل کی ہے۔ لہذا جو شخص اتصال کا دعویٰ کرتا ہے وہ بیان کرے۔

یہ حدیث ضعیف ہے

۱۔ اس کی سند کے پہلے راوی امام حاکم ہیں وہ سخت قسم کے شیعہ ہیں۔ محدثین کا اصول یہ ہے کہ شیعہ یابدعتی کی وہ روایت جو ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہ مردود ہوتی ہے۔

☆ چنانچہ خطیب بغدادیؒ سے منقول ہے: ”ابو عبد اللہ حاکم قابل اعتماد ہیں۔ تشیع کی طرف مائل تھے“ (تذکرۃ الحفاظ: تیرھواں طبقہ)۔

☆ ابو اسماعیل انصاریؒ سے منقول ہے کہ حدیث میں ثقہ اور لائق اعتماد ہیں۔ لیکن خبیث قسم کے رافضی ہیں۔ ابن طاہر کہتے ہیں کہ باطن میں متعصب شیعہ ہیں (تذکرۃ الحفاظ مترجم: تیرھواں طبقہ)۔

☆ علامہ محمد بن ابراہیم الوزیر (المتوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں: ”محدثین حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حاکمؒ ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں“ (الروض الباسم ج ۱ ص ۱۲۲)

☆ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”امام حاکمؒ مشہور شیعہ ہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلاف کچھ نہیں کہتے“ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۰۸)۔

☆ محدث ابن طاہرؒ کہتے ہیں: ”میں نے ابو اسماعیل عبد اللہ انصاریؒ سے امام حاکمؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حدیث میں امام ہیں لیکن خبیث قسم کے رافضی ہیں“ (میزان الاعتدال

ج ۳ ص ۶۰۸؛ سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۷۴)

☆ شذرات الذہب میں ابن ناصر الدینؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: ”اس میں شیعیت تھی اور سخت قسم کی ضعیف روایات کو صحیح کہہ دیتے تھے“ (شذرات الذہب ج ۳ ص ۱۷۷)۔
۲۔ دوسرا راوی الصفار کا سماع اس کے استاد السلمی سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ حدیث منقطع ہے۔ کیونکہ الفاظ اس طرح ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار الزاهد أمداء من أصل كتابه قال قال أبو اسمعيل محمد بن اسمعيل السلمي الخ۔

محمد بن عبد الله الصفار الزاهدؒ نے اپنی کتاب سے یہ حدیث لکھوائی اور کہا کہ محمد بن اسماعیل سلمیٰ نے کہا ہے۔ الخ۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہوں نے سلمیٰ سے خود نہیں سنی بلکہ ان کی کتاب سے نقل کی ہے۔ لہذا جو شخص اتصال کا دعویٰ کرتا ہے وہ بیان کرے۔ اس کے علاوہ اس کے اساتذہ میں ابو اسماعیل السلمی کا ذکر اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ معلوم ہوا یہ روایت انہوں نے خود نہیں سنی بلکہ کسی واسطہ سے ان تک پہنچی ہے۔ علاوہ ازیں علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں: ”فذهب علمہ بدعاء الشيخ عليه: اس راوی پر اپنے شیخ نے بدعہ کی جس کی وجہ سے اس کا علم ضائع ہو گیا“ (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۶۷)۔

پس معلوم ہوا کہ ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور نسیان کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ لہذا یہ روایت بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

۳۔ پھر یہ سلمیٰ (محمد بن اسماعیل ابو اسماعیل السلمی) خود متکلم فیہ راوی ہے۔ بعض محدثین کرام رحمہ اللہ نے اس پر کلام کیا ہے۔

۴۔ یہ سلمیٰ صاحب، جن کی وفات ۲۸۰ھ میں ہے، فرماتے ہیں: میں نے ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (جس کا لقب عارم ہے) کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین رکوع والی کی۔ میں نے اس سے پوچھا: ”ما هذا؟“ یہ کیا ہے؟ یعنی سلمیٰ جو بغداد کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں نہ بغداد میں، نہ مکہ میں، نہ مدینہ میں، کبھی کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اور اس کی ساری نماز میں یہ رکوع والی رفع یدین ہی نئی چیز نظر آئی۔ اس لیے اس نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ یہ صاحب جس نے رفع یدین کی تھی۔ اس کے بارے میں محدثین کرام فرماتے ہیں:

☆ محدث ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ ابو حاتمؒ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے: عارم آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور عقل بھی زائل ہو گئی تھی۔ پس جس راوی نے اختلاط سے

پہلے سنا ہے۔ اس کا سماع صحیح ہے۔ میں نے ان سے اختلاط سے پہلے ۲۱۴ھ میں سنا تھا (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۰۳)۔

☆ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: عارم نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ اس کی عقل زائل ہو چکی تھی (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۰۴)۔

☆ امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ عارم آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو چکا تھا۔ حافظہ بھی متغیر ہو چکا تھا حتیٰ کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا بیان کر رہا ہے۔ پس اس کی حدیث میں منکر (اوپری) چیزیں واقع ہو گئیں۔ پس بچنا واجب ہے اس روایت سے جس کو متأخرین نے اس سے روایت کیا ہو۔ اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو اس کی سب روایات کو چھوڑ دیا جائے گا اور اس سے حجت نہ پکڑی جائے گی (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۰۴)۔

☆ علامہ ناصر الدین البانی ”غیر مقلد ایک روایت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک اس حدیث کی صحت میں نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں عارم ابو النعمان جس کا نام محمد بن فضل عارم واقع ہے جو آخری عمر میں خراب حافظہ والا ہو گیا تھا بلکہ حدیث اس پر رل مل گئی تھی (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج ۲ ص ۲۶۵)۔

☆ نیز علامہ ناصر الدین البانی ”غیر مقلد ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”میں کہتا ہوں: یہ سند میرے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ ابو النعمان کا نام محمد بن فضل سدوسی ہے اس کا لقب عارم ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ تھا لیکن آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ بات محدثین کرام رحمہ اللہ کی ایک جماعت نے کہی ہے۔ ان میں امام ابو داؤد، امام نسائی، دارقطنی وغیرہ ہیں۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ آخری عمر میں اس کی عقل بھی زائل ہو گئی تھی جس نے اختلاط سے پہلے سنا تھا۔ اس کا سماع صحیح ہے“ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج ۳ ص ۲۷۰، ۲۷۱)۔

☆ ابو اسماعیل السلمی (المتوفی ۲۸۰ھ) ابو النعمان السدوسی (المتوفی ۲۲۳ھ) کے قدیم شاگردوں میں سے نہیں ہیں۔ درمیان میں ساٹھ سال کا فاصلہ ہے۔ لہذا ابو اسماعیل السلمی (المتوفی ۲۸۰ھ) نے ابو النعمان السدوسی (المتوفی ۲۲۳ھ) سے حالت اختلاط میں سنا ہے ۲۲۰ھ سے پہلے سننے والا قدیم السماع ہے۔ اس لیے حافظ ابن حجر نے ابو النعمان السدوسی (المتوفی ۲۲۳ھ) کو ثقہ ثبت، تغیر فی آخر عمرہ من صغار التاسعة (تقریب ص ۳۱۵)۔ ثقہ ہے ثبت ہے آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گیا تھا۔ نویں درجے صغار میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اور محمد بن اسماعیل کو گیارہویں درجے میں شمار کیا ہے (تقریب ص ۲۹۰)۔ محدثین کرام کے ہاں حالت اختلاط میں سنی ہوئی

روایت قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

الغرض اس تیسری صدی کے شروع میں ساری دنیا میں یہی ایک آدمی رفعِ یدین کرنے والا تھا۔ جس کا دماغ چل گیا تھا۔

۵۔ ابوالنعمان السدوسی (المتوفی ۲۲۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس نے رکوع والی رفعِ یدین کی۔ تو میں نے اس سے پوچھا: تو نے یہ کیا کیا؟ گویا اسے بھی ساری زندگی میں ایک ہی آدمی رفعِ یدین کرنے والا ملا۔ حماد بن زید کا وصال ۱۷۹ھ میں بصرہ میں ہوا۔ گویا دوسری صدی کے نصف آخر میں ساری دنیا میں صرف بصرہ میں ایک آدمی رفعِ یدین کرنے والا تھا۔

۶۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایوب سختیائی (المتوفی ۱۳۱ھ) کو رکوع کی رفعِ یدین کرتے دیکھا اور میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی کے نصف اول میں ساری دنیا میں صرف بصرہ میں ہی ایک شخص رفعِ یدین کرنے والا تھا۔

۷۔ ایوب سختیائی (المتوفی ۱۳۱ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء کو رکوع کی رفعِ یدین کرتے دیکھا اور میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی کے ربع اول میں ساری دنیا میں صرف ایک حضرت عطاء نے رفعِ یدین کی۔

۸۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رکوع کی رفعِ یدین کرتے دیکھا اور میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ گویا پہلی صدی کے نصف آخر میں صرف ابن زبیرؓ نے رفعِ یدین کی۔ اسی لیے ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟

۹۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں: میرے سامنے ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ نے نماز میں رکوع والی رفعِ یدین کی۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسی نماز پڑھی کہ اور کوئی صحابیؓ ایسی نماز نہ پڑھتے تھے۔ اسی لیے تو پوچھنے کی ضرورت پڑی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے رفعِ یدین کیا۔

۱۰۔ اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خیر القرون میں پوری تین صدیوں میں صرف چار پانچ آدمی رکوع کی رفعِ یدین کرنے والے تھے۔ اور تین صدیوں تک یہ رفعِ یدین ایک ایسی منکربات تھی کہ جب کوئی کر بیٹھتا تو فوراً لوگ پکڑ کر پوچھتے: یہ کیا ہے؟

۱۱۔ محمد بن فضل کا چونکہ حافظہ درست نہیں رہا تھا۔ اس نے بصرہ سے رفعِ یدین کا رخ مکہ کی طرف موڑا اور حضرت عطاء، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی سند سے رفعِ یدین بیان کر دی۔ اصل بات یہ ہے کہ محدث عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ اہل مکہ میں رفعِ یدین ابن جریج سے شروع ہوئی۔ ابن جریج پر لے درجے کے مدرس تھے۔ وہ نماز کی سند حضرت عطاء، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کے واسطے سے حضور ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ اس میں رفعِ یدین کا ذکر نہ کرتے۔ لیکن سننے والے سمجھتے

کہ یہ چونکہ خود رفع یدین کرتے ہیں اس لیے یہ رفع یدین کی سند ہے۔ محمد بن فضل عارم نے اپنے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ابن جریج والی روایت کو رفع یدین کا ذکر ملا کر بیان کر دیا۔ یہ صرف حافظہ کی خرابی کا کرشمہ ہے اور کچھ بھی نہیں (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱)۔

یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کے خلاف ہے

۱ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریم کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے“ (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۹۹ رقم ۱۱۲۰؛ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۹؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابویعلیٰ فی مسندہ رقم ۵۰۱؛ المقصد العلیٰ رقم ۲۶۶)۔

۲ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام و قعود میں صرف تکبیر کہتے تھے، اور یہی طریقہ نماز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا تھا (ترمذی باب ما جاء فی التکبیر عند الرکوع والسجود رقم ۲۵۳)۔

۳ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام و قعود میں صرف تکبیر کہتے تھے، اور یہی طریقہ نماز حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا“ (نسائی باب التکبیر للسجود رقم ۱۱۵۰)۔

۴ حضرت امام احمد بن حنبلؓ نے اپنی کتاب مسند احمد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث بیان کی ہے لیکن اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عبد الرزاق قال: اهل مكة يقولون: أخذ ابن جريج الصلاة من عطاء، وأخذ عطاء من ابن زبير، وأخذ ابن الزبير من أبي بكر من النبي ﷺ. ما رأيت أحداً أحسن صلاة من ابن جريج. (مسند احمد رقم ۷۴)

ترجمہ:- امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ اہل مکہ نے کہا کہ ابن جریج نے نماز عطاء سے لی ہے اور عطاء نے ابن زبیرؓ سے لی ہے اور حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی پاک ﷺ سے لی ہے۔ امام عبدالرزاقؓ نے کہا: میں نے کسی کو بھی ابن جریج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اگر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر صحیح ہوتا تو حضرت امام احمد بن حنبلؓ اس کا ذکر بھی کرتے۔ کیونکہ بیہقی کی سند میں خراب حافظے والے، مختلط الحدیث تھے۔ اس لیے اس روایت میں رفع یدین کا ذکر آجانا کوئی بعید نہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں کوئی خراب حافظے والا نہیں ہے۔ اس لیے اس میں رفع یدین کا ذکر بھی نہیں ہے۔ تو اس شہادت سے بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث میں رکوع کے وقت رفع یدین نہیں ہے۔

باب ۹

بعض اہم شبہات کا ازالہ

بعض اہم ملحوظات

حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے اپنی کتاب ”معارف السنن“ میں رفع یدین کی بحث کے آخر میں کچھ ملحوظات بیان کیے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کو بھی بیان کر دیا جائے۔

۱:- ترکِ رفع یدین ایک متواتر عمل ہے۔ عصرِ نبوت سے لے کر آج تک ترکِ رفع یدین ایک متواتر عمل کے طور پر موجود ہے۔ ترکِ رفع یدین تعاملِ توارث کے طور پر بلا تکثیر متواتر منقول ہے۔ مسئلہ رفع یدین میں تعاملِ توارث بہت بڑی قوی حجت ہے۔ جو شخص تعاملِ توارث کے ہوتے ہوئے بھی کسی عنعنہ والی حدیث کی بنا پر اس سے انکار کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ نصف النہار میں چراغ جلاتا ہے۔ اور جو کسی خبر واحد کے بل بوتے پر متواتر تعامل کا انکار کرتا ہے یا اس کو منسوخ قرار دیتا ہے اس نے قلبِ موضوع کر دیا اور ایک قطعی چیز کو ظنی بنا دیا۔

۲:- مرکزِ اسلام مدینہ منورہ سے دور دراز والے شہروں میں تو ترکِ رفع یدین اور رفع یدین کرنے والے دونوں ہی موجود تھے مگر کوفہ میں صرف ترکِ رفع یدین والے ہی تھے کیونکہ اہل کوفہ تو بالاجماع ترکِ رفع یدین پر ہی عامل تھے۔ اہل مدینہ کا تعامل امام مالکؒ کے عہد میں ترکِ رفع یدین ہی تھا جیسا کہ مالکیہ حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور اسی ترکِ رفع یدین کے تعامل کی بنا پر امام مالکؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ امام مالکؒ نے اسی تعامل اہل مدینہ کو مرفوع حدیث پر ترجیح دی ہے۔

۳:- امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ ”جزاء رفع الیدین“ میں جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفع یدین کی عدم صحت کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان کی حسبِ عادت مبالغہ آرائی ہے۔ انہوں نے خود بھی اس پر جزم و یقین نہیں کیا۔ انہی کے زمانہ میں حضرت امام بخاری کے شاگرد حضرت امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ”جامع ترمذی“ میں اس دعویٰ کو رد کر دیا ہے اور اسی طرح امام محمد بن نصر المروزیؒ وغیرہ

نے رد کر دیا ہے۔ اہل کوفہ نے ترکِ رفعِ یدین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علقمہ بن قیسؓ، حضرت اسود بن یزیدؓ، حضرت مغیرہؓ، حضرت سفیان ثوریؓ، حضرت ابراہیم نخعیؓ، حضرت ابن ابی لیلیؓ، حضرت عامر شعبیؓ، حضرت ابوالحسنؓ، حضرت خثیمہؓ، حضرت وکیعؓ، حضرت عاصم بن کلیبؓ، حضرت امام زکریاؓ وغیرہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؓ سے قوی اسانید سے ثابت کیا ہے۔ اور جو کچھ اہل کوفہ کونسل درنسل اور طبقہ بعد طبقہ توارث و تعامل کے طور پر ترکِ رفعِ یدین کی اجتماعی خصوصیت حاصل ہوئی وہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

۴:- حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ میں رفع و ترکِ رفعِ یدین کی کوئی بحث نہ تھی۔ نہ یہ بات قابلِ نزاع تھی۔ اس بارے میں بحث و مباحثہ تو بعد کے دور میں شروع ہوا۔ آج کل کے غیر مقلدین نے تو حدودِ اعتدال سے بھی بہت آگے بڑھ کر خوب میدان گرم کر لیا۔

۵:- ائمہ اربعہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین پر متفق ہیں اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تین جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ پر رفعِ یدین مستحب نہیں ہے۔ یعنی حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ بھی جو رکوع سے پہلے اور بعد میں رفعِ یدین کے قائل ہیں، وہ بھی نہ دو رکعت سے اٹھنے کے وقت رفعِ یدین کے قائل ہیں، نہ سجدوں کے وقت، نہ خفص و رفع کے وقت۔ حالانکہ ان کے لیے بھی روایات موجود ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بقول یہ اختلاف بھی صرف افضلیت کا ہے یا اس کو اختلافِ مباح کہہ لو۔ البتہ احناف کے ہاں غیر معمول بہ اور غیر مندوب ہے۔ علامہ ابوبکر رازی جصاصؒ نے ”احکام القرآن“ میں عدمِ کراہت کی صراحت کر دی ہے۔ جو اس باب میں بہت موثق ہے (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۳، ۲۰۴ تحت آیت کتب علیکم الصیام)۔ اسی حقیقت کو حافظ ابو عمر ابن عبدالبرؒ نے مالکیہ میں سے اور حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے حنابلہ میں سے تسلیم کیا ہے۔ شوافع میں سے امام نوویؒ بھی اس کو مستحب فرماتے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

۶:- حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے محدثین کے مبالغات پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ امام بخاریؒ نے لکھا کہ سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رفع کی احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے روادِ رفع کی تعداد تیس (۲۳) لکھی۔ بیہقیؒ نے تیس (۳۰) لکھی۔ عراقیؒ نے پچاس تک عدد پہنچا دیا۔ حالانکہ ان میں صرف تحریمہ والی بھی ہیں، جن میں مواضعِ تلاۃ کا کچھ ذکر نہیں۔ پھر بیہقیؒ

”نے خود اقرار کر لیا کہ ۳۰ میں سے پندرہ (۱۵) کی اسناد صحیح ہیں، حالانکہ ان میں بھی متکلم فیہ احادیث ہیں۔ غرض عدد گھٹتے گھٹتے پانچ یا چھ کا رہ گیا۔ یہ محدثین کے مبالغات کا حال ہے۔ اور دوسری جانب بھی ترک رفع کی بھی چھ سات احادیث ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براءؓ، حضرت کعب بن عجرہؓ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر ان کے ساتھ وہ احادیث بھی شامل کر لیں کہ جن میں نماز کی ساری کیفیت بیان ہوئی ہے اور اول تکبیر تحریمہ کا ذکر بھی ہے مگر ان میں رفع یدین عند الركوع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو ہماری احادیث کی تعداد رفع والی احادیث سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

(انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۳۳)۔

اگر تمام روایات پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے تو شاید پچاس صحابہؓ میں سے پانچ کی روایات بھی ایسی نہ ہوں جس سے رفع یدین کے قائلین کے مکمل موقف کی تائید ہو سکے۔ اسی لیے علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ”وقد اعترف البيهقي بأن ما يحتاج به قد خمسة عشر ولكن بعد النخل والسبر تبقى عندهم ستة احاديث فقط“۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷)۔

”حضرت امام بیہقیؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اختلافی رفع یدین پر جن احادیث کے ساتھ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ پندرہ ہیں لیکن چھان بین کے بعد ان کے پاس صرف چھ احادیث باقی رہ جائیں گی۔“

علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے جن چھ احادیث کے باقی رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں سجدوں کی بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ہے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں ہے۔ لہذا ان کے پاس چھ میں سے صرف تین حدیثیں باقی بچیں گی۔ پورے ذخیرہ حدیث میں ان کے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان تین حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

۷:- امام حاکمؒ نے جو دعویٰ کیا ہے کہ ”رفع یدین کو عشرہ مبشرہ ﷺ نے روایت کیا ہے“۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ ﷺ میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں جیسا کہ حافظ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا ہے۔ دوام رفع یدین تو کسی ایک صحابیؓ سے بھی مروی نہیں ہے چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ سے اس کا ثبوت ہو۔ اس کے مقابلے میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے، جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں، ترک رفع یدین صحیح اسناد سے ثابت ہے۔ افسوس ہے! کہ شیخ فیروز

آبادی کی عشرہ مبشرہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایات کا سراغ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو نہ ملا، ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں۔

۸:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو کنکریاں مارنے والی روایت منقول ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے اور بشرطِ صحت یہ ان کا خاص ذوق ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا خاص شغف تھا۔ حضور ﷺ نے جو کام ایک بار بھی کیا ہوا اگرچہ وہ سنتِ غیر مقصودہ ہی ہو۔ باوجود اس کے ان کے عہد میں کسی ایک شخص نے بھی ان کی متابعت نہیں کی ورنہ وہ ضرور نقل ہوتا۔ مسند احمد کی روایت میں تو تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین نہ کرنے پر کنکریاں مارنے کا ذکر ہے۔ نہ کہ رکوع والی رفعِ یدین پر۔ اگر اس سے مراد رکوع والی رفعِ یدین ہی ہو تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بقول مدینہ طیبہ میں ترکِ رفعِ یدین کے تعامل کی وجہ سے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خیال آتا ہوگا کہ کہیں رفعِ یدین کی سنت بالکل متروک و منکر ہی نہ ہو جائے اور اسی لیے وہ کچھ لوگوں کو کنکری بھی مار کر توجہ دلاتے ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اس جذبہ میں سب سے ممتاز ہی تھے کہ حضور ﷺ کی کوئی سنت متروک نہ ہونے پائے اور وہ ہر ہر سنتِ نبویہ پر بڑی سختی سے عمل کرنے کے عادی تھے۔

۹:- حضرت امام ابن القاسمؒ نے حضرت امام مالکؒ سے ترکِ رفعِ یدین کی روایت ذکر کی ہے۔ وہ اس میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام مالکؒ سے یہی نقل کیا ہے کہ وہ رفعِ یدین نہیں کرتے تھے جیسا کہ ”معانی الاخبار شرح معانی الآثار“ للعینیؒ میں ہے۔ لہذا امام مالکؒ سے ترکِ رفعِ یدین کی روایت کرنے والے صرف ابن القاسمؒ نہیں ہیں بلکہ ان کے متابع امام شافعیؒ ایسے جلیل القدر امام و محدث ہیں (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۶ تا ۴۶۸)۔

بعض اہم شبہات کا ازالہ

ہم نے جس انداز میں اپنا موقف واضح کیا ہے اور جس طرح اپنے موقف پر قرآن کریم اور حدیث شریف کی تینوں قسموں سے دلائل دے کر رکوع کے ساتھ رفعِ یدین نہ کرنے کی پسندیدگی کو ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ہمارے موقف کو سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں ہونی چاہئے مگر پھر بھی تکمیل بحث کی غرض سے اس باب کو لایا جاتا ہے تاکہ شبہات کو ذکر کر کے ان کا الگ سے بھی ازالہ کر دیا جائے۔

شبہ:- رفعِ یدین صحاح ستہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ

آپ اس سنت کو ترک کر رہے ہیں؟

جواب ۱:- جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنا ہی قرآن و حدیث کی رو سے بہتر ہے تو اسی کو اختیار کر کے قرآن و حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔

۲:- رفع یدین کے مسئلے میں بھی ہمارا موقف ٹھیک سنت نبوی کے عین مطابق ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین باجماع امت مستحب ہے اور باقی مقامات میں اختلاف ہے (نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔ اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ اس سلسلے میں روایات بھی مختلف وارد ہوئی ہیں۔ اور سلف صالحین کا عمل بھی مختلف رہا ہے۔ چنانچہ:

۱۔ بعض روایات میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ نسائی رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸؛ حدیث ابو حمید ساعدی بخاری رقم ۸۲۸)

۲۔ بعض روایات میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (بخاری رقم ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸)

۳۔ بعض روایات میں سجدے کو جاتے ہوئے بھی رفع یدین کا ذکر ہے (حدیث مالک بن الحویرثؓ، نسائی ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۷۲ طبع قدیم، رقم ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸؛ حدیث ابن عباسؓ نسائی رقم الحدیث ۱۱۴)۔

۴۔ بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث ابن عباسؓ ابوداؤد ص ۱۰۸ رقم ۷۴۰؛ نسائی ج ۱ ص ۱۷۲، نسائی رقم الحدیث ۱۱۴)

۵۔ بعض روایات میں دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث وائل بن حجرؓ: ”وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ“۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۳)

۶۔ بعض روایات میں تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث ابن عمرؓ بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۹، ”وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ“؛ حدیث ابو حمید الساعدیؓ ابوداؤد رقم ۷۳۰، ترمذی رقم ۳۰۴ ”ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَثَّرَ وَرَفَعَ“؛ حدیث ابو ہریرہؓ ابوداؤد رقم ۷۳۸؛ حدیث ابن عمرؓ ابوداؤد رقم ۷۴۱، ۷۴۳؛ حدیث علیؓ ابوداؤد رقم ۷۴۴)

۷۔ بعض روایات میں ہر اونچ نیچ (عند کل خفض و رفع) کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیث عمیر بن حبیبؓ: ابن ماجہ ص ۶۲ رقم ۸۶۱، ”يُزْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرٍ“)۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے بعد انتقالات میں رفع یدین کئی حدیثوں میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ

نے اسے ترک فرمایا۔ اس کے بعد بھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو اسے منسوخ کیا اور اس سے منع فرمایا۔ اس پر تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: رقم ۹۶۸) کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ (بذل المغنہ ج ۲ ص ۲۸۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی) صحاح ستہ میں جہاں رفع یدین کی احادیث ہیں، وہیں ترکِ رفع یدین کی احادیث بھی ہیں۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے پہلے رفع یدین کی احادیث بیان کی ہیں اور بعد میں ترکِ رفع یدین کی احادیث بیان کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ رفع یدین کی احادیث معمول بہا نہیں ہیں۔

امام بخاریؒ کی طرف سے اس حقیقت کا اعتراف

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ”جُزْءُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ (رقم ۹۶، ۹۹) پر ایک اہم حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے کہ یہ سب مختلف حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ ان سب مختلف حدیثوں میں ایک ہی نماز کا حال نہیں ہے کہ ایک ہی نماز کا حال مختلف راویوں نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ مختلف اوقات کی مختلف نمازوں کا بیان ہے۔ اس لیے ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کو مثال سے سمجھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی برحق نبی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی برحق نبی ہیں اور حضرت محمد ﷺ بھی برحق نبی ہیں۔ یہ سب مختلف اوقات میں اپنی نبوت کے احکام نافذ فرماتے رہے۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کو مان لینے میں نہ اختلاف ہے اور نہ مخالفت۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں تو اب عیسیٰ علیہ السلام کو ماننا مشکل ہے، کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی مانا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ جھوٹا نبی ماننا ہوگا اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی ماننا ہے تو اس جملہ کو جھوٹا کہنا پڑے گا کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ جس طرح دونوں کو دو مختلف زمانوں میں نبی ماننے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ ماننا کہ ایک زمانہ میں آپ ﷺ نے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کی۔ ایک وقت میں رکوع کی بھی کی اور ایک وقت میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی۔ یہ مختلف اوقات کی مختلف احادیث ہیں۔ ان میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔ ہاں جب کوئی یہ کہے گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی اور اس کو موجبہ کلیہ بنائے گا تو سالہ جزئیہ بھی اس کی نقیض ہوگا۔ اس لیے سب حدیثوں کو سچا ماننا ہے تو اس جھوٹ کو چھوڑنا پڑے گا اور اگر کوئی ضدی اس جھوٹ پر جم جائے تو اسے ایک پہلو کے علاوہ سب حدیثوں کو جھوٹا کہنا پڑے گا۔ ہاں اگر سب کو صحیح مان کر یوں کہا جائے کہ چونکہ رفع یدین کو خلاف سکوت کہا گیا

ہے۔ اس لیے جہاں جہاں کرنے اور نہ کرنے کی دو طرح کی حدیثیں ہوں، وہاں نہ کرنے کی حدیث پر عمل کیا جائے کیونکہ جتنا سکون کا عمل ہوگا اتنا ہی نماز کامل ہوگی۔ تو تکبیر تحریمہ کی رفعِ یدین ہی متفق علیہ نکلے۔ ویسے بھی تحریمہ کے شرط نماز ہونے کی وجہ سے نماز کے سکون میں خلل انداز نہیں اور تحریمہ کے علاوہ باقی متعارضات میں ترک اختیار کرنا گویا نماز کے سکون کا کامل کرنا ہے۔ ہم نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مسئلہ رفعِ یدین

شبہ ۲:- غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ رفعِ یدین متواتر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”ان الرفع متواتر اسناداً و عملاً لا شک فیہ ولم ینسخ ولا حرف منہ“ (نیل الفرقین ص ۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ بلاشبہ رفعِ یدین متواتر احادیث اور متواتر عمل سے ثابت ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس میں ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔

جواب:- مذکورہ بالا عبارت میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) یہ نظریہ حافظ ابن حجرؒ کا نقل کر رہے ہیں۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں: ”فصل فی احادیث الرفع۔ نقلنا فیہ عبارة التلخیص الحبیر“ فانہ اتی علی جلہا ولم یبق الا نرید سیر۔ ولیعلم ان الرفع متواتر اسناداً و عملاً الخ“ (نیل الفرقین ص ۲۲ طبع قدیم، ص ۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ رفعِ یدین کی احادیث کے بیان میں فصل ہے۔ ہم اس فصل میں تلخیص الحبیر کی عبارت نقل کر رہے ہیں کیونکہ وہ تمام رفعِ یدین کی احادیث لایا ہے اور نہیں باقی رہیں مگر کچھ تھوڑی سی۔ اور چاہیے کہ جانا جائے کہ بے شک رفعِ یدین سنداً و عملاً متواتر ہے۔ اس میں شک نہ کیا جائے۔ اور منسوخ نہیں ہوا اور نہ ایک حرف رفعِ یدین سے۔

حافظ ابن حجرؒ چونکہ رفعِ یدین کو عشرہ مبشرہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہیں (تلخیص الحبیر) اور فتح الباری میں پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رفعِ یدین حافظ ابن حجرؒ کے ہاں متواتر اسنادی و عملی ہے۔ اگر اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ مطلق رفعِ یدین متواتر ہے تو بیشک شروع کا رفعِ یدین ساری امت کرتی ہے۔ اور اگر درمیان نماز کا رفعِ یدین مراد ہے تو پھر سجدوں کا رفعِ یدین بھی اس میں داخل ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے سجدہ کے وقت رفعِ یدین کی روایتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی روایات جو ابوداؤد میں مروی ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے ”واذا رفع للِسجود“ (ابوداؤد؛ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹)۔ اور رفعِ یدین مع کل تکبیرہ (حضرت عمیر اللیثیؓ) (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۰) وغیرہ

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایتیں حافظ ابن حجرؒ کے ہاں صحیح ہیں اور رفع یدین سجدوں کے وقت بھی منسوخ نہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع یدین کی احادیث کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حضرت مالک بن الحویرثؒ کی حدیث رفع یدین بین السجدتین کو صحیح قرار دیا ہے۔ اب آپ بتائیں سجدوں میں بلکہ ہر اونچ نیچ میں آپ لوگ رفع یدین کر کے اس متواتر عمل کو کیوں ترک کر رہے ہیں ہم پر اعتراض نہیں کیونکہ ہم اپنی وجوہ ترجیح بارہا ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کی طرف اس نظریہ کی نسبت کرنا بالکل تلبیس اور خیانت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ اس نظریے کو لکھ کر اس کا رد کرتے ہیں اور اس کے دو جواب ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ الزامی جواب:- اگر مخالف کے ہاں رفع یدین تواتر اسنادی و عملی ہو تو یقیناً ترک رفع یدین بھی تواتر عملی سے ثابت ہے۔ تواتر کی چاروں قسمیں یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ لہذا ترک رفع یدین بھی یقیناً ثابت ہے۔

۲۔ تحقیقی جواب:- پھر جس نے رفع یدین رکوع کے وقت کرنے کے پچاس کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم شمار کیے ہیں۔ اس نے صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کے راویوں کو بھی ان میں درج کر دیا ہے۔ ورنہ تو رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کے بیس راوی ہیں۔ جیسا کہ علامہ شوکانیؒ (غیر مقلد) کی کتاب الدراری المضییہ میں ہے۔ پھر اس میں بھی نقد و جرح چلتی ہے۔ اور شاید نقد و جرح سے پندرہ چھٹکارا پا جائیں یا اس سے بھی بہت کم بچ جائیں۔ جیسا کہ ان کے مرفوع و موقوف ہونے کی بحث آرہی ہے۔ (نیل الفرقین ص ۲۲ طبع قدیم، ص ۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ وہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو تواتر اسنادی سے نہیں مانتے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ ترک اور رفع دونوں کو متواتر مانتے ہیں یعنی امت میں یہ دونوں عمل متوارث ہیں [ہاں ہمارا عمل ترک رفع یدین پر ہے اور الحمد للہ! اس کے بہتر ہونے کے دلائل ہم ذکر کر چکے ہیں] چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں: "وقد ثبت الرفع والتروک تواتراً، لا يمكن لأحد انكار احدهما، ولكن تواتر العمل لا تواتر الاسناد"۔ (العرف الشدی ص ۱۳۶، طبع الطاف ایڈ سنز، کراچی) "بے شک رفع یدین اور ترک رفع یدین تواتر سے ثابت ہو چکے ہیں۔ کسی ایک کا انکار ممکن نہیں ہے لیکن تواتر عمل سے ثابت ہیں نہ کہ تواتر اسنادی سے۔"

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ کے ہاں رکوع کے وقت رفع یدین متواتر ہے

حالانکہ وہ تو اس وقت دوامِ رفع کی ایک روایت بھی نہیں مانتے چنانچہ موصوف علامہ محمد ہاشم سندھی سے نقل کرتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ سے دوامِ رفعِ یدین تاوفات کی ایک حدیث بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو۔ فلم یصح فیہ حدیث واحد فضلاً عن رواية العشرة (نیل الفرقین ص ۳۷ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

نیز حضرت کشمیریؒ رفعِ یدین کی روایتوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد پچاس بتانا یہ مبالغہ ہے۔ ان سے تین رُبع (تقریباً ۳۸ راوی) تو مبالغہ کی نذر ہو گئے اور بقایا ۱۲ میں سے بھی صرف پانچ یا چھ رہ جاتے ہیں۔ جن کی روایات جرح سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ (۱) حضرت علیؓ کی روایت حالانکہ بعض روایتوں میں رفعِ یدین کا ذکر تک نہیں۔ (۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، (۳) حضرت مالک بن حویرثؓ، (۴) حضرت وائلؓ، (۵) حضرت ابو حمید ساعدیؓ جبکہ ان کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے۔ (۶) حضرت جابرؓ۔ اتنا عدد تو دوسری جانب ترکِ رفعِ یدین میں بھی موجود ہے (نیل الفرقین ص ۵۳ طبع قدیم، ص ۶۵، ۶۶ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ ظاہر ہے کہ متواتر پر اس قسم کی بحث تو نہیں ہوا کرتی۔ شبہ: رفعِ یدین کی احادیث متواتر ہیں جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے ازہار المتناثرۃ فی اخبار المتواترۃ میں دعویٰ کیا ہے۔

جواب:۔ اگر اس سے مراد تکبیر افتتاح کی رفعِ یدین ہے تو یہ بات مسلم ہے۔ اور اگر اس سے مراد صلوٰۃ وتر کی رفعِ یدین مراد ہے تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ علامہ زیلعیؒ نصب الراہی (ج ۱ ص ۳۹۱) میں فرماتے ہیں: ”قد تواترت الأخبار برفع الیدین فی الوتر“ تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (خزائن السنن ص ۳۵۶) حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمنؒ کا ندھلویؒ فرماتے ہیں:

وادعاء التواتر عند اختلاف الروایات واختلاف الصحابة واختلاف التابعین واختلاف الأئمة المجتہدین من المضحکات.

(کشف المغفل عن وجہ الموطا ج ۱ ص ۱۸۴ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)

”احادیث وروایات، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کے باوجود تواتر کا دعویٰ کرنا مضحکہ خیز ہے۔“

شبہ:۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رفعِ یدین کے سلسلہ کی روایات ترکِ رفعِ یدین سے مخافض ہیں۔ جواب:۔ ان لوگوں کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ تعارض اُس وقت تک رہتا ہے جب تک تقدیم و تاخیر

اور ناسخ و منسوخ ثابت نہ ہو جائیں۔ رفع یدین اور ترکِ رفع یدین کی روایات میں قرائن قویہ اور روایات صحیحہ سے تقدیم و تاخیر اور ناسخ و منسوخ متعین ہیں۔ لہذا جو حضرات روایات کی کثرت کی وجہ سے یا اسانید کی قوت کی وجہ سے رفع یدین کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ محض اپنی رائے کی پیروی کرتے ہیں۔ منہج حدیث ان کو نہیں کہا جاسکتا۔ جو لوگ ترکِ رفع یدین کی روایات پر عمل کرتے ہیں وہ ناسخ روایتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور نسخ، روایات و تعامل اور قرائن قویہ سے ثابت ہے۔ پس یہ رائے کے دخل کے بغیر احادیث پر عمل کرنا ہے۔ جس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی (ادلہ کاملہ ص ۳۶)۔ (مزید تفصیل کے لیے باب ۷ دیکھیے)

شبہ: ترکِ رفع کے معنی ہیں: ”عدم رفع“ (رفع نہ کرنا)۔ اور عدم وجود سے مقدم ہوتا ہے۔ پس رفع نہ کرنا پہلے ہوگا۔ اور رفع کرنا بعد کا عمل ہوگا۔

جواب: اس بحث میں ترک بمعنی ”عدم فعل“ نہیں ہے، بلکہ یہاں ترک کے معنی یہ ہیں کہ ایک عمل جو پہلے رائج تھا بعد میں موقوف کر دیا گیا۔ پس احادیث ترکِ رفع بذاتِ خود نسخ کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ جس کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ (ادلہ کاملہ ص ۳۶)

اور اگر اس ترکِ رفع سے رفع نہ کرنا ہی مراد ہو اور رفع نہ کرنا پہلے ہی ہو تو بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ رفع نہ کرنا تو ثابت ہو گیا۔ اور کرنے کا حکم تمہارے پاس کسی آیت یا قولی حدیث سے ہے نہیں اس لئے تمہارا یہ رفع الیدین ثابت نہ سکا۔ (مزید تفصیل کے لیے باب ۷.۷.۷ دیکھیے)

شبہ: بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ”اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے“۔

جواب: ۱۔ اس کا جواب حضرت مولانا ہاشم سندھی (المتوفی ۱۳۷۷ھ) نے اپنی کتاب ”کشف الرین“ جو انہوں نے ترکِ رفع یدین پر ہی لکھی ہے، اس طرح دیتے ہیں: ”ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت جب کہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو، جس کی نفی کی جارہی ہو۔ اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو، جیسا کہ اس جگہ ہے، تو اثبات اور نفی دونوں کا حکم برابر ہو گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اول اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ہمیشہ رہے ہیں۔ وہ شاذ و نادر ہی جناب رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ لوگ گمان کرتے تھے کہ وہ اہل بیت نبی ﷺ میں سے ہیں۔ وہ پانچوں نمازیں جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ادا فرماتے تھے۔ پس کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا علم اس نفی کو محیط نہیں۔“ (کشف الرین ص ۹۸)

۲۔ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکمل حاشیہ معیار الحق (ص ۲۱) میں نقل کرتے ہیں: ”اگر نفی اس

جنس کی ہے کہ بدلیل و علامت و نشان ظاہر و معلوم اور مفہوم ہو۔ اس صورت میں نفی اور اثبات برابر ہیں۔ ترجیح کسی کو نہیں۔ لائن الاثبات لا یکون الا بالدلیل، فاذا کان النفی ایضاً بالدلیل کان مثله فیتعارضان۔ اھ۔“ نفی رفع یدین صرف دلیل ہی نہیں بلکہ دلائل اور براہین سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہما کی صحیح احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔ تو اثبات نفی دونوں کا تعارض ہوگا۔ حدیث ”اسکنوا فی الصلوۃ“ (مسلم رقم ۹۶۸)۔ اور اس قاعدہ کی رو سے کہ اصل عدم ہے۔ ترجیح ترک رفع یدین کو ہوگی۔ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نفی کی صحیح، صریح اور مرفوع روایات حجت قاطعہ ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت برہان واضح ہے کیونکہ وہ چٹھے نمبر پر مسلمان ہوئے اور سابقین اولین میں سے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے خواص میں سے تھے (دیکھیے اکمال ص ۶۰۵؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۳)۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود مسلمان ہوئے، اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شیر خوار بچے تھے۔ بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے رفع یدین کی احادیث منقول ہیں، بہت بعد کو مسلمان ہوئے۔ وہ تھوڑا تھوڑا عرصہ آپ ﷺ کی خدمت میں رہے۔

۳۔ رفع یدین بین السجدتین کی روایات مثبت ہیں اور ترک رفع یدین بین السجدتین کی نافی ہیں۔ مگر غیر مقلدین اس مقام میں رفع یدین کے قائل ہی نہیں۔

۴۔ مولانا عبد التواب ملتانی غیر مقلد رفع یدین بین السجدتین کی روایات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سجدتین میں رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی روایات باہم متعارض ہو گئی ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ رفع یدین نہ ہو“۔ (حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴)۔

اگر وہ اس ضابطے پر عمل کریں تو پھر سارا نزاع ہی ختم ہو جائے کیونکہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی روایات کا تعارض ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رفع یدین نہ ہو تو سارا نزاع ہی ختم ہے۔ اب صرف تکبیر تحریمہ والا رفع یدین ہی رہ جائے گا۔ یہاں روایات کا کوئی تعارض ہی نہیں بلکہ یہ بات متفق علیہ ہے۔ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اس رفع یدین کے راوی ہیں۔

۵۔ رفع یدین رکوع کے وقت میں اضطراب اور ابہام ہے۔ تکبیر تحریمہ والے رفع یدین میں کوئی ابہام و اضطراب نہیں۔ محدثین کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں مفسر کو مبہم پر ترجیح ہوتی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: والی مفسر یقضی علی المہم (بخاری ج ۱ ص ۲۰۱)۔ مفسر کو مبہم پر ترجیح دی جائے گی۔

شہدہ: رفع یدین کی احادیث صحیحین میں ہیں۔ ترک رفع یدین کی احادیث سنن میں ہیں۔ وقت تعارض روایات صحیحین کو ترجیح ہی ہے۔

جواب :-

۱:- کسی حدیث کے قابل عمل اور معتبر ہونے کے لیے صحیحین یا صحاح ستہ میں ہونا ضروری نہیں بلکہ صحیح و معتبر حدیث کی جس کتاب میں بھی ہو، وہ معتبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں غیر مقلدین کے نزدیک مسلم ہیں جو صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہی درج ہیں۔ دوسرے جن احادیث کو اُمت قوی یا فعلی طور پر قبول کر لے، تو وہ احادیث ”تلقی بالقبول“ کی وجہ سے، صحاح ستہ کی احادیث سے کم درجہ کی نہیں رہتیں، اور صحیح قرار دی جاتی ہیں، اگرچہ ان کی سند بھی صحیح نہ ہو بلکہ بعض اوقات معنأ متواتر کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں چہ جائیکہ جن احادیث کی سند بھی پہلے سے صحیح ہو۔ ان میں کئی احادیث کی کتب بھی پہلے کی اور صحاح ستہ کے مصنفین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استادوں کی ہیں: مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق، جن سے خود صحاح ستہ کے مصنفین بھی روایت کرتے ہیں۔

۲:- ترک رفع یدین کے دلائل قرآن سے بھی ہیں حدیث سے بھی۔ اور حدیثیں صرف سنن ہی سے نہیں صحیحین سے بھی ہیں اور جو روایات سنن میں ہیں وہ بھی علی شرط الشیخین صحیح ہیں۔ اس لیے ان کا مرتبہ بھی وہی ہو گیا، جو صحیحین کا ہے۔ یہ کہنا کہ صحیحین کی روایات کو ان روایات پر جو ان کی شرائط پر ہوں، ترجیح ہے دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۳:- صحیحین کی روایات صرف جناب رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین کو بیان کرتی ہیں۔ اس سے سکت ہیں کہ ہمیشہ کیا یا کہ نہیں؟ اس لیے روایات سنن کا صحیحین کی روایات سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

۴:- صحیحین میں جو روایات ہیں وہ صحیح تو ہیں لیکن صحیح روایات کا صحیحین میں حصر نہیں۔ خود امام بخاریؒ کا قول مشہور ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر علماء کی تصریح موجود ہے۔

۵:- صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جو روایت رفع یدین میں پیش کی جاتی ہے وہ تو دراصل ترک رفع یدین میں ثابت ہے۔ مستخرج صحیح ابو عوانہ اور مسند حمیدی کے حوالہ سے اس کا ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔ مستخرجات جیسے ابو عوانہ وغیرہ صحیحین کی روایات میں کمی بیشی اور محذوفات کو ظاہر کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں جس سے مطلب حدیث کی وضاحت ہوتی ہے۔

دوسری روایت حضرت مالک بن حویرثؓ سے جو رفع یدین میں پیش کی جاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے تو یہ حدیث نامکمل ہے۔ اس میں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ مستخرج صحیح ابو عوانہ (ج ۱ ص ۳۳۶ رقم ۱۲۶۳) اور نسائی (رقم ۱۰۸۵، ۱۱۴۳) وغیرہ میں رفع یدین بین السجدتین کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۸۵ طبع قدیم)

میں اسے اس طرح قرار دیتے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات اس زیادہ صحیح روایت پر عمل ہی نہیں کرتے کیونکہ رفع یدین بین السجدتین کے سرے سے وہ قائل ہی نہیں۔ جب صحیحین میں رفع یدین کی روایات کا یہ حال ہے تو باقی روایات کا کیا حال ہوگا جو کہ انہوں نے صحیحین میں بیان کرنا ہی مناسب نہ سمجھا۔ الغرض ترک رفع یدین کی روایات مضبوط ہیں اور وہی رائج ہیں۔

۶:- ہماری روایات بھی صحیحین کے معیار کی ہیں۔ صحیح ابوعوانہ اور مسند حمیدی کی سندیں وہی صحیحین والی ہیں بلکہ مستخرج صحیح ابوعوانہ میں تو صحیحین کی غلطی نکالی گئی ہے۔ تمام غیر مقلدین حضرات کے ہاں صحیح ابوعوانہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔

۷:- صحیح بخاری (رقم ۸۲۸) میں حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی روایت میں صرف تکبیر تحریمہ کا رفع یدین ہی مذکور ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث صحیح مسلم (رقم ۹۶۸) میں ذکر کی گئی ہے۔ جس میں جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین سے منع کرنا اور ناراض ہونا بیان کیا گیا ہے۔

۸:- امیر ایمانی غیر مقلد اپنی کتاب سبل السلام میں لکھتے ہیں: ”جب صحیحین کی حدیثوں پر محدثین کی تنقید ہو جائے تو گویا وہ صحیحین کی معیاری اور رائج حدیثیں ہی نہیں اور دوسری روایات پر ان کی ترجیح نہیں ہو سکتی“ (سبل السلام ج ۲ ص ۶۰ باب الجمعۃ)۔

شہبہ:- اگر رفع یدین کو جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے تو آپ حضرات صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟

جواب:- اس کی مکمل بحث باب نمبر ۷ میں حصہ ۷-۶-۷ میں بیان کر دی گئی ہے۔

قرآن میں ہے: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: ۱۳) (نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے)۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نماز کے ہر فعل کے لیے ذکر ہونا چاہیے۔ لہذا جن افعال میں ذکر نہیں تھا، وہ منسوخ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ ذکر والی رفع یدین جائز ہوگی، بغیر ذکر کے رفع یدین منسوخ ہوگی۔ چنانچہ تکبیر تحریمہ، دعائے قنوت اور تکبیرات عیدین والی رفع یدین میں ذکر ہے: اللہ اکبر۔ لہذا وہ اولیٰ ہوگی۔ البتہ رکوع میں جھکنے کے فعل کا ذکر اللہ اکبر ہے، مگر رفع یدین بغیر ذکر کے ہے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ذکر سمع اللہ لمن حمدہ ہے اور قومہ کا ذکر ربنا لک الحمد ہے۔ یہاں اگر رفع یدین کی جائے تو بلا ذکر ہوگی۔ اور عیدین اور دعائے قنوت والی رفع یدین چونکہ ذکر والی ہے وہ سنت ہوگی۔ دور روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱ حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جب دعائے قنوت پڑھتے، تو رفع یدین کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۳۱ رقم ۷۰۲۷، ۷۰۲۸ طبع ثانی)۔

۲ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ دعائے قنوت کے لیے رفع یدین کر

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۳۱ رقم ۷۰۲۶ طبع ثانی طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

شبیہ:- حضرت عبد الملک سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیرؒ سے نماز میں رفع یدین سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسی شے ہے جس سے تیری نماز مزین ہوتی ہے

(جزء رفع الیدین رقم الحدیث ۳۹)۔

جواب:- امام بخاریؒ کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے سعید بن جبیرؒ کا قول حفص عن عبد الملک نقل کیا ہے۔ اس میں تکبیرات انتقال کو حضرت سعیدؒ نے زینت فرمایا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ طبع اول؛ ج ۲ ص ۲۲۷ رقم ۲۵۰۸ طبع ثانی)۔ اس میں رفع یدین کا نشان تک نہیں۔ البتہ امام بخاریؒ نے یہاں سفیان عن عبد الملک سے رفع یدین کا زینت ہونا نقل کیا ہے۔ زینت چونکہ اصل چیز سے خارج ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں تکبیر تحریمہ والی رفع یدین مراد ہے۔ البتہ بیہقی میں اس کے بعد ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے، مگر سند کے راوی یعقوب بن یوسف الاخرم کی توثیق نہیں مل سکی۔ پس یہ ضعیف ہے۔

شبیہ:- غیر مقلدین حضرات ہم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ رکوع کے وقت رفع یدین کی حدیثیں تم نے ترک کر دی ہیں۔ لہذا تم عامل بالحدیث نہیں۔

جواب:- ہم نے اپنے عمل کے دلائل قرآن اور حدیث کی تینوں قسموں سے ذکر کر کے نبی کریم ﷺ کی پسندیدگی بھی ثابت کر دی ہے۔ اس کے باوجود اگر تم یہ کہو کہ ہم عند الركوع رفع یدین کی احادیث ترک کر کے عامل بالحدیث نہیں تو تم عامل بالقرآن والحدیث نہیں ہو۔ پھر چونکہ عند السجدة رفع یدین کی حدیثیں صحیح ہیں اور تمہارا ان پر عمل نہیں۔ اس لئے تم اپنے کہنے کے مطابق عامل بالحدیث بھی نہیں ہو۔ سجدوں کے وقت رفع الیدین کی کچھ احادیث باب ۲۰۲ میں بیان ہو چکی ہیں۔

شبیہ:- حضرت امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ جزء رفع یدین میں حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے: ”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے“۔ حضرت امام حسن بصریؒ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام بخاریؒ لکھتے ہیں: ”حضرت امام حسن بصریؒ نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا، اور نہ کسی صحابیؒ سے یہ ثابت ہے کہ اس نے رفع یدین کیا ہو“ (جزء رفع یدین رقم ۳۰۱)۔

جواب:-

۱۔ یہاں صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مراد ہے۔ کیونکہ حمید بن علال کی روایت جزء رفع یدین

رقم ۳۰) میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے۔ اگر رکوع کی رفع یدین مراد لیں تو ترمذی کے خلاف ہے۔ امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترکِ رفع یدین کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: وہ یقول غیر واحد من اهل العلم من أصحاب النبی ﷺ، والتابعین، وهو قول سفیان، وأهل الكوفة. (ترمذی: ما جاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ نیز امام ترمذیؒ نے رفع یدین کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بغیر کسی سند کے صرف چھ نام لیے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حالانکہ ان سب سے ترکِ رفع یدین ثابت ہے۔ اور ہم اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

۲۔ اگر رکوع کی رفع یدین مراد لیں تو وہ تمام روایات صحیحہ غلط قرار پائیں گی، جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

۳۔ اس سے قطع نظر کہ امام حسن بصریؒ کا یہ قول کیسی سند سے امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ اول تو اس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے۔ متنازعہ فیہ رفع یدین کا ذکر نہیں۔ پھر اگر دو چار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی رفع یدین ثابت ہو، تو امام حسن بصریؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین بھی ثابت ہے، لیکن امام بخاریؒ نے حضرت امام حسن بصریؒ کے قول کا جو مفہوم بیان کیا ہے، اس سے مبالغہ آرائی اپنی آخری حد کو پہنچ گئی ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ امام حسن بصریؒ کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محدثین تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا قول یہاں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں کیسے حجت مان لیا گیا؟ اور ان کے مقابلے میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؓ کی تصریحات مسترد کر دی گئیں۔ رفع یدین کے متنازعہ فیہ مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے جن حضرات نے کاوشیں فرمائی ہیں، ان میں سے اکثر و بیشتر نے اسی قسم کے مبالغوں سے کام چلایا ہے۔

۴۔ امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری تو ہزاروں لوگوں نے آپؐ سے پڑھی اور امت میں متواتر پھیل گئی مگر امام بخاریؒ کی طرف منسوب دونوں رسالوں (جزء القراءۃ اور جزء رفع یدین) کا راوی ایک ہی ہے جس کا نام محمود بن اسحاق الخزاعی ہے۔ اس کی توثیق بطریق محدثین آج تک ثابت نہیں ہو سکی (شرح جزء القراءۃ ص ۱۴: محمد امین اوکاڑوی)

محمود بن اسحاق الخزاعی نے جو امام بخاریؒ کے ذمہ یہ بات لگائی ہے کہ امام حسن بصریؒ نے کسی

ایک صحابی کا بھی استثناء نہیں کیا۔ یہ بات امام بخاریؒ تو کجا کوئی ادنیٰ عالم بھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں حضرت وائل بن حجرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سجود کے وقت بھی رفعِ یدین کیا۔ واذارفع رأسه من السجود أيضاً رفع یدیه۔ کہ جب سجدوں سے سر اٹھایا اس وقت رفعِ یدین کیا۔ اس حدیث کے راوی محمد بن حمادہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ امام حسن بصریؒ سے ذکر کیا تو آپؒ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ فعله من فعله وترکہ من ترکہ۔ جو کرتے ہیں وہ کرتے ہیں، جو چھوڑ گئے وہ چھوڑ گئے۔ (ابوداؤد)۔ یہاں امام حسن بصریؒ نے خود استثناء کیا ہے کہ تارکین بھی ہیں۔

اسی طرح امام ترمذیؒ جو امام بخاریؒ کے خصوصی شاگرد ہیں وہ رفعِ یدین کی حدیث لکھ کر اس کے بعد فرماتے ہیں: وبہ يقول بعض أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ۔ (ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ”رفع یدین (وہ بھی شوافع والی) کے قائل جناب رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔“ (غیر مقلدین والی رفعِ یدین کا تو کوئی قائل اور فاعل ہے ہی نہیں)۔ نیز امام ترمذیؒ نے رفعِ یدین کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بغیر کسی سند کے صرف چھ نام لیے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ حالانکہ ان سب سے ترکِ رفعِ یدین ثابت ہے۔ اور ہم اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

پھر امام ترمذیؒ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ترکِ رفعِ یدین کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: وبہ يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ، والتابعين، وهو قول سفیان، وأهل الكوفة۔ (ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ”بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؓ اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔“ لہذا اوپر جو قول امام بخاریؒ کی طرف منسوب ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم رفعِ یدین کرتے تھے، یہ باطل ہے۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان بھی قابلِ ذکر ہے۔ وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور صحابہ کرامؓ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفعِ یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے“ (موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷) اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں رفعِ یدین روایۃً بھی شاذ تھی اور عملاً بھی شاذ تھی اور ترکِ رفع

یدین سنداً بھی متواتر تھی جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں: حدثنی من لا أحصى (مسند الامام الاظم رقم ۹۶): ”مجھے اتنے لوگوں نے (ترکِ رفعِ یدین کی) حدیث سنا دی کہ میں ان کو گن نہیں سکتا۔“ اور ترکِ رفعِ یدین عملاً بھی متواتر تھی۔

شبہ:- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ اتنی اہم سنت ہے کہ حدیث کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں رفعِ یدین کی روایت نہ ہو۔

جواب:- غیر مقلدین سے اختلاف اثباتِ رفعِ یدین میں نہیں بلکہ بقائے رفعِ یدین میں ہے۔ نیز یہ کہ حضور ﷺ نے سجدہ کو جاتے ہوئے، سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے، دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفعِ یدین نہیں کی۔ اس پورے مثبت اور منفی عمل کے لیے ذخیرہ احادیث میں کوئی ایک صحیح بلکہ حسن یا ضعیف یا موضوع روایت بھی نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کو خیر فرمایا (بخاری ج ۱ ص ۳۶۲)، جس کی حدود دوسو بیس ہجری (۲۲۰ھ) تک ہیں، کیونکہ آخری تبع تابعی ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ خیر القرون میں لکھی جانے والی چند کتابوں کا ذکر ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اس خیر القرون میں لکھی جانے والی ”کتاب الآثار“ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نماز میں سات جگہ رفعِ یدین کی جائے گی: نماز کے شروع میں، وتروں میں دعائے قنوت کے شروع میں، عیدین میں اور باقی حج میں (کتاب الآثار لابن یوسف ص ۲۱)۔

۲۔ حضرت وائلؒ کی رفعِ یدین والی روایت کی تردید اس کتاب میں ہے کہ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ کیا حضرت وائلؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے دوسرے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے کہ انہوں نے تو یہ رفعِ یدین یاد رکھی اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یاد نہیں رکھی

(کتاب الآثار لابن یوسف ص ۲۱)۔

۳۔ خیر القرون کی لکھی ہوئی دوسری کتاب مؤطا امام محمدؒ میں تو یہاں تک ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (التونی ۹۶ھ) نے فرمایا کہ میں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ میں سے کسی سے یہ رفعِ یدین والا مسئلہ سنا ہی نہیں۔

۴۔ خیر القرون کی تیسری کتاب ”کتاب الآثار امام محمدؒ“ میں صرف ترکِ رفعِ یدین کی حدیث ہے، رفعِ یدین کی حدیث نہیں۔

۵۔ خیر القرون کی حدیث کی کتاب ”مؤطا امام محمدؒ“ میں رفعِ یدین کی ایک روایت نقل کر کے بہت سے آثار سے اس کی تردید کی گئی ہے۔

۶۔ خیر القرون کی چوتھی کتاب ”کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ“ میں بھی رفعِ یدین کی تردید کی گئی ہے۔

۷ خیر القرون کے سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازیں پڑھتے دیکھا، نے فرمایا کہ رفع یدین کے بارہ میں کوئی روایت حضور ﷺ سے ثابت نہیں۔ حضرت امام اوزاعیؒ کے رفع یدین کی حدیث ابن عمرؓ نقل کرنے پر امام صاحب نے دوسری حدیث ”جس کے تمام راوی فقیہ تھے“ ذکر کر کے حدیث ابن عمرؓ کو مرجوح قرار دیا (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۹۷) اور اس فیصلے کو حضرت امام اوزاعیؒ نے بھی یہاں تک قبول کیا کہ جب فدیہ بن سلیمانؒ نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپؓ کھڑے ہونے کی حالت میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ ذلک الامر الاول کہ یہ پہلا معاملہ ہے۔ جیسا کہ جزء رفع یدین امام بخاری میں ہے ”حضرت فدیہ بن سلیمان ابو عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے“ (جزء رفع الیدین بخاری رقم ۱۰۶)

۸ خیر القرون کے فقیہ حضرت امام زیدؒ کی مسند میں بھی حضرت علیؒ سے یہ روایت ہے کہ وہ تکبیر اولیٰ میں کانوں کے برابر رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز پورا ہونے تک رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند امام رید ص ۸۹، ۹۰)۔ اس کتاب میں ترک رفع یدین ہی کی حدیث ہے، رفع یدین کی حدیث نہیں۔

۹ خیر القرون کی کتاب ”الصحیفۃ الصادقہ“ تھی جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی جمع کردہ احادیث کا مجموعہ تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے پڑپوتے حضرت عمرو بن شعیب کے پاس محفوظ تھی۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ جو روایت عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے آئے، وہ ”الصحیفۃ الصادقہ“ کی حدیث ہوگی (درس ترمذی ص ۳۹)۔ رفع یدین کی کوئی روایت اس سند سے نہیں۔ معلوم ہوا کہ الصحیفۃ الصادقہ رفع یدین کی روایت سے خالی تھی۔

۱۰ صحیفہ ہمام بن منہ، جو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات کا مجموعہ ہے اور مسند احمد ج ۲ میں مذکور ہے اور علیحدہ بھی چھپ چکا ہے۔ اس میں بھی اختلافی رفع یدین کا ذکر نہیں۔

۱۱ خیر القرون کی کتاب ”الجامع الصحیح مسند امام ربیع بن حبیب“ شائع ہوئی ہے جو پہلی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ عبداللہ بن حمید السالمیؒ لکھتے ہیں کہ یہ مسند کتب حدیث میں سے روایت کے اعتبار سے سب کتب سے زیادہ صحیح ہے اور اس کی سند تمام کتب حدیث سے اعلیٰ ہے اور اس کے تمام راوی علم، پرہیزگاری، ضبط، امانت، عدالت اور حفاظت حدیث میں مشہور ہیں۔ تمام کے تمام دین کے امام اور ہدایت یافتہ لوگوں کے قائد ہیں اور لکھا ہے کہ هو أصح کتاب بعد القرآن العزیز کہ یہ کتاب قرآن عزیز کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہے (الجامع الصحیح ص ۲)۔

۱۲ اس کتاب میں رفع یدین کی کوئی روایت نہیں ہے۔ البتہ ترک رفع یدین کے بارہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گویا میں ایسی قوم کے ساتھ ہوں جو میرے بعد آئیں گے وہ نماز میں رفع یدین کریں گے گویا کہ وہ ہاتھ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔
(الجامع الصحیح ج ۱ ص ۴۵)۔

۱۳ اس کتاب میں اسی طرح حضور ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک قوم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو نماز میں شریر گھوڑوں کی طرح رفع یدین کرتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ نماز میں سکون اختیار کرو (الجامع الصحیح ج ۲ ص ۸)۔

فائدہ: یہ دوسری روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے مسلم شریف (ج ۱ ص ۱۸۱ رقم ۹۶۸) میں موجود ہے۔
۱۴ اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ رفع یدین پہلے تھی اور بعد میں حضور ﷺ نے ڈانٹا۔ پھر ایک صحابی حضرت خلاد بن ارفعؓ نے رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ نے نماز میں یہ غلطی دیکھ کر نماز میں ان کو نہیں ڈانٹا بلکہ فراغت کے بعد فرمایا کہ دوبارہ نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی (بخاری)۔ مگر اس فعل پر حضور ﷺ نے نماز میں ہی ڈانٹا شروع کیا اور انسانوں سے نکال کر جانوروں اور وہ بھی شریر جانوروں میں داخل کر دیا۔ البتہ دوسری حدیث کی وجہ سے مجتہدین اور ان کے مقلدین کے لیے ایک اجر کا وعدہ فرما کر ان کو اس حکم سے نکال دیا۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ کے نبی ﷺ اس فعل کو شرارت فرماتے ہیں۔ اس لیے جہاں بھی رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والوں میں اختلاف ہو گا وہاں شرارت کرنے والوں کی طرف سے ہوگی۔

شبہ:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حنفی علماء سے اگر پوچھا جائے کہ شوافع اور حنابلہ کی رفع یدین درست ہے، تو کہتے ہیں: ہاں! درست ہے۔ اور اگر پوچھا جائے کہ کوئی اہل حدیث حضور ﷺ کی حدیث دیکھ کر رفع یدین کرے تو کہتے ہیں درست نہیں۔ معلوم ہوا کہ احناف کو رفع یدین سے چڑ نہیں۔ البتہ حدیث اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے چڑ ہے، یعنی محمدی بن کر کوئی رفع یدین نہ کرے، شافعی بن کر کر لے، تو کوئی حرج نہیں۔

جواب اصل بات یہ ہے کہ علماء احناف کو سچ کے ساتھ بغض نہیں، جھوٹ سے بغض ہے۔ شافعی، حنبلی، مالکی، حنفی سچ بولتے ہیں کہ یہ مسئلہ رفع یدین اجتہادی مسئلہ ہے، جس کی نسبت مجتہد کی طرف ہوتی ہے کیونکہ جب دو قسم کی روایات میں تعارض ہو، تو رفع تعارض اگر حضور ﷺ نے فرما دیا ہو تو وہ محمدی فیصلہ ہوگا۔ وہاں نہ کسی مجتہد کو اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اگر تمام مجتہدین کا مسئلہ میں اتفاق ہو جائے، تو وہ اجماعی مسئلہ ہوتا ہے۔ اگر مجتہدین کا اختلاف ہو جائے تو ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے اور ہر مقلد اپنے امام کی اتباع کرتا ہے۔

مسئلہ رفعِ یدین میں بھی حضور ﷺ کا فیصلہ نہیں کیونکہ اگر حضور ﷺ یہ فیصلہ فرمادیتے کہ رفعِ یدین والی روایات کو لینا اور ترکِ رفعِ یدین والی روایات پر عمل نہ کرنا، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کبھی ترکِ رفعِ یدین نہ کرتے۔ اور اگر حضور ﷺ یہ فیصلہ فرمادیتے کہ ترکِ رفعِ یدین والی روایات پر عمل کرو اور رفعِ یدین والی روایات پر عمل نہ کرو، تو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور ان کا کوئی مقلد رفعِ یدین نہ کرتا مگر حضور ﷺ کا اس بارہ میں کوئی فیصلہ نہیں۔ اس لیے مجتہدین نے اس مسئلہ میں اجتہاد کیا۔ دو بڑے امام یعنی امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ) اور امام مالکؒ (۹۵ھ تا ۱۷۹ھ) نے اپنے اجتہادی دلائل سے ترکِ رفعِ یدین والی روایات کو ترجیح دی۔ دو چھوٹے امام یعنی امام شافعیؒ (۱۵۰ھ تا ۲۰۴ھ) اور امام احمدؒ (۱۶۳ھ تا ۲۴۱ھ) نے اپنے اجتہاد سے رفعِ یدین والی روایات کو ترجیح دی۔ اس لیے حنبلی اور شافعی سچ بول کر رفعِ یدین کرتے ہیں کہ یہ ہمارے امام کا اجتہادی مسئلہ ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب حکم بیان کرنے والا (مجتہد) حکم بیان کرے اور اجتہاد کرے، تو اگر اس کا اجتہاد درست ہوگا، تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر اس سے اجتہاد میں خطا ہوئی تو بھی اس کو ایک اجر ملے گا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)۔

بہر حال شوافع اور حنابلہ سچ بول کر رفعِ یدین کرتے ہیں اور حدیث کی وجہ سے بھی وہ ماجور ہیں۔ اس لیے ہمارا ان سے اختلاف نہیں۔ غیر مقلدین اپنا فیصلہ کر کے اس کو محمدی فیصلہ کہتے ہیں، جو ہر اسرجھوٹ ہے۔ اس لیے ہمارا جھوٹ سے اختلاف ہے۔ بالفاظِ دیگر غیر مقلدین اپنا فیصلہ کر کے جب اس کو ”محمدی فیصلہ“ کہتے ہیں تو گویا اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے منصب پر فائز کرنا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ ہم ان کو محمد رسول اللہ ﷺ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

شبہ:۔ اگر ایک شخص رفعِ یدین کرے اور دوسرا شخص اس پر اعتراض کرے تو یہ اعتراض رفعِ یدین والی حدیث اور صاحبِ حدیث یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچے گا؟

جواب:۔ بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بارہ میں ایک ہی حدیث ہوتی ہے۔ اس کے متعارض کوئی حدیث نہیں ہوتی جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین ہے۔ تو ایسے عمل پر اعتراض واقعی حدیث پر اعتراض اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتراض ہے۔

بعض اوقات کسی عمل کے بارہ میں متعارض روایات ہوتی ہیں اور ان میں ایک روایت کی ترجیح دوسری روایت پر بھی حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ تو اس صورت جس عمل کو خود حضور ﷺ نے رائج قرار دیا۔ اس پر عمل کرنے والے پر اعتراض حدیث پر اور حضور ﷺ پر اعتراض ہوگا۔ اور جس عمل کو

خود حضور ﷺ نے مرجوح قرار دیا، اس پر اعتراض نہ حدیث پر اعتراض ہے اور نہ رسول اقدس ﷺ پر، بلکہ اس کو مرجوح قرار دینا منشاء رسالت ہے۔

بعض اوقات ایسا عمل ہوتا ہے کہ احادیث اس کے بارہ میں متعارض ہوتی ہیں اور حدیث سے رفع تعارض یا وجہ ترجیح معلوم نہیں ہوتی۔ اس صورت میں مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں۔ اگر ان کا اتفاق ہو جائے تو وہ اجماعی فیصلہ ہوگا۔ اس پر اعتراض اجماع امت پر اعتراض ہوگا۔

اگر ان میں اختلاف ہو جیسے مسئلہ رفع یدین میں ہے۔ تو اگر کوئی شافعی یا حنبلی پر اعتراض کرے گا، تو وہ اعتراض نہ حدیث پر ہوگا اور نہ حضور ﷺ پر، کیونکہ یہاں حضور ﷺ کا فیصلہ نہیں بلکہ امام شافعی یا امام احمد کا فیصلہ ہے۔ تو یہ اعتراض امام شافعی یا امام احمد پر ہوگا۔ لیکن ہم کسی شخص کو حق نہیں دیتے کہ وہ ان ائمہ پر اعتراض کرے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ ہم سے اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ کسی فن میں اس فن کے ماہر سے ہم جھگڑا نہیں کریں گے

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵)۔

اسی ترک رفع یدین والی روایات پر مالکی اور حنفی اپنے اپنے امام کے فیصلہ کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ تو اگر کوئی ترک رفع یدین پر اعتراض کرے تو یہ اعتراض بھی نہ حدیث پر اعتراض ہوگا، نہ حضور ﷺ پر۔ کیونکہ یہ آپ ﷺ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک کا فیصلہ ہے۔ اس لیے یہ اعتراض امام ابوحنیفہ یا امام مالک پر ہوگا مگر شوافع اور حنابلہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں ان ائمہ پر اعتراض کا حق کسی کو نہیں دیتے۔

ہمارے اس علاقہ میں نہ حنبلی ہیں اور نہ شافعی۔ البتہ یہاں ایک گروہ شیعہ کا ہے جو اپنے فیصلہ کے موافق متعدد جگہ رفع یدین کرتا ہے۔ تو شیعہ کی رفع یدین پر اعتراض نہ حدیث پر اعتراض ہوگا اور نہ حضور ﷺ پر۔ بلکہ شیعہ پر اعتراض ہوگا۔ اور شیعہ چونکہ ماہر فن اور مجتہدین نہیں بلکہ ”اذا وسد الأمر الی غیر اہلہ فانظر الساعۃ“ (جب دینی معاملات نا اہلوں کے سپرد کیے جائیں، تو قیامت کا انتظار کر) کا مصداق اور نا اہل ہیں۔ اور اس حدیث کا مصداق ہیں کہ جو (جاہل شخص) قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرے اور اتفاقاً درست ہی بیان کر دے تو بھی وہ گنہگار ہے (ترمذی ج ۲ ص ۱۲۳)۔ اس لیے ان کی خطا کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

دوسرا گروہ اس علاقہ میں رفع یدین کرنے والا غیر مقلدین کا ہے۔ جن کی رفع یدین ۱۸۶۰ء میں انگریز کے ملازم محمد یوسف پنشنر تک پہنچتی ہے (نقوش ابوالوفاء ص ۳۹)۔ جن کے بارہ میں قوی اندیشہ ہے کہ انگریز کے اصول ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے تحت مساجد میں لڑائی کرانے کے لیے اپنے ملازم کو اس کام کے لیے منتخب کیا۔ لہذا اس گروہ کی رفع یدین پر اعتراض انگریز کے ملازم محمد یوسف تک پہنچے گا، نہ کہ حضور ﷺ تک، اور نہ امام شافعی یا امام احمد تک۔ (تجلیات انور ج ۲ ص ۱۸۶ تا ۱۸۸)

بعض احادیث کی تحقیق

ترک رفع یدین پر احادیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما باب ۴ میں بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح ان سے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی حدیث باب ۷ میں بیان کی گئی ہے۔ ان روایات پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو غیر مقلدین دوام رفع یدین میں پیش کرتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے جس کا پیش کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اسی کی تائید کے لیے پیش کی جانے والی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

مسند ابو عوانہ میں ترک رفع یدین

کی روایات پر شبہات مع جوابات

حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي، وسعد بن نصر، وشعيب بن عمرو في آخرين، قالوا: ثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ "إذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذي بهما"، وقال بعضهم: حَذَوْا منكبيه، وإذا أراد أن يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، لَا يَزِفْعُهُمَا. وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدةتين. والمعنى واحد.

(مسند أبي عوانة ج ۱ ص ۳۳۲ رقم الحديث: ۱۲۵۱۔ دار الكتب العلمية بيروت، لبنان ۱۴۲۵ھ؛ مسند أبي عوانة رقم الحديث: ۱۵۷۲۔ دار المعرفة بيروت، لبنان ۱۴۱۹ھ)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

شبیہ:- جناب ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں: باب تو اثبات رفع کا مگر اس پر دلیل وہ جس میں رفع یدین نہ کرنے کا صریح حکم ہے (مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)۔

جناب زبیر علی زئی لکھتے ہیں: امام ابو عوانہؒ نے اس حدیث پر رفع یدین کا باب باندھا ہے۔ لہذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس باب کے تحت وہ رفع یدین نہ کرنے کی کوئی روایت لے آئیں (بو عینین ص ۲۸۲)۔

جواب:- امام ابو عوانہؒ نے جو باب کا عنوان قائم کیا ہے:- ”رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ قبل التکبیر بحذاء منکبہ وللرکوع ولرفع رأسہ من الرکوع وانه لا یرفع بین السجدتین“۔ اس کے چار اجزاء یعنی چار دعوے ہیں:

- ۱۔ رفع یدین تکبیر افتتاح میں کندھوں کے برابر ہو۔
- ۲۔ رکوع کے وقت یعنی رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا۔
- ۳۔ رفع یدین تکبیر افتتاح سے پہلے ہو، تکبیر بعد میں ہو۔
- ۴۔ سجدوں میں رفع یدین نہ ہو۔

اب ان چار دعوؤں کو ثابت کرنے کے لیے امام ابو عوانہؒ کئی احادیث لائے ہیں۔ پہلی حدیث سے دو دعوے ثابت ہوتے ہیں۔

- ۱۔ رفع یدین کندھوں کے برابر کیا۔
- ۲۔ سجدتین میں رفع یدین نہیں کیا۔

البتہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ رفع یدین تکبیر سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ اس سے حدیث خاموش ہے۔ اور ایک دعویٰ کہ رفع یدین رکوع کے وقت کرنا چاہیے۔ حدیث کے الفاظ اس دعویٰ کے صریح خلاف ہیں۔ یہی غیر مقلدین کا اعتراض ہے۔ لیکن ان کا یہ اعتراض قلت فہمی کا نتیجہ ہے۔ امام ابو عوانہؒ ایسا کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس عنوان کے بعد دوسرا عنوان ”ذکر الأخبار المتضادة للباب الذی قبلہ فی رفع الیدین الخ“ قائم کیا ہے۔ یعنی اس باب میں ان حدیثوں کا ذکر ہوگا جو پہلے باب رفع یدین کے متضاد (ضد) ہیں۔ حالانکہ بعض روایتیں پہلے باب کے مکمل طور پر متضاد نہیں ہیں۔ جیسے حضرت ابو قلابہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مالک بن حویرثؓ کو دیکھا کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تکبیر کہی۔ پھر رفع یدین کیا اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔ (مسند ابو عوانہ رقم ۱۲۶۰)۔ اب اس حدیث میں پہلے باب کے چار دعوؤں میں سے صرف ایک دعویٰ کی صراحتاً مخالفت ہے یعنی تکبیر پہلے کہی رفع یدین بعد میں کیا۔ رفع یدین کندھوں کے

برابر نہ ہو بلکہ کانوں کے برابر ہو۔ اس کا بیان نہیں ہوا۔ اسی طرح سجدوں میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا بھی بیان نہیں ہوا۔ البتہ ایک بات اس حدیث میں ایسی ہے جو پہلے باب کے مطابق ہے یعنی رکوع کے وقت رفع یدین کرنا۔ حالانکہ امام ابو عوانہؒ نے باب کا عنوان جو قائم کیا ہے وہ یوں ہے کہ اس باب کی حدیثیں پہلے باب کی ضد ہیں۔ اب اگر کوئی کم علم آدمی روایت کا ترجمہ کیے بغیر یوں کہہ دے۔ ایسے صریح تناقض و تضاد کی تو کسی غبی شخص سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ امام ابو عوانہؒ ایسے ”الحافظ الثقة الكبير“ سے اس کی توقع رکھی جائے (مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)۔ تو ایسا شخص امام ابو عوانہؒ کے طرز استدلال سے بالکل ناواقف ہے۔

غیر مقلدین حضرات کا ”واذا اراد ان يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، لا يرفعهما۔“ کے الفاظ پر اشکال پیدا کرنا کم عقلی ہے۔ امام ابو عوانہؒ کی یہ روایت ترک رفع یدین میں نص صریح ہے۔ اور ایسا کہنا بالکل صحیح اور قرین قیاس ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ”باب ما جاء في وضع اليدين قبل الركبتين في السجود“ (ترمذی مع تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۲۸)۔ مگر اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ بالکل خلاف ہے۔ مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: بعض نسخوں میں ”باب ما جاء في وضع الركبتين قبل اليدين في السجود“ ہے۔ جیسا کہ ترمذی ص ۱۳۶ باب نمبر ۸۴ طبع دارالمعرفہ، بیروت بتحقیق خلیل مأمون شحیا میں ہے۔ اس صورت میں حدیث باب کے مطابق ہے۔ عام نسخوں کے لحاظ سے حدیث باب کے مطابق نہیں ہے۔

امام بخاری کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ اپنے مصنف میں باب کا عنوان یوں قائم کرتے ہیں: ”في رفع اليدين بين السجدين“۔ مگر پہلی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت نفی رفع اليدين بين السجدين کی نقل کرتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۱، مطبوعہ حیدرآباد دکن؛ مصنف ابن شیبہ ج ۲ ص ۵۰۸ باب نمبر ۴۵ رقم الحدیث ۲۸۱۰ طبع ادارة القرآن کراچی)۔ کیا یہ محدث حضرات غیر مقلدین کے نزدیک بے عقل و بے علم ہیں؟ ان حضرات نے باب کچھ باندھا ہے اور حدیث اس کے خلاف نقل کی ہے۔

شبہ:- حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: مسند ابی عوانہ کا موجودہ نسخہ ہندوستانی دیوبندیوں کا شائع کردہ ہے جسے انہوں نے متعدد نسخوں سے شائع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: اس حدیث کا صحیح متن یہ ہے: ----- وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما. وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدين والمعنى واحد.

دو قلمی نسخوں میں ”واو“ موجود ہے۔ جسے ہندوستانی ناشرین نے اڑا دیا ہے۔ اس کے بعد دنیا میں

جہاں کہیں بھی صحیح ابی عوانہ چھپی ہے، ہندوستانی نسخہ کا عکس ہے۔ (نور العینین ص ۲۸۰)۔ مزید لکھتے ہیں:
مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عمدایا سہواً ”واؤ“ گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ (نور العینین ص ۸۰)
جواب:-

(۱) مولانا سید بدیع الدین سندھی غیر مقلد نے ابو عوانہ کے نسخہ کی عبارت واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الركوع لا یرفعهما۔ وقال بعضهم: ولا یرفع بین السجدةین۔ والمعنی واحد۔ نقل کیا ہے۔ اور اس نسخہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان (الطبعة الأولى: ۱۳۱۹ھ) سے مطبوعہ نسخہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی نے مسند ابو عوانہ (ج ۱ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۱۵۷۲) میں واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الركوع لا یرفعهما۔ وقال بعضهم: ولا یرفع بین السجدةین۔ والمعنی واحد۔ کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

(۳) دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان (۱۳۲۲ھ) سے مطبوعہ نسخہ بتحقیق ابو علی النظیف نے مسند أبی عوانة (ج ۱ ص ۳۳۴ رقم الحدیث: ۱۲۵۱) میں واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الركوع لا یرفعهما۔ وقال بعضهم: ولا یرفع بین السجدةین۔ والمعنی واحد۔ کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

(۴) الاعتصام ہفت روزہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ/ ۳ جولائی ۱۹۹۲ء ص ۲۱ میں مولانا محمد ایوب اثری حیدر آباد سندھ نے جو قلمی نسخہ پیر جھنڈا کا نسخہ پیش کیا ہے اس میں فلا یرفعهما صراحةً نظر آ رہا ہے۔
شہید:- حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: اس حدیث کو سابقہ حنفی علماء مثلاً زیلعی (وغیرہ) نے عدم رفع الیدین کے حق میں پیش نہیں کیا۔ اس وقت تک یہ روایت بنی ہی نہیں تھی۔ لہذا وہ پیش کیسے کرتے؟ (نور العینین ص ۸۰) نیز لکھتے ہیں:

☆ معلوم ہوا کہ اس روایت کے ساتھ عدم رفع پر استدلال کرنا غلط، باطل اور چودھویں صدی کی ”بدعت“ ہے۔ (نور العینین ص ۸۰)

☆ مسند ابی عوانہ قدیم دور میں بھی مشہور و معروف رہی ہے۔ کسی ایک امام نے بھی اس کی محولہ بالا عبارت کو ترک و عدم رفع الیدین کے بارے میں نہیں پیش کیا۔ (نور العینین ص ۸۱)

☆ عصر حاضر سے پہلے کسی حنفی نے ابو عوانہ کی روایت سے استدلال نہیں کیا۔ اگر ایسی کوئی روایت کا وجود ہوتا تو اسلاف حنفیہ اس سے ضرور استدلال کرتے۔ (نور العینین ص ۲۸۲)

جواب:- یہ شہد کہ پہلے احناف نے اس روایت سے استدلال نہیں کیا تھا یہ اعتراض کا منشا سادگی

یا جہالت ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ جتنا فتنہ و فساد تیز ہوتا ہے۔ اتنے زیادہ جوابات دیئے جاتے ہیں اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ مرزائیت کا فتنہ، چکڑالویت کا فتنہ، نیچریت کا فتنہ وغیرہ یہ سب غیر مقلدین حضرات سے نکلے۔ ان کے مقابلہ میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ اسلاف اتنے دلائل پیش نہ کیا کرتے تھے۔

ترک رفع یدین میں جن آیات سے استدلال کیا ہے اور بخاری مسلم کی جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تمہیں جواب نہ آئے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ حدیث نہ تھی کیا تم ساری امت کے اعمال کو بیکار سمجھ کر ہی خوش ہوتے ہو؟ کیا کسی اور کی قسمت میں کسی حدیث پر عمل نہیں ہے؟ اللہ کی رحمت کو تم نے اتنا محصور کر دیا ہے۔

شبیہ:- حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

☆ بعض نا سمجھ لوگوں نے ”لا یرفعہما“ کو پچھلی عبارت سے لگا دیا ہے۔ (نور العینین ص ۸۰)
☆ امام شافعی، امام ابو داؤد اور امام حمیدی کی روایات بھی اثبات ”رفع الیدین عند الركوع وبعده“ کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابو عوانہ نے ”نحوہ“۔۔۔ ”بمثله“ اور ”مثله“ کہا ہے۔ (نور العینین ص ۸۰)

☆ اس روایت میں ”ولا یرفع“ اور ”ولا یرفعہما“ دونوں سے سجدوں والے رفع الیدین کی نفی ہے، رکوع والے کی نہیں۔ (نور العینین ص ۲۸۲)

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں: امام صاحب کے الفاظ ”والمعنی واحد“ معنی و مقصد ایک ہی ہے سے بھی تائید ہوتی ہے۔ کہ ”لا یرفعہما“ کہا جائے یا لا یرفع الخ معنوی اعتبار سے کوئی جوہری فرق نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر لا یرفعہما ماقبل کی جزاء ہے تو پھر اس کے بعد وقال بعضهم: ولا یرفع بین السجدتین۔ والمعنی واحد میں بعض کا ذکر کر کے کس جملہ سے تعرض و اختلاف کا اشارہ ہے اور یہاں کون سے دو لفظ ہیں کہ فرمایا جا رہا ہے کہ معنی ایک ہی ہیں۔ اگر یہاں دو لفظ نہیں تو والمعنی واحد کہنے کا کیا مطلب؟ (مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)

جواب:- غیر مقلدین حضرات کو صرف و نحو نہیں آتی جس کی وجہ سے ایسی عظیم غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں یا عناداً ایسا کر رہے ہیں۔

واذا اراد ان یرکع، وبعد ما یرفع رأسه من الركوع، لا یرفعہما پر بعض راویوں نے حدیث کو پورا کر دیا ہے اور آگے کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ جب بیان ہی نہیں کیا تو لا یرفعہما جو ماقبل کی جزاء ہے اس کا تعلق ما بعد سے کیسے ہوگا۔ بعض نے حدیث کے الفاظ ولا یرفع بین

السجدتین بڑھائے ہیں۔ اور یہ الگ حکم ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں بعض راوی رفع یدین صرف عند الافتتاح، وبعد الركوع بیان کرتے ہیں اور رفع یدین بین السجدتین کا نام تک نہیں لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف ہے۔

اگر لایر فعهما کا تعلق بعد سے کیا جائے تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ درمیان میں ”واؤ“ عاطفہ موجود ہے۔ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تغایر ہوتا ہے۔ پھر قال بعضہم میں قول کا مقولہ جو آ رہا ہے بعد میں ہوتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ”قال“ کا مقولہ حرف عطف ”واؤ“ کو پھلانگ کر ماقبل آ جائے۔ علم نحو سے اتنی بے علمی یا عناد محض غیر مقلدین سے ہی متصور ہو سکتی ہے۔

والمعنی واحد کا مطلب واضح ہے کہ رکوع اور بین السجدتین دونوں مقاموں میں راویوں نے ترک رفع یدین روایت کیا ہے۔

اگر بعض راویوں نے ترک رفع یدین عند الركوع روایت کیا ہے اور ترک رفع یدین بین السجدتین روایت نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی مراد بھی ترک رفع یدین بین السجدتین ہے۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہو اور بین السجدتین ترک رفع یدین ہو تو ان دو مختلف عبارتوں کا مقصد و معنی ایک کیسے ہو سکتا ہے؟ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا کا معنی ایک کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ رکوع کے وقت بھی ترک رفع یدین اور بین السجدتین بھی ترک رفع یدین ہو تو معنی و مقصد ایک کہنا درست ہے۔ (وللہ الحمد)

اس کی ایک نظیر خود مسند ابوعوانہ (ج ۲ ص ۱۹۵ طبع ہند؛ ج ۱ ص ۴۰۰ طبع بیروت) میں موجود ہے۔ ذوالیدین والی روایت میں بعض راویوں نے بقیہ دو رکعتوں کے آخر میں سجدہ سہو کی کیفیت بیان کر کے چپ ہو گئے ہیں۔ سلام وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابوعوانہؒ فرماتے ہیں: قال ابن سیرین: وأُخبرْتُ عن عمران بن حصین: ثمَّ سلَّم. واللفظ للصنعاني. معنی حدیثہما واحد۔ (مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۰۰ طبع بیروت) ”امام ابن سیرین فرماتے ہیں: مجھے عمران بن حصینؒ سے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا (یعنی نماز کو ختم کر دیا)۔ اور یہ لفظ الصنعانی راوی کے ہیں۔ اور ان دونوں راویوں کی روایت کا معنی ایک ہے۔“ یعنی ابواسامیل نے جو آخری سلام کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی مراد بھی الصنعانی راوی کی طرح ہے جس نے سلام کا ذکر کیا ہے یعنی نماز کو سلام سے ختم کیا جائے۔ اب اگر کوئی غیر مقلدین کی طرح یہ کہہ دے کہ سجدہ سہو اور آخری سلام دونوں ایک چیزیں ہیں ورنہ معنی حدیثہما واحد۔ کا پھر کیا مطلب۔ تو ایسے

شہبہ:- امام بیہقی کی معرفۃ السنن (ج ۱ ص ۲۱۴) میں بھی امام شافعیؒ کی روایت موجود ہے۔ انصاف شرط ہے کہ اگر صحیح ابو عوانہ کی پہلی روایت میں ترک رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور الشافعی عن ابن عیینہ روایت میں رفع یدین کا ذکر ہے تو پھر امام شافعیؒ کی روایت بیان کرتے ہوئے ”بنحوہ“ کہنے کا مطلب کیا؟ جو روایت پہلی حدیث کے مخالف ہو وہاں ”بنحوہ“ ہی کہا جاتا ہے؟

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ”امام شافعیؒ، امام ابو داؤدؒ اور امام حمیدیؒ کی روایات بھی اثبات ’رفع الیدین عند الرکوع وبعده‘ کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابوعوانہ نے ’نحوہ‘۔۔۔۔۔
’بمثله‘ اور ’مثله‘ کہا ہے“ (نور العینین ص ۸۰)۔

جواب :- حضرت امام ابو عوانہؒ نے پہلی حدیث ترکِ رفع یدین میں بیان کر کے اس کے بعد ”عن الشافعی عن ابن عیینہ“ کی روایت کو ”بنحوہ“ کے لفظ سے نقل کیا ہے اور پھر ”ابوداؤد ثنا علی ثنا سفیان عن الزہری اخبرنی سالم عن أبیہ قال: رأیت رسول اللہ ﷺ بمثلہ۔ ثنا الصائغ بمکہ قال حدثنا الحمیدی ثنا سفیان عن الزہری اخبرنی سالم عن أبیہ قال: رأیت رسول اللہ ﷺ بمثلہ۔“ ان دونوں روایتوں کو مثلہ کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ غیر مقلدین اس پر غور کیوں نہیں فرماتے کہ امام ابو عوانہؒ نے ترکِ رفع یدین کی روایت کے بعد، ایک روایت کو بنحوہ کے لفظ سے اور اس کے بعد دو روایتوں کو ”بمثلہ و مثلہ“ کے الفاظ سے کیوں تعبیر کیا ہے؟۔ محدثین کرامؒ کے اصول کے مطابق بنحوہ وہاں بولا جاتا ہے کہ جب بعد والی روایت کے الفاظ وہ نہ ہوں جو اس سے پہلے مذکور ہوئی ہے۔ اور ”مثلہ“ وہاں بولا جاتا ہے جب بعد والی روایت کے الفاظ بعینہ وہی ہوں جو پہلی حدیث کے تھے۔ (تدریب الراوی للعلامة السیوطی ج ۲ ص ۱۲۰ طبع المکتبۃ العلمیۃ)۔

پس اس قاعدہ سے ثابت ہوا کہ امام ابو عوانہؒ نے ”عن الشافعی عن ابن عیینہ“ والی روایت کو بنحوہ اس لیے کہا ہے کہ اس کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو اس سے پہلے والی حدیث کے تھے۔ اور اس کے بعد والی دونوں روایتوں کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو ترکیب رفع یدین والی حدیث

کے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں روایتوں میں سے ایک روایت امام حمیدی کے طریق سے ہے۔ مسند حمیدی کے الفاظ ۱۰۲ میں ذکر کیے ہیں جو کہ بعینہ صحیح ابو عوانہ کی ترک رفع یدین والی روایت کی طرح ہیں۔ ان دو میں سے ایک روایت کی سند امام ابو عوانہ نے یوں نقل کی ہے۔ ”ابوداؤد ثنا علی ثنا سفیان عن الزہری اخبرنی سالم عن أبيه قال: رأيتُ رسول الله ﷺ بمثلہ“۔ امام ابو عوانہ کا استاد اس روایت میں ابوداؤد الحمرانی (سلیمان بن سیف المتوفی ۲۷۲ھ) ہے۔ ثقہ ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۹۹)۔ اور علی سے مراد علی بن المدینی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ابو عوانہ یوں فرماتے ہیں: ”ابوداؤد الحمرانی ثنا علی بن المدینی ثنا سفیان الخ (ابو عوانہ ج ۲ ص ۵۶ طبع ہند)۔ پس معلوم ہوا کہ امام ابو عوانہ نے اس سند سے حدیث کے الفاظ بھی بعینہ وہی نقل کیے ہیں جو ترک رفع یدین والی روایت کے ہیں۔

چونکہ امام سفیان بن عیینہ نے ترک رفع یدین بھی روایت کیا ہے۔ اس لیے کبھی وہ رفع یدین کرتے تھے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ”وکان ابن عیینة ربما فعله وربما لم يفعلہ“ (تمہید ابن عبد البر ج ۹ ص ۲۲۶)۔ ابن عیینہ کبھی رفع یدین کرتے تھے۔ کبھی نہ کرتے تھے۔ پس سفیان بن عیینہ سے ترک رفع یدین کی روایت نقل کرنے میں کوئی شک نہ رہا۔

عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں: ”کان البخاری اذا وجد الحديث عند الحمیدی لا يعدوه الى غيره. کذا فی التقریب۔ (تحفة الاحوذی ج ۳ ص ۲۶۹)۔ امام بخاریؒ کا اپنے استاد امام حمیدیؒ سے رفع یدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً اپنی کتابوں میں نقل نہ کرنا بھی دلیل ہے اس امر کی کہ امام حمیدیؒ سے یہ روایت ترک رفع یدین میں مروی ہے۔

مسند حمیدی میں ترک رفع یدین کی روایت پر

کئے گئے شبہات اور ان کے جوابات

حدثنا الحمیدی قال: حدثنا سفیان حدثنا الزہری، قال: أخبرني سالم بن عبد الله عن أبيه قال: رأيتُ رسولَ الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه، وإذا اراد ان يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، فلا يرفع. ولا بين السجدة. (مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷ حدیث نمبر: ۶۱۳ مطبوعہ بیروت لبنان)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

شعبہ:- حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: مسند حمیدی کو اس کے معلق مولانا حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی نے نسخہ دیوبندیہ (ہندوستانیہ) سے شائع کیا ہے۔ اس کی تائید میں نسخہ سعیدیہ اور نسخہ عثمانیہ سے مدد لی ہے۔ اعظمی ہندوستانی دیوبندی نے نسخہ دیوبندیہ کو اصل بنایا ہے۔ مسند حمیدی کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسے نسخہ ظاہریہ کہتے ہیں (نور العینین ص ۶۸)۔ مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخہ کی متنازع عبارت محرف اور مصحف ہے۔ (نور العینین ص ۷۵)۔

جواب:- دیوبند کے نسخہ اور خانقاہ سراجیہ کنڈیاں ضلع میانوالی کے قلمی نسخہ میں اور ہندوستانی نسخوں میں یہ حدیث ترکِ رفع یدین میں مروی ہے۔ مطبوعہ نسخوں میں بھی ایسا ہی ہے۔ نسخہ ظاہریہ جو شام میں ہے۔ یہ نسخہ غیر مقلدین کا ہے۔ پھر یہ کوئی صحیفہ آسمانی نہیں کہ اس میں غلطی اور تحریف واقع نہ ہو سکے۔ مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں (نور الصباح ج ۲ ص ۳۰۵)۔ تو ظاہریہ کے نسخوں میں بھی تحریف واقع ہو چکی ہے۔ تو یہاں بھی مشہور روایت کی بنا پر ظاہریہ میں تحریف کی گئی ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔

ایک بہت وزنی دلیل

مولانا بدیع الدین سندھی غیر مقلد لکھتے ہیں: ”کان البخاری اذا وجد الحديث عنده (الحمیدی) لا يخرجہ الى غیرہ من الثقة۔ کما فی التہذیب (ج ۵ ص ۲۱۶؛ جلاء العینین ص ۲۸)۔ مولانا مبارک پوری مرحوم لکھتے ہیں: ”کان البخاری اذا وجد الحديث عند الحمیدی لا یعدوہ الى غیرہ۔ کذا فی التقریب۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۶۹)۔ امام بخاری جب حدیث کو اپنے استاد امام حمیدیؒ سے پالیتے تو اس سے آگے نہ بڑھتے تھے جیسا کہ تقریب ابن حجرؒ میں مذکور ہے۔

معلوم ہوا کہ امام حمیدیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ترکِ رفع یدین میں بیان کی ہے جو کہ امام بخاری کے خلاف تھی۔ امام بخاریؒ کا اپنے استاد امام حمیدیؒ سے رفع یدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً اپنی کتابوں میں نقل نہ کرنا بھی دلیل ہے ورنہ تو بخاری شریف کی پہلی حدیث امام حمیدیؒ سے مذکور ہے۔

شبیہ:- حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: اس حدیث کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔ (نور العینین ص ۷۶)۔ امام سفیان بن عیینہ سے رفع یدین کا اثبات بالتواتر ہے۔ (نور العینین ص ۲۸۴)

جواب:- امام سفیان بن عیینہ سے رفع یدین کرنا متواتر ہے تو یہ بات غلط ہے۔ امام سفیان بن عیینہ نے ترک رفع یدین بھی روایت کیا ہے۔ اس لیے کبھی وہ رفع یدین کرتے تھے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ”قال وکان ابن عیینہ یفعلہ ورمالم یفعلہ“ (تمہید ابن عبد البر ج ۹ ص ۲۲۶) ابن عیینہ کبھی رفع یدین کرتے تھے۔ کبھی نہ کرتے تھے۔ پس سفیان بن عیینہ سے ترک رفع یدین کی روایت نقل کرنے میں کوئی شک نہ رہا۔

شبیہ:- حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: عصر حاضر سے پہلے کسی حنفی نے اس روایت کو اپنے استدلال میں پیش نہیں کیا۔ (نور العینین ص ۲۸۴)۔

جواب:- جب فتنہ و فساد تیز ہوتا ہے۔ اس کے زیادہ جوابات دیئے جاتے ہیں اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ مرزائیت کا فتنہ، چکڑالویت کا فتنہ، نیچریت کا فتنہ وغیرہ یہ سب غیر مقلدین حضرات سے نکلے۔ ان کے مقابلہ میں جو دلائل اب پیش کیے جاتے ہیں۔ اسلاف اتنے دلائل پیش نہ کیا کرتے تھے۔ کیا کسی شافعی یا حنبلی نے مسند حمیدی کا حوالہ رفع یدین میں پیش کیا ہے؟ یہ تو وسعت علمی کی بات ہے۔ کتابوں کے طبع ہونے پر معلومات بڑھتی ہیں۔

شبیہ:- حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: اس تحقیق کے بعد المستخرج لابن نعیم الاصبہانی (ج ۲ ص ۱۲) دیکھنے کا موقع ملا۔ وہاں بھی یہ روایت مسند حمیدی کی سند کے ساتھ منقول ہے جس میں اثبات رفع الیدین ہے نفی نہیں۔ (نور العینین ص ۷۶)

جواب:- نور العینین طبع اول کے آخر میں توالی التاسیس کی نوٹو کاپی لگائی تھی۔ وہ حمیدی کی روایت محمد بن ادریس الشافعی سے ہے نہ کہ ابن عیینہ سے۔ ☆ اس کی سند میں ابو طاہر عبد الغفار بن محمد بن جعفر ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس راوی نے ابو بکر الصواف سے روایت کی ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا کہ میں نے اس راوی سے لکھا ہے۔ اس کی ولادت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ذوالحجہ ۳۴۵ھ میں ہوئی ہے۔ اس راوی نے وفات ۳۸۲ھ میں پائی ہے۔ اور میں نے محدث صوری سے سنا وہ اس پر اعتراض کرتا تھا اور اس کو ایسے الفاظ سے ذکر کرتا تھا جو موجب ضعف ہیں۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۴۳)۔ اس سند کے اور راوی بھی قابل تحقیق ہیں کہ وہ کیسے ہیں۔ معلوم ہیں یا مجہول۔

شہبہ:- حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: [۱] حضرت عبداللہ بن عمرؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے (نور العینین ص ۲۸۲، ۲۸۳) [۲] سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی (رفع یدین والی موقوف) روایت کو امام حمیدیؒ نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین کو ضروری (واجب) سمجھتے تھے۔ (نور العینین ص ۷۴) [۳] اسی روایت کے بعد امام الحمیدیؒ کا عبداللہ بن عمرؓ کے اس عمل کا ذکر کرنا کہ ”وہ رفع الیدین کے تارک کو اس وقت تک کنکریوں سے مارتے تھے جب تک وہ رفع یدین نہ کرنے لگتا“، سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام الحمیدیؒ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی اثبات رفع الیدین کی حدیث اور پھر ان پر عمل ذکر کر کے گویا اس مسئلہ پر مہر ثبت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی بنا پر امام الحمیدیؒ خود بھی رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔ (نور العینین ص ۷۴)

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں: امام حمیدیؒ اس روایت کے متصل بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے موقوفاً نقل کرتے ہیں کہ جب وہ کسی کو دیکھتے کہ وہ رفع یدین نہیں کر رہا تو وہ اسے کنکریاں مارتے تھے۔ (مسئلہ رفع یدین ص ۲۶)

جواب:-

۱:- محدثین کرام رحمہم اللہ موافق و مخالف ہر قسم کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام حمیدیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع روایت بھی رفع یدین میں روایت کی ہے۔ امام بخاریؒ کی طرف جو جزء رفع یدین کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس میں امام بخاریؒ نے اپنے استاد امام حمیدیؒ سے دوسری موقوف روایت نقل کی ہے۔ اور پہلی مرفوع نقل نہیں کی۔ اگر وہ رفع یدین میں ہوتی تو ضرور نقل کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ یقیناً ترک رفع یدین میں مروی ہے۔

۲:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ موقوف روایت سند کے لحاظ سے کیسی ہے۔ اس کی سند کے بارے میں جناب زبیر زئی اور اثری صاحب نے کچھ بیان نہیں کیا۔ اس روایت کا دارودار ایک شامی راوی ولید بن مسلم پر ہے۔ جو کہ منفرد ہے اور مختلط الحدیث ہے۔ اور اس کی روایتیں ضعیف ہیں۔

المدونۃ الکبریٰ میں ترک رفع یدین

کی روایت پر شبہ اور اس کا جواب

ابن وہب عن مالک بن انیس عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان

رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح التکبیر للصلوة۔

(مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۹ مطبوعہ مصر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تھے۔

شہہ :- حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں :- اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی عقل مند اسے پیش کر سکتا ہے۔ (نور العینین ص ۸۱)

جواب :- مدونہ کبریٰ والوں نے یہ روایت دلائل ترکِ رفعِ یدین میں بیان کی ہے۔ یہ مالکیوں کی مستند کتاب ہے۔ اس میں عبدالرحمن ابن قاسمؒ نے امام مالکؒ سے رفعِ یدین تکبیر تحریمہ کے سوا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر المالکیؒ لکھتے ہیں: ”واختلف العلماء فی رفع الیدین فی الصلوة۔ فروی ابن القاسم وغیرہ عن مالک أنه کان رفع الیدین فی الصلوة ضعیفاً الا فی تکبیرة الاحرام وحدها وتعلق بهذه الروایت عن مالک اکثر المالکین“ (التمہید ج ۹ ص ۲۱۲)۔ علمائے کرام رحمہ اللہ نے نماز میں رفعِ یدین کے کرنے پر اختلاف کیا ہے۔ پس امام ابن القاسمؒ وغیرہ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ امام مالکؒ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں رفعِ یدین کرنا ضعیف سمجھتے ہیں۔ اس روایت کے ساتھ اکثر مالکیوں نے استدلال کیا ہے۔

نیز مدونہ کبریٰ میں ہے :- ”قال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر الصلوة۔ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوة۔ قال ابن القاسم وکان رفع الیدین عند مالک ضعیفاً الا فی تکبیرة الاحرام۔ (مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۸) امام مالکؒ فرماتے ہیں: میں نماز کی کسی شے میں، نماز کی تکبیر میں، نہ اونچ میں، نہ نیچ، رفعِ یدین کو نہیں پہچانتا مگر نماز کی ابتداء میں۔ امام ابن القاسمؒ فرماتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے سوا رفعِ یدین کرنا ضعیف ہے۔

خلافتِ بیہقی میں ترکِ رفعِ یدین کی روایت پر شبہات اور ان کے جوابات

عن سالم عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة ثم لا یعود

(خلافتِ بیہقی، نصب الراية ج ۱ ص ۷۹، ۴: موضوعات کبیر ص ۵۹۴: الاسرار المفہوم ص ۳۵۶)

ترجمہ :- حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: ”جناب

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔
 شبہ:۔ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: اس روایت سے استدلال کئی لحاظ سے باطل و مردود ہے۔ امام ابو عبد اللہ الحاکم نے کہا: یہ روایت باطل موضوع ہے (نور العینین ص ۸۳)

جواب:۔ شیخ محمد عابد سندھی محدث مدینہ منورہ فرماتے ہیں:۔ ”میں (عابد سندھی) کہتا ہوں: محض حدیث کے موضوع اور باطل ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع اور باطل نہیں ہو سکتی تا آنکہ وجوہ طعن ثابت نہ ہوں۔ یہ حدیث (ترک رفع یدین کی) جو امام بیہقی نے خلائیات میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کے رجال رجال الصحیح (بخاری و مسلم) کے ہیں۔ لہذا اب ضعف نہیں رہا مگر یہ کہ امام مالکؒ سے لینے والے راوی مطعون ہوں لیکن اصل طعن نہ ہونا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث میرے نزدیک یقینی طور پر صحیح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جس وقت رفع یدین کو دیکھا تو رفع یدین کو بیان کر دیا اور جس وقت ترک رفع یدین کو دیکھا تو اس حالت کی خبر دی، لیکن ان کی حدیث میں ان دو عملوں میں سے متعین طور پر کسی ایک پر ہمیشگی اور دوام کا پتہ نہیں چلتا۔ جہاں تک حدیث شریف میں لفظ ”کَانَ“ ہے۔ تو وہ دوام اور ہمیشگی پر ہر وقت دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں وارد ہے: ”كَانَ يَقِفُ عِنْدَ الصَّخْرَاتِ السُّودِ بِعَرَفَةَ“۔ ترجمہ: آپ ﷺ عرفہ میں کالے پتھروں کے پاس ٹھہرتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج (حجۃ الوداع) کیا ہے۔ لہذا اس حدیث کے تضعیف کی کوئی سبیل نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو موضوع کہا جائے۔ (الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن معہ حاشیہ ص ۲۵۲؛ و مشکہ فی معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۸)۔

حضرت امام مالکؒ سے اس حدیث کو روایت کرنے والے عبد اللہ بن عون الخزاز ہیں۔ یہ مسلم اور نسائی کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب کے اندر ان کو ثقہ، مامون اور عابد کہا ہے (تقریب التہذیب ص ۳۱۷ رقم ۳۵۲۰؛ تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۴۰۲)
 شبہ:۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ کہتے ہیں: امام حاکمؒ اور بیہقیؒ کا فیصلہ دلیل کے مطابق ہے۔ اور وہ حدیث کا شذوذ سے محفوظ نہ ہونا ہے۔ اور البانیؒ کے زعم کے مطابق شذوذ وضع اور بطلان کو مستلزم ہے (سلسلة الأحادیث الضعيفة والموضوعة ج ۲ ص ۳۴۶ تا ۳۵۰)۔

جواب:۔ شاذ ہونا صحت اصطلاحی کے منافی نہیں ہے۔ نیز البانیؒ کا زعم محدثین کے قواعد کی رو سے غیر مسموع ہے۔ کیونکہ محدثین کے یہاں شذوذ کی وجہ سے حدیث کا موضوع اور باطل ہونا تو درکنار، اسی میں اختلاف ہے کہ شذوذ ہونا صحت کے منافی ہے یا نہیں چہ جائیکہ موضوع اور باطل ہو۔

محدثین کا موقف

امام ابن الصلاحؒ نے حدیث صحیح کی تعریف بایں الفاظ کی ہے: ”الْحَدِيثُ الْمُسْنَدُ الَّذِي يَتَّصِلُ اسْنَادُهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ عَنِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ اِلَى مَنْتَهَاهُ وَلَا يَكُونُ شَاذًا وَلَا مُعَلَّلًا“ (مقدمة ابن الصلاح مع التقييد والايضاح، ص ۲۱)۔ ترجمہ: صحیح وہ حدیث مسند ہے جس کی سند متصل ہو، شروع سے آخر تک، عادل و ضابط نے عادل و ضابط سے نقل کیا ہو۔ اور شاذ اور منکر نہ ہو۔

اس پر امام سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ ابن الصلاحؒ نے شاذ سے اپنی مراد کو واضح نہیں کیا، جبکہ خود انہوں نے شاذ کے تین معنی ذکر کیے ہیں: [۱] مخالفة الثقة لأرجح منه۔ ترجمہ: ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔ [۲] تفرد الثقة مطلقاً۔ ترجمہ: ثقہ کا مطلقاً تفرد خواہ مخالفت ہو یا نہ ہو۔ [۳] تفرد الراوی مطلقاً۔ ترجمہ: راوی کا مطلقاً تفرد۔

اور اخیر کے دو معنوں کو رد کر دیا ہے۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ ان کی مراد پہلا معنی ہی ہے۔ اس کے بعد علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ: صحیح کی تعریف میں عدم شذوذ کی شرط لگانا اور فقدان کی صورت میں اس حدیث کو صحت کا درجہ نہ دینا، یہ امر مشکل ہے۔ کیونکہ جب سند متصل ہے اور اس کے تمام راوی عادل و ضابط ہیں تو اس حدیث سے علت ظاہرہ نہ رہی۔ پھر جب وہ معلول نہیں رہی تو اس پر صحت کا حکم لگانے سے کون سی چیز مانع بن رہی ہے۔ محض اس کے راویوں میں سے کسی ایک کا اپنے سے اوثق یا اکثر کی مخالفت کر دینا ضعف کو مستلزم نہیں ہے بلکہ وہ صحیح اور اصح کی قبیل سے ہوگی یعنی جس حدیث میں مخالفت ہے۔ اس کو صحیح اور اوثق یا اکثر کی روایت کو اصح کہا جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں ہے بلکہ ائمہ محدثین میں سے کسی کو نہیں دیکھا گیا کہ وہ اس سند پر جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کر رہا ہے، عدم صحت کا حکم لگاتے ہوں۔ ہاں یہ بات تو موجود ہے کہ وہ صحت میں دونوں کو برابر کا درجہ نہیں دیتے بلکہ بعض کو بعض پر مقدم کرتے ہیں۔

صحیحین میں احادیث شاذہ کی مثالیں

(۱) حضرت جابرؓ کے اونٹ کا قصہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو اپنا اونٹ بیچنے میں کیا ثمن (قیمت) لیا تھا۔ بعض روایات میں ہے: ”فاشتراه منی بأوقیة“ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اونٹ کو ایک اوقیہ میں خریدا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۸۲)۔ اور بعض راوی نقل کرتے ہیں تو ثمن دو سو درہم ذکر کرتے ہیں، اور بعض چار اوقیہ ذکر کرتے ہیں، اور بعض بیس

دینار (بخاری ج ۱ ص ۳۷۵)۔ اور بعض حدیث میں چار دینار کا تذکرہ ہے (بخاری ج ۱ ص ۳۰۹)۔ اسی طرح بعض حدیث میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے رکوب کی شرط لگائی تھی کہ مدینہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا (بخاری ج ۱ ص ۳۷۵)۔ اور بعض میں ہے کہ سوار ہونے کی شرط نہیں لگائی تھی۔

اس اختلاف کے باوجود امام بخاریؒ دونوں طرح کی روایات کو اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر لے آئے ہیں اور ان طرق کو ترجیح دی ہے جس میں رکوب کی شرط ہے۔ اسی طرح اس حدیث کو ترجیح دی ہے جس میں ثمن ایک اوقیہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ بخاریؒ کا دونوں طرح کی حدیثوں کو اختلاف کے باوجود ذکر کرنا اور اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر جگہ دینا اس بات کی بین دلیل ہے کہ محض مخالفت اور شاذ ہونا حدیث کو صحت کے درجہ سے نہیں گرا سکتا ہے، ورنہ امام بخاریؒ دونوں طرح کی حدیثوں کو بخاری شریف میں نہ لاتے۔

(۲) امام مسلمؒ حدیث مالک عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃؓ کے طریق سے جناب رسول اللہ ﷺ کا فجر کی دو رکعت سے پہلے لیٹنے کو ذکر کیا ہے حالانکہ زہری کے تلامذہ میں سے عام اصحاب (جیسے معمر، یونس، عمرو بن الحارث، اوزاعی، ابن ابی ذؤب، شعیب وغیرہ) نے فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹنے کو ذکر کیا ہے اور جمیع حفاظ نے ان حضرات کی روایات کو امام مالکؒ کی روایات پر مقدم اور رائج قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اصحاب الصحاح نے امام مالکؒ کی حدیث کو اپنی کتابوں کے اندر ذکر کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں جس کو ”الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن“ (ص ۲۹۹ تا ۳۰۱) کے حاشیہ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اشکال :- حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو اصح اور صحیح ماننے کی صورت میں یہ اشکال کیا جائے کہ اصح پر تو عمل ہو رہا ہے لیکن اس کے مقابل میں جو حدیث ہے باوجودیکہ وہ صحیح ہے اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ لہذا صحیح صرف نام ہی کی رہی۔

جواب :- حافظ ابن حجرؒ خود ہی فرماتے ہیں کہ ہر صحیح حدیث کا معمول یہ ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ نسخ اور منسوخ کا معاملہ ہے کہ حدیث منسوخ کے صحیح ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے شیخ یعنی ابن حجرؒ کا میلان اس شخص سے نزاع کا ہے جو شاذ کو صحیح کا نام نہیں دیتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے

اور مرجوح ہونے کی وجہ سے اس پر ضعف کا حکم لگانا لازم نہیں آتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے۔ اور اس کی تائید اس شخص کے قول سے بھی ہوتی ہے جو صحیح اور شاذ کو ایک ساتھ جمع کر کے ”صحیح شاذ“ کہتا ہے۔ (دیکھیے فتح المغیث ج ۱ ص ۱۸)

ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ نے حدیث صحیح کی تعریف میں عدم شذوذ کی شرط نہیں لگائی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ”نکت“ میں فرماتے ہیں: ابن حبانؒ نے اتصال اور عدالت کے ساتھ ضبط اور عدم شذوذ و علت کی شرط نہیں لگائی جیسا کہ ابن الصلاحؒ نے صحیح کی تعریف میں لگائی ہے۔

ابن خزیمہؒ نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے: ”المسند الصحيح المتصل بنقل العدل عن العدل من غیر قطع فی السند ولا جرح فی النقلۃ“۔ پس اس میں جو شرائط ہیں۔ وہ ابن حبانؒ ہی کے شرائط کے مانند ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن حبانؒ، ابن خزیمہؒ کے علوم کو اخذ کرنے والے اور انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

فقہاء اور اصولیین کا موقف

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک شاذ ہونا حدیث سے احتجاج اور اس کے مطابق عمل کرنے میں قاذح نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن دقیق العیدؒ نے اقتراح (ص ۱۸۶) میں ذکر کیا ہے کہ حدیث صحیح کے لیے عدم شذوذ اور علت کی نفی کی شرط لگانا فقہاء کی نظر میں درست نہیں ہے کیونکہ بہت سارے علل جس کی بناء پر محدثین حدیثوں کو معلول قرار دیتے ہیں۔ وہ فقہاء کے اصول کے مطابق جاری نہیں ہو سکتے۔ نیز شرح الامام میں ذکر کیا ہے کہ ”فقہاء اور محدثین ہر ایک کے اپنے الگ الگ طریقے ہیں، جو دوسرے کے یہاں نہیں ہیں کیونکہ فقہاء اور اصولیین کے قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ اگر راوی عادل ہے اور جزم کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ نیز سچائی اور عدم غلط میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس حدیث جس میں وہ مخالفت کرتا ہے اور جن کی مخالفت کرتا ہے۔ دونوں میں کسی طرح جمع ہو سکتا ہو تو اس حدیث کو چھوڑا نہیں جائے گا۔ لیکن محدثین کے یہاں باوجود یکہ ثقات و عدول روایت کرنے والے ہوں کسی علت کا وجود انہیں اس روایت پر صحت کا حکم لگانے سے مانع ہوگا۔“

اس سلسلے میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بہت ہی عمدہ بحث کی ہے چنانچہ فتح الملہم کے مقدمہ (۱۳۲ تا ۱۴۰) میں امام سخاوی کے مذکورہ قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”صحیح کے اندر شاذ کے نہ ہونے کی شرط لگانا اور شاذ کی تفسیر مخالفة الشقة لمن هو أرجح منه۔ (ثقة کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا) کے ذریعہ کرنا اس طرح کہ دونوں روایتوں کے درمیان جمع کرنا دشوار ہو، تو

محدثین شاذ کا حکم لگانے میں محض کثرتِ عدد اور قوتِ حفظ کی بنا پر ترجیح (رائج ہونے) کو ملحوظ رکھتے ہیں اور دیگر وجوہات ترجیح کی طرف التفات نہیں کرتے جبکہ روایتوں کے درمیان وجوہ ترجیحات سو سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں ذکر کیا ہے۔ ہاں کبھی کبھی راویوں کے بعض دوسرے احوال کو بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن حکم اور معنی کے لحاظ سے جو دیگر وجوہ ترجیح ہیں ان کا خیال نہیں کرتے۔ اور شاید یہ اصطلاح ان کے اپنے موضوع کے اعتبار سے ہے کیونکہ ان کا اصل منصب اسناد پر حکم لگانا ہے۔

گویا انہوں نے اپنے منصب سے خارج چیز کو ان فقہاء اور اصولیین کے حوالہ کر دیا ہے جن کا کام متون کو پرکھنا اور اس کے معانی سے بحث کرنا اور بعض کو بعض پر حکم اور معنی کے اعتبار سے ترجیح دینا ہے۔ اس لیے کہ ہر فن کے رجال ہوا کرتے ہیں۔ جن کو اس فن میں دوسروں پر مقدم کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ”فقہاء احادیث کے معانی کو زیادہ جاننے والے ہیں۔“ (جامع ترمذی : ابواب الجنائز، باب ما جاء فی غسل الميت ص ۴۱۹ تحت رقم ۹۹۰ طبع دار المعرفہ، بیروت)۔ امام ابن حبانؒ کا قول ہے: ”اگر سند کو دیکھا جائے تو شیوخ اولیٰ ہیں اور متن کے اعتبار سے فقہاء اولیٰ ہیں۔“

جہاں تک محدثین شاذ کا حکم لگانے میں دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کے دشوار ہونے کی شرط لگاتے ہیں تو ایک امر ایک قوم کے ساتھ دشوار ہوتا ہے لیکن دوسری قوم کے یہاں آسان ہوتا ہے۔ ائمہ و فقہاء احادیث کے متون میں جمع آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ انہیں دشواری نہیں ہوتی۔ لہذا اس بات میں فقہاء ہی مقدم ہوں گے۔

نیز صاحب التفتیح ابن عبدالبہادیؒ نے شفعہ کے سلسلہ میں عبد الملک بن ابی سلیمانؒ کی حدیث پر کلام کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: اس حدیث کے سبب سے امام شعبہ کا عبد الملک پر کلام کرنا اس میں قاذح نہیں ہے کیونکہ عبد الملک ثقہ ہیں اور امام شعبہ فقہ کے ماہرین میں سے نہیں ہیں کہ احادیث میں تعارض کے وقت جمع کریں۔ ہاں وہ حافظ ہیں اور امام شعبہؒ کے علاوہ نے ان پر شعبہ کے تابع ہو کر کلام کیا ہے۔“ (یہ حدیث ترمذی ج ۱ ص ۱۶۴؛ کتاب العلل ص ۲۴۰ طبع ہند میں موجود ہے)۔

پس انصاف یہ ہے کہ جب محدثین کے یہاں شاذ کا حکم لگانا کثرتِ عدد یا قوتِ حفظ اور ان جیسی چیزوں کی بنیاد پر ہے تو حدیث کا شاذ اور مردود ہونا فقہاء کے یہاں لازم نہیں آتا کہ احکام میں اس سے احتجاج درست نہ ہو۔ کیونکہ وجوہ ترجیحات غیر محصور ہیں۔ پس بعید نہیں ہے کہ ایک حدیث راوی کے تفرد یا قصورِ حفظ کی وجہ سے مرجوح ہو جائے، کیونکہ شاذ اگرچہ کسی خاص جہت کی وجہ سے محدثین کے یہاں مرجوح ہونے کی بنا پر مردود ہوتی ہے۔ تو وہ احتمال رکھتی ہے کہ ان کے

علاوہ کے یہاں دوسری وجوہات کی بنا پر، متن کے اعتبار سے رائج ہو۔ لہذا محدثین کا شاذ کہہ دینا اس بات کو مانع نہیں ہے کہ ان کا غیر دیگر تمام وجوہات ترجیح کو چھوڑ دے۔ اور ایک چیز کے دو وجوہوں کے اعتبار سے مردود اور مقبول ہونے میں کوئی منافات نہیں۔ (ملخصاً مقدمہ فتح الملہم ص ۵۱، ۵۲ طبع قدیم؛ ۱۳۲-۱۴۰ طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

خلاصہ یہ کہ شاذ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحت اصطلاحی کے منافی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کی وجہ سے وضع اور بطلان لازم آئے۔ یہ اصحاب الحدیث، خاص طور سے مصنفین صحاح وغیرہ کے نزدیک ہے۔ جہاں تک فقہاء اور اصولیین کا مذہب ہے تو ان کے یہاں معاملہ اور وسیع ہے جیسا کہ ابن دقیق العید اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے کلام میں گزرا۔ اور اسی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام حاکم اور امام بیہقی کا حدیث ابن عمر کو شاذ کی بنا پر باطل قرار دینا صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض شاذ ہونے کی وجہ سے باطل قرار دینا قواعد حدیث وفقہ دونوں کے مخالف ہے۔

شبہ:- علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: اس حدیث میں غلطی محمد بن غالب تمام سے ہوئی ہے۔ جو کہ احمد بن محمد البرقی سے روایت کرنے والے ہیں۔ (سلسلة الأحادیث الضعيفة والموضوعة ج ۲ ص ۳۴۶ تا ۳۵۰)۔

جواب:- امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵) میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: ”کان کثیر الحدیث صدوقاً حافظاً“ یعنی وہ سچے اور حافظ تھے۔، امام دارقطنی نے کہا ہے: ”وأما لزوم تمام کتابہ وَ تَثْبُتُہ فلا ینکر ولا ینکر طلبہ وحرصہ علی الکتابہ“۔ یعنی تمام کا اپنی کتاب کو پختگی سے محفوظ رکھنا اور کتاب سے چمٹے رہنا ایسا ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ اور ان کا طلب کرنا اور لکھنے پر حریص ہونا بھی قابل انکار نہیں ہے۔ دارقطنی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ حمزہ بن یوسف السہمی کا کہنا ہے کہ امام دارقطنی سے تمام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”ثقة مأمون، إلا أنه کان یخطئ، وکان وہم فی أحادیث“۔ یعنی وہ ثقہ ہیں، مامون ہیں، مگر یہ ہے کہ غلطی ہو جاتی تھی اور بہت سی احادیث میں ان سے وہم ہوا ہے۔ حسن بن ابوطالب نے امام دارقطنی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے تمام کو ثقہ بتلایا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵) امام ذہبی نے ان کے بارے میں ”حافظ مکرّم“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۸۱)، لسان المیزان (ج ۵ ص ۳۳۷)، تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵)

شہید:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے حضرت سالم ہیں اور وہ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

جواب:-

۱:- مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؓ کا اعتراض کرنا منقول ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے تکبیر تحریمہ کہتے وقت، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا ہے۔ میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔

۲:- اس سے بھی استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت سالمؓ کے یہاں رفع یدین اولیٰ ہو۔ پس اس سے ترکِ رفع یدین کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے ائمہ ہیں جن کی مرویات کے مطابق ان کا عمل نہیں ہے۔ اسی بات کو امام رامہرمزیؒ نے اپنی کتاب ”المحدث الفاصل بین الراوی والواعی“ (ص ۳۲۳، ۳۲۴) میں فرمایا ہے: ”وَلَيْسَ يَلْزَمُ الْمُفْتَى أَنْ يُفْتَى بِمَجْمِيعِ مَا رَوَى وَلَا يَلْزَمُهُ أَيْضاً أَنْ يَتْرُكَ رِوَايَةً مَا لَا يُفْتَى بِهِ“ کہ مفتی کو لازم نہیں ہے کہ اپنی تمام مرویات کے مطابق فتویٰ دے۔ اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ جس پر فتویٰ نہ دیا جائے اس کو ترک ہی کر دے۔ اس کے بعد چند مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ یہی حضرت امام مالکؒ اپنی مرویات میں سے بہت سی روایات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

شہید:- علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ اگر امام مالکؒ کو عدمِ رفع یدین والی حدیث کا علم ہوتا تو اس کو اپنی کتاب مؤطا مالک میں ضرور ذکر کرتے۔ حالانکہ دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ پہلی بات تو اس لیے کہ امام مالکؒ نے اُس حدیث کے مخالف حدیث کو اپنی کتاب مؤطا مالک کے اندر ذکر کیا ہے۔ رہ گئی دوسری بات تو اس لیے کہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور وہ تکبیر تحریمہ کے بعد بھی رفع یدین کے قائل تھے۔ (سلسلة الأحادیث الضعيفة والموضوعة ج ۲ ص ۳۴۶-۳۵۰)۔ اگر کوئی کہے کہ امام مالکؒ نے مؤطا امام مالک میں رفع یدین کی روایت بیان کی ہے، لہذا اس کو ترجیح ہونی چاہیے۔

جواب:- حضرت امام مالکؒ کا اپنی کتاب ”مؤطا امام مالک“ کے اندر ذکر نہ کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ بات لازم آئے کہ امام مالکؒ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا۔ کتنی حدیثیں ایسی ہیں جو خود

امام مالکؒ ہی سے مروی ہیں اور کتب متداولہ میں موجود ہیں مگر مؤطا امام مالکؒ میں نہیں ہیں، بلکہ امام مالکؒ نے رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین والی حدیث کو بھی مؤطا میں ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ علامہ البانیؒ کے بقول امام مالکؒ کے یہاں وہ معمول بہ ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ”مؤطا امام مالک“ حضرت امام مالکؒ کا وہ مذہب نہیں ہے جس کو ان کے تبعین اختیار کرتے ہوں اور اس کی تقلید کرتے ہوں، بلکہ فتاویٰ اور احکام میں مالکیہ کا اعتماد اس پر ہے۔ جس کو ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے۔ خواہ وہ مؤطا کے موافق ہو یا نہ ہو، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”المعتبر عند المالکیۃ رواية ابن القاسم وافقت رواية المؤطا او خالفت او كما قال“ (تجیل المنفعة ص ۱۸)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: مالکیوں کے ہاں حضرت ابن القاسمؒ کی روایت ہی معتبر ہے چاہے وہ مؤطا امام مالکؒ کے موافق ہو یا مخالف۔

پھر امام مالکؒ سے ترک رفع یدین نقل کرنے میں ابن عون متفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت ابن وہب اور ابن القاسمؒ نے کی ہے۔

رفع یدین کے منسوخ ہونے کے متعلق

حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر شبہات کے جوابات

حدثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سودة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عند الركوع فلما هاجر النبي ﷺ إلى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلاة عند الركوع وثبت على رفع اليدين في بدء الصلاة... توفي“

(اخبار الفقهاء والمحدثين ص ۲۱۴ رقم ۷۸، ۳، و اسنادہ صحیح)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

فائدہ:- اس صحیح حدیث میں مکی و مدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع یدین کرنے والا عمل مکہ سے

شروع ہو کر مدینہ میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جاری رہا۔ پھر ایام اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل سنت والجماعت (احناف) وغیرہ عامل ہیں۔

اخبار الفقہاء والمحدثین والی روایت کی سند کی تحقیق

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن حارث قیروانی مالکی (المتوفی ۳۶۱ھ)

یہ مشہور امام و محدث ہیں۔ آئمہ نے ان کو الحافظ ابو عبد اللہ الخشنی القیروانی المغربی و صنف له کتابا الحافظ نزیل قرطبة الحافظ الامام صاحب التوالیف من اهل العلم و الفضل فقیہ محدث و کان حافظ عالما بالفتیاء حسن القیاس ولی الشوری الحافظ القیروانی و صنف فی الفقہ والتاریخ وغیرہا قرار دیا ہے۔ یہ بالاجماع ثقہ ہیں۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۸، ۱۳۹؛ العبر ج ۱ ص ۳۵۹؛ سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۲۹؛ جذوۃ المقتبس حمیدی ص ۴۷؛ بغیۃ المقتبس ص ۶۱؛ تاریخ علماء الاندلس ص ۳۸۳، ۳۸۴؛ الایانج للسمرانی ج ۵ ص ۱۳۰؛ ترتیب المدارک ج ۴ ص ۵۱۳؛ معجم الادباء ج ۸ ص ۱۱۱؛ طبقات الحفاظ لیبوطی ص ۳۹۸)

۲۔ امام عثمان بن محمد القبری (المتوفی ۳۲۰ھ)

یہ بھی مشہور امام ہیں آئمہ نے ان کی ثناء و مدح تو ثیق و تعدیل کی ہے۔ مثلاً
عثمان بن محمد من اهل قبرة... ممن عني بطلب العلم و درس المسائل و عقد الوثائق مع فضله و كان مفتي اهل موضعه... من اهل قبرة كان معتنيا بالعلم حافظا للمسائل عاقد للشروط مفتي اهل موضعه.
(اخبار الفقہاء والمحدثین للقیروانی ص ۲۱۶؛ بغیۃ الملتبس لفضی ص ۳۵۹؛ تاریخ علماء الاندلس لابن الفرزی ص ۲۴۳؛ جذوۃ المقتبس للحمیدی ص ۲۷۰ وغیرہ)

۳۔ امام عبید اللہ بن یحییٰ قرطبی (المتوفی ۲۹۸ھ)

یہ مشہور امام ہیں آئمہ ان کو الفقیہ الامام المعبر القرطبی مسند قرطبه... و كان كبير القدر وافر الجلالة و كان كريما عاقلا عظيم الحجة و المال ما في الشوری منفردا برئاسة البلا غير مدافع فقیہ قرطبة و مسند الاندلس و كان ذا حرمة عظيمة و جلاله و كان عقلا و قورا وافر الحرمة عظیم الحجة... تام المأثرة عزيز النفس عزيز المعروف، و كان محمد بن ابراهيم بن

حیون ثنی علیہ ویوثقہ قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۲۹۴، ۲۹۵؛ العبر ج ۱ ص ۲۷۱؛ اخبار الفقہاء والمحدثین للقمیروانی ص ۱۷۰ الی ۱۷۳؛ بذوہ المقتبس للحمیدی ص ۲۳۷؛ تاریخ علماء الاندلس لابن الفرغی ص ۲۰۶، ۲۰۷؛ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۲ ص ۲۰۰؛ بغیۃ المتوسلین ص ۳۵۵؛ الوفيات ص ۱۹۷؛ شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۳۱) وغیرہ۔

۴۔ امام عثمان بن سوادۃ القرطبی (اٹھنے تقریباً المتوفی ۲۳۳ھ)

ائمہ نے ان کو کان ثقة مقبولا عند القضاة والحکام وکان من اهل الخیر والفضل وکان من اهل الزهد والعبادة و کثرة التلاوة قرار دیا ہے۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴؛ تاریخ علماء الاندلس ص ۲۴۲)

۵۔ امام حفص بن میسرۃ الصنعانی (المتوفی ۱۸۱ھ)

یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں ائمہ نے ان کو کان ثقة صاحب حدیث اور ثقة لیس بہ باس قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں (الاجری ج ۱ ص ۲۱۶؛ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۷۰)

۶۔ امام زید بن اسلم المدنی (المتوفی ۱۳۶ھ)

یہ صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ائمہ نے ان کو (الحافظ) الفقیہ المدنی وکان من العلماء الابرار ثقة من اهل الفقه والعلم وکان عالما بتفسیر القرآن وکان کثیر الحدیث قرار دیا ہے

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰؛ العبر ج ۱ ص ۱۴۱؛ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۳۱، ۲۳۲)

۷۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ (المتوفی ۷۴ھ)

جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۱؛ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۱۳) خلاصہ: حدیث ابن عمرؓ باعتبار سند صحیح ہے۔ اور باعتبار متن آپ ﷺ کی مدنی زندگی کی تصریح کے ساتھ مسئلہ رفع یدین میں (ایام اخیرہ پر مبنی) مانع ہے۔ اور یہی حق و صواب اور قابل عمل سنت استمراری ہے۔۔۔ واللہ الحمد۔

اس حدیث پر زبیر علی زئی کے شبہات کے جوابات

شبہ ۱:- زبیر علی زئی صاحب لکھتے کہ اس کتاب کی سند مذکور نہیں (نور العین ص ۲۰۵ طبع ۱۴۰۱ھ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

جواب:- مشہور امام کی کتاب کی نسبت مشہور اس کتاب کی سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس اصول کی تصریح کی ہے۔ مثلاً لان الكتاب المشهور الغنی

بشہرتہ عن اعتبار الاسناد منا الی مصنفہ۔ (الکت علی کتاب ابن صلاح لابن حجر ص ۵۶)۔ لہذا یہ اعتراض اصول و ضابطہ کے خلاف ہے۔ جو مردود و باطل ہے۔

شہ ۲:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے پیچھے ”تم الکتاب۔۔۔ فی شعبان من عام ۴۸۳ھ“ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث القیر وانی م ۳۶۱ھ کی وفات کے ایک سو بائیس ۱۲۲ سال بعد ہے۔ اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے۔ یہ معلوم نہیں لہذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب اول:۔ اس کتاب کو امام محمد بن حارث قیر وانی نے وفات سے ۱۳ سال پہلے ۴۲۸ھ میں تصنیف کیا تھا۔ ممکن ہے اس بیاض کو کسی کاتب نے ۴۸۳ھ میں ترتیبی شکل میں مکمل کیا ہو مثلاً: ۱۔ امام ابن حبان (المتوفی ۵۴۲ھ) نے صحیح ابن حبان کو تصنیف کیا تھا۔ مگر امام ابن حبان کی وفات کے تین سو اکیس ۳۲۱ سال بعد میں پیدا ہونے والے امام ابن بلبان (پیدائش ۶۷۵ھ المتوفی ۳۹۹ھ) نے اس بیاض کو ترتیب دیا۔ اور اس کا نام الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان رکھا ہے۔

۲۔ اسی طرح امام طحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ) نے اپنی کتاب شرح مشکل الآثار لکھی تھی اس بیاض کی ترتیب دکتور ابو الحسین خالد محمود نے دور حاضر میں فقہی ابواب پر دی ہے۔ اور اس کو تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار کے نام سے طبع کر دیا ہے۔ تو کسی ایک عالم و محدث و محقق نے ان دونوں کتابوں کی ان کے مصنفین سے نسبت کا انکار نہیں کیا ہے۔ لہذا یہی حال اس مذکورہ کتاب ”اخبار الفقہاء والمحدثین“ کے کاتب و کمپوزر کا ہے۔

جواب ثانی:۔ امام بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب جامع بخاری کو تصنیف کیا۔ پھر اس کتاب کو امام محمد بن یوسف القریبری (م ۳۲۰ھ) وغیرہ نے مرتب و املاء کیا ہے۔ مگر اس بیاض کو موجودہ صورت میں کس کاتب نے لکھا؟ کب لکھا؟ اس کا نام معلوم نہیں ہے۔ اگر صحیح بخاری کا کاتب نامعلوم ہو تب بھی اس کتاب کی نسبت امام بخاری سے ثابت رہتی ہے تو اسی طرح امام محمد بن حارث قیر وانی کی کتاب کا کاتب نامعلوم ہو تب بھی اس کتاب (اخبار الفقہاء والمحدثین) کی نسبت امام محمد بن حارث قیر وانی سے ثابت ہی رہے گی۔ لہذا یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

شہ ۳:۔ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس (حدیث) کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے اور ابن مدرک سے محمد بن حارث قیر وانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں (نور العینین ص ۲۰۶)۔

جواب اول:۔ جناب علی زئی صاحب آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ عثمان بن محمد کا تعین

ثابت ہے یہ امام عثمان بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ م ۳۲۰ھ ہے۔ تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

□۔ قد قال الامام الحافظ المحدث الفقيه محمد بن حارث القيرواني المالكي. قال لي

عثمان بن محمد القبري. قال لي محمد بن غالب۔۔۔ (اخبار الفقهاء للقيرواني ص ۱۰۳)

۲۔ وقال محمد بن حارث القيرواني . قال لي عثمان بن محمد القبري قال لي محمد بن

غالب۔۔ الخ (ايضا ص ۱۰۵)

تنبیہ:- امام محمد بن حارث قیروانی نے خود القبری کی تصریح کی ہے۔ جو کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ کے متعین ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اور علی زئی صاحب جیسے محقق کا اعتراض درست نہیں ہے۔ لہذا عثمان بن محمد القبری کی دلیل سے متعین ہے۔

جواب ثانی:- امام محمد بن حارث قیروانی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات بھی ثابت ہے۔

۱۔ قال محمد بن حارث القيرواني. قال لي عثمان بن محمد قال لي محمد بن

غالب (اخبار الفقهاء ص ۷۸)

۲۔ وقال محمد القيرواني قال لي عثمان بن محمد۔ الخ (ايضا ص ۹۷)

۳۔ وقال محمد القيرواني قال لي عثمان بن محمد۔ الخ (ايضا ص ۱۲۲)

۴۔ وقال محمد القيرواني قال لي عثمان بن محمد۔ الخ (ايضا ص ۱۶۲)

۵۔ وقال محمد القيرواني قال لي عثمان بن محمد سمعت محمد بن غالب۔ الخ (قضاة

قرطبة وعلماء افریقه للقيرواني ص ۱۴)

۶۔ وقال محمد القيرواني قال لي عثمان بن محمد اخبرني ابي۔ الخ (ايضا ص ۱۰۳)

۷۔ وقال محمد القيرواني قال لي عثمان بن محمد۔ الخ (ايضا ص ۱۵۳)

لہذا امام محمد بن حارث قیروانی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

جواب ثالث:- امام محمد بن حارث القیروانی کا امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل

قبرہ (التوفی ۳۲۰ھ) سے لقاء و سماع صراحتاً ثابت ہے۔ مثلاً

۱۔ قال محمد بن حارث القيرواني اخبرني عثمان بن محمد۔۔۔۔۔ (اخبار الفقهاء ص ۹۰)

۲۔ وقال محمد القيرواني و اخبرني عثمان بن محمد قال اخبرني محمد بن غالب۔۔۔ الخ

(ايضا ص ۱۲۲)

۳۔ وقال محمد القيرواني وحدثني عثمان بن محمد قال حدثني ابو مروان عبید اللہ بن

یحیی۔۔۔ الخ (قضاة قرطبة للقيرواني ص ۱۵)

۴۔ وقال محمد القيرواني اخبرني عثمان بن محمد قال اخبرني عبيد الله بن يحيى عن ابيه۔۔۔ الخ (ايضا ص ۵۵)

فلہذا مذکورہ روایات میں واضح خبرنی و حدثنی سے سماع و لقاء ثابت ہے۔ اور علی زئی صاحب کا اعتراض بالتحقیق باطل ہے۔
شبه ۴:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

عثمان بن محمد بن خشيش القيرواني عن ابن غانم قاضي افريقية اظنه كان كذابا۔ (المغنی فی الضعفاء ج ۲ ص ۵۰)

عثمان بن محمد کذاب قیروانی ہے۔ اور محمد بن حارث بھی قیروانی ہے۔ لہذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:۔ امام محمد بن حارث القیروانی نے جب امام عثمان بن محمد القبری (المتوفی ۳۲۰ھ) کو خود متعین کر دیا ہے۔ کما ذکرہ تقدم۔ تو یہ اعتراض جناب زبیر علی زئی صاحب کو ہی زیب دیتا ہے۔ اور جو کتب رجال ہمیں میسر ہو سکی ہیں ان میں سے کسی کتاب میں محمد بن حارث قیروانی کے اساتذہ میں عثمان بن محمد بن خشیش القیروانی کا ذکر نہیں ملتا۔ ہم علی زئی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس نے کس دلیل سے عثمان بن محمد بن خشیش قیروانی کو متعین کیا ہے۔ صرف قیروانی ہونا تعین کی دلیل نہیں ہے۔ اس طرح کا تعین مشہور منکر حدیث تمنا عمادی نے حدیث ابی ہریرہؓ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰) باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں اسحاق بن راہویہ کے تعین کا انکار کیا ہے۔ اس نے بھی یعقوب بن ابراہیم المدنی واسحاق بن محمد المدنی ان دونوں کے مدنی ہونے کی وجہ سے تعین کیا ہے (انتظار مہدی از تمنا عمادی ص ۱۷۰)۔ جبکہ تحقیقی لحاظ سے امام یعقوب بن ابراہیم المدنی کے شاگرد امام اسحاق بن راہویہ اور امام اسحاق بن منصور ہیں نہ کہ اسحاق بن محمد المدنی۔ (تہذیب الکمال لمزی ج ۲ ص ۲۰، ۲۴۔ ج ۲۰ ص ۱۵، ۵۱۶)۔ مذکور حدیث کے متعلق یہی طریقہ جناب علی زئی صاحب نے اپنایا ہے جو کہ باطل و مردود ہے۔

شبه ۵:۔ زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:۔ جس امام کی شاو مدح محدثین کریں۔ یہ اسکی تعدیل و توثیق ہوتی ہے۔ مثلاً

۱۔ قال يوسف بن ریحان سمعت محمد بن اسماعيل البخاري ۛ يقول كان علي بن المديني ۛ يسئالي عن شيوخ خراسان... الى ان قال... كل من اثنيت عليه فهو عندنا

پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب اول:- امام عثمان بن سوادۃ بن عباد القرطبی (اظنہ المتوفی ۲۳۵ھ) کا ترجمہ اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی (ص ۲۲۲ رقم ۸۹۰ طبع بیروت) میں بھی مع توثیق موجود ہے۔ یاد رہے کہ کسی ثقہ راوی کی پیدائش و وفات نامعلوم ہو تو وہ مجہول الحال نہیں ہوتا۔ اگر یہی آپ کا خود ساختہ اصول ہے تو پھر صحیح بخاری وغیرہ کے کئی راوی ایسے ہیں جن کی پیدائش و وفات نامعلوم ہے۔ تو کیا وہ بھی مجہول الحال ہونگے؟ ہرگز نہیں۔

لہذا عثمان بن سوادۃ بالیقین ثقہ و صدوق ہے۔ اور ان پر اعتراض لایعنی باطل و مردود ہے۔
جواب ثانی:- امام عثمان بن محمد القبریؒ مجہول الحال بھی نہیں اور مجروح بھی نہیں ہے کیونکہ ان کی مدح و ثناء امام الجرح و التعديل المحدث الناقد خالد بن سعد (متوفی ۳۵۲ھ)، امام محمد بن حارث محدث و فقیہ ناقد (المتوفی ۳۶۱ھ)، امام حافظ محدث ناقد ابن الفرضی (متوفی ۳۷۰ھ)، امام حافظ محدث ناقد الحمیدی م ۳۸۸ھ وغیرہم نے کی ہے جو کہ تعدیل و توثیق ہے۔ اور امام عبید اللہ بن یحییٰ (متوفی ۲۹۸ھ) جو کہ مشہور محدث، حافظ اور ناقد ہیں، نے صراحتاً توثیق و تعدیل فرمائی ہے دیکھئے (اخبار الفقہاء ص ۲۱۴؛ تاریخ علماء الاندلس ص ۲۲۲ وغیرہما)
لہذا بالتحقیق والیقین عثمان بن سوادۃ بن عباد ثقہ اور صدوق ہے۔

چیلنج:- جناب علی زئی صاحب غیر مقلد کو چیلنج ہے کہ وہ عثمان بن محمد القبریؒ پر کسی ایک محدث ناقد کی جرح مفسرین السبب پیش کرے۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ وهل من مبارز؟
شہدہ ۷:- علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ”عثمان بن سوادۃ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاشرت ثابت نہیں۔ حفص کی وفات ۱۸۱ھ ہے“ (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب:- امام عثمان بن سوادۃ القرطبی امام عبید اللہ بن یحییٰ القرطبی (متوفی ۲۹۸ھ) کے استاذ ہیں۔ اور امام حفص بن میسرہ الصنعانی (المتوفی ۱۸۱ھ) کے شاگرد رشید ہیں۔ امام عثمان بن سوادۃ کی وفات (اظنہ) ۲۳۵ھ کے لگ بھگ ہے۔ اور یہ معاشرت امکان لقاء کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ معاشرت و امکان لقاء بتصریح امام مسلمؒ اتصال کیلئے کافی ہے اور یہ جمہور کا مذہب ہے۔ (مقدمہ مسلم ص ۲۱)
یہ اعتراض بھی فاسد و باطل ہے اور یہ حدیث متصل صحیح ہے۔۔۔ واللہ الحمد۔

شہدہ ۸:- علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاة والمحدثین کا نام تو ملتا ہے، مگر اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا۔۔۔۔ اور قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (نور العینین ص ۲۰۷، ۲۰۸)

جواب :- جناب علی زئی صاحب آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ قدیم علماء نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ مگر جناب کو نظر نہیں آیا۔ مثلاً

- ۱۔ امام ابو محمد بن حزم الاندلسی الظاہری (المتوفی ۵۶۱ھ) (بذو القیس للمعیدی ص ۴۷)
- ۲۔ امام ابو عمر ابن عبد البر الاندلسی القرطبی (متوفی ۶۳۳ھ)
(ایضاً بغیۃ الملتبس ص ۶۱)

۳۔ امام ابو محمد الحمیدی الاندلسی (المتوفی ۴۸۸ھجری) قال الامام الحمیدی .
محمد بن حارث الحشنی من اهل العلم والفضل فقیہ محدث روئی عن ابن وضاح ونحوہ
جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار الفقهاء و
المحدثین.... الخ (جذوة المقتبس ص ۴۷)

۴۔ قال الامام الحافظ المحدث احمد بن یحییٰ الضبی (المتوفی ۵۹۹ھجری) محمد بن
حارث الحشنی..... جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار
الفقهاء والمحدثین..... الخ (بغیۃ الملتبس فی تاریخ رجال اهل الاندلس ص ۶۱)
لہذا امام ابن ماکولا (المتوفی ۴۷۶ھ) اور امام ابوسعید السمعانی (المتوفی ۵۶۲ھ) نے اگر ان کی
کتاب اخبار الفقهاء کا ذکر نہیں کیا تو یہ متاخرین میں سے ہیں۔ اور عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں جیسا کہ خود
زبیر علی زئی صاحب نے اس اصول کو بیان کیا ہے۔ (نور العینین ص ۸۷، ۸۱، ۱۳۰، ۲۱۹، ۲۲۲)
اور علامہ عمر رضا کمالہ و علامہ خیر الدین الزرکلی وغیرہا نے جو اس کتاب کا ذکر کیا ہے وہ صحیح و درست
کیا ہے۔ دیکھئے (معجم المؤلفین ج ۳ ص ۲۰۴؛ والا اعلام ج ۶ ص ۷۵)۔ لہذا اخبار الفقهاء والمحدثین
امام محمد بن حارث قیروانی کی تصنیف ہے۔

شبہ ۹ :- علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور یہ شاذ روایت ضعیف
ہوتی ہے (نور العینین ص ۲۰۸)

جواب اول :- جناب علی زئی صاحب۔ ثقات رواۃ سے مروی حدیث پر غریب کا حکم صحت
حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ غرابت وجہ ضعف ہی نہیں ہے۔ مثلاً

- ۱۔ قال الامام الحاکم فنوع منه غرائب الصحيح مثال ذلك رواة البخاری فی الجامع
الصحيح عن خلاد بن یحییٰ المکی عن عبد الواحد بن ایمن فهذا حدیث صحیح وقد تفرد
به عبد الواحد بن ایمن عن ابیه وهو من غرائب الصحيح (معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۴)
- ۲۔ قال الحاکم رواہ مسلم فی المسند الصحيح عن ابی بکر بن ابی شیبہ وغیرہ عن

سفیان و هو غریب الصحیح (ایضاً ص ۹۵)

۳۔ اور بتصریح امام سیوطی بخاری شریف کی پہلی و آخری حدیث بھی غریب ہے دیکھئے

(تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۶۵)

لہذا: غرابت کی جرح بالتحقیق والیقین باطل و مردود ہے، حدیث ابن عمر صحیح ہے۔
جواب ثانی:۔ جناب علی زئی صاحب عند الحمد شین شاذ کی دو تعریفیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ قال الحاکم فاما الشاذ فانه حديث يتفرد به ثقة من الثقات وليس للحديث اصل متابع لذلك الثقة. (معرفت علوم الحديث للحاکم ص ۱۱۹؛ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۳، ۱۹۵)
جناب علی زئی صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۸) مگر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ”اگر ثقہ راوی متفرد ہو تو یہ شاذ بھی مقبول ہوتی ہے (الحديث ص ۲۵ ش ۵۳)۔

۲۔ قال الشافعي ليس الشاذ من الحديث ان يروى الثقة والا يرويه غيره هذا ليس بشاذ . انما الشاذ ان يروى الثقة حديثا يخالف فيه الناس هذا الشاذ من الحديث. (معرفت علوم الحديث للحاکم ص ۱۱۹؛ تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۳، ۱۹۴)

یعنی کہ شاذ وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی متفرد و اکیلا ہو اور کوئی ثقہ راوی اسکی متابعت نہ کرے۔
شاذ وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی کئی ثقات راویوں کی مخالفت کرے۔۔۔۔۔۔
لیکن یاد رہے کہ پہلی تعریف شاذ اس حدیث پر لفظاً صادق آتی ہے کیونکہ یہ تفرد من الثقات ہے۔
اور تفرد من الثقات عند الجمهور فقہاء محدثین مقبول ہے۔ اور شاذ کی دوسری تعریف بھی اس حدیث پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ مخالفت ثقات نہیں ہے۔

تنبیہ:۔ یہ حدیث کسی طرح بھی شاذ نہیں کیونکہ اس کے شواہدات صحیح موجود ہیں، اور عدم مخالفت ثقات بھی ہے۔ کہا لا یخفی علی اهل العلم۔ لہذا بالتحقیق والیقین یہ حدیث شاذ و ذ سے پاک و صحیح ہے اور اعتراض باطل و مردود ہے۔ واللہ الحمد۔

جواب ثالث:۔ حدیث ابن عمر مذکور میں ترک رفع الیدین فی داخل الصلوٰۃ عند الركوع۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ الخ زیادت ثقہ ہے۔ اور درجہ صحیح و حسن کے راویوں کی زیادت واجب القبول ہے۔ مثلاً

۱۔ قال الامام الحافظ المحدث البخاری رحمہ اللہ والزیادة مقبولة و المفسر يقضى على مبهم اذا رواه اهل الثبت..... وقال ايضا لا اختلاف في ذلك انما زاد بعضهم على بعض والزیادة مقبولة من اهل العلم (بخاری ج ۲ ص ۲۰۱؛ تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۵۸)
۲۔ وقال الامام الحاکم وهذا شرط الصحيح عند كافة فقهاء اهل الاسلام ان

الزيادة في الاسانيد والبتون من الثقة مقبولة..... وقال ايضا والتفرد من الثقات مقبول. (مقدمه مترک ص ۴۲، مترک للماکم ج ۱ ص ۹۱)

۲۔ وقال الامام ابو بکر الخطيب: قال الجمهور من الفقهاء واصحاب الحديث: زيادة الثقة مقبولة اذا انفرد بها. (الكفاية في علم الرواية للخطيب ص ۴۲۴)

۳۔ وقال الامام النورى رحمہ اللہ: زيادة ثقة وجب قبولها ولا ترد لنسيان او تقصير (شرح مسلم للنورى ج ۱ ص ۲۱۹)

۵۔ قال ابن حجر رحمہ اللہ في زيادة راويها اي الصحيح والحسن مقبولة ما لم تقع منافية..... الى ان قال..... فهذه تقبل مطلقا لانها في حكم المستقل الذي تنفرد به الثقة (شرح نخبه الغرر ص ۴۶، ۴۵)

بالتحقيق واليقين حديث ابن عمر صحيح وحجت ہے اور اس پر یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔ واللہ الحمد۔
شہ ۱۰:- زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔ جبکہ صحیح و مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر حدیث مالک بن حویرثؓ و حدیث وائل بن حجرؓ بحوالہ بخاری و مسلم اور حضرت وائل بن حجرؓ کی آمد اول ۹ھ پھر دوبارہ آمد ۱۰ھ ہے اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ بحوالہ ابوداؤد و ابن حبان دیکھئے (نور العین ص ۲۰۹)۔

جواب اول:- امام احمد بن حنبلؒ نے اصول حدیث کا قاعدہ و ضابطہ بیان فرمایا کہ: الحدیث اذا لم تجمع طرقه لم تفهه و الحدیث یفسر بعضه بعضا (الجامع الاطلاق الراوی للخطیب ج ۲ ص ۲۱۲) اس قاعدہ و اصول کے لحاظ سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے طرق جمع کئے جائیں تو پھر بات واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً

- ۱۔ عن ابن عمر مرفوعا یرفع یدیه فی الركوع والسجود (مسند ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۶، مسند صحیح)
- ۲۔ وعنه مرفوعا کان یرفع یدیه فی کل خفض و رفع و رکوع و سجود و قیام و قعود (و) بدین السجدتین۔

(مشکل الآثار للماکم ج ۱ ص ۴۶ و مسند صحیح: بیان الوہم والایہام لابن القطان ج ۵ ص ۶۱۳ و مسند صحیح)

۳۔ وعنه مرفوعا اذا رکع و اذا سجد۔ (جزء رفع الیدین للبخاری ص ۴۸ و قال صحیح)

۴۔ وعنه مرفوعا کان یرفع یدیه فی کل تکبیر

(فتح المغیث للسخاوی ج ۲ ص ۳۲۳ و زیادات علی جزء البخاری للفیض الرحمن غیر مقلد ص ۶۸)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے مدنی عمل رفع الیدین عند الركوع وعند السجود کو باقاعدہ روایت بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت مالک بن حویرثؓ و حضرت وائل بن حجرؓ کی بیان کردہ رفع الیدین بھی سجدوں کی رفع الیدین والی ہے ان کی موافقت فرمائی ہے مخالفت نہیں فرمائی گویا یہ معارضہ صحیح نہیں اس لئے اخبار الفقہاء کی حدیث ان حضرات کی روایت کے بعد کاعمل ہے۔ واللہ الحمد۔

جواب ثانی:- یاد رہے مستند و صحیح احادیث سے حضرت سیدنا مالک بن حویرثؓ سے اس مدنی زندگی میں آپ سے سجدوں کی رفع یدین ثابت ہے۔ مثلاً

۱. عن مالک بن الحویرثؓ مرفوعاً و اذا سجد و اذا رفع راسه من السجود حتی یحاذی بہما فروع اذنیہ (المجتبیٰ زنائی ج ۱ ص ۱۶۵ سند صحیح، سنن ابی ہریرۃ للنائی ج ۱ ص ۲۲۸ سند صحیح، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۲ سند صحیح)

۲. وعنه مرفوعاً و اذا رفع راسه من السجود فعل مثل ذالک کلہ یعنی رفع یدیه (المجتبیٰ زنائی ج ۱ ص ۱۶۵ سند صحیح، والسنن الکبریٰ زنائی ج ۱ ص ۲۲۳ سند صحیح، محلی ابن حزم ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۲۸ و قال صحیح)

۳. وعنه مرفوعاً کان یرفع یدیه حیال فروع اذنیہ فی الركوع والسجود (مسند احمد ج ۵ ص ۶۶ سند صحیح؛ صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۹۵ و قال صحیح)

تنبیہ:- سیدنا مالک بن حویرثؓ ۹ھ میں بنو لیث کے وفد کے ساتھ آئے۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ عشرين لیلة میں رات دن رہے۔ دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۸۸) پھر اپنے وطن واپس چلے گئے (دیکھئے التحقیق الراح از گوندلوی) مگر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ آپ ﷺ کے ساتھ وفات تک اور وفات کے بعد مدینہ میں ہی رہے ان حضرات کے جانے کے بعد کی نمازوں کا مشاہدہ کرتے رہے اور پھر سجدوں کی رفع یدین کے ترک کا عمل دیکھا تو آپؐ نے بیان و روایت کیا۔ جناب علی زئی صاحب اگر آپ ان کا معارضہ کرتے ہیں تو پھر جو جواب آپ سجدوں کی رفع الیدین کے ترک کا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع کی رفع یدین کا ہوگا۔

جواب ثالث:- اور اسی طرح سیدنا وائل بن حجرؓ سے مستند و صحیح احادیث سے سجدوں کی رفع الیدین ثابت ہے مثلاً

۱. عن وائل بن حجر مرفوعاً و اذا رفع راسه من السجود ایضاً رفع یدیه حتی یرغ من صلوٰۃ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ سند صحیح؛ معجم البیہر طبرانی ج ۲ ص ۲۸ سند صحیح؛ تہذیب ج ۹ ص ۲۲۷ سند صحیح؛ محلی ابن حزم ج ۲ ص ۱۲۶، ۱۲۵ و قال صحیح)

۲۔ وعنہ مرفوعاً کان یرفع یدیه اذا رکع و اذا سجد

(جزء رفع الیدین ص ۳۵؛ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۴ سند صحیح)

۳۔ وعنہ مرفوعاً و حین یرفع راسه من الركوع وقال حین سجد فکذا

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۶ و قال صحیح؛ سنن طحاوی ج ۱ ص ۱۴۴ سند صحیح)

حضرت وائل بن حجرؓ نے مدینہ منورہ ۹ھ میں سجدوں کی رفع الیدین کا مشاہدہ کیا۔ پھر وطن واپس چلے گئے (کافی التحقیق الراخ) اور پھر ۱۰ھ میں دوبارہ آئے تو اس وقت چند نمازوں میں بھی آخری نماز میں افتتاح الصلوٰۃ کی رفع الیدین کا مشاہدہ فرمایا۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ سند صحیح؛ شرح الیہ للبخاری ج ۳ ص ۲۸۰، ۲۸۱؛ معجم البکیر ج ۲۲ ص ۳۹)

پھر سیدنا وائل بن حجرؓ اپنے وطن واپس چلے گئے ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ تقریباً ۸۰ دن یا ۹۰ دن حیات رہے دیکھئے (التحقیق الراخ) اور ان ایام اخیرہ کی نمازوں کا مشاہدہ یقیناً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا براء بن عازبؓ وغیرہم نے فرمایا ہے اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ رکوع و سجود کی رفع الیدین چھوڑ گئے تھے۔ اور صرف تکبیر تحریرہ افتتاح الصلوٰۃ کی رفع یدین کرتے رہے۔ اور یہ بالیقین نسخ کی دلیل ہے کمالاتی علی اہل العلم۔ واللہ الحمد۔

شہ ۱۱:- زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے رفع الیدین کے ثبوت کی حدیث مروی ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴ سند حسن (نور العینین ص ۲۰۹، ۲۱۰)

جواب اول:- صحیح ابن خزیمہ کی سند میں ابن شہاب الزہری مدلس ہے، اور یہ حدیث صیغہ عن ابی بکر سے روایت کی ہے، جو کہ واضح تدلیس ہے، اور خود علی زئی صاحب نے کئی مقامات پر تصریح کی ہے مثلاً ۱۔ تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے (نور العینین ص ۱۱۸)۔

۲۔ لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے (نور العینین ص ۲۷۱)

۳۔ تنبیہ: امام زہری مدلس ہیں۔ لہذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے (نور العینین ص ۳۳۲)

لہذا جو روایت زبیر صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضعیف ہو پھر اس کو مذہبی نصرت و تعصب کی وجہ سے سند حسن کہنا علی زئی صاحب جیسے شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف اور منسوخ ہے۔

جواب ثانی:- یاد رہے اس ضعیف روایت میں و اذا سجد فعل مثل ذالک کے الفاظ

موجود ہیں۔ دیکھئے (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۹)

تو اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے۔ یہ ضعیف روایت تو

آپ کو بھی مفید نہیں ہے چہ جائیکہ حضرت ابن عمرؓ کی ناسخ صحیح حدیث کے مقابلے میں پیش کے جائے۔
جواب دوم:- حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح روایات میں ترک رفع یدین ہی ثابت ہے۔ جیسا کہ باب ۱۴ اور ۵ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ صرف ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

أخبرنا مالك، أخبرني نعيم المجهري وأبو جعفر القاري، أَنَّ أَبَاهُ رِيَّةَ كَانَ يَصْلِي بِهِمْ، فَكَثَّرَ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَكَانَ يَرَفَعُ يَدَيْهِ حِينَ يَكْتَبُ وَيَفْتَحُ الصَّلَاةَ.

(موطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لابن یوسف رقم ۱۰۸)

ترجمہ:- حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعيم بن عبد اللہ المجرى اور ابو جعفر القارى نے بتایا کہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔“

شعبہ ۱۲:- علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین تحقیقی ص ۲۲) (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:- اس روایت کی سند میں ایک راوی سلیمان بن حربؒ ہیں گو یہ ثقہ ہیں مگر یہ متن حدیث کو متغیر کر دیتا تھا مثلاً

۱۔ قال الامام الحافظ المحدث ابو داود كاسلیمان بن حرب يحدث بحديث ثم يحدث به كانه ليس بذاك

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۳۹، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۵۰۰، تہذیب لابن جریر ج ۲ ص ۳۹۶)

۲۔ وقال الامام الحافظ المحدث ابو بكر الخطيب رحمه الله كان سليمان يروي الحديث على المعنى فتغير الفاظه في رواية (ايضا)

اور یاد رہے امام سلیمان حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی شان میں برائی و کلام کرتا تھا (الجر ج ۱ ص ۱۹۴) اور یہ حافظہ سے احادیث بیان کرتے تھے اور الفاظ حدیث کو روایت بالمعنی کرنے کی وجہ سے متغیر کر دیتے تھے۔

جواب دوم:- ان سے وفات نبوی کے بعد صرف ترک رفع یدین ہی ثابت ہے جیسا کہ گذشتہ شعبہ کے جواب میں گذرا۔

شعبہ ۱۳:- زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ مشہور تابعی نافعؓ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ (چار مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ج ۷ ص ۷۳۹) یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبد اللہ بن

عمرؓ کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمرؓ یہ رفع یدین کرتے رہیں آپؐ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے آگے تھے (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ترک رفع یدین کی روایات بھی بسند صحیح مروی ہے جن کو اس کتاب میں ہمیں بیان کر دیا گیا ہے۔ امام طحاویؒ نے ان روایات کی بنا پر رفع یدین کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی ان دونوں روایات میں تطبیق دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ایک بار رفع یدین کیا، دوسری بار چھوڑ دیا (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۵)

شہ ۱۴:- زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ نافع فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے (جزء رفع الیدین ص ۱۵۱ سندہ صحیح، نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:- اس حدیث کا جواب باب نمبر ۷ میں ۸. ۷ ۷ ۷ حضرت ابن عمرؓ کے اثر کے تحت گزر چکا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اسکی سند میں ولید بن مسلم ہے اسکے حالات بھی وہی ملاحظہ فرمائیں۔

شہ ۱۵:- زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کسی ایک صحابیؓ سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے (جزء رفع الیدین ص ۴۰، ۷۶، المجموع للنووی ج ۳ ص ۴۰۵) (نور العینین ص ۲۱۱)۔

جواب:- حضرت امام بخاریؒ کے یہاں صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مراد ہے، کیونکہ حمید بن ہلال کی روایت میں صرف رفع یدین کا ہی ذکر ہے۔ اگر رکوع کی رفع یدین مراد لیں تو امام ترمذی کے خلاف ہے۔ امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت سے اہل علم اور تابعینؒ رفع یدین نہیں کرتے تھے“۔ لہذا یہ بات بلا دلیل ہے۔ (امام بخاریؒ امتی ہیں)۔ انکی یہ بات دلائل صحیحہ کے مقابلے میں مردود و باطل ہے۔ اور حجت نہیں ہے۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے ہم نے بحوالہ ابن ابی شیبہ، طحاوی وغیرہما سے ترک رفع یدین عند الركوع وعند السجود ثابت کر دیا ہے اور یہ خود امام بخاریؒ کی شرط صحت حدیث کے مطابق ہے۔ کمالا سخفی علی اہل العلم۔ واللہ الحمد۔ اس کتاب کے باب ۱۴ اور ۵ میں ترک رفع یدین کی مرفوع اور موقوف روایات کو تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ (مزید دیکھیے ۱۱.۹)

(اخبار الفقہاء والمحدثین والی حدیث کی تحقیق ماہر فی الاسماء الرجال حضرت مولانا عبد الغفار ذہبی صاحب کی ہے؛ ماخوذ از خزائن العینین بجواب نور العینین ص ۱۶۴-۱۸۵ طبع مکتبۃ الجندیہ، کراچی ۱۰۲۰ء مع زیادات)۔

خلافتِ بیہقی والی حدیث عبد اللہ بن عمرؓ موضوع ہے

أخرج البيهقي في الخلافيات (كذا في مختصر الخلافيات ج ۱ ص ۶۶) عن أبي عبد الله الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمن بن قريش بن خزيمة الهروي عن عبد الله بن أحمد الدمعي عن الحسن بن عبد الله بن حمدان الرقي ثنا عصمة بن محمد الانصاري ثنا موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وكان لا يفعل ذلك في السجود. فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله تعالى.

(نصب الراية ج ۱ ص ۴۰۹)

۱:- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: ”جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا، اور سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ یہی نماز آپ ﷺ کی رہی، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔“

(ترجمہ حکیم محمد صادق یا کوئی صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۵ بحوالہ تلخیص الجبر للعقلائی)

غیر مقلدین کا اس موضوع روایت کو وثوق سے بیان کرنا

غیر مقلدین نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی طرف منسوب اس موضوع روایت کو اپنی تصانیف میں پورے وثوق سے بیان کیا ہے۔

۱- پیر بدیع الدین المعروف پیر آف جہنڈا غیر مقلد نے اس روایت کو قابل عمل بتایا ہے (جلاء العینین ص ۱۲۸)
۲- عطاء اللہ حنیف نے تعلیقات سلفیہ ج ۲ صفحہ ۱۳ پر اسے ضعیف جداً کہہ کر بھی صفحہ ۹ پر اسے بلا جرح پیش کیا ہے۔

۳- رحمت اللہ ربانی نے مسئلہ رفع یدین (ص ۱۱، ۱۲) پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ معاذ اللہ! زبیر علی زئی نے اس کتاب کو سراہا ہے۔ (نور العینین ص ۵۶)

۴- جناب نور حسین گرجا کھی نے قرۃ العینین (ص ۸) میں پیش کیا ہے۔

۵- خالد گرجا کھی نے اثبات رفع الیدین (ص ۸۳) میں اس موضوع روایت کو ثابت کرنے کے لیے بڑی کوشش کی ہے۔ جزء رفع یدین مترجم (ص ۱۷، طبع چہارم) میں جھوٹ بھی بولا کہ ”صاحب آثار السنن نے بھی اس حدیث پر تعاقب نہیں کیا۔ گویا اسے درست تسلیم کیا ہے۔“ حالانکہ صاحب آثار السنن علامہ نیوٹی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور حاشیہ میں دلائل کے ساتھ اس کا موضوع

ہونا ثابت کیا ہے۔ (آثار السنن ص ۱۴۹ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)۔

۶۔ حکیم صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول (ص ۱۹۵) میں اسے بڑے اعتماد سے بیان کیا ہے۔

۷۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۹۹) میں اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

۸۔ محمد علی جانباز نے صلوٰۃ المصطفیٰ (ص ۲۱۸) میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔

۹۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے رسول اکرم ﷺ کی نماز (ص ۵۱) میں بڑے اطمینان سے درج کیا ہے۔

۱۰۔ حافظ محمد گوندلوی نے مسئلہ رفع یدین پر محققانہ نظر (ص ۵۵، ۵۶) میں بیان کیا ہے۔

۱۱۔ عبداللہ روپڑی نے رفع یدین اور آمین (ص ۵۴) میں درج کیا ہے۔

۱۲۔ محمد خالد سیف نے نماز مصطفیٰ ﷺ (ص ۱۰۰) میں لکھا ہے۔

۱۳۔ محمد رئیس ندوی نے رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز (ص ۵۰۷، ۵۰۸) میں بیان کیا

ہے۔ اور اس کا پورا پورا دفاع کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔

۱۴۔ اکرم نسیم جہ نے ”نماز کے تین اہم اختلافی مسائل“ (ص ۶۹) میں اس حدیث کو نقل کر کے صحیح

ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۵۔ حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول میں اس حدیث پر عنوان قائم کرتے ہیں: ”رسول

اللہ ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے رہے“۔ اور اس حدیث کو بڑے اعتماد سے نقل کیا ہے۔

۱۶۔ مولانا ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی اس حدیث کی تسہیل الوصول میں پوری حمایت کی ہے۔ وہ اس

حدیث کی تحقیق و تخریج میں لکھتے ہیں: التلخیص الحبیر: ج ۱ ص ۲۱۸؛ زاد المعاد ج ۲ ص ۲۱۹۔

التلخیص الحبیر والی اس روایت میں دو راوی: عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمن قریش

سخت مجروح ہیں۔ لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔ اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ

جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے۔ اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔

شاہد نمبر ۱: المعجم لابن الاعرابی میں ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابو ہریرہؓ نے رسول

اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر بتائی جس میں رکوع سے پہلے کا رفع یدین مذکور ہے اور آخر میں اللہ کی قسم

اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

(کتاب المعجم ج ۱ ص ۲۲۶ رقم ۱۴۲)۔

اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں سوائے محمد بن عصمہ، الرطبی القاضی کے، اس کے حالات

مجھے نہیں ملے۔ لہذا میرے نزدیک یہ راوی مستور ہے۔ مستور کی روایت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

مقبول ہوتی ہے حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۰ و عام کتب اصول حدیث۔ لیکن رائج یہی ہے کہ

متابعت کے ساتھ ہی اسے قبول کیا سکتا ہے۔ مسند الشامین للطبرانی (ج ۲ ص ۳۵ ح ۸۶۸) میں اس کا ایک مختصر شاہد ہے۔ جس میں محمد بن عسمرہ نہیں۔ لہذا ابن الاعرابی والی سند ”حسن لغیرہ“ ہے۔ بلفظہ (تسهيل الوصول الى تخريج وتعليق صلوة الرسول ﷺ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء)

گویا زبیر علی زئی کے نزدیک پہلی روایت صحیح ہے اور دوسری حسن لغیرہ ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے جس کا بیان کرنا جائز نہیں

یہ حدیث جھوٹی اور بناوٹی ہے۔ جس کا بیان کرنا جائز نہیں۔ اس حدیث میں دو راوی وضاع اور کذاب ہیں۔ جن کے نام عسمرہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمن بن قریش ہیں۔ اس حدیث کو زبیر علی زئی سمیت کتنے ہی غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حالانکہ اپنی کتاب نور العینین میں اس کا جھوٹا ہونا تسلیم کیا ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے ہاں ایسی جھوٹی روایات کا بیان کرنا کوئی حرج نہ ہو تو الگ بات ہے مگر اہل سنت والجماعت کے ہاں تو ایسی روایات کا پیش کرنا دوزخ میں ٹھکانا تیار کرنا ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار

غیر مقلدین سمیت کتنے ہی علماء کرام نے اس حدیث کا موضوع ہونا بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱:- مختصر خلافيات امام بیہقی (ص ۷۶) جس کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے اس میں ہے: ”موضوع، باطل“ یہ حدیث موضوع اور باطل ہے۔

۲:- علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: (بیہقی کی یہ روایت کہ آخری دم تک حضور ﷺ رفع یدین کرتے رہے) کذب۔ جھوٹ ہے (نیل الفرقدين ص ۲۶)۔

۳:- علامہ نیوٹی لکھتے ہیں: وهو حديث ضعيف بل موضوع۔ (آثار السنن ص ۱۴۹ رقم ۳۹۴ طبع مکتبۃ البشری، کراچی ۱۴۳۲ھ)۔ ”یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔“

علامہ نیوٹیؒ مزید فرماتے ہیں: قلت: العجب منهم. كيف اوردوه في تصانيفهم وسکتوا عنه مع أن بعض رجاله ائمتهم بوضع الحديث (تعلیق الحسن ص ۱۴۹ رقم ۳۹۴ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)۔

ترجمہ:- میں کہتا ہوں: تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں درج کر کے

۸:- علامہ محمد عطاء اللہ حنیف غیر مقلد لکھتے ہیں: ”وحدیث البیہقی: ما زالت الخ ضعف جداً“۔ (التعلیقات السلفیہ ج ۲ ص ۱۴ طبع المکتبۃ السلفیہ، لاہور ۱۴۲۲ھ)
 ”بیہقی کی حدیث: فما زالت تلك صلوة حتى لقي الله تعالى سخت قسم کی ضعیف ہے“
 غیر مقلدین کی اس حدیث کی تخریج کے بارے میں مختلف دعوے

أخرج البيهقي في الخلافيات (كذا في مختصر الخلافيات ج ۱ ص ۶۶) عن أبي عبد الله الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمن بن قريش بن خزيمة الهروي عن عبد الله بن أحمد الدمعي عن الحسن بن عبد الله بن حمدان الرقي ثنا عصمة بن محمد الانصاري ثنا موسى بن عقبه عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وكان لا يفعل ذلك في السجود. فما زالت تلك صلوة حتى لقي الله تعالى. (نصب الراية ج ۱ ص ۴۰۹)

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ سب سے پہلے شیخ ابن دقیق العید مقلد الشافعی نے اپنی کتاب ”الامام“ میں سنن کبریٰ بیہقی کے حوالہ سے لکھی مگر سنن کبریٰ بیہقی کے کسی بھی نسخہ میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ ابن سبکی نے الطبقات (ج ۶ ص ۲۰) میں مستقل باب باندھا ہے کہ امام ابن دقیق العید نے الامام میں بہت سی ایسی احادیث لکھی ہیں جن میں ان کی نسبت کرنے میں خطا کی ہے۔ اس لیے ان کا کسی حدیث کا کسی کتاب کی طرف نسبت کر دینا قابل اعتماد نہیں ہے۔ پھر بیہقی کی کسی اصل کتاب سے نہیں بلکہ شیخ کی الامام سے اسی سند کے ساتھ اس حدیث کو ان کے شاگرد امام زیلعی (۶۲۲ھ) نے اپنی کتاب نصب الراية میں درج کر دیا۔ یہ خفی مقلد ہیں۔ پھر نصب الراية کا خلاصہ کرتے وقت اس حدیث کو حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) نے الدرایہ میں اور پھر التلخیص الحبیر میں درج کر دیا۔ اصل کتاب کو کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر بعض غیر مقلدین نے رجماً بالغیب یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ حدیث بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ میں نہیں۔ ان کی دوسری کتاب معروض السنن والآثار میں ہے جو ابھی چھپی نہ تھی۔ لیکن یہ کتاب بھی بارہ جلدوں میں چھپ کر آگئی ہے اس میں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔ اب پیر بدیع الدین راشدی المعروف پیر آف جھنڈا نے اپنے رسالہ جلاء العینین میں لکھا کہ یہ حدیث امام بیہقی کی کتاب الخلافيات میں ج ۱ ص ۷۶ پر ہے جو ابھی چھپی نہیں۔ اب مختصر خلافيات چھپی ہے اس کی جلد دوم میں یہ بے سند روایت درج ہے۔

اس حدیث میں غیر مقلدین کا دعویٰ مکمل موجود نہیں

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دلیل وہ ہے جس میں مکمل دعویٰ آئے اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ایک سنت چھوڑنے سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے۔ چار رکعت نماز میں تکبیر تحریمہ کی رفع یدین پر اجماع ہے۔ یہ غیر معارض رفع یدین ہے۔ باقی تین رکعات میں غیر مقلدین کا قول و فعل یہ ہے کہ دو سجدوں سے کھڑے ہو کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو نہ اٹھانا سنت ہے اور دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے۔ مگر ان تینوں سنتوں کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ تو اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو یہ بھی اعلان تقریری اور تحریری طور پر کرنا لازم ہوگا کہ جناب رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ آخری عمر میں خلاف سنت نماز پڑھا کرتے تھے یا ان تینوں سنتوں، ایک مثبت اور دو منفی، کی صراحت اس حدیث میں دکھاؤ۔

اسی طرح اس حدیث میں ”اذا افتتح الصلوة“ کے بعد تو ”رف یدین“ کی جزاء مذکور ہے اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے۔ لیکن ”اذا رکع واذا رک رأسه من الركوع“ کے بعد رفع یدین صراحت نہیں ہے۔ اور کان لا يفعل ذلك في السجود کا مطلب یہ ہے کہ عین حالت سجدہ میں ہاتھ اوپر کو نہ اٹھائے بلکہ زمین پر رکھے۔ سجدوں سے پہلے یا سجدوں سے اٹھ کر رفع یدین کی نفی کی صراحت یہاں نہیں ہے۔ جس کا دکھانا غیر مقلدین کا فرض تھا۔ اس لیے نہ پوری دس کا اثبات ہے نہ اٹھارہ (۱۸) کی نفی۔ تو دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہوئی۔

سند کا حال

۱۔ اس سند کے پہلے راوی امام بیہقی ہیں جو امام شافعی کے مقلد ہیں اور احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے۔ یہی وہ تقلید شخصی ہے جس کو غیر مقلدین شرک کہتے ہیں۔ پھر امام بیہقی اس کو سنن کبریٰ میں نہیں لائے۔

۲۔ اس سند کے دوسرے راوی ابو عبد اللہ الحافظ امام حاکم ہیں۔ جس طرح امام زنجبیری فن تفسیر کے مسلمہ امام ہیں مگر عقیدہ معتزلی ہیں۔ اس لیے جو بات اعتزال کی تائید میں ہوگی وہ تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح امام حاکم فن حدیث کے امام ہیں مگر تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۹۶۲) میں ان کا مذہب رافضی لکھا ہے اور نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد ان کو غالی شیعہ لکھتے ہیں۔ تو ان کی وہ بات جو شیعیت کی تائید میں ہوگی وہ حجت نہ ہوگی۔ رفع یدین بھی شیعہ کا مسئلہ ہے۔ پھر عجیب بات

ہے کہ ان کی کتاب مستدرک حاکم میں بعض موضوعات تک بھری ہوئی ہیں (تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۶۰)۔ لیکن یہ حدیث وہ اپنی کتاب میں نہیں لاسکے۔ کیونکہ ان موضوعات سے بھی یہ بڑھ کر ناقابل التفات تھی۔

۳۔ تیسرا راوی جعفر بن محمد بن نصر ہے۔ حاکم نے لفظ ”عن“ سے روایت کی ہے۔ اس کی عدالت، حفظ اور اتصال ثابت کریں۔

۴۔ چوتھا راوی عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ الہروی ہے جس کے بارے علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ”اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۴؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۴۲۵)۔ محدث سلیمانی نے اس راوی کو موضوع حدیث بنانے کیساتھ متہم کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا۔ یہ شدید جرح ہے۔ اسی لیے اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ خطیب کے عدم علم کا نہ علامہ ذہبی نے اعتبار کیا ہے اور نہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں۔ اسماء الرجال کے ان دونوں مسلمہ ائمہ کے خلاف پیر بدیع الدین پیر آف جھنڈا کا اس کو صالح الحدیث (جلاء العینین ص ۱۲۹) کہنا تعصب کی انتہاء اور وضع احادیث کی سرپرستی ہے۔

۵۔ اس حدیث کا پانچواں راوی عبداللہ بن احمد الدجی ہے۔ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی اپنی کتابوں میں اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس لیے اس کا عادل اور ضابط ہونا کتب اسماء رجال سے ثابت کیا جائے۔

۶۔ اس حدیث کا چھٹا راوی الحسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ہے۔ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی اپنی کتابوں میں اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس لیے اس کا عادل اور ضابط ہونا کتب اسماء رجال سے ثابت کیا جائے۔

۷۔ اس سند کا ساتواں راوی عصمہ بن محمد الانصاری ہے۔ جس کے بارے علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ”قال ابو حاتم: ليس بالقوى. وقال يحيى: كذاب. يضع الحديث. وقال العقيلي يحدث بالبواطيل عن الثقات. وقال الدارقطني وغيره: متروك. (ال) قال ابن عدي: عصمة بن محمد بن فضالته بن عبيد الانصاري مدني، كل احاديثه غير محفوظ“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۶؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۷۰ او اللفظ لہ)۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں: وہ قوی نہیں۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: جھوٹ بہت بولتا تھا۔ اور جھوٹی حدیثیں روایت کرتا تھا۔ عقیلی کہتے ہیں: باطل روایتیں سچوں کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔ دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں: اس کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ”کان کذاباً، یروی الاحادیث کذباً“۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: پرلے درجے کا جھوٹا اور جھوٹی حدیث بنالیتا تھا۔ نیز فرماتے ہیں: من اکذب الناس۔ سب انسانوں سے زیادہ جھوٹا تھا۔ نیز فرماتے ہیں: ”کان کذاباً یضع الحدیث“۔ پرلے درجے کا جھوٹا، اور جھوٹی احادیث روایت کرنے والا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۸۶)

۸۔ اس سند کے آٹھویں راوی موسیٰ بن عقبہ ہیں۔ یہ صحاح ستہ کے راوی اور مغازی کے امام ہیں۔ ان کی روایت تعلیقاً صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) اور مسند السنن کبریٰ بیہقی (ج ۲ ص ۷۰) میں ہے۔ یہاں اس کا شاگرد ابراہیم بن طہمان ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ مگر وہاں یہ جملہ ”فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله تعالى“ ہرگز موجود نہیں ہے۔ یہ سب عصمہ بن محمد انصاری کی جعل سازی ہے۔ ۹۔ اس سند کے نویں راوی حضرت نافع ہیں۔ نافع کے نو (۹) شاگرد (عبید اللہ، ایوب، مالک، ابن جریج، لیث، صالح بن کیسان، زید بن واقد، موسیٰ بن عقبہ اور عمر بن زید) اس کو روایت کرتے ہیں۔ (جزء بخاری مع جلاء العینین ص ۱۵۶)۔ مگر کسی نے بھی یہ جملہ ”فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله تعالى“ بیان نہیں کیا۔

۱۰۔ اس سند کے دسویں راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ جو خود تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (موطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ طحاوی رقم ۱۳۲۳؛ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳)۔

۱۱۔ رفع یدین کی حضرت نافع کی روایت عند المحققین موقوف ہے۔ خود امام بخاری نے بھی مختصراً کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا، خصوصاً موسیٰ بن عقبہ والی روایت کا (بخاری رقم ۷۳۹)۔ امام ابوداؤد نے تو صاف فرمایا کہ نافع کی حدیث مرفوع نہیں، بلکہ حضرت ابن عمرؓ پر موقوف ہے (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ تو حضرت نافع کی صحیح السند روایت بھی موقوف ہے۔ اس جھوٹی روایت کو مرفوع کر دینا عصمہ بن محمد انصاری کی ہی کارستانی ہے۔

حدیث کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو بخاری اور موطا مالک میں ہیں

حدیث پاک کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۰ رقم ۸۰۳) پر حضرت ابو ہریرہؓ سے اور موطا امام مالک (رقم ۲۰۱) میں حضرت علی بن الحسینؓ سے مرسل مروی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر خفض اور رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ اور یہ نماز آپ ﷺ کی آخر عمر تک رہی۔

زبیر علی زنی کا تیار کردہ شاہد بھی ضعیف ہے

مولانا زبیر علی زنی غیر مقلد نے حدیث ابن عمر کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جس حدیث کو شاہد بنایا

ہے۔ وہ بھی انتہاء درجہ کی ضعیف حدیث ہے۔ اس کا حال ملاحظہ فرمائیے

کتاب المعجم والی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ باطل ہے

نامحمد بن عصبہ: ناسوار بن عمارۃ: ناردیح بن عطیۃ بن ابی زرعۃ عن ابی عبد الجبار بن معج قال: رأیت أباہریرۃؓ فقال: لأصلین بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ لا أزد فیہ ولا أنقص۔ فأقسم باللہ! ان کانت ہی صلوۃتہ حتی فارق الدنیا۔ فقمْتُ عن یمینہ لأنظر کیف یصنع۔ فابتدأ فکبر ورفع یدہ ثم رکع فکبّر ورفع یدہ ثم سجد ثم کبر ثم سجد وکبر حتی فرغ من صلوۃتہ قال: أقسم باللہ ان کانت لہی صلوۃتہ حتی فارق الدنیا۔ (کتاب المعجم ۱ ص ۲۲۶ رقم ۱۴۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ”میں ضرور ضرور تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاؤں گا۔ نہ کچھ کم کروں گا نہ زیادہ۔“ پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا: ”کہ آپ ﷺ یہی نماز پڑھتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا چھوڑ گئے۔ تو میں (ابو زرعہ) ان کے دائیں طرف کھڑا ہوا، تو انہوں نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور اپنا ایک ہاتھ اٹھایا۔ پھر کچھ دیر بعد رکوع کیا تو (رکوع میں جا کر) اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور تکبیر کہی۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے۔ پھر خدا کی قسم کھائی اور فرمایا: ”جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز آخری عمر تک یہی رہی۔“

جواب:-

یہ حدیث مولانا زبیر علی زئی کی نئی دریافت ہے

یہ حدیث مولانا زبیر علی زئی کی نئی دریافت ہے کیونکہ علامہ نووی الشافعیؒ، ابن حجر الشافعیؒ، ابن قدامہ حنبلیؒ، ابن تیمیہ حنبلیؒ وغیرہم کسی بھی شافعی یا حنبلی نے اس حدیث کو استدلال میں پیش نہیں کیا۔ شوافع اور حنابلہ اگرچہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے آرہے ہیں اور یہ مسئلہ روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پیش آتا ہے، مگر اس مسئلہ کی دلیل چھپی ہی رہی۔ جناب زبیر علی زئی نے جنوری ۱۹۹۷ء میں پہلی دفعہ اس کو استدلال میں پیش کیا۔

یہ روایت زبیر علی زئی کے دعویٰ اور عمل دونوں کے خلاف ہے

یہ روایت زبیر علی زئی صاحب کے دعویٰ اور عمل دونوں کے خلاف ہے۔ لہذا اس روایت سے

استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اس حدیث میں صرف تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور کسی جگہ بھی رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔ تو ایسی روایت زبیر صاحب کیسے پیش کر سکتے ہیں جو ان کے عمل اور دعوے دونوں کے خلاف ہو۔

یہ روایت ایک صوفی بزرگ کی کتاب سے لی گئی ہے

حضرت امام مسلم فرماتے ہیں: عن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان عن أبيه، قال: "لَمْ تَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ"۔ قال مسلم: يقول: يَجْرِي الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُونَ الْكَذِبَ" (مقدمہ مسلم رقم ۴۰)۔

ترجمہ:- محمد بن یحییٰ بن سعید بن قطان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: ”ہم نے حدیث کے معاملہ میں صالحین سے زیادہ جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا“۔ امام مسلم فرماتے ہیں: ”جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے“۔

یعنی چونکہ وہ عبادت میں کثرت سے مشغول رہتے ہیں۔ حدیث کے حفظ کرنے میں وہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کر پاتے۔ اپنی حسن نیت کی وجہ سے علم کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کی روایات کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے جھوٹی روایات ان کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں۔

جس کتاب سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ امام ابن العربی صاحب ”المعجم“ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”تصوف اور زہدان پر غالب تھا۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جن میں سے ”طبقات النساک“ ایک مشہور کتاب ہے۔ آپ کو جنید بغدادی اور ابو احمد قلائیؒ کی صحبت بھی میسر رہی ہے۔ آپ نے بصرہ کی ایک تاریخ بھی قلم بند کی“۔ امام ثوری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”جب انہوں نے وفات پائی تو لوگ ان کے پاس ایسی باتیں کرنے لگے جن کے بارے میں خاموشی بہتر تھی۔ وہ کچھ کہانت سے کام لے رہے تھے اور اپنے ظنون و افکار کی محبت میں مبتلا تھے۔ تو جب ان لوگوں کا یہ حال ہے تو ان کے بعد آنے والوں کا کیا حال ہوگا“ امام ابن الاعرابی نے یہ بھی فرمایا: ”لوگ جمع (اتحاد خالق و مخلوق) کے بھی قائل ہیں۔ حالانکہ اس اتحاد کی صورت ہر ایک کے نزدیک مختلف ہے۔ اسی طرح فنا (ذات الہی میں فنا) کا معاملہ ہے۔ لوگ اس کے اسماء میں تو متفق ہیں، مگر ان کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اسم سے مراد غیر محدود حقائق و معارف ہو سکتے ہیں۔ یہی حال علم معرفت الہی کا بھی ہے۔ اس کی کوئی بھی انتہاء نہیں۔ اور نہ ہی اس کے وجود اور لذت سے ہی کما حقہ آدمی باخبر ہو سکتا ہے۔“۔ یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا: ”جب تو سنے کہ کوئی شخص جمع و فنا کے بارے میں سوال کر رہا ہے، یا ان کا جواب دے رہا ہے تو سمجھ لے کہ اسے ان کی کوئی واقفیت نہیں، کیونکہ ان کے حقیقت شناس لوگ

۵:- چوتھا راوی ابو زرہ ہے۔ زبیر علی زئی نے سند میں تحریف کر دی ہے کہ ابو زرہ بن عبد الجبار کو ابو زرہ عن عبد الجبار بنا ڈالا ہے اور ابن معج کو ابن معج بنا ڈالا ہے۔

۶:- حضرت ابو ہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابی ہیں۔ ان کے بہت سے مشہور شاگرد ہیں۔ مگر وہ نماز کی اہم ترین سنت کسی معروف شاگرد کو نہیں بتاتے، ایک غیر معروف کو بتاتے ہیں۔ آخر اس میں کیا حکمت ہے؟

۷:- ایسی حدیث جس کی سند کے دوراوی ایسے ہوں کہ ان کا کوئی متابع نہ ہو۔ اور دو کی توثیق نہ خدا و رسول سے ثابت ہو، اور نہ محدثین احناف سے اور نہ محدثین شوافع سے۔ اور اس کا متن پوری امت کے عملی تواتر کے خلاف ہو۔ ایسی حدیث صحیح ہو سکتی ہے؟

اس روایت کا متن منکر ہے

۱:- فابتدأ فکبر ورفع یدہ۔ ”آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ایک ہاتھ اٹھایا“۔ اس سے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون سا ہاتھ اٹھایا دایا یا بایاں؟ نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں تک اٹھایا؟ اب ایک ہاتھ کی بجائے دو ہاتھ اٹھانا بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔ اپنی طرف سے ہاتھ کی تعیین کرنا بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔ اور یہ تعیین کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا جائے یا کانوں تک یا پستانوں تک، یہ بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔ صرف ایک ہاتھ اٹھانا امت کے عملی تواتر کے بھی خلاف ہے۔ گویا ساری امت مع غیر مقلدین خلاف سنت نماز پڑھ رہی ہے۔

جناب زبیر علی زئی نے رفع یدہ کی بجائے تحریف کر کے رفع یدہ بنا دیا ہے۔ سند یا متن میں ایسی گڑبڑ کرنے والے کے بارے میں محدثین ”کذاب یضع الأحادیث۔ بہت بڑا جھوٹا ہے، جھوٹی حدیثیں بناتا ہے“ فرمایا کرتے ہیں کہ اتنا بڑا جھوٹا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ حدیث متواتر میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

۲:- ثم رکع فکبر ورفع یدہ۔ ”پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے“۔ جناب زبیر علی زئی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: پھر رکوع کیا۔ پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ حالانکہ ساری امت رکوع کے بعد ”سمع اللہ لیٰن حمدہ۔ ربنا لک الحمد“ کہتی ہے، نہ کہ اللہ اکبر۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین بھی نہیں کہتے۔ اب رکوع کے بعد تسبیح و تحمید یقیناً اس حدیث پر زیادتی ہے اور اس حدیث کا طریقہ امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے۔ (تجلیات صفحہ ج ۴ ص ۱۱۷)۔



تقریفات

حضرت مولانا شیخ الحدیث ابوعمار زاہد الراشدی بن امام اہل سنت

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ

واتباعہ اجمعین۔ اما بعد:

نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیرات میں رفع یدین یعنی ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ قرونِ اولیٰ سے اختلافی چلا آرہا ہے۔ اور حضرات احناف کثر اللہ جماعتہم کا موقف یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے چونکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیرات میں رفع یدین پر دوام ثابت نہیں ہے۔ اس لیے رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں ہے باقی تکبیرات میں نہیں ہے۔ اس موقف کی بنیاد بہت سی صحیح احادیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم واتباعہم پر ہے جن کی وضاحت ہر دور میں اہل علم اُس دور کی ضروریات کے مطابق کرتے رہے ہیں۔ ہمارے فاضل دوست مولانا اعجاز احمد اشرافی نے بھی آج کے دور میں اس سلسلہ میں ہونے والے مباحث اور اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے زیر نظر کتاب میں احناف کے موقف کو دلائل کے ساتھ ایک بار پھر واضح کیا ہے جس پر وہ تحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبولیت سے نوازے۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں۔ آمین یا رب العالمین!

ابوعمار زاہد الراشدی

شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ خطیب مرکزی جامع

مسجد، گوجرانوالہ ۲۱۔ دسمبر ۲۰۱۱ء

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی برادر ترجمان اہل سنت، مناظر

اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قارئین کرام! متحدہ ہندوستان میں جب سے اسلام آیا۔ اس وقت سے تمام اہل سنت فقہ حنفی کے مطابق دین اسلام پر عمل کرتے تھے۔ مگر انگریزوں کے اس ملک پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنے اصول ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے تحت جعلی نبی، جعلی پیر کی طرح جعلی اہل حدیث بنائے۔ اور ان کے ذریعے متواترات کے خلاف شاذ روایات کو ترجیح دینے کی کوشش کی۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کو اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کا مسئلہ تھا۔ جو اس علاقے کا متروک عمل تھا۔ اور ترک رفع یدین کا عمل متواتر تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا معروف پر عمل اور منکر سے بچنے کی ترغیب دی۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا: ”لا تعصوا فی معروف“۔ ”معروف میں میری نافرمانی نہ کرنا“ (بخاری: کتاب الایمان: باب علامة الایمان حب الانصار کا ذیلی باب: باب بیعة للعقبہ، باب توبة السارق و باب بیعة النساء وغیرہ)۔ ان میں سے اکثر ابواب میں ہے کہ حضور ﷺ جس طرح شرک وغیرہ بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کی بیعت لیتے تھے، اسی طرح معروف میں نافرمانی کے ترک پر بھی بیعت لیتے تھے۔ مگر افسوس کہ غیر مقلدین معروف کے ترک پر کمر بستہ ہیں۔ اور بخاری کی اس حدیث کی مخالفت کو مسلک اہل حدیث قرار دیتے ہیں۔ پھر علامۃ الایمان کے ذیلی باب میں اس روایت کو ذکر کر کے معروف کی نافرمانی ترک کرنا ایمان کی علامت ہے مگر بخاری، بخاری کا شور مچانے والے غیر مقلد ترک معروف کو ایمان کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے معروف کی کوئی تخصیص ذکر نہیں کی بلکہ نکرہ تحت الہی لا کر عموم کی طرف اشارہ فرمادیا، یعنی معروف قراءۃ، معروف حدیث اور معروف عمل کے ترک سے فتنہ و فساد ہوگا۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا: ”انما الطاعة فی المعروف“ (بخاری) یعنی قرآن و سنت میں جہاں جہاں اطاعت کا حکم ہے وہ

معروف میں ہے نہ کہ منکر میں۔ مگر غیر مقلدین بخاری کی اس حدیث کے خلاف معروفات کے ترک پر لگاتے ہیں۔ اسی طرح بخاری شریف میں کتاب العلم باب ۴۹ میں خلیفہ راشد باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ ”حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ. أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ یعنی لوگوں کو وہ حدیثیں بیان کرو جن کو وہ پہچانتے ہیں۔ کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کر دی جائے۔ نیز حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”آخر زمانہ میں بہت بڑے بڑے دجال اور کذاب پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو نہ تم نے اور نہ تمہارے آباء و اجداد نے سنی ہوں گی۔ ان کو اپنے پاس نہ آنے دینا، نہ تم ان کے پاس جانا۔ وہ لوگ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں“ (مسلم ج ۱ ص ۱۰)۔ اس حدیث میں بھی حضور ﷺ نے امت کو ایک اصول دیا ہے کہ معروف احادیث کے خلاف احادیث پیش کرنے والے قیامت کی نشانی ہوں گے۔ وہ بہت بڑے دجل و فریب کرنے والے اور بڑے جھوٹے ہوں گے۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔ اگر ان سے اپنے آپ کو نہ بچایا گیا تو تمہیں گمراہی اور فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ معروفات کے ترک کا نتیجہ خدا اور رسول پاک ﷺ کی تکذیب ہے۔ جبکہ غیر مقلدین اس کو مسلکِ اہل حدیث قرار دیتے ہیں۔

بہر حال ترکِ رفعِ یدین اس علاقے کا ایسا معروف عمل تھا کہ ۱۸۶۰ء میں جب انگریز کے ایک ملازم محمد یوسف نے امرتسر شہر میں جب رفعِ یدین کی تو اس کے استاذ نے اس کو مسجد سے نکال دیا۔ اس نے دوسری مولوی غلام رسول والی مسجد میں جا کر یہ عمل کیا تو انہوں نے بھی ناراضگی کا اظہار کیا اور اس کو مسجد سے نکال دیا۔ شادی کرانے کے لیے اپنے وطن حسین پور کا سفر کیا تو راستے میں بھی جہاں کہیں نماز پڑھی، وہاں شور ہوا۔ وطن میں جب سسرال والوں کو علم ہوا تو انہوں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ نواب قطب الدین جن کی کتاب مظاہر حق پڑھ کر یہ عمل شروع کیا تھا۔ ان کی مسجد میں جب یہ عمل شروع کیا تو انہوں نے بھی ناراض ہو کر فرمایا کہ ہماری مسجد میں نہ آیا کرو (ملخص نقوش ابوالوفاء مصنفہ ابو یحییٰ خان نوشہروی غیر مقلد)۔ مدینہ میں ابوالحسن سندھی نے رفعِ یدین کی تو چھ دن تک جیل میں رہا۔ آخر چادر کے اندر چھپ کر رفعِ یدین کرنے کا فیصلہ کیا (فقہائے ہند جلد ۵ مصنفہ محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد)۔

بہر حال اس معروف عمل کی روایات کا ان لوگوں نے اولاً تو انکار کرنا شروع کیا کہ ترکِ رفعِ یدین کی کوئی حدیث نہیں۔ گویا کہ حضور ﷺ کی پیش گوئی کذابوں (بہت جھوٹ بولنے والے) کا مصداق بنتے ہیں اور جب ترکِ رفعِ یدین کی احادیث پیش کی جاتی ہیں تو دجالوں والی پیش گوئی کا اظہار ہونا شروع ہوتا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور قرآن و حدیث کا اتنا شور مچاتے ہیں کہ عوام فرمانِ نبوی فایاہم وایاہم (یعنی نہ ان کے قریب جانا اور نہ ان کو اپنے پاس آنے دینا) کو بھول جاتے ہیں۔ تو حضور ﷺ کی گمراہی اور فتنے میں مبتلا ہونے والی پیش گوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیش گوئی تکذیبِ خدا اور رسول کا اظہار ہونے لگ جاتا ہے۔ اس لیے عوام کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے بہت سے اکابر نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں کیونکہ یہ شوافع اور حنابلہ والی سچی رفعِ یدین (یعنی اجتہادی) نہیں بلکہ عنادی اور جھوٹی رفعِ یدین ہے۔ شوافع اور حنابلہ اپنے اپنے علاقے کے معروف عمل کو لے کر ترکِ رفعِ یدین کی احادیث کا انکار نہیں کرتے۔ جبکہ غیر مقلدین کی رفعِ یدین میں انکار حدیث کا ایمان لیوا زہر ہے۔ شوافع اور حنابلہ کی رفعِ یدین میں بغضِ اولیاء اور بغضِ فقہاء کا زہر نہیں جبکہ غیر مقلدین کی رفعِ یدین میں بغضِ اولیاء اور بغضِ فقہاء کا زہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شافعی یا حنبلی کی رفعِ یدین الحاد تک پہنچانے والی نہیں جبکہ غیر مقلدین کی رفعِ یدین چند دن کے بعد منکرِ حدیث، مرزائی اور دہریہ تک بنا دیتی ہے۔ زمانہ حال میں اسی خدمت کے پیش نظر مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب مدظلہ، فاضل جامعہ اشرفیہ، نے ”رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ تالیف فرمائی ہے۔ جس میں جدید اور انوکھے انداز میں منتشر مواد کو دس (۱۰) ابواب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ شروع کتاب میں مسئلہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ گویا اجمال قبل التفصیل ہے۔ پہلے باب مقدمہ میں مسئلہ رفعِ یدین کے متعلق اہل السنۃ والجماعت کا مسلک اور غیر مقلدین کا طرزِ عمل اور ان کی اختیار کردہ رفعِ یدین کا شاذ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں کتاب و سنت اور اجماع کے اصول سے ترکِ رفعِ یدین کو مربوط کیا ہے۔ تیسرے باب میں قرآن پاک کے دلائل، چوتھے باب میں وہ احادیث جو کسی درجہ میں ترکِ رفعِ یدین کی مؤید ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی تعلیم نبوی ﷺ میں رفعِ یدین کو وہ اہمیت ہرگز نہیں جو آج کل غیر مقلدین عوام کے ذہن میں بٹھاتے ہیں کیونکہ اکثر احادیث و آثار میں تعلیمِ نماز میں تعلیمِ رفعِ یدین کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس کے بعد صریح ترکِ رفعِ یدین کی احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ پانچویں باب میں خلفائے راشدینؓ، عشرہ مبشرہؓ اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ترکِ رفعِ یدین کے آثار نقل کیے ہیں۔ چھٹے باب میں خیر القرون میں ترکِ رفعِ یدین پر تعالٰی، بڑے بڑے تمام مراکز اسلام میں ثابت کیا ہے۔ ساتویں باب میں نسخِ رفعِ یدین، بقائے ترکِ رفعِ یدین کی بحث بالخصوص محدثین کے

طریق پر ذکر کی ہے۔ غیر مقلدین کے عدم نسخ کے شواہد کا قابل تسکین رد کیا ہے۔ آٹھویں باب میں رفع یدین کے دلائل کا تفصیلی رد ہے۔ آج کل کے غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مختلف سندوں سے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ صحاح ستہ وغیرہ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگردوں کی تعداد ۲۳۲ سے متجاوز ہے۔ جن میں ان کے بیٹے (۱) بلال بن عبداللہ بن عمرؓ (۲) حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ (۳) زید بن عبداللہ بن عمرؓ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ (۵) عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ (۶) عبید اللہ بن عبداللہ بن عمرؓ اور پوتوں میں عبداللہ بن واقد بن عبداللہ بن عمرؓ اور بھتیجے حفص بن عاصم بن عمر بن خطابؓ بھی ہیں۔ مگر ان متعلقین میں سے یا تو آپؐ کے غلام حضرت نافعؓ "اس رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارہ میں امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: "موقوف ہے"، یا بیٹے سالمؓ جن کی روایات میں انتہائی اضطراب ہے۔ کیونکہ کہیں وہ اپنے باپ پر اعتراض کرتے ہیں، کہیں ترک رفع یدین نقل کرتے ہیں، کہیں صرف رکوع سے سراٹھانے کی رفع یدین نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اصل کتاب میں آپؐ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس لیے اس روایت سے استدلال انتہائی کمزور ہے۔ نویں باب میں غیر مقلدین کی طرف سے پیش کیے جانے والے بعض شبہات کے جواب دیئے گئے ہیں۔ دسویں باب میں بعض احادیث کی تحقیق اور غیر مقلدین کی طرف سے ان پر کیے گئے شبہات کے مسکت جوابات لکھے ہیں۔

دونوں قسم کے دلائل کا لب لباب یہ نکلتا ہے کہ مصنف نے جن روایات کو ترجیح دی ہے۔ یہ خیر القرون کے مجتہد سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ترجیحات تعامل صحابہ کے اعتبار سے ہے۔ ان کے خلاف شوافع وغیرہ کی ترجیحات پیش کرنا غلط ہے۔ ہاں اگر نبی اقدس ﷺ کا کوئی فیصلہ ہو تو احناف ان فقہی فیصلوں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔

بہر حال اس مسئلہ میں یہ ایک بہت ہی مفصل کتاب ہے۔ اہل علم بلکہ عوام کے لیے بھی غیر مقلدیت کے زہر سے بچنے کا تریاق ہے۔ بندہ اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ اس فرض کفایہ کی ادائیگی میں مؤلف کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائیں اور اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین!

کتبہ

مفتی محمد انور ادا کاڑوی

مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، ۲۵- مارچ ۲۰۱۲ء

حضرت مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

احقر نے کتاب ”راحة العینین فی ترک رفع الیدین“ تصنیف لطیف جناب مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی مدظلہم العالی کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا۔ فاضل مؤلف نے ترک رفع یدین پر نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بڑا مدلل کلام کیا ہے۔ اور فریق مخالف کے دلائل کا جائزہ بھی بڑے منصفانہ انداز میں لیا ہے۔ اپنے موقف پر مضبوط دلائل کے ساتھ انہوں نے اس سلسلہ میں پائے جانے والے شبہات کو خوبصورت انداز میں رفع کر دیا ہے۔

اپنے موضوع پر یہ ایک مبسوط مدلل کاوش ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے واضح ہے کہ ترک رفع یدین سنت مستمرہ اور دائمہ ہے۔ اس کو خلاف سنت قرار دینا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی محنت اور سعی کو قبول فرمائیں اور انہیں جزائے خیر دیں۔ اس کتاب کو امت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

فقط احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ ۴ اپریل ۲۰۱۲ء

حضرت مولانا پروفیسر غلام رسول عظیم دامت برکاتہم العالیہ

{رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ بِرَأْيِكُمْ نَظَرُ}

مسائل مابہا الاختلاف کوئی آج پیدا نہیں ہوئے۔ خیر القرون میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام رحمہم اللہ و تبع تابعین عظام کے درمیان بھی کتنے ہی مسائل میں اختلاف رہا، مگر یہ اختلافات مخالفت و عداوت اور معاندت و تباعد پر مبنی نہ تھے۔ منشاء الہی اور مراد رسول ﷺ پانے کے لیے تھے۔ مبتدی اور ظاہر بین جب علامہ اقبالؒ کے یہ شعر پڑھتا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک

کیا بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

تو واقعتاً حیرت و استعجاب اور تأسف و افسوس سے اپنے گرد و پیش میں مسلمانوں کو بٹے ہوئے اور ایک دوسرے سے بٹے ہوئے دیکھ کر بڑی تشویش میں پڑ جاتا ہے۔

بات صرف علمی تحقیق اور اس کے نتیجے میں وضوح حق اور ابلاغ پیغام تک محدود ہو تو اور بات ہے اور مطلوب بھی یہی ہے۔ لیکن معاندانہ رویے کے ساتھ ایک دوسرے کو پچھاڑے، اشتعال انگیزی اور مفسدہ پروری تک جا پہنچے تو واقعی یہ امر امت کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال اتحادِ ملت کے داعی ہیں۔ اور ہر مسلمان یہی چاہتا ہے کہ امت افتراق و تشتت کا شکار نہ ہو۔ تاہم وہ تحقیقاتِ علمیہ اور اجتہادی مساعی جن کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے۔ ان پر کوئی قدغن نہیں۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے کوششیں بھی ایمان کا تقاضا ہیں۔ مختلف فیہ مسائل کے اسباب و علل کی نشاندہی اور راہِ صواب کے تعین کے لیے جلیل القدر زعمائے

علومِ شریعت نے بڑا جاندار کام کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کی ”رفع الملام عن أئمة الأعلام“، علامہ بن حزمؒ کی ”الأحكام في أصول الأحكام“ ج ۲ ص ۱۲۴ تا ۱۳۴، علامہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد اللاندیؒ کی ”الانصاف في التنبیه علی الاسباب التي أوجبت الاختلاف“، علامہ شعرانیؒ کی ”الميزان الكبرى“، علامہ محمد حیات سندھیؒ کی ”الایقاف علی سبب الاختلاف“، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ اور ”حجة الله البالغة“ کی فصلِ سادس، ڈاکٹر مصطفیٰ سعیدؒ کی ”اثر الاختلاف فی القواعد الأصولية فی اختلاف الفقهاء“ وغیرہ جیسی کتابیں ضبط تحریر میں لائی گئیں، جن کے ہوتے ہوئے اساسیاتِ دین پر تیر آزمائی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم تحقیق و تدقیق اور اجتہاد کا دروازہ تا قیام قیامت کھلا رہے گا۔ مجتہد کے لیے تو یہ بھی نوید جانفزا ہے کہ وہ مصیب ہو یا مخطی، حسن نیت سے کیا ہوا استنباط اور نتیجہ فکر، اس کے لیے سودمند ہی رہے گا۔ وہ خطائے اجتہادی پر بھی ایک اجر کا سزاوار ٹھہرے گا۔

زیر نظر کتاب ”رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ حضرت مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفیؒ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ موضوع ایسا ماہِ النزاع بن چکا ہے کہ امت کے دو گروہ اس کے لیے پورا زور مار کر اپنے موقف کو درست قرار دینے پر کمر بستہ ہیں۔

مولانا موصوف نے جو راہِ صواب اختیار کی ہے۔ وہ اس معیارِ حق کے عین مطابق ہے۔ جس کا انہوں نے جابجا بالوضاحت تذکرہ کیا ہے۔ یعنی اولاً قرآن و سنت سے اخذ و استفادہ، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین کا تعامل اور اجماع و قیاس۔ انہوں نے انہی بنیادوں پر اپنی تحقیق کی عمارت کھڑی کی ہے۔ ایک ایک نکتے پر مضبوط استدلال سے کام لے کر اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔ دلائل نہ تو مبہم ہیں اور نہ ہی کمزور۔ پوری طرح تجزیاتی انداز اختیار کر کے باور کرایا ہے کہ رفع یدین کے بجائے ترکِ رفع یدین ہی قرینِ صواب ہے۔ اور امت کے لیے سنتِ رسولؐ اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اقرب ہے۔ اس مقصد کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کی مبارک زندگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل اور فقہائے کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیقات کی روشنی میں اپنے نقطہ نگاہ کو خوب پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی اس موقف کے مخالفین (غیر مقلد حضرات) کی تحریروں کے حوالوں سے اپنی تحریر کو مزید جاندار اور شاندار بنالیا ہے۔ جسے جمائے عقائد اور تقلید کو زمانہ کے دائرے سے نکل کر اگر خلوءِ ذہن کے ساتھ کتاب کو پڑھا جائے تو مثبت نقوشِ ذہن پر مرسم ہو سکتے ہیں۔ کتاب کے باب نمبر

۷ کا حصہ ۷.۷-۸ پر غیر مقلد حضرات کے عظیم اساطین شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے مخالفین کے موقف کو خاصاً کمزور کر دیتے ہیں۔ ضمناً بہت سی دینی معلومات بھی کتاب میں درآئی ہیں۔ حدیث کی کتابوں کی زمانی ترتیب سے اپنے نقطہ نگاہ کو جانچ پرکھ کے حقیقی اصولوں کے مطابق باور کرایا ہے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ دوسری طرف کوئی مواد ہی نہیں۔ احادیث و آثار ادھر بھی ہیں مگر موازنہ کر کے اس سمت کو اختیار کرنا مطلوب ہے جو اقرب الی الصواب بھی ہو اور منزلِ مراد تک بھی پہنچا سکے۔ البتہ کہیں کہیں زور استدلال کے جوش میں زبان و بیان میں قدرے تیزی آگئی ہے مگر ایسا احقاقِ حق کے سچے جذبے کے تحت ہوا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے تو مناظرانہ اندازِ بیان ہی چلتا ہے۔ زبان نپلی تلی اور سنجیدہ تو ہے مگر متوازن تر رہتی تو اور اچھا تھا۔

فی الجملہ تحریر شگفتہ، سادہ، سریع الفہم، مدلل، فکر انگیز اور اس موضوع پر غالباً مبسوط ترین ہے۔ ذہنوں سے مدت کے لگے ہوئے جالے اتارنے اور سوچ کو صیقل کرنے کے لیے بصیرت افروز بھی ہے اور راحت العینیں بھی۔ شرط یہ ہے کہ قاری تعصب کی پٹی اُتار کر کتاب کو پڑھے اور اگر خدا نے ذوقِ سلیم اور حق تک پہنچنے کی استعداد بخشی ہے تو فکر و نظر میں حیرت ناک حد تک تبدیلی کے امکانات موجود ہیں۔

غلام رسول عدیم غفر اللہ لہ

۲۰۱۲/۱/۲۴

حضرت مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی مدظلہ العالی

جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

دین کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ قیامت تک دین کی حفاظت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماء کا انتخاب کیا ہے، جو ہر دور میں امت کی رہنمائی کرتے ہیں اور امت کو ضلالت و گمراہی کے راستے سے نکال کر ہدایت کے راستے پر چلاتے ہیں۔ ظلمت سے نور کی طرف لاتے ہیں۔

امت میں جو مختلف فیہا مسائل ہیں ان کی صحیح رہنمائی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی سے کام لیتے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ جو مختلف فیہ چلا آ رہا ہے وہ مسئلہ رفع یدین ہے۔ اس پر فتن دور میں جناب مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب نے راحت العینین کتاب لکھ کر امت کی صحیح رہنمائی کی ہے اور حقیقت میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنے ہیں۔ اور علمائے احناف کے مسلک کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ والسلام

صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی

جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

مہتمم جامعہ قاسمیہ ۱۱۳۷ء غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

خطیب مرکزی جامع مسجد گول غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

مرکزی سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ پاکستان

حضرت مولانا مفتی واجد حسین دامت برکاتہم العالیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على سيد الرسل وخاتم الأنبياء. وعلى آله
وأصحابه نجوم الهدى. أما بعد!

نماز دین اسلام کی مہتم بالشان عبادت ہے جس کی اہمیت کسی مسلمان پر مخفی نہیں۔ اور ہر نمازی کی کوشش اور خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کی نماز سنت نبوی کے مطابق اور عند اللہ مقبول ہو جس کے لیے وہ اپنی بساط کے مطابق اہل علم سے مسائل پوچھتا اور سیکھتا ہے۔ نماز کے بعض مسائل خیر القرون سے تا ہنوز امت مسلمہ میں مختلف فیہ ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا ہے۔ پیش نظر کتاب ”رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَوَكُّلِ دَفْعِ الْيَدَيْنِ“ میں محترم مولانا اعجاز احمد صاحب اشرفی مدظلہ (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور) نے ان مقامات میں ترک رفع یدین کے موقف کو قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اور خیر القرون کے جمہور سلف صالحین کے تعامل سے مدلل انداز میں ثابت کیا ہے۔ اور کتاب کے آخر میں قائلین رفع یدین کے دلائل کا جائزہ بھی لیا ہے۔

اگر فریقین مذکورہ مسئلہ کے محقق پہلو پر (جوان کے نزدیک دلائل سے محقق ہو) عمل کرتے اور دوسرے سے تعرض نہ کرتے تو اس کے لیے تحریر و تصنیف کی ضرورت پیش نہ آتی اور نہ ہی یہ مسئلہ امت میں انتشار و افتراق کا سبب بنتا۔ لیکن جب قائلین رفع یدین کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ ترک رفع یدین کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے یا کم از کم خلاف سنت ہوتی ہے۔ تو اس باطل نظریے کی تردید کے لیے قلم اٹھانا ناگزیر ہو گیا۔ اس بناء پر مؤلف موصوف نے کتاب ہذا میں دلائل سے اس باطل نظریے کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ ایسے باطل نظریے کے حامل کو اپنے پیش رو کی یہ عبارت ضرور ملحوظ رکھنی چاہیے۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے مکتوبہ و مصدقہ فتوؤں کا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱ پر ہے: ”در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت بداشتن سر از رکوع منازعت و مخاصمت و مشامت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواہد بود“ یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا مذہبی تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف موصوف کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اتحاد امت کا دریعہ بنا کر خواص و عام کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

واجد حسین عفی عنہ

۱۶ صفر ۱۴۳۳ھ، ۱۱ جنوری ۲۰۱۲ء دارالافتاء، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

حضرت مولانا محمد سیف الرحمن قاسم دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ کتاب نماز میں رفع یدین کرنے کے بارے میں ہے یہ اگرچہ فروعی مسائل میں ہے لیکن چونکہ کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو حق و باطل کا معیار بنالیا اور وہ کہتے ہیں کہ نماز صرف ہماری ہے۔ اور جو لوگ ان کی ترتیب پر نماز ادا نہیں کرتے ان کی نماز کوئی نماز نہیں اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔ اس مسئلہ پر ان کی بے شمار کتابیں اردو زبان میں طبع ہو چکی ہیں۔ بعض میں تو بڑی ہی غلیظ زبان استعمال کی گئی ہے۔ عوام جو اصل حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں وہ ان کتب کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی کو فروعی مسائل کے بارے میں شبہات واقع ہوں تو بسا اوقات وہ اصول سے بدگمان ہو جاتا اور کہتا ہے کہ جس دین میں یہ مسائل ہیں وہ دین ہی غلط ہے۔ اور اگر انسان غیر مقلد بن بھی جائے اور یہ سمجھے کہ اب میری نمازیں درست ہو گئیں تو کیا یہ المیہ کم ہے کہ آج تک پڑھی ہوئی سب نمازیں بیکار ہوں اور ان پر کوئی ثواب نہ ہو۔ کسی سے کہا جائے کہ تیرے مکان کی رجسٹری جعلی ہے یا کہا جائے تیری جیب میں پڑے ہوئے پچاس ہزار روپے جعلی ہیں اس کو کتنی تکلیف ہوگی۔ ارے دنیا کے چند ٹکوں کے نقصان پر تو تڑپ جائے تیری بھوک اڑ جائے تیری نیند ختم ہو جائے اور تیری ساری زندگی کی نمازوں کو بلا وجہ لوگ کا لعدم کر دیں تو ان کا شکر یہ ادا کرتا پھرے اور سابقہ نمازوں کو قضا کرنے کی فکر بھی نہ کرے۔ تف ہے تیری عقل پر! کیا تیرے دل میں دین کی یہی قدر ہے کیا تجھے اپنی آخرت کا اتنا ہی فکر ہے۔ بہر حال لوگوں کو ان کے دین کی قدر بتانے کیلئے یہ کتاب لکھی گئی اور اس بات کو سمجھانے کیلئے کہ تمہاری ساری زندگی کی نمازوں کو کا لعدم کہنے والے یہ لوگ تمہارے خیر خواہ نہیں دوست نہاد دشمن ہیں یہ اہل حدیث ہوں تو کیا ہوا؟ اللہ نے تمہیں اہل قرآن و حدیث بنایا ہے۔ اگر ان کے پاس بخاری شریف کی ایک روایت ہے تو قرآنی آیات اور بہت سی صحیح احادیث سے یہ لوگ محروم ہیں اس لئے اللہ کا شکر ادا کریں اور اپنے مسلک پر استقامت سے جے رہیں۔

[رکوع سے آگے پیچھے ترک رفع یدین کے فائدے]

☆ نبی ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک امت میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے ہر دور میں لکھی جانے والی فقہ، حدیث اور شروح حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے، اور ہم نے جن اکابر سے نماز سیکھی انہوں نے ایسے ہی سکھائی، اور امت کے ساتھ رہنے میں ہی ہمارا فائدہ ہے مگر یہ لوگ ہمیں ساری امت سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم ساری امت سے بدگمان ہو جائیں تو قیامت کے دن ہمارے حق میں گواہی کون دے گا؟

☆ آپ اس کتاب میں پڑھیں گے کہ ترک رفع یدین نبی ﷺ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے نیز یہ کہ ترک رفع یدین قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور حدیث نبوی شریف سے بھی اس لئے ہم الحمد للہ اہل قرآن و حدیث ہیں جبکہ یہ لوگ ہمیں اہل حدیث بنا کر قرآن سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

☆ یہ لوگ صرف اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رفع یدین کیا ہے جبکہ دیکھنا یہ بھی تو چاہئے کہ آپ ﷺ نے امت کو کیا حکم دیا ہے ہم دکھاتے ہیں مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے: **وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا** (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)۔ ”اور جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو“ نبی ﷺ نے دو کاموں کا حکم دیا یہ تیسرے کا اضافہ کروارہے ہیں پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ نہ پوچھا کہ ہم اس وقت رفع یدین کریں یا نہ کریں معلوم ہوا کہ اس وقت رفع یدین معمول نہ تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی کہ اسی حدیث شریف میں آپ نے یہ بھی فرمایا: **وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا** (ایضاً) ”اور جب امام اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرو“۔ تو جیسے اس حدیث کا تقاضا ہے کہ سجدے کو جاتے ہوئے تکبیر کہی جائے رفع یدین نہ کیا جائے اسی طرح اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے بھی تکبیر کہی جائے رفع یدین نہ کیا جائے۔

☆ ترک رفع یدین سے سب قسم کے دلائل [آیات قرآنیہ، نبی کریم ﷺ کا قول مبارک، آپ کا فعل مبارک، آپ کی تقریر] پر عمل ہوتا ہے، ان شاء اللہ ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

☆ غیر مقلد جس طرح رفع یدین کی اہمیت بتاتے ہیں اس کی وجہ سے انسان کے دل میں ان نصوص کی قدر نہیں رہتی جن سے ترک رفع کی تائید ہوتی ہے۔

☆ ہم جب سے نماز پڑھنے لگے ہیں رکوع کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے اگر اس کو ہم غلط سمجھ لیں تو سابقہ سب نمازوں کو باطل یا خلاف سنت ماننا ہوگا جس کی وجہ سے یا ہماری نمازیں ضائع ہوں گی یا ان کا ثواب کم ہوگا جبکہ رفع یدین نہ کرنے کے دلائل کو سمجھ کر ہمیں شرح صدر ہو تو ان شاء اللہ سابقہ نمازوں کا ثواب بھی محفوظ رہے گا اور آئندہ کیلئے عمل کا جذبہ بھی قائم ہوگا۔

ترک رفع سے انسان میں اللہ تعالیٰ سے اپنے عمل کی قبولیت کے بارے میں حسن ظن رہتا ہے۔ اور شہور حدیث ہے **أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِبَی**۔

☆ اگر ہم رفع یدین کر کے یہ سمجھ لیں کہ ہم نے سنت کو قائم کیا تو جو بڑے بڑے متقی پرہیزگار علماء و مشائخ رفع یدین نہیں کرتے یا ماضی میں انہوں نے رفع یدین نہیں کیا ہم ان کو حقیر اور تارک سنت سمجھیں گے اور اگر ہم ترک رفع پر قائم رہیں اور رفع یدین کرنے والے ائمہ سے عقیدت باقی رکھیں تو ان شاء اللہ اس قسم کے تکبر سے بھی نجات رہے گی۔ فقط:

بندہ محمد سیف الرحمن قاسم

جامعۃ الطبیات گلی نمبر ۴ کنور گڑھ گوجرانوالہ ۱۹ صفر ۱۴۳۳ھ

مطابق ۱۴ جنوری ۲۰۱۲ء سات بجکر ۴۴ منٹ صبح

